خطبات طاہریہ

شیخ الاسلام محمد طاہر القادری

ART #19-6
KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S

فہرست

Memo No

Date / /

M | T | W | T | F | S | S

Memo No
Date / /

۴۰۰	ذکرِ حسین کربلا سے پہلے	۲۷۷	ڈاکٹر محمد طاہر القادری
۴۰۱	شانِ سیدہ کائنات بزبانِ سرورِ کائنات	۲۸۸	〃 〃 〃
۴۰۲	صحبتِ بد کے اثرات اور انکا ازالہ	۳۰۲	〃 〃 〃
۴۰۳	من آنا دیکھ کون ہوا صلی اللہ علیہ وسلم	۳۱۵	〃 〃 〃
۴۰۴	ذکرِ آخرت اور علامات قیامت۔	۳۴۸	〃 〃 〃

Qabbas

۲—۴—۲۰.۱۹
۲۶—۰۷—۱۴۴۰.
PM ۷—۳۷—۵۲
منگل

QARI MUHAMMAD ABBAS
Naqashbandi Chishti Qadri Soharverdi
02 APR 2019
Chak 365/E.B Burewala District Vehari
Mob:0334-7632305

۷۸۶

طہارتِ حسب ونسب کا بیان

یہ جو انفُسِکُم اور انفَسِکُم کی بات تھی۔ مگر بعض لوگوں کے ذہن میں ہے۔ سوال پوچھا ہے کہ فلاں طبقہ اس سے یہ ثبوت تو نہیں نکال سکتا کہ قرآن مجید میں تحریف ہوئی۔ یہ علی الاجماع ہے کہ تحریف نہیں۔ حضور علیہ السلام آیت وہی ہے جس آیت کو لکھا ہوا ہے۔ جس اعراب کے ساتھ لکھا ہوا ہے وہی اس کی قرأت ہے۔ جب مختلف قرأت کے ساتھ صحابہ نے یا حضور نے پڑھا۔ وضاحت و شرح کے ساتھ پڑھا۔ تاکہ اس کے معنیٰ مفہوم کو سمجھانے کے لئے عربی زبان کی یہ عظمت ہے۔ لفظ تو درکنار ایک حرکت اعراب بدل جانے سے نیا معنیٰ متعین ہو جاتا ہے۔ تو اس کی شرح کرتے ہوئے تفسیر کرتے ہوئے۔ ان چیزوں کو مختلف اعراب سے پڑھتے ہیں۔ لہٰذا مفسرین نے اُن کو رقم کر لیا کہ اس کو شاذہ قرأت کا درجہ دیا۔ اس سے کسی کا تحریف کا خیال نہیں ہے۔ حروف اور الفاظ سے ہوتی ہے۔ آیات بدل دیں۔ الفاظ بدل دیئے اس سے تحریف و تدوین ہوتی ہے۔ اعراب پڑھنے کا انداز ہوتا ہے۔ نہ تحریف میں آتا ہے نہ تدوین میں آتا ہے۔ یہ تحریف کا سوال ہی نہیں ہے۔ لفظ بدل جائیں۔ الفاظ بدل جائیں۔ آیات بدل جائیں۔ اس سے تحریف ہوتی ہے اور جہاں وہی لفظ وہی آیتیں وہی حروف وہی رہیں۔ اعراب پڑھنے میں دو اعرابوں سے پڑھا گیا ہو۔ تو وہ قرأت شاذہ کہلاتی ہے۔ وہ تحریف کا سوال ہی نہیں۔

سیدنا مولا علی علیہ السلام نے اسی آیت کو لقد جاءکم رسول من انفَسکم کو پڑھا تو ان سے یہی مروی ہے۔ شرح آیت کے باب میں انفَسِکُم پڑھا۔ نسب دو طرح کا ہوتا ہے۔ قاضی بیضاوی نے تفسیر بیضاوی میں کہا ہے۔ ایک باپ کی طرف سے چلتا ہے اور ایک ماں کی طرف سے۔ تو دادیال اور ننھیال کا نسب۔ دادیال والا نسب کہلاتا ہے۔ اور ننھیال والے کو نسب نہیں بلکہ صہر کہتے ہیں۔ یہ قاضی بیضاوی نے اس کو بیان کیا ہے۔ قرآن مجید سے اخذ کیا۔ ھو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا وصھرا۔ اس آیت کے تحت قاضی بیضاوی نے بیان کیا۔ اب وہ بیان کرتا من انفَسکم۔ یہ مطلب ہے کہ آپ کے نسب اور صہر دونوں میں آپ کو انفَس پیدا کیا۔ یعنی جو نسب حضرت عبداللہ کا چلتا ہے وہاں حضرت

حضرت آدم علیہ السلام تک پاک ہیں۔ اور حضرت نسب حضرت آمنہ سے چلتا ہے وہ بھی حضرت حواؑ تک پاک ہے۔ ان کا دادیال بھی آدم علیہ السلام تک پاک ہے۔ اور ننھیال بھی حضرت حواؑ تک پاک ہے۔ باپ کی طرف سے شجرہ نسب کہلاتا ہے۔ اور ماں کی طرف سے شجرہ طہر کہلاتا ہے۔ پھر اپنی ذات کا جو شجر اخلاق و کردار ہے۔ وہ حسب کہلاتا ہے۔ انفسکم کا مطلب ہے کہ اللہ پاک نے آپ کو نفیس ترین بنایا کائنات میں۔ اپنے نسب و طہر میں بھی۔ کسی سمت سے کوئی عیب مصطفیٰ کی طرف آنے نہیں دیا۔ کسی جہت سے کوئی نقص کمی اور کجی اور میل حضور علیہ السلام کی طرف آنے نہیں دیا۔ اوپر حضور کی ذات آدم علیہ السلام تک۔ جو حضور کے نسب اور طہر میں آگیا اس کو پاک رکھا۔ اور اللہ کی شان دیکھیں حسب و نسب میں ہر ایک کو پاک کر دیا اور قرآن کہتا ہے کہ حبیب آپ سے اوپر تک انفس بنا کے پاک کر دیا۔ اور پھر آپ سے نیچے آپ کی اہل بیت ہے۔ ویطہرکم تطہیرا ان کو بھی ہر میل کچیل سے پاک کر دیا ہے (۶۔۶) اور اہل بیت کی شان کہ ازواج مطہرات کے بیان میں نازل ہوئی۔ تو جو آقا علیہ السلام سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں وہ بھی پاک ہو گئیں۔ اہل بیت پہلی ازواج مطہرات ہیں۔ جو حضور سے رشتہ نسب میں جڑ گیا وہ بھی پاک ہو گئے۔ جو حضور علیہ السلام کے ساتھ رشتہ طہر میں جڑ گئیں وہ بھی پاک ہو گئے۔ جو حضور علیہ السلام سے رشتہ زوجیت میں جڑ گئیں وہ بھی اہل بیت ہو کر طیب و مطہر ہو گئیں۔ اور جو حضور علیہ السلام سے نسبت ذریت میں آل و اولاد کی نسبت میں جڑ گئیں وہ بھی پاک طاہر اور مطہر ہو گئے۔ گویا آقا علیہ السلام خود بھی طاہر اور آقا علیہ السلام کی نسبت میں ہر کوئی طاہر و مطہر ہو گیا۔ کوئی میل اور کچیل کسی سمت سے آقا علیہ السلام کی طرف اللہ نے آنے ہی نہ دیا۔ اس کا اشارہ اس امر کی طرف ہے۔ کہ میرے حبیب کی طرف کوئی نقص منسوب ہی نہ ہو اب اس سے جو اخذ کر کے بتانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ لوگو جب میرے حبیب کی شان بیان کرو۔ کوئی پہلو جس میں نقص ہو کمی ہو کجی ہو وہ میرے مصطفیٰ کی شان نہیں ہو سکتی۔ کوئی گوشہ کوئی بیان کوئی شرح کوئی تفسیر کوئی تشریح کوئی تبلیغ کوئی دعوت کوئی بیان کوئی تقریر کوئی تصنیف کوئی کتاب کوئی خطاب جو حضور علیہ السلام کی ذات اقدس کے بارے

میں ہو۔ اور سو ننگو لو سیل کرو۔ کمی رہ گئی کبھی ہو گئی حضور کی ذات میں۔ یہ نقص تھا یہ کمی تھی۔ یہ علمی تھی۔ یہ بے خبری تھی۔ یہ نقص تھا۔ یہ کمزوری تھی۔ جو حضور کی طرف کمزوری منسوب کرے اللہ نے کہا۔ آپ ناطق ان پہ کسی اور کی بات ہو گی۔ مصطفے کی بات نہیں ہے۔

میرے حبیب کی بات میں میرے حبیب کی شان میں۔ میرے حبیب کے مقام میں میرے حبیب کی ذات میں۔ میرے حبیب کی صفات میں۔ میرے حبیب کے خصائل میں۔ میرے حبیب کے حسب نسب میں۔ میرے حبیب کی ذات وحسب میں میرے حبیب کے کمال میں۔ میرے حبیب کی عظمت قدرت اور جمال میں۔ میرے حبیب کی آل میں میرے حبیب کی ذریت میں کسی شئے میں کمی ممکن ہے۔ نہ کوئی کجی ممکن ہے۔ وہاں تو صرف کمال ہی کمال ہے۔ وہ ایسا سورج ہے۔ جس کو کبھی گرہن نہیں ہے۔ (۸-۵۳)

اس لیے قرآن میں اللہ نے صرف حضور کو سورج ہی نہیں کہا۔ سراجاً منیرا۔ کہا ہے ہر وقت چمکانے والا سورج۔ خالی سورج کہہ دیتا تو کبھی گرہن کی طرف خیال جاتا۔ نہیں گرہن تاریکی کمزوری کبھی ہے ہی نہیں۔ اور اللہ نے حضور کی مثال سورج کر کے دی چاند کر کے نہیں دی۔ آپ لوگ ہم سب جب اپنے محبوب کی مثال دیتے ہیں۔ تو سورج نہیں کہتے۔ چاند کہتے ہیں۔ ہماری سمجھ میں کمی ہے۔ ہمارا فہم اور کمی ہے کچھ ہے اس لیے ہم چاند کہہ کے پیار کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ حبیب کو چاند نہیں کہتا۔ سورج سراجاً منیرا۔ چمکنے چمکانے والا کائنات کو روشن کرنے والا سورج۔ وہ یوں کہتا ہے۔ اچھا چاند کیوں نہیں کہا۔ اس زمانے میں تو کسی کو کوئی خبر نہیں تھی کہ پورا قرآن میں جب حضور کو لقب ہی دینا تھا۔ تو جہاں سراجاً منیرا کہا۔ تو وہاں بھی قمراً منیراً کہہ دیتا۔ یا قمراً منیرا کہہ دیتا۔ چاند نہیں کہا۔ سورج کہا۔ اب اس کی تحقیق بارہ سو سال پہلے تو کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ اس زمانے میں تو یہ راز سمجھ میں نہیں آیا۔ آج سائنس نے ترقی کی۔ آج ہر ایک حال کو واضح کر دیا۔ آج ہر ایک کی سمجھ میں آ گیا۔ چاند اس لیے نہیں کہا۔ کہ چاند کی اپنی کوئی روشنی نہیں ہوتی۔ چاند سورج کی روشنی کے انعکاس سے چمکتا ہے۔ ہم زمین پر ہیں۔ تو ہمیں چاند چمکتا نظر آتا ہے۔

چاند خود روشن نہیں ہے۔ چاند خود نور نہیں ہے۔ منور ہے۔ ہم یہاں سے سورج کی روشنی چاند پر
پڑتی ہے تو ہمیں چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ اور چاند پر چلے جائیں تو زمین کی طرح ہی پتھروں پہاڑوں کا
ہے۔ ریت زمین کنکر پتھر پہاڑیاں وغیرہ۔ وہ روشن نہیں ہے۔ تو چونکہ چاند خود روشن
نہیں ہے۔ اس میں روشنی کسی سے اُدھار لی ہوئی ہے۔ مستعار ہے۔ کسی کے عکس سے
چمکتا ہے۔ اس لیے اپنے حبیب کو چاند کہنا گوارہ نہیں کیا۔ سورج کہا۔ چاند ایک سیارہ ہے۔
اگر آپ چاند پر چلے جائیں۔ اسی طرح جس طرح چاند چمکتا نظر آتا ہے۔ وہاں چلے جائیں تو زمین
چمکتی ہوئی نظر آئے گی۔ تو چاند پر لوگ رہتے ہوں تو اُن کا چاند زمین ہوگی۔ تو آپ نے ہمیں
لگے ہم تو ہم ہی گئے۔ کہ یوں ہی چاند کو چاند سمجھتے رہے۔ وہ تو ہمارے جیسا ہی ہے۔ تو اللہ نے
حضور کو ایسا کوئی لقب نہیں دیا جو ہمارے جیسا ہو۔ جو اہل زمین جیسا ہو۔ حضور کو
چاند نہیں کہا۔ چونکہ وہ سورج کی روشنی کے انعکاس سے چمکتا ہے۔ اور سورج کہا۔ سورج
ستارہ ہے۔ وہ اپنی روشنی سے چمکتا ہے۔ اس میں روشنی خود اللہ نے پیدا کی ہے۔ اس
کے اندر روشنی پیدا کی ہے۔ ہیٹ بھی تپش بھی حرارت بھی اور روشنی اس کے اندر ہے۔
وہ سورج بکھیرتا ہے پوری طرف روشنیاں اور جتنے سیارے ہیں وہ سورج کی روشنی
سے چمکتے ہیں۔ زمانے نے حبیب آپ سورج ہیں چاند نہیں۔ گویا کل سیارگانِ فلک انسان
اور کل سیارگانِ خلائق مخلوق کے کل سیارے حبیب تیرے نور سے چمکتے ہیں۔ تو کسی کے
نور سے نہیں چمکتا۔ تیرے نور سے ہر کوئی چمکتا ہے۔ تو سورج ہے۔ اور سورج جو ہوتے
ہیں اُن کو بھی کبھی گرہن لگتا ہے۔ آگے کوئی آگیا تو پھر دکھائی نہ دیا۔ تو گویا رکاوٹ روشنی
سے زیادہ طاقتور ہو گئی نا۔ تو روشنی چھپ گئی۔ گرہن لگ گیا اس روشنی کے چھپ جانے
اس کو گرہن کہتے ہیں۔ تو فرمایا حبیب تجھے گرہن اس لیے نہیں لگتا کہ کوئی رکاوٹ تیرے نور
سے زیادہ طاقتور ہے ہی نہیں۔ جو تیری روشنی کو چھپا سکے۔ تیرا یہ کہ تو میرے نور سے
روشن ہے۔ اس لیے تیرا چمکنا ہی چمکنا ہے۔ تیرا گرہن نہیں ہے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور
علیہ السلام کی طرف کوئی عیب اور نقص منسوب ہی نہیں کیا۔ اور منسوب ہونے ہی نہیں دیا۔

Memo No ______
Date / /

M T W T F S S

چنانچہ اس کو حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا ۔ کششین فی آبائی ملبت آدم صفی اللہ ۔ آدم علیہ السلام
سے لے کر آج تک میرے والدین تک گمکھا نہ تھا ۔ پورے نسب حضر میں کوئی ایک شخص ایک مرد
اور ایک عورت میں ایسا نہیں ہوا جو بغیر نکاح کے پیدا ہوا ہو ۔ آقا کے پورے حسب میں بلکہ
ہزار ہا سال کی حسب کی تاریخ میں کسی کوئی مرد اور عورت جس نے حضور کے حسب
میں آنا ہے ۔ بغیر نکاح کے پیدا نہیں ہوا ۔ کل نکاح سے پاک پیدا ہوئے ہیں ۔ (۱۲–۱۵)
عبداللہ ابن عباس رض سے مروی ہے ۔ اس آیت کی تفسیر میں وتقلبک فی الساجدین ۔
کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سجدہ گزاروں میں منتقل کرتا رہا ہے ۔ مستدرک 219 ۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں ۔ کہ حضور
کا نور سجدہ گزاروں میں منتقل ہوتا چلا آیا ہے ۔ اور امام جعفر بن محمد الصادق اور ہلال نے اس کی شرح
میں روایت کیا ۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جانتا تھا ۔ اور یہ جو میں نے بیان کیا کہ پاک صلبوں سے پاک
رحموں میں شکموں سے نسلاً نسلاً حضور منتقل ہوئے ۔ اس حدیث کی جو حضرت عبداللہ ابن عباس رض کی
مروی ہے اس کو امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں روایت کیا ہے ۔ اور امام بزار نے اپنی مسند
میں روایت کیا ہے ۔ رجال الثقات کے ساتھ ۔ ثقہ راویوں کے ساتھ ۔ یہ حدیث صحیح ہے ۔ اور
اور امام سیوطی نے المناہل میں تخریج کر کے اس کی تصحیح کی ہے ۔ اب اس حدیث پر جراح
اور اعتراض کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کو پاک صلبوں سے پاک صلبوں میں
منتقل کیا ۔ یہاں قاضی عیاض نے ایک بڑا عجیب قول روایت کیا ہے ۔ امام ابن الکلبی کا قول
روایت کیا ہے ۔ یہ امام کلبی یہ وہ بزرگ ہیں ان کا اصل نام ہے ۔ امام محمد بن سائب ۔
الکلبی ۔ اور یہ عظیم مفسر بھی ہیں ۔ یہ روایت کرتے ہیں جس کو قاضی عیاض نے بیان کیا ہے ۔
کہ میں نے حضور علیہ السلام کے آباؤ اجداد اور امہات آپ کے نسب اور حسب میں ۔ باپ
اور مائیں ۔ ان کے نام جمع کیے ۔ امام ابن الکلبی روایت کرتے ہیں ۔ کہ پانچ سو آباؤ اجداد اور امہات
حسب اور نسب میں کل جمع کیے ۔ خدا کی قسم نہ کوئی مرد اور نہ کوئی عورت بغیر نکاح کے تھا ۔
نہ جاہلیت کی کسی خرابی سے ملوث تھا ۔ اس قول پر ایک اعتراض ہوا ۔ وہ یہ کہ محققین نے بات
کیا کہ آدم علیہ السلام تک جو معروف نسب ہے ۔ ابراہیم علیہ السلام سے اوپر تک کوئی تحقیق

نہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ابراہیم علیہ السلام تک تحقیق ہے مگر جو معروف نسب ہے۔ وہ سنتالیس
بنتے ہیں اباد حضرت عبداللہ سے آدم علیہ السلام تک۔ اور ۴۷ مائیں بنتی ہیں حضرت آمنہ سے
حضرت حوا تک۔ فرماتے ہیں نسب اور صہر میں تو ۴۷ + ۴۷ آتے ہیں۔ یہ بن گئے دونوں ملا
کے ۹۴۔ تو پانچ سو کیسے ہو گئیں۔ اس وجہ سے کئی لوگوں نے رد کیا کہ یہ درست نہیں۔
ملا علی قاری رحمۃ اس کا جواب دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے۔ مختصراً بیان کر دوں۔
کہ نسب کے باپ اور صہر کی مائیں نہیں۔ آپ نے پھر ان کی پھوپھیاں بھی جمع کیں ہیں۔ خالائیں
بھی جمع کی ہے۔ چچا بھی جمع کئے ہیں اور ماموں بھی جمع کئے ہیں۔ جو نسب اور صہر میں ذکر
آتے ہیں۔ اس میں باپ بھی آگیا اور چچا بھی آگئے۔ ماں آگئیں ماں کی بہنیں خالائیں بھی آگئیں۔
باپ کی پھوپھیاں بھی آگئیں۔ وہ کہتے ہیں باپ چچا ماموں خالائیں یہ سب ملا کر علامہ
امام ابن الکلبی نے پانچ سو گنے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مقصد بیان کرنے کا یہ ہے۔ یہ طرف نسب
میں ذکر کئے حضرت آدم سے عبداللہ تک براہ راست حضور کے نسب میں آتا ہے
میں آتا ہے۔ حضرت آمنہ سے حضرت آدم و حوا تک براہ راست جو حضور کے صہر
میں آتی ہیں۔ جو جو ان سے براہ راست رشتے میں منسلک ہو گئے۔ ان کو رشتے
کی وجہ سے بھی پاک رکھا ہے۔ یعنی حضور علیہ السلام کی نسبت کی اتنی برکت ہے۔ جو
حضور کی نسبت اور قرابت میں آگیا۔ اللہ نے اسے بھی طہارت عطا کر دی۔ جب بات یہاں
تک صحابہ کرام سے مروی ہے۔ آپ سجدہ گزاروں میں سے گذر کے آئے ہیں۔ تو جن
کو سجدہ گزار ساجدین کا قرآن کی نص سے ثابت ہو گیا۔ تو حضور کے آباؤ اجداد میں سے کوئی
مرد کافر و مشرک تھا اور نہ کوئی عورت مشرکہ تھی۔ سب اہل نسب اہل ایمان اہل توحید
اور اہل فطرت کا تھا۔ سب ساجدین تھے یعنی موحدین تھے۔ اہل توحید تھے۔ کوئی مشرک نہ
تھا۔ اب یہ حدیث جو عبداللہ بن عباس کی روایت ہے۔ اس کو امام ابن سعد نے بھی روایت
کیا۔ اس کو امام بزار نے بھی روایت کیا۔ امام ابو نعیم نے بھی دلائل النبوۃ میں روایت کیا۔ پھر اس کی سند
کو سند صحیح کہا۔ کہ حضور کے جمیع آباؤ اجداد اور امہات ساجدین اور ساجدات ہو گئے۔

M | T | W | T | F | S | S

Memo No

Date / /

(ابراہیم کے والد)

کہ میں پاک لوگوں کی پشتوں سے پاک امہات کے رحموں تک منتقل ہوتا چلا آیا ہوں۔ تو
پتہ چلا کہ حضور کے پورے نسب میں بغیر نکاح کے کوئی شخص اللہ نے گوارہ نہیں کیا تو کسی مشرک
کو کیسے گوارہ کر سکتا ہے۔ تو حضور کے والدین و اجداد حضرت عبداللہ و آمنہ کی نسبت
معاذاللہ براہ راست یہ گمان کرتے ہیں۔ کہ وہ مسلمان نہ تھے مومن نہ تھے۔ کافر و مشرک تھے۔
اس سے بڑھ کر بدبختی اور کیا ہوگی۔ جس رب نے پانچ سو پشتوں کو پاک رکھا ہے۔ آدم
علیہ السلام تک پورا نسب پاک رکھا ہے۔ زنا سے بھی اور کفر و شرک کی پلیدی سے
بھی۔ اور اُن کو سب جرموں مرادوں طاہر رکھا ہے۔ اُن میں حضور کے والدین مومن نہ ہوں معاذاللہ
کتنا غضب کر دیا بعض لوگوں نے۔ اس گستاخی اور بدبختی سے بچنا چاہیے۔ یہ خیال بھی
غلط ہو گیا۔ اس آیت کریمہ اور احادیث و اقوال ائمہ حدیث سے۔ کہ حضرت ابراہیم کے والد
آزر تھے۔ یا مشرک تھے اُن کے والد آزر۔ آزر حضرت ابراہیم کے والد نہ تھے
قرآن مجید میں ذکر اس لیے آیا کہ آپ بچپن میں تھے جب آپ کے والد کی وفات ہو گئی
تھی۔ اصل والد کا نام تھا (تارخ) اُن کی وفات ہو گئی آپ کی تھوڑی عمر میں تو آپ
کے چچا نے پالا۔ آزر آپ کا چچا تھا۔ اور چونکہ پالا اسی نے بیٹا بنا کر۔ تو پھر اُسی کو باپ
کہتے تھے۔ اس کا ذکر قرآن میں ہے۔ مگر آپ آزر کے بیٹے نہیں۔ آپ تارخ کے بیٹے
ہیں۔ تارخ مومن اور موحد تھے۔ آزر مشرک تھا۔ اس نے پالا ہے جیسے موسیٰ ؑ
کو فرعون نے پالا۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے پلوایا۔ یعنی پتہ چلا کہ
حضور علیہ السلام کے نسب میں کوئی مشرک اور کافر اور پلید اور بغیر نکاح کے نہیں ہو سکتا۔
اس کے آگے قاضی عیاض رح نے امام جعفر الصادق رض کا قول نقل کیا۔ وہ بڑا ایمان افروز
قول ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ امام جعفر صادق نے فرمایا یہ گھر کی بات ہے گھر والوں سے سمجھیں۔
اہل بیت کے امام کی سنیں۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا۔ کہ ہم لوگ یعنی مخلوق براہ راست
اللہ کی اطاعت نہیں کر سکتے۔ کہ یہ امام جعفر الصادق کا ارشاد ہے۔ مخلوق اللہ کی اطاعت اور اللہ کی
فرمانبرداری بندگی براہ راست بغیر واسطے کے اللہ کی مخلوق نہیں کر سکتی۔ اس حکم کی سمجھ

M T W T F S S　　Memo No ______ Date / /

بھی نہیں آسکتی۔ علم کا نمونہ بھی سامنے نہیں ہوگا۔ اس کا سب سے بڑا فیض کا ملکہ اور صلاحیت کبھی نہ ہوگی۔
استعداد میں بھی کمی اور کچھ کمزوری ہے۔ تو براہ راست اللہ سے مخلوق اس کی اطاعت نہیں کر سکتی
یہ مخلوق کی کمزوری ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ جتوا دیا ہے۔ لوگوں کو جتا دیا ہے آگاہ کیا ہے۔ تاکہ وہ جان لیں کہ
اللہ کی بندگی میں جو اعلیٰ مقام ہے۔ جس سے قلب و باطن کی صفائی ہوتی ہے۔ خلوت اور دوستی
نصیب ہوتی ہے اللہ کے ساتھ۔ اللہ کی ولایت میں بندہ آتا ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں اس کا فیض
حاصل کر کے بندہ صفائے قلب نصیب ہوتی ہے۔ وہ مقام بندہ اللہ کی خدمت اور اطاعت سے نہیں
پا سکتا۔ تو پھر اللہ نے کیا کیا۔ ہم خود اس کے قابل نہ تھے۔ کہ اس کی خدمت میں مقام
صدق و صفا تک پہنچیں۔ مقام خلوت و ولایت تک پہنچیں۔ جو اس کی اطاعت بجا لا
سکیں۔ اس قابل نہ تھے۔ تو اللہ پاک نے کیا کیا۔ تو اللہ نے مخلوق اور اپنے درمیان ایک واسطہ
اور وسیلہ پیدا فرما دیا۔ یہ امام جعفر صادق بیان فرماتے ہیں۔ ایک ہستی کو قائم بیچ میں
کھڑا کر دیا۔ ایک ہستی کو اپنے اور مخلوق کے درمیان قائم کر دیا۔ اس تصور کی نفی ہوگئی کہ اللہ اور اس کی
مخلوق کوئی نہیں ہو سکتا۔ بڑی نادانی ہے کوئی مخلوق درمیان والے واسطے کے بغیر اللہ
مل ہی نہیں سکتی۔ اکتساب فیض ہی نہیں کر سکتی۔ (۲۸-۳۴)
اقتدا اس کی نہیں ادراک کر سکتی۔ اس کی خدمت نہیں کر سکتی۔ اللہ کی بندگی نہیں کر سکتی
عبادت نہیں کر سکتی۔ اس کی وصل و وصول نہیں کر سکتی۔ راہنمائی نہیں لے سکتی۔ خاص
طور پر وسیلہ کے بغیر تو اللہ پاک نے مقرر کیا ہے۔ اپنے اور مخلوق کے درمیان واسطہ اور وسیلہ
ایک مخلوق کو کھڑا کر دیا۔ اپنے اور مخلوق کے درمیان۔ یہ بات بڑی توجہ طلب ہے پہلے فرمایا
اللہ کی مخلوق بلا واسطہ وسیلہ کے فیض پا نہیں سکتی۔ تو اس نے مخلوق اور اپنے درمیان
ایک مخلوق کو کھڑا کر دیا۔ تو جو مخلوق خالق و مخلوق کے درمیان لائی گئی وہ صرف مخلوق
نہیں کچھ اور بھی ہے۔ اگر خالی محض مخلوق ہوتی ایک طرف کھڑی ہوتی تو ہم میں بھی اس کے بجالانے
کے قابل اور استعداد نہیں ہے۔ پھر اس پار ہوتی۔ اُن کو اللہ کی اطاعت کے قابل بنایا جا رہا
ہے۔ اس مخلوق کے ذریعے سے۔ انہیں اللہ کا فیض اکتساب حاصل کرنے کے قابل بنایا جا رہا

ہے۔ اس مخلوق کو اللہ سے جوڑا جا رہا ہے۔ اس مخلوق کے وسیلے سے۔ اس مخلوق کو اللہ کی تمام ولایت و خلعت میں داخل کیا جا رہا ہے۔ اس مخلوق کے وسیلے سے۔ تو پتہ چلا یہ جو درمیان میں ہے۔ یہ مخلوق بھی ہے۔ اور مخلوق پر زائد فوقیت بھی ہے۔ بس خالق نہیں ہے۔

ع ہم ذات خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو۔

اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانیے کیا ہو۔

یہ مخلوق میں۔ اس میں تو کچھ ہی نہیں۔ مگر یہ مخلوق بھی ہیں۔ وہاں بھی ہیں یہاں بھی مخلوق بھی ہیں مخلوق سے بھی ہیں مخلوق میں ہیں۔ اور سب تو یہ ہے کہ وہاں بھی ہیں اور یہاں بھی ہیں مخلوق نہیں ہے۔ مخلوق تو لامکان تک ہے۔ اور لامکان وہ جگہ ہے۔ جہاں لے جانے والا۔ سدرۃ المنتہیٰ تک جبرائیل لانے والا بھی ساتھ نہیں جا سکتا۔

اور جہاں براق جیسی مخلوق بھی نہیں جا سکتی۔ وہ نوروں کا مجموعہ ہے۔ وہ خالی نور نہیں بلکہ انوار کا مجموعہ ہے۔ تو حضور علیہ السلام صاحب بشریت بھی ہیں۔ سید البشر ہیں۔ بشروں میں بھی ہیں۔ مگر وہاں بھی ہیں یہاں بشر کا گمان بھی نہیں جا سکتا۔ اور حضور علیہ السلام نور بھی ہیں۔ نوروں میں سے بھی ہیں۔ نوروں میں بھی ہیں۔ اور وہاں ہیں جہاں نوروں کا سردار جبرائیل امین وہ نور بھی نہیں جا سکتا۔ تو پتہ چلا لوگو۔ نور بشر کے جھگڑوں میں نہ جایا کرو۔ حضور کے مقام کو اس تنگی میں نہ تولا کرو۔ یہی جھگڑے ہیں نور کا اور بشر کا۔ وہ تو وہاں ہیں جہاں بشر بھی نہیں جا سکتا۔ تو وہاں یعنی جہاں نور بھی نہیں جا سکتا۔ تو بشریت بھی ہے اور ما فوق البشریت بھی ہے۔ نورانیت بھی ہے۔ اور ما فوق النورانیت بھی ہے۔ اس کو امام جعفر الصادق فرماتے ہیں۔ کہ مخلوق کو اللہ نے دیکھا کہ براہ راست میری الوہیت کے قابل نہیں۔ تو مخلوق اور اپنے درمیان اپنے حبیب محمد مصطفیٰ کو قائم کر دیا۔ واسطہ اور وسیلہ بنا دیا۔ اور آگے بڑی پیاری بات ہے قاضی عیاض نے میں نے شروع میں اس لیے کہا تھا۔ کہ اب قاضی عیاض کو پڑھیں گے اور سنیں گے اور یاد رکھ لینا۔ نہ وہ پاکستان سے ہیں۔ نہ منہاج القرآن سے ہیں۔ نہ ہندوستان سے ہیں۔ نہ بریلوی ہیں نہ دیوبندی ہیں۔ یہ سارا دھندا بعد کے ہیں۔ وہ اس وقت کے ہیں جب خالص عقیدہ اور ایمان کا اظہار تھا۔ نہ دہلوی ہیں ——— یہ ہیں قاضی عیاض۔ اور بیان کن کا۔ کس کا عقیدہ

M T W T F S S
Memo No ______
Date / /

امام جعفر الصادق کا ـــ یہ جھنور کے گرد الاعتقادہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایسی جھنور کو کھڑا کر دیا مخلوق کو۔ اور آگے بڑی لطیف بات کیسی فرمایا ـــ من جنسہم فی الصورۃ ـــ یہ بشریت کا مسئلہ حل ہو گیا۔ فرمایا یہ جو مخلوق ہیں جو سوئے ہیں۔ فرمایا صورۃً ان کی جنس میں سے بنایا ـ صورت ان کی جنس والی بنائی۔ صورتاً میں ان جیسا بنایا ـــ وہ ہے انما انا بشر مثلکم کا معنی ـ صورت میں تمہارے جیسا۔ سیرتاً میں تمہارے جیسا نہیں۔ ظاہر میں تو تمہارے جیسا ہوں۔ اندر میں تمہارے جیسا نہیں ہوں۔ دیکھنے میں تمہارے جیسا ہوں جانچنے میں تمہارے جیسا نہیں ہوں۔ صورۃً ان کی جنس سے بنایا ـ حل کیا گیا۔ اب اوپر چلے گئے امام جعفر الصادق معرفت کی بات کرتے ہیں۔ فرمایا۔ ان کی جنس میں سے بنایا صورۃً کیونکہ ان کی صورۃ ـــ بنایا اس لیے ضروری تھا۔ کہ ہم جنسی کا تعلق ہو گا تو یہ جمہور ـــ وہ چیز لے سکیں گے جو براہ راست اللہ سے نہیں لے سکتے۔ اگر صورۃ ان میں ـــ جمہور نہ ہوئے، تو جمہور سے بھی نہ لے سکتے جب اللہ سے بھی نہیں لے سکتے۔ لیکن اللہ نے صورۃً ہم جنس ان کا بنایا۔ لیکن صورۃً ـــ مقاماً نہیں۔ مرتبۃً نہیں۔ مکاناً نہیں۔ منزلتاً نہیں۔ حقیقتاً نہیں۔ صورۃً ـ دیکھنے میں صورۃً ان کا ہم جنس بنایا ـ یہ تو ادھر کا تقاضا پورا کیا۔ کہ ان کو جمہور کے ساتھ ان کا جنس کا تعلق ہو۔ ہم جنس ہونے کا ـ اور آقا علیہ السلام سے لے سکیں۔ اب دیکھا کیسے نے ہے۔ اللہ نے تو صحیح طرح وہ بشر اور انسان جمہور سے لے رہا ہے ہم جنس ہونے کے ناطے۔ تو جمہور نے بھی تو اللہ سے لینا ہے۔ تو جمہور براہ راست اللہ سے نہیں لے سکتی۔ تو جمہور نے تو براہ راست اللہ سے لینا ہے۔ ادھر تو صورۃً ہم جنس بنایا۔ ادھر کیا بنایا۔

ـــ سچ آکھاں تے بھانبڑ مچدا اے کوڑ آکھاں تے کجھ نہیں بچدا ـــ

جھوٹ بولوں تو ایمان نہیں بچتا۔ کچھ نہیں بچتا ـــ سچ بولوں تو بھانبڑ مچتا ہے۔ یہ کیا [illegible] کا زمانہ ہے۔ جہالت ہے یا جبر ہے۔ حضرت خواجہ غلام فرید یہ کہا کرتے تھے۔

ـــ ایہہ ملاں نہیں کسے کار دے ـــ شیوے نہ جانن یار دے ـ

یہ ملاں زدگی کا دور ہے۔ لوگ ملا زدہ ہو گئے اور عاشق لوگ کہتے ہیں۔

ایہہ ملاں نہیں کسے کار دے ـــ یہ پڑھتے ہیں بہت کچھ پر الف کو نہیں جانا۔

ـــ علموں بس کریں او یار ـــ تینوں اکو الف درکار

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S — Memo No ____ Date / /

باقی علموں کو کیا کرنا جو اس الف تک نہ لے جائے — یہ مثلاً کسی کا رستہ نہیں
یار کے شیوہ سا نہیں جانتے؟ — یار کے طور طریقے نہیں جانتے — تو یہ امام جعفر
الصادقؑ نے راز کہہ دیا — تو ہم بھی اُن کے خوشہ چینوں میں ہیں یہی راز کہتے رہتے ہیں صبح و شام
اور بتاتا ہی رہا ہے کہ یہ عقیدہ ہم نے نہیں گھڑا — یہ مفتاح القرآن میں شائع نہیں ہوا — یہ عقیدہ
امام جعفر صادقؑ دے رہے ہیں — یہ عبداللہ ابن عباسؓ دے رہے ہیں — یہ مولا علی المرتضیٰ دے رہے ہیں۔
عائشہ صدیقہؓ دے رہی ہیں — وہ صحابہ عظام بھی دے رہے ہیں — یہ قاضی عیاض دے رہے ہیں۔
وہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کو ہمارا ہم جنس بنا دیا — آپ علیہ السلام کو — حضورؐ کو ہمارا ہم جنس
بنا دیا — اور آگے شکر نہیں سکتے — کیونکہ ان کا آگے تو ہم جنس ہے کوئی نہیں —
لیس کمثلہ شئی — (سورۃ شوریٰ) = اس کی کوئی مثل کوئی نہیں — ان کا مثال نہیں نہ اس کا کوئی ہم
جنس ہے — قل ھو اللہ احد — وحدہ لا شریک لہ ہے — اس کی مجانست نہیں ہے —
ہم جنس نہیں ہے — ادھر تو ہو گیا کہ حضورؐ کو ہم جنس بنا دیا — تو اب اگلا جو آ رہا ہے — اس
کو امام جعفر صادقؑ کیسے طور کرتے ہیں — ادھر کا تو کام پورا ہو گیا نا — کہ فرمایا ادھر تو ہمارا جنس
بنا دیا — ہم فیض لے سکیں — ادھر کیا بنا دیا تاکہ حضورؐ اللہ — فیض لے سکیں —
تو فرماتے ہیں لفظ سنیے — امام جعفر الصادقؑ کے اور امام جعفر الصادق پوتے امام زین العابدین کے
یہ امام حسین کے بیٹے — یہ عقیدہ اس گھر سے لیا ہے — فرمایا — ادھر حضورؐ کو ہمارا جنس بنا دیا۔
اللہ ادھر ہم اپنا ہم جنس تو بنا نہیں — کیونکہ وہ جنس اور مجانست سے پاک ہے
اور کوئی اس کا ہم جنس ہو نہیں سکتا — یہ شان توحید کے خلاف ہے — ہمارا ہم جنس بنا دیا
حضورؐ اور ادھر کیا کیا — لباس اپنا چڑھا دیا مصطفیٰؐ پر — ادھر رب نے اپنا اور اپنے حبیب
کا معاملہ ملانے کے لیے — حضورؐ کی ذات پہ اپنی صفتوں کا لباس چڑھا دیا (۲۰-۵۸)
تو حضورؐ حضور ہی رہے — خدا تو نہ بنے — کوئی خدا سمجھے تو کافر ہو گیا — مخلوق مخلوق رہے۔
اس نے کیا کیا حضورؐ ہم نے آپ کو ہم جنس تو بنایا نہیں — کیونکہ مجانست نہیں — میری کوئی جنس
نہیں میری شان توحید کے خلاف ہے — اور مجھے ایسا بھی کرنا ہے کہ مجھ سے براہ راست
لے بھی سکو — لہٰذا — فرمایا جنس کے حدود سے اُن سے ہم جنس ہو جاؤ — اور لباس میری کا ہم جنسی

M | T | W | T | F | S | S
Memo No ______
Date / /

۴ کا پہن لو۔ صورت اُن کی ہم جنس کی لے لو۔ اور لباس میری ہم صفتی کا پہن لو۔ دونوں کام ہو جاتے ہیں گے۔
ذات مشابہ اپنی رہی —— لباس اپنی صفتوں کا جبہ قمیص پہنا دیتا ہوں۔ حضور صفات الٰہیہ میں
ملبوس ہو کر آگئے۔ یہ توحید و رسالت کا عقدہ کھل گیا ——

لباس صفات الوہیت میں ملبوس ہو کر آگئے —— اور ہمارے اندر آگئے کیا ہوگئے۔ بس صورتہ
ہم جنس ہوگئے۔ حقیقت سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا —— تو فرمایا رأفت و رحمت اللہ کی صفت
ہے۔ اس کو بیان فرمایا قاضی عیاض نے کہ ان اللہ بالناس لرؤف رحیم —— بقرہ - ۱۴۳ سے
اللہ رؤف رحیم ہے —— تو اصل میں صفتیں اوڑھتا اور رحیم بس کی نہیں —— اللہ کی ہیں۔ اور
اس آیت کا حوالہ دیا پیچھے تو اپنے حبیب کو فرمایا۔ لقد جاءکم رسول —— رؤف رحیم۔
پہلا لباس پہنایا تو رؤف کر دیا —— تو دوسرا لباس پہنایا تو رحیم کر دیا۔ لباس پہ لباس پہنایا
گیا صفتوں کا رنگ چڑھایا گیا —— انفسکم —— جل کے انفسکم کیا۔ انفسکم سے
ہمارا ہم جنس کیا۔ اور صبغۃ اللہ نے اپنی صفات میں رنگ کر فنا کر دیا —— اپنی صفات
لباس میں اپنا ہم صفت کر دیا —— تو فرمایا رؤف رحیم اللہ کی صفت ہے —— حضور کو لباس پہنا
کر حضور کو بھی رؤف رحیم بنا کے بھیج دیا —— شہید اللہ کی صفت ہے۔ وکفیٰ باللہ شہیدا ——
النساء = پھر ایک اور لباس پہنایا محبوب ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ میں شہید ہوں تجھے
بھی شہید کا لباس پہناتا ہوں۔ رؤف اور رحیم ہوں تجھے بھی رؤف رحیم کا لباس پہناتا ہوں اور کیا
فرمایا اللہ نے کہ میں عزیز ہوں —— (انہ ھو العزیز الحکیم۔ عنکبوت ۲۶) فرمایا میں عزیز ہوں لو
محبوب میں نے تجھے عزیز علیہ ما عنتم —— کا لباس پہناتا ہوں —— میں حلیم ہوں تجھے بھی حلیم کا
لباس پہناتا ہوں۔ علیم ہوں تجھے بھی علیم کا لباس پہناتا ہوں۔ میں رحیم ہوں تجھے بھی رحیم کا لباس
پہناتا ہوں۔ میں کریم ہوں تجھے بھی کریم کا لباس پہناتا ہوں۔ میں حق کا تجھے حق کا لباس پہناتا ہوں۔
یہ بات —— آگے گا آگے۔ جب یہ سارا لباس گن گن کے بتاؤں گا قرآن ——
اس شفا شریف میں ——
تو امام جعفر الصادق نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضور کو اپنی صفتوں کا لباس پہنا دیا۔ تو ثابت ہوا کہ
پیدا ہوئی۔ کہ اب اللہ نے فرمایا ان کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ لیکن براہ راست

KHURRAM PAPER PRODUCTS

13

M T W T F S S

Memo No ________
Date / /

تم میری اطاعت نہیں کر سکتے تھے ۔ اور میرا حکم ہے ۔ کہ میری اطاعت کرو ۔ اطیعوا اللہ ۔ تو میں نے
اپنے محبوب کو اپنے اور تمہارے درمیان واسطہ وسیلہ بنا دیا ہے ۔ وطاعۃ طاعتی ۔ اس کی اطاعت میری
اطاعت ہے ۔ اس کی موافقت میری موافقت ہے ۔ تو اللہ نے حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت
بنا دیا ۔ اور حضور کی موافقت کو اپنی موافقت بنا دیا ۔ حضور کی بیعت کو اپنی بیعت بنا دیا ۔
حضور کی حرمت کو اپنی حرمت بنا دیا ۔ حضور کے ادب کو اپنا ادب بنا دیا ۔ حضور کی محبت کو
اپنی محبت بنا دیا ۔ حضور کی معصیت کو اپنی معصیت بنا دیا ۔ حضور کی تعظیم و تکریم کو اپنی تعظیم و
تکریم بنا دیا ۔ اور آقا علیہ السلام کو وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین (الانبیاء 107) فرما کر ساری
کائنات کے لیے سراپا رحمت بنا دیا ۔ تو اللہ کی جو رحمت تھی ۔ اور اللہ کی جو رحمت ہے ۔ اللہ نے
اپنی رحمت کو متشکل بنا کے اس ~~متشکل~~ صفت رحمت کو بشکل مصطفیٰ کر دیا ۔ اور بھیج
دیا ۔ اور ارشاد فرمایا ۔ کہ حبیب آپ کو رحیم بنایا —— آپ کو رحمت کرنے والا بنایا ہی نہیں
فرمایا ۔ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین ۔ رحمت کرنے والے تو آپ ہیں ہی سراپا رحمت
بنا دیا —— اب آپ کا وجود میری رحمت ہے ۔ آپ کی ذات و صفات میری رحمت ہے ۔
لوگوں کیلئے آپ کا اخلاق میری رحمت ہے ۔ آپ کی شفاعت میری رحمت ہے ۔ آپ کا توسل
میری رحمت ہے ۔ ہر سمت جو بھی آپ سے تعلق جوڑے گا اسے میری رحمت کا حصہ مل جائیگا ۔
یہ ارشاد فرمایا امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ نے ۔

Abbas

19 — 11 — ۲۰۱۸
11 — ۳ — ۱۴۴۰
۸ — ۲۳ — ۱۲ — PM

QARI MUHAMMAD [illegible]
Naqashbandi Chist...
09 OCT 2019
Chak 355/E.B ...
Mob:0331-...

نمبر

14
M T W T F S S
Memo No
Date 8 / 11 / 04

دروس الشفاء ۴

~~(۲) (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا طہر نور النبی ﷺ)~~ ۲۸۹

(۱) (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت النبی ﷺ)

(۱) و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ۔ آج ہم نے اللہ جل مجدہٗ کی توفیق اور اس کے فضل و کرم سے کل کا درس اس نکتہ پر پہنچایا کہ سیدنا امام جعفر الصادقؒ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضورؐ کو اپنے اور مخلوق کے درمیان ایک واسطہ کے طور پہ قائم کیا۔ تاکہ خلقِ خدا حضور علیہ السلام سے اکتساب فیض کر سکے۔ اور اللہ کی خدمت بجا لا سکے۔ اللہ کی اطاعت بجا لا سکے۔ اور اس فیض کو ان میں منتقل کرنے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو مخلوق بنایا۔ اور صورۃً ان کی جنس میں سے بنایا۔ اور پھر آپ علیہ السلام کو اللہ پاک نے اپنی صفات کے لباس پہنائے۔ اور اس وجہ سے حضور علیہ السلام کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اطاعت بنایا۔ اور آپ کی موافقت کو اپنی موافقت بنایا۔ اس کے بعد قاضی عیاض " اس آیت کریمہ کو درست کرتے ہیں۔ کہ اللہ پاک نے حضور علیہ السلام کو سراپا رحمت بنایا ہے۔ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ تو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اپنی صفت کا سراپا بنایا ہے۔ اس بیان کے بعد قاضی صاحب۔ حضرت ابوبکر بن طاہر ان کے قول کو آگے شرح میں بیان کرتے ہیں۔ زینہ اللہ تعالیٰ بزینۃ الرحمۃ۔ اس کا معنیٰ اضافہ اور زیادتی کا ہے۔ جب آپ کسی چیز کو مزین کرتے ہیں۔ تو مزین اس حسن اور خوبصورتی پیدا کرنے والی چیز کو بڑی محنت و کثرت کے ساتھ لگاتے ہیں تاکہ بالیقین پیدا ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صرف حضور علیہ السلام کو رحمت عطا ہی نہیں کیا۔ بلکہ رحمت بنایا ہے۔ اور صرف رحمت بنایا ہی نہیں۔ بلکہ اپنی رحمت کے ساتھ مزین کیا ہے۔ یعنی بڑی کثرت اور بہتات عطا کر دی آپؐ کو۔ اس سے نوازا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی ذات کو اللہ نے ایسا رحمت بنایا ہے۔ کہ آپ کے جمیع شمائل بھی رحمت ہیں۔ آپ کی جمیع عادات بھی رحمت ہیں۔ آپ کی خصوصیات بھی رحمت ہے۔ آپ کے اخلاق میں سے ایک ایک خلق بھی رحمت ہے۔ ایک ایک شے کسی نہ کسی طریق سے مخلوق پر رحمت ہے اور دنیا و آخرت میں نجات انہی کے لیے ہے جسے حضور علیہ السلام کی رحمت میں سے کچھ نہ کچھ حصہ مل جاتا ہے۔ اور وہی شخص محبوب تک واصل ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد اسی آیت کریمہ کے ذیل میں آگے وہ بیان کرتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی حیات بھی رحمت ہے۔ اور حضور

KHURRAM PAPER PRODUCTS

کا وصال بھی رحمت ہے۔ وہ کہتے ہیں جیسا کہ حضور علیہ السلام نے خود فرمایا ہے کہ میری ظاہری حیات بھی
تمہارے لیے خیر ہے۔ اور میرا وصال بھی تمہارے لئے خیر اور رحمت ہے۔ او کما قال ؐ حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم۔
یہ جو حدیث ہے اسے امام بزار نے روایت کیا۔ اپنی مسند میں۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے اور
اس کا تفصیلی مضمون یوں ہے۔ عبداللہ بن مسعود نے روایت کیا۔ حیاتی ـــــ میری زندگی تمہارے لئے
رحمت ہے۔ اللہ کے نبی نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ کلام کرتے ہو۔ میں تمہارے ساتھ کلام کرتا ہوں۔
اور میری وفات بھی تمہارے لئے خیر اور رحمت ہے۔ اس لئے کہ امت کے اعمال میرے اوپر پیش ہوتے ہیں۔
کیے جائیں گے۔ جب تم میں سے کسی کا عمل میرے سامنے آئے گا۔ اچھائی کی بات آئے گی۔ میں اللہ
کی حمد و ثنا کروں گا۔ یعنی اللہ کا شکر بجا لاؤں گا کہ مولا تو نے میرے امتیوں کو یہ توفیق عطا
کی ہے۔ اور اگر کسی کا کوئی گناہ کمزوری خطا میری بارگاہ میں آئے گی۔ دیکھتے ہیں نامہ اعمال تو ہر شام
کو ہوتا ہے۔ میں اس کے لیے اللہ کے حضور بخشش طلب کروں گا۔ تو فرمایا میں زندہ ہوں ظاہری
حیات میں ہوں تو تمہارے لئے رحمت ہوں۔ اس طرح ـــ کہ تمہیں ہدایت دیتا رہتا ہوں۔ تمہیں سکھاتا
رہتا ہوں۔ تمہیں تعلیم و تربیت دیتا رہتا ہوں۔ تمہیں سنوارتا رہتا ہوں۔ اور وفات اس لئے تمہارے
لئے رحمت ہے۔ جب میرا وصال ہو جائے گا تو تمہیں بخشواتا رہوں گا۔ اس کی شرط صحیح
مسلم کی شرط ہے۔ اور اصلاً اسے امام احمد بن حنبل نے روایت کیا مسند میں۔ اور امام
بزار نے روایت کیا۔ وقال رجاله رجال الصحیح۔ اس حدیث کے رجال صحیح ہیں۔ اور
ابن سعد نے طبقات میں روایت کیا۔ اور عبداللہ بن ابی بکر نے مرفوعاً روایت کیا۔ اور
کہا مرسل صحیح۔ یہ مرسل صحیح ہے اور حدیث پاک صراحت کے ساتھ بیان کر رہی ہے۔
کہ حضور علیہ السلام وفات کے بعد بھی امت کے لیے بخشش استغفار کا سامان مہیا کرتے
رہتے ہیں۔ امت کے اعمال آپ علیہ السلام پر پیش کیے جاتے ہیں۔ حضور علیہ السلام اپنے
امتیوں کی نیکیاں بھی دیکھتے ہیں۔ اور خطائیں بھی دیکھتے ہیں۔ اس اعتبار سے گنہگاروں کے احوال
بھی دیکھتے ہیں۔ اور نیکوکاروں کے احوال بھی دیکھتے ہیں۔ حسب حال امت کی بخشش اور بلندی
درجات کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔

M T W T F S S

حاضر و ناظر

Memo No ______
Date / /

تو قرآن مجید نے اس کو بیان فرمایا ۔ حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم ۔ قرآن پاک نے فرمایا ما کان اللہ لیعذبھم ۔
اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ میرے حبیبؐ کہ آپ بھی ان میں ہوں ۔ اور میں ان کو عذاب بھیجوں ۔
یہ مجھے زیب نہیں دیتا ۔ یہ مجھے شایاں شان نہیں ہے ۔ یہ مجھے پسند نہیں ۔ یہ روش کو اپنانا
نہیں ہے ۔ کہ حبیبؐ جب تو رہے تو میں ان پر عذاب کر دوں ۔ حضور علیہ السلام کی موجودگی
اور عذاب ایک جگہ جمع نہیں ہوتے ۔ جہاں آقا علیہ السلام کا وجود مسعود ہوگا ۔ آپ کی
موجودگی ہوگی خواہ وہ موجودگی ۔ دونوں کے لیے فرمایا ۔ حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم ۔ جب آقا علیہ السلام
ظاہری حیات میں تھے تو صحابہ کرام کے اندر تھے ۔ اہل ایمان کے اندر تھے ۔ اور ظاہری حیات کے بعد وفات
ہوئی تو فرمایا ۔ وفات بھی اسی طرح خیر ہے ۔ اور رحمت ہے ۔ اس پر قرآن کی سند
پیش کرتا ہوں ۔ وانت فیھم میں ظاہری حیات میں ان کے اندر موجود ہونا مراد ہے ۔
اور دوسرا مقام پر فرمایا ۔ آل عمران میں ہے ۔ اس سے تصریح ہو جائے گی ۔ اور ایک اور مقام
پر آگئے ۔ کہ حضور کا صرف حیات ظاہری میں ہمارے اندر نہیں ہونا ۔ کہ قیامت کے بعد بھی حضور
ہمارے اندر ہیں ۔ وکیف تکفرون وانتم تتلی ایاتنا وفیکم رسولہ ـــــ الی صراط مستقیم ۔
فرمایا تم کافر کیسے ہو سکتے ہو ۔ کیسے بھٹک سکتے ہو ۔ کہ تم وہ قوم ہو ۔ کہ تم پر اللہ کی آیات
تلاوت کی جاتی ہیں ۔ اور یہ جو اللہ کا فضل بیان ہوا ۔ یہ صرف صحابہ کرام کیلئے محدود نہیں ہے ۔
پھر اس آیت کریمہ کا فیض بھی ختم ہو گیا ۔ بعد کی امت کے لیے ۔ وانتم تتلی ایات اللہ
یہ جو صیغہ مجہول بیان کیا ہے ۔ تتلو علیہ ایاتہ نہیں فرمایا ۔ کہ حضور آیات تلاوت فرماتے
ہیں ۔ تتلی ایات اللہ ۔ تم پر اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں ۔ (۱۷ ـــ ۱۳)
اور وہ تلاوت آقا علیہ السلام کے عہد مبارک سے لے کر آج تک حفاظ اور قراء کی شکل میں
جاری ہے ۔ اور قیامت تک اس امت پر آیات تلاوت کی جاتی رہیں گی ۔ تو فرمایا تم پر اللہ
کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں ۔ ہر رات ماہ رمضان میں کھڑے ہو کر پورے قرآن کی تلاوت کی جاتی
ہے تم پر ۔ اور تم سنتے ہو ۔ اور شب و روز ہمہ وقت اللہ کی آیات کی تلاوت اس
امت پر ہوتی ہے ۔ اور اس آیت میں یہ بھی اشارہ ہے ۔ کہ اس امت کو خصوصیت عطا کر دی

KHURRAM PAPER PRODUCTS

گئی ہے۔ کہ باقی امتوں کا رابطہ اُن کی الہامی کتابوں سے کٹ گیا۔ یا ان کتابوں کی تحریف
ہو گئی۔ ترمیم ہو گئی اور منسوخ جس طرح اتری تھی ان کتابوں کا --- وہ اُن پر تلاوت ہونا
بند ہو گئیں --- ان کا اپنا تعلق اپنی الہامی کتابوں سے ٹوٹ گیا۔ (17-14)
مگر امت محمدی کو یہ انعام عطا کر دیا۔ یہ خصوصیت عطا کر دی گا۔ اس میں ضمانت ہو گئی۔
کہ قیامت تک یہ آیتیں۔ ان میں نہ ترمیم اور تحریف نہ ممکن ہے اور نہ قیامت تک اس امت کا تعلق
قرآن کی آیات سے کسی تلاوت سے کٹ سکتا ہے۔ اور قیامت تک ان آیات کی تلاوت
اس امت پر ہوتی رہے گی --- اور اللہ نے فرمایا انتم اے امت محمدی تم وہ امت ہو۔
تتلیٰ علیکم آیات اللہ۔ تم پر اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں۔ اور تلاوت کی جاتی رہیں گی۔
تو جب تک قرآن ہے۔ اس وقت تک اس امت کا علاقہ تعلق۔ اس قرآن سے ہے۔
تب تک آیات تلاوت کی جاتی رہیں گی۔ تو اللہ پاک نے اس ایک نعمت کو ذکر کیا
کہ تم وہ امت ہو جن پر اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں۔ (1) اور اب ایک دوسری
نعمت بیان فرمائی۔ دوسری نعمت کیا ہے۔ وفیکم رسولہ۔ اور تم وہ امت ہو کہ مصطفیٰ
میرا ہر وقت تمہارے اندر ہے --- اگر فیکم رسولہ کو محدود کر دیا جائے۔ تو صحابہ کرام
تک۔ قرآن تو ایک ہی ہے۔ اور دونوں خصوصیتیں انتم کے تحت بیان ہو رہی ہیں۔ انتم
تم وہ امت ہو۔ دونوں باتیں ایک ہی مقام پر ہیں --- کہ جس پر اللہ کے قرآن کی آیتیں تلاوت
کی جاتی ہیں۔ اور تم میں میرا رسول رہتا ہے۔ اگر رسولؐ کو محدود کر دیا ان کی زندگی کو عہد
زمانہ صحابہ تک۔ یا عہد رسالت تک۔ ظاہری دور تک اور بعد والوں تک ہمیں یہ غیر ظاہری
آیات کو بھی پڑھنا۔ اس کی بھی نفی ہو جائے گی --- کہ تتلیٰ علیکم آیات اللہ کا حکم صرف
صحابہ کے لئے ہے۔ بعد کی امت تلاوت قرآن کے فیض سے محروم ہو گئی --- تو اشارہ
اس امر کی طرف ہے۔ کہ تم وہ امت ہو کہ جن میں میرا قرآن ہے۔ تتلیٰ علیکم آیات اللہ
کا مراد یہی ہے کہ تم وہ امت ہو۔ جن میں میرا قرآن ہے۔ تب تو مطلب یہ ہے کہ جب تک
تم میں میرا قرآن ہے۔ اور جب تک تم میں میرا رسول محبوبؐ ہے (14-54)

تم گمراہ نہیں ہو سکتے۔ اور جب تک تمہارا رابطہ قرآن سے ہے جب تک تمہارا رابطہ صاحبِ قرآن
سے ہے۔ اور تیسرا فرمایا ومن یعتصم باللہ۔ اور جو اللہ کا دامن تھام لے۔ تو اگر تین
چیزوں کا ذکر موجود ہے (۱) تلاوتِ آیات (۲) فیکم رسولہ (۳) تیسرا اعتصام باللہ کہ
اللہ کا دامن تھام لینا۔ فقد ھُدی الی صراطٍ مستقیم۔ ایسا نہیں کر سکتے آپ کہ
تین چیزوں میں سے چن کر آپ اُس زمانے میں محدود کر دیں۔ اور باقی زمانے خالی کر دیں۔
اور دو چیزوں کو ہر زمانے کے لئے جاری رکھیں۔ یہ اپنی مرضی سے نہیں ہو سکتا۔
جب تینوں اس زمانے میں بند ہو گئے جائیں گے۔ یا تینوں قیامت تک جاری رہیں گی۔ کیونکہ
تینوں خوبیاں انتم کے تحت آتی ہیں۔ کہ تم وہ امت ہو کہ جن پر میری آیات
تلاوت ہوتی ہیں۔ جن میں میرا رسول موجود ہے۔ اور جو اللہ کے دامن کو تھام لے۔
تو کیا اس کا مطلب یہ لیا جا سکتا ہے۔ کہ صحابہ تم میں سے جو اللہ کا دامن تھام لے۔
اور باقی لوگوں کے لئے نہیں۔ اور امت کیا ان کو۔ وہ امت اللہ کا دامن تھامنے سے مستثنیٰ
ہو گئی۔ تابعین کیا انہوں نے اللہ کا دامن نہیں تھاما۔ تبع تابعین نے نہیں تھاما۔
آئمہ اولیاء محدثین مجددین مجتہدین نے اللہ کا دامن نہیں تھاما۔ مگر آپ نہیں کہ
تابعین تبع تابعین نے بھی تھاما۔ اور اگر ومن یعتصم باللہ کو خاص زمانے میں عام کر دیا۔
قیامت تک کے دور کیلئے تو تو پھر یہی عمومیت تلاوتِ آیات کیلئے بھی ہو گی۔ اور یہی عمومیت
حضور علیہ السلام کی موجودگی کے لئے بھی ہو گی۔ تو یہ تینوں چیزیں آ گئیں۔ (11—19)
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا۔ واعلموا ان فیکم رسول اللہ۔ حجرات (7)
جان لو کہ اللہ کا رسول تمہارے اندر ہے۔ تم میں اللہ کے رسول ہیں۔ اور اگر بہت سے معاملے
میں۔ لو یطیعکم فی کثیر۔ فی ملوکم (حجرات) راشدون۔ حکم
یہاں بھی اللہ نے واعلموا ان فیکم رسول اللہ کا حکم ارشاد فرمایا۔ ایک اور مقام پر سورۃ
آلِ عمران میں۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔ یہ صرف صحابہ کرام کے لئے مخصوص نہیں
امت سے خطاب ہے۔ ان اولی الناس ۔۔۔ المومنین آل عمران 68

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

(حاضر و ناظر کا اہم مسئلہ)

فرمایا بے شک سب لوگوں سے بڑھ کر حضرت ابراہیمؑ کے حقدار وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت ابراہیمؑ کی
پیروی کی۔ یہ بات بڑی قابل غور بات ہے اور یہ جو لفظ ہے اولی الناس سب انسانیت کے لیے۔
اس کو کسی ایک زمانے پہ محدود نہیں کیا۔ پوری انسانیت میں قیامت تک انسانیت میں بڑھ
کر حضرت ابراہیم کے حقدار ہیں۔ کہ حضرت ابراہیمؑ سے نسبت جوڑنے والے۔ ان کی ملت
پہ چلنے کا دعوی کرنے والے۔ سب سے بڑھ کر عالم انسانیت میں بڑھ کر وہ لوگ ہیں جنہوں
نے حضرت ابراہیم کی پیروی کی ـــــ وھذا النبیؐ اور سب سے بڑھ کر حضرت ابراہیم کے یہ
نبیؐ ہیں۔ یوں نہیں فرمایا۔ یہ بات بڑی قابل توجہ ہے۔ الذین اتبعوہ والنبیؐ۔ والذین امنوا۔ ان کے
حقدار ان کی پیروی کرنے والے وہ لوگ ہیں اور نبی ہیں ـــــ لیکن ھذا کا اضافہ فرمایا۔ اور یہ
نبی ہیں۔ اب جب بھی یہ آیت صحابہ کرام کے وقت میں پڑھی گئی۔ آپ علیہ السلام ظاہراً سامنے تھے۔
تو ھذا النبی کا معنی سمجھ میں آیا کہ یہ نبی ہیں۔ اور یہ آیت تتلی آیات اللہ ہم پہ پڑھی جاتی ہیں تلاوت
کی جاتی ہیں۔ جو آج پڑھی گئی اس انسانیت پر۔ امت پر۔ ابراہیمؑ کی ملت کی پیروی کرنے
والوں پہ پڑھی گئی ـــــ جو چودہ سو سال قبل مدینہ میں بیٹھنے والے صحابہ کرام کے سامنے تو ھذا النبی کا معنی
تھا۔ تو جب یہ آیات آج پڑھی گئی تو ھذا النبی تو کیا مطلب ہوا۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی یہ نبی تھے۔ اور آج بھی وہی نبی۔ آج بھی یہ نبی ہیں وہ نبی نہیں ہیں۔
یہ جو قرب ہے بزرگی اور قرب کو ملا کر قرآن مجید کسی قرب کی وجہ کبھی ذالک میں استعمال کر
دیتا ہے۔ فرمایا ذالک الکتاب لا ریب فیہ ـــــ یہ وہ کتاب ہے جس میں وہ شک
نہیں ہے۔ تو کتاب ہاتھ میں ہے ـــــ اور جو سامنے ہاتھ میں چیز ہو تو کہنا چاہیے۔ ھذا الکتاب
لا ریب فیہ ـــــ یہ کتاب جس میں کوئی شک نہیں ـــــ مگر اس کو ذالک کہا۔ اس کی بلند
بزرگی، اس کا اونچا رتبہ ـــــ انسان کی سمجھ سے بالا ہونے کی وجہ سے ایک بلند رتبہ۔
جو سامنے ہے اس کو ھذا الکتاب نہیں کہا۔ اس کو فرمایا ذالک الکتاب۔ یہ اس کا معنی
محذوف ہو گا (بریکٹ) میں۔ ترجمہ ہے وہ کتاب ہے۔ مترجم یہاں سے ہوتا ہے وہ کتاب
جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور آپ کیا ترجمہ کرتے ہیں یہ وہ کتاب ہے۔ یہ کا لفظ آیت

اہم

M T W T F S S

(حاضر ناظر)

Memo No ______

Date / /

میں نہیں ہے ۔ وہ محذوف ہے ۔ اللہ پاک نے اس مشکل اشارہ لطیفہ کا بیان کیا کہ یہ وہ کتاب ہے ۔ تو قرآن ہاتھوں میں ہے مگر اللہ فرماتا ہے ۔ وہ کتاب ۔ تو جب ہاتھوں میں قرآن ہے۔ آپ وہ کتاب کہہ کے اللہ نے یاد فرمایا ۔ تو وہ رسول کو بھی کر سکتا تھا ۔ للذین اتبعوہ و ذلک النبی سب سے حقدار پیروکار ابراہیم کے اور وہ نبی ۔ اور ان کی امت ۔ اور وہ بھی اور ایمان والے اسی اسلوب کو یہاں بھی اپنا سکتا تھا ۔ مگر یہاں اس اسلوب کا ذکر کر دیا ۔ یہاں اس لیے فرمایا کہ نبی کو خود سے دور نہ سمجھیں ۔

اور خود کو میرے نبی سے دور نہ سمجھیں ۔ اس عقیدہ کو ان کے دل و دماغ میں مزین کرنے کے لیے ۔ راسخ کرنے کے لیے ۔ متمکن کرنے کے لیے ۔ شعوری طور پر جاگزین کرنے کے لیے ۔ اللہ پاک نے نہ النبی کہا ۔ نہ ذلک النبی کہا ۔ ھذا النبی کہا ۔ تاکہ حضور کی حاضریت پہ ہونا اور وہ نہ ہونا دل و دماغ میں راسخ ہو جائے ۔ لوگوں کو بتانا مقصود ہے کہ جب بھی تم جس زمانے میں بھی ملت ابراہیمی کے پیروکار رہو گے اور ہدایت دینا چاہو گے ۔ ہزار زمانہ بدلتا رہے گا ۔ تم یہ تھے اگلے زمانے میں لوگ شاید وہ کہہ سکیں گے ۔ کہ اس نبی والے لوگ آج یہ ہو رہے تم وہ ہو جاؤ گے کہ وہ یہ ہوں گے حضوری بدل جائے گی وہ وہ ہو جائیں گے ہر ایک کا یہ وہ میں بدلتا رہے گا ۔ مگر میرے مصطفیٰ کا یہ یہ رہے گا۔

ھذا اس لیے فرمایا تاکہ لوگوں کے دلوں میں جو قرب ہے آقا علیہ السلام کی بارگاہ کا ۔ اور اتصال ہے ۔ یہ حضور کا تعلق قائم رہے ۔ اس لیے ہم آقا علیہ السلام کو حضور کہتے ہیں ۔ امت کی زبان پر چڑھا دیا رب نے ۔ جب نبی کا نام لو تو کہو حضور علیہ السلام ۔ حضور کسے کہتے ہیں ۔ یہ کہ

حضور کسے کہتے ہیں جو حاضر ہے ۔ جس کی بارگاہ میں ہم کھڑے ہیں ۔ جس کی قربت میں ہم ہیں ۔ جس کے قدموں کے سائے میں ہم ہیں ۔ حضور حاضر کو کہتے ہیں ۔ یعنی اللہ نے ھذا النبی کا تصور اجاگر کر دیا ۔ تاکہ مثابت بکالت حضور کو وہ نبی تم کبھی نہ سمجھنا ہے جیسے کہ ہے گی تو حضور علیہ السلام ۔ یعنی یہ نبی ۔ یہ جو نبی اس کا معنی ما کان اللہ ۔ ایک مقام پر اس کا ظاہری اطلاق تو ہوا ۔ اور اس کا تصور عام فرمائیں ۔

KHURRAM PAPER PRODUCTS

اور اس سے آگے نہ چلاؤں ۔ (۲۶-۳۰) تو بعد کو قرآن مجید کی وہ ساری آیات جن کا شان
نزول آپ پڑھتے ہیں مفسر بیان کرتے ہیں۔ تو اس شان نزول کے واقعات کے ساتھ خاص ہو گئیں۔
اور امت کے لیے ان کا فائدہ ہدایت نفع تعلیم و تربیت تمام ختم رہیں۔ تو ہمارا سارا شان نزول ہی تو کوئی
آیت بھی نہ اتری ۔ ہم تو کسی ایک آیت کے شان نزول میں بھی نہیں ہیں۔ تو انسان اس سے
بڑی آسانی سے جان چھوٹ گئی۔ ہمارے لیے آیت تو اتری ہی نہیں آیت تو اتری ہے۔ بدر
والوں کے لیے ۔ احد والوں کے لیے۔ غزوہ خندق والوں کے لیے ۔ آیت اتری تھی ہجرت کرتے
وقت تو بعد کو ساری آیات خاص ان پر اتری تھیں۔ اس کے لیے اگر بند کر دیا۔ پوری امت
ابد آباد تک فیض سے محروم ہو گئی ۔

نمازوں کا بھی خاص ہو گیا۔ اقیموا الصلوٰۃ ۔ نماز قائم کرو۔ امر کا صیغہ ہے اور مخاطب تو
صحابہ کرام ہی تھے۔ کوئی کہے گا کہ ہی کہا ہی ان کو تھا۔ ہم تو موجود ہی نہیں تھے وہاں۔ جو موجود تھے
حکم ان کو تھا۔ کہ نماز پڑھو۔ ہم چودہ سو سال بعد ہو رہے ہیں بیٹھے ہیں ہم کہاں موجود تھے۔
تو آیت میں ہمارا نام کہاں ہے کہ تم بھی پڑھو۔ یہ تو ان کو حکم تھا۔ تو سارے قرآن کی تعلیمات
کا مذاق بن جائے گا۔ اگر مورد خاص لے عام نہ کیا جائے۔ شان نزول کے اعتبار
سے جب نازل ہوتی ہیں آیات اس کا پہلا اطلاق اسی طرح ہوتا ہے۔ مورد خاص کی
مناسبت سے۔ تاکہ سمجھا جا سکے۔ لیکن بعد ازاں اس کا ایک مورد عام ہوتا ہے۔ اس عام
اطلاق ہوتا ہے۔ اس میں عمومیت ہوتی ہے۔ اس کا قیامت تک اطلاق پوری امت کے لیے
ہوتا ہے۔ حسب حال ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے شان نزول کے دو معنی بن جاتے ہیں ۔
ایک جس واقعہ میں نازل ہوئی۔ اور جس معنی اور مطلب میں نازل ہوئی ۔ تو واقعہ میں نازل ہوئی
جس مسئلہ میں تھے وانت فہم ۔ اور اس کے مطلب اور مقصد معنی میں نازل ہوئی۔ مورد عام
لیا تو امت ان کے حکم امر میں شامل ہے۔ تو فرمایا پھر جب جس امت میں آپ
ہیں میں اس پر عذاب نازل نہیں کرتا۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ وہ جو پہلے امتوں پر
ان کی نافرمانیوں اور بد اعمالیوں کے نتیجے میں فوری عذاب آتے تھے۔ وہ فوری عذاب حضور
علیہ السلام کی امت کے لیے اٹھا دیے گئے۔ تو کیا یہ صحابہ کرام کے لیے اٹھائے گئے یا قیامت تک

M	T	W	T	F	S	S

Memo No ________
Date / /

= (کافر بھی امت میں شامل)

اٹھے ہوئے ہیں۔ کس کی شکل بگڑی ہے خنزیر بنا ہے بندر بنا ہے۔ کس پر پتھروں کی بارش ہوئی ہے کس
کی زمین الٹ دی گئی ہے۔ وہ آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت کے خصائص میں سے ہے۔ کہ
عذاب عاجلہ جو تھے وہ اٹھا دیئے گئے۔ قیامت تک۔ تو آج بھی عذاب عاجلہ نہیں آ رہا نہ مسلمانوں
پر نہ کافروں پر۔ کیونکہ کافر بھی امت میں شامل ہیں —— =

تو آقا علیہ السلام کی بعثت پوری ہوئی تھی نا۔ کہ اس امت پر عذاب عاجل اٹھا دیا گیا۔ تو عذاب
عاجل کا اٹھ جانا اس کا اشارہ بھی اس آیت کریمہ میں ہے۔ وما کان اللہ ——

اگر فیہم کا معنیٰ ہم پر اطلاق نہ ہوتا ہم نہ ہوتے تو عذاب عاجل جو اس وقت اٹھ گیا تھا۔
دوبارہ بحال کر دیا ہوتا —— اب وہ عذاب ہم پر آتے شکلیں بگڑتیں۔ پتھروں کی بارشیں
آتی —— مگر چونکہ وہ عذاب عاجل اٹھ گیا۔ آج تک اٹھا ہوا ہے۔ تو پتہ چلا آج تک مصطفیٰ
ہم میں ہیں ——

اور جب تک عذاب عاجل نہیں آتا ہم حضور ہم میں رہیں گے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا
کہ اس جگہ میں تم میں ہوں —— جب میں ظاہرا تھا تو تب بھی تم میں تھا۔ جب وصال ہو گیا تو۔ اب تمہارے
حالات کو بہتر کرنے کے لئے صبح و شام دعا کرتا رہتا ہوں۔ تمہارے اعمال پیش ہوتے ہیں تو ان
کو دیکھتا ہوں —— جو گناہ ہوتا ہے اس کے لئے بخشش کی دعا کرتا ہوں —— اور یہ معنیٰ قرآن نے بھی
اس کی تشریح کی ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ رسول تمہارے اوپر۔ یہ صحابہ کا بیان نہیں
ہے۔ اس کو مخاطب صرف صحابہ کرام نہیں ہیں بلکہ عام ہے کہ امت مسلمہ ہے۔ لفظ ہیں
لذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا —— اے امت محمدی تم کو امت وسط بنایا گیا ہے
یعنی اعتدال والی امت بنایا — اور اعلیٰ امت بنایا — اب یہ کس کو خطاب ہے امت۔ تاکہ تم
عالم انسانیت پر گواہ ہو جاؤ —— اور اب اس امت کو کہا۔ ویکون الرسول ——
اور رسول تم سب پر گواہ ہے۔ رسول کی گواہی پوری امت پر ہے قیامت تک ہے۔ اور گواہی
وہ ہے جو شہادت بالمشاہدہ ہوگی۔ اس کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا۔ اور یہ حدیث
بیان کی کس طرح شہید ہیں ہم پر کہ آقا نے فرمایا امت کے اعمال صبح و شام میری بارگاہ میں
پیش ہوتے ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں — اور قرآن مجید نے بھی اس کی تشریح کی [illegible]۔

M T W T F S S
Memo No
Date / /

فسیری اللہ اعمالکم ۔ لوگوں عمل کیا کرو ۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کا رسول تمہارے سارے اعمال دیکھ رہا ہے۔
اور مومنین اہل ایمان کاملین بھی دیکھیں گے ۔ فرمایا ویکون الرسول علیکم شہیدا ۔ تمہارے اوپر رسول
شہید ہوں گے ۔ تو آقا نے فرمایا میرا ظاہر میں رہنا بھی تمہارے لئے بہتر ہے ۔ اور وصال بھی تمہارے لئے بہتر
ہے ۔ کہ میں جس طرح آج تمہیں دیکھتا ہوں اسی طرح وصال کے بعد میں تمہیں صبح و شام دیکھتا رہوں گا ۔
اور جس کی جہاں جہاں کمی نظر آئے گی میں پورا کرتا رہوں گا ۔ (۳۳ ـ ۳۷)
بخشش کی دعا کرتا رہوں گا ۔ شفاعت کرتا رہوں گا ۔ جس کی اچھائی نظر آئے گی اس کو شاباش
دیتا رہوں گا ۔ جس کی کمزوری نظر آئے گی اسے دھکا دے کے پار کرتا رہوں گا ۔ شہید بنا دیا تم
پر آج بھی و کیف اذا جئنا من کل بشہید و جئنا بک علی ھؤلاء شہیدا ۔ اور یہ نگرانی یہ مشاہدہ
یہ دیکھنا ۔ صرف یہاں ہی نہیں ہے قیامت کے دن بھی آقا کی شان یہی ہوگی ۔ اور فرمایا عجب
منظر کیسا ہوگا ۔ فکیف وکیا منظر ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے ۔ کیسا منظر ہوگا ۔ اذا
جئنا من کل امۃ بشہید ۔ جب ہم ہر نبی کو اس کی اپنی امت پر گواہ بنا کے اٹھائیں گے ۔ کہ
اپنی امت پر گواہی دے ۔ ہر نبی اپنی امت پر گواہ بن کے کھڑا ہوگا ۔ امتیں انکار کر دیں گی کہ ہمیں
دعوت نہیں دی گئی ۔ انبیاء ہوں گے گواہ کوئی نہیں ہوگا ۔ کہ امتیں سچ بول رہی ہیں یا جھوٹ ۔ ہر نبی
اپنی امت پر گواہ ہوگا ۔ اے محبوب منظر دیکھنے والا ہوگا ۔ کہ آپ کو کھڑا کریں گے حضرت
آدم سے لے کر سب کو قیامت تک سب امتوں پر گواہ بنائیں گے ۔ نبیوں پر بھی گواہ
من کل امۃ ہر امت میں سے گواہ اٹھے گا ۔ تو کوئی امت خارج نہ رہی کہ ہر امت کا گواہ
ہوگا اس کا نبی ۔ اور آپ کو سب پہ گواہ بنا کے شاہد بنا کے لائیں گے مشاہدہ کرنے
والا بنا کے لائیں گے ۔ اور آپ کی گواہی پر بات ختم ہو جائے گی ۔ اب ایک بات بڑی
اہم ہے ۔ کہ نبیوں کی گواہی ہوگی کہ باری تعالیٰ ہم نے تیرا پیغام پہنچا دیا تھا ۔ ان کی گواہی پر اعتراض
کریں گے امتوں میں سے وہ لوگ جو کافر ہوں گے جو انکار کر دیں گے ۔ تو بحث ہوگی عدالت الٰہیہ
میں ۔ جھگڑا یہ ہوا کہ نبیوں نے کہا کہ ہم نے پہنچا دیا تیرا پیغام ۔ انہوں نے کہا منکرین نے ہمیں
نہیں پہنچایا ۔ تو گویا نفس دعوی کا انکار ہوگیا ۔ کہ ہمیں تیرا پیغام انہوں نے پہنچایا ہی
نہیں ۔ تو ان کی گواہی کا انکار کر دیا ۔ اب ان کی گواہی کو سچا قرار دینے اور ان امتوں کے

کہ انکار کو مجبور ٹھہرا دینے کے لئے اب ایک گواہ چاہیئے کہ جس کی گواہی قطعی ہو ۔ تو بتائیے
سنی سنائی گواہی دینے والا قطعی ہوگا یا دیکھ کر گواہی دینے والا قطعی ہوگا ۔ جب گواہ پر رد ہو جائے کہ
جب گواہ پر اعتراض ہو جائے ۔ تو گواہ کی گواہی کی صداقت کے لئے کس کو بلایا جائے ۔ تو وہ کون ہوگا ۔
سن کر شہادت دینے والا یا دیکھ کر شہادت دینے والا ۔ کہ میں نے سنا ہے کہ انہوں نے گواہی
دی تھی تو کیا ایسی گواہی کی تصدیق ایسی گواہی سے ہوگی ۔ وہ تو کمزور گواہی ہوگی ۔ کہ میں نے جانا ہے ۔
سنتا ہے کہ ان انہوں نے انکار کیا تھا ۔ کیا وہ گواہی قبول ہوگی ۔ نبی اللہ کے گواہ ہیں ۔ اللہ کے
گواہوں کی گواہی چیلنج ہو جائے ۔ تو اس کی تصدیق کے لئے جب گواہ کھڑا کیا جاتا ہے ۔ تو وہ شاہد
والا گواہی ہو سکتا ہے وہ سن سن کے گواہی دینے والا نہیں ہو سکتا ۔ یہ فرق ہے کہ ان کی گواہی
دنیا اور آخرت میں ہوگی ۔ اور جئنا بک علی ھؤلاء شہیدا ۔ (۳۰ - ۴۷) اور پھر جب آپ کہتے
ہوں گے تو آپ یہی کہیں گے کہ میں گواہی دیتا ہوں ۔ اور آپ کی گواہی اصالۃً ہوگی وکالۃً نہ ہوگی ۔ اس لئے آقا
علیہ السلام کو جو مقام عطا کیا ۔ وہ یہ کہ حضور علیہ السلام کی حیات اور وفات سارا کا سارا
خیر ہے رحمت ہے ۔

اور یہ جو آیت کریمہ اس پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ محدث اللہ تعالیٰ علیہم ہیں یہ سارا رہ سکتا ہیں ۔
اس مقام کے تحت وہ لکھتے ہیں ۔ انہ حاضر و ناظر ۔ یہ جو حاضر و ناظر پر جو لقب ہے آقا علیہ السلام
کا یہ کوئی ہندوستان سے پیدا نہیں ہوا ۔ یہ ملا علی قاری بھی لکھتا ہے ۔ شرح الشفا میں ۔
فی ذلک الاعلی الکفی ۔ کہ حضور علیہ السلام اس پورے ارض اور میں حاضر بھی ہیں موجود بھی
ہیں ۔ اور ناظر مشاہدہ کرنے والے بھی ہیں ۔ موجود ہر جگہ حکماً ہیں ناظر حقیقتاً ہیں ۔
جسم پاک قبر انور میں رہتا ہے ۔ اس جسم پاک سے نکل کر کہیں تشریف نہیں جاتے
وہ قبر انور میں رہتا ہے جسد حقیقی ۔ تو حاضر کیسے ہوئے ۔ اگر کوئی بیٹھا یہاں ہو ۔ اور دیکھ وہاں
رہا ہو ۔ جہاں جہاں تک مشاہدہ صحیح ہو یہاں وہاں تک وہ حکماً حاضر بھی تصور کیا جاتا ہے ۔
بے شک گو کہ درمیان کا فاصلہ ایک فرلانگ کا ہی کیوں نہ ہو ۔ پانچ سو میٹر کا فاصلہ ہی کیوں نہ
ہو ۔ جسمانی طور پر ہر جگہ انچ انچ پر موجود ہونا ضروری نہیں ہے ۔ جہاں جہاں آپ کے مشاہدہ نے
کام کیا ۔ حکماً وہاں حاضری کی تعبیر کیے جائیں گے ۔ تو جو مشاہدہ ہوتا ہے وہ حاضر ہوتا ہے ۔

KHURRAM PAPER PRODUCTS

جو ناظر ہوتا ہے وہ حکماً حاضر ہوتا ہے — ہر حاضر حکماً ناظر نہیں ہو سکتا۔ بندہ موقع پر حاضر ہے مگر ہے نابینا —— حاضر ہے مگر ناظر نہیں — اس کی گواہی قبول نہیں کریں گے۔ مگر ہے مدینہ میں موجود دیکھ ساری دنیا کو رہا ہے اس کی گواہی قبول ہو گی — کیونکہ وہ ناظر کائنات ہے —— ناظر خلق ہے — جو ناظر ہوتا ہے جو مشاہدہ کرتا ہے — مشاہدہ کی حد تک وہ حاضر ہوتا ہے ——

بعض سوال ہوتا ہے — بعض سوچتے ہیں —— (۳۶-۴۰) اگر حضور علیہ السلام حاضر وناظر ہیں۔ تو پھر آپ مصلے پر خود کیوں کھڑے ہو جاتے ہیں امامت اس سے کیوں نہیں کروائی؟ ایسی سوچ یا باتیں جاہلانہ ایسی کم علمی کی باتیں ہیں —— نادانی اور گستاخی کی باتیں ہیں۔ ایسی بات نہیں ہیں — امامت کے احکام اور ہیں — امام ہو آپ میں سے موجود ہو جسمانی طور پر کھڑے ہو کر اس نے جماعت کروانی ہوتی ہے ——

اور آقا علیہ السلام کا حضور — جن کو ہم ہر وقت حضور کہہ کر پکارتے ہیں۔ ان میں رسول اللہ — فیکم رسولہ — یہ جو بار بار قرآن میں آیا ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہونا۔ روحانی طور پر ہیں ہے —— اپنی روحانیت کے ساتھ ہر جگہ ہیں — اپنی روح اقدس کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں۔ اپنے نور کے ساتھ ہر جگہ ہے — اپنی محمد کے ساتھ — اپنی نبوت ورسالت کے ساتھ ہر جگہ ہیں۔ اپنی برکت کے ساتھ ہر جگہ ہیں — اپنی شفاعت اور توسل کے ساتھ ہر جگہ ہیں — اور سب سے بڑھ کر اپنی نگاہ اور مشاہدہ کے ساتھ ہر جگہ ہیں —— جسمانی طور پر حجرۂ انور میں ہی رہتے ہیں۔ وہاں سے باہر نہیں تشریف لے جا سکتے — مگر ایک جسد مثالی ہوتا ہے۔ جس میں روح متمثل ہوتی ہے — جیسے جبرائیل امین جسد مثالی کے ساتھ انبیاء کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشرا سویا — ہم نے حضرت جبرائیل امین کو بھیجا وہ سراپا نور تھے فرشتے تھے۔ مگر ان کو متمثل کر دیا — جسم مثالی کے ساتھ بھیجا — پورا پورا بشر انسان بنا کر اس روپ میں بھیجا —— تو یہ جسد مثالی ہوتا ہے — تو آقا علیہ السلام خود بھی انبیاء اولیاء ملائکہ جسد مثالی کے ساتھ جہاں چاہیں جس وقت چاہیں جا سکتے ہیں —
اگر کسی کو بیداری میں آقا علیہ السلام کی زیارت ہو جسمانی طور پر بیداری میں زیارت نصیب ہو۔

M T W T F S S　　Memo No ______ Date / /

وہ جسم شفیقہ نہیں ہوتا۔ یاد رکھ لینا۔ وہ جسم مثالی ہوتا ہے۔ وہ جسم مثالی سے وہ ایک لمحہ میں
لاکھوں مقامات پر جیسے چاہیں جا سکتے ہیں۔ ملائکۃ الموت ملک کو بندوں کا۔ ہزاروں لاکھوں کو
شہروں میں بیک وقت ارواح قبض کرنے کے لیے جا سکتا ہے۔ تو آقا علیہ السلام تو ملک الموت
جیسے کروڑوں فرشتوں کے آقا ہیں۔ ملک الموت تو حضور کے غلاموں میں ہے۔
ملک الموت الذی وکل بکم۔ السجدہ۔ قرآن کہتا ہے ملک الموت فرشتہ وہ ہے۔
جو تمہارے اوپر مقرر کیا گیا ہے۔ الذی وکل بکم واحد کا صیغہ ہے۔ موت کا فرشتہ تم سب
پر مقرر کیا گیا ہے۔ اگر ایک ہزار آدمیوں کی بھی موت آ گئی۔ تو ٹھیک چھ بجے۔ ایک سیکنڈ بھی
آگے پیچھے نہ ہو۔ ایک سنگاپور میں آ گئے۔ ایک آسٹریلیا میں آ گئے۔ ایک ہی پاکستان میں
آ گئے۔ ایک ہی امریکہ میں آ گئے۔ ایک ہی بغداد میں آ گئے۔ عراق۔ افغانستان۔ فلسطین۔
کشمیر۔ ایک ہی وقت پر ہزار ~~آدمیوں~~ آدمیوں کی موت واقع ہو۔ پوری دنیا کے ہزار ملکوں
پر۔ تو فرمایا ملک الموت الذی وکل بکم۔ وہ موت کا فرشتہ تم سب پر موکل بنایا گیا ہے۔
وہ فرشتہ ایک ہی وقت میں ہزار بندوں کی روح قبض کر لیتا ہے۔ اگر آقا کے غلاموں میں ہو کر
وہ کائنات کے ہر گوشے ایک ہی وقت میں جا سکتا ہے۔ تو اس فرشتے کے آقا مصطفیٰ۔
جسم مثالی سے جہاں چاہیں اور اقدس کے طرف سے جائیں۔ تو ہم اس سے فرشتے تک
جب چاہیں جا سکتے ہیں۔ اسی لیے آقا علیہ السلام کسی کی زیارت میں جائیں۔ ہزار ہا لوگوں
کو زیارت کروائیں روحانی طور پر۔ بیک وقت کروائیں تو وہ بھی جائز ہے۔ جسمانی طور پر
ظاہری طور پر کسی کو دیدار کروائیں تو وہ بھی جائز ہے۔ وہ جسم مثالی ہوگا۔ روحانی طور پر تو جو کریں
تو وہ بھی جائز ہے۔ مگر اقامت اندر اس کی چیزیں جو ہوتی ہیں۔ وہ حقیقی جسم کے ساتھ
ہوتی ہیں۔ آقا علیہ السلام کے بارے میں ایسے عقیدہ نہ مسلمانوں کا ہے نہ ہونا چاہیے۔
تو آقا نے اسی لیے ارشاد فرمایا کہ میری وفات سے گھبرا نہ جانا۔ میں وفات کے بعد بھی تم ہی
کے اندر رہوں گا۔ یہ ہے حدیث کا معنی جو قاضی عیاض نے بیان فرمایا حیاتی خیر لکم۔ وہ مماتی خیر لکم۔
ظاہری حیات بھی بہتر ہے۔ وفات بھی بہتر ہے۔ وفات تو ہو گی مخلوق جو ہوا۔ مگر وفات
ہوگی مگر تم سے فراق نہ ہوگا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ چراغ حسن تھا۔ باہر رکھا تھا۔

M | T | W | T | F | S | S

Memo No
Date / /

اس کو ابوبکر، عمر و عثمان و علی کی آنکھیں بھی دیکھتی تھیں ۔۔۔ اسے ابوجہل و ابولہب کی آنکھیں بھی دیکھتی تھیں ۔۔۔ یہ تھی حیات ظاہرہ ۔۔۔ اب وفات سے اتنا فرق پڑ گیا۔ کہ مالک نے پردہ لگا دیا۔ ابوبکر و علی کی آنکھ والا ہو تو آج بھی دیکھتا ہے۔ ابوجہل و ابولہب کی آنکھ والا ہو تو اس کے آگے پردہ لگ گیا وفات کا۔ وہ نہیں دیکھتے ۔۔۔ تو وفات ایک پردہ بن گئی ۔۔۔ جیسے چراغ بے پردہ تھا۔ چراغ حسن مصطفیٰ۔ بے پردہ تھا مومن و کافر اپنے پرائے سب دیکھتے تھے۔ اسی وجہ سے تو اپنے جھکتے تھے۔ پرائے اکڑتے تھے۔ اپنے مانتے تھے۔ پرائے انکار کرتے تھے۔ اپنے ادب کرتے تھے۔ پرائے گستاخ ہوتے تھے۔ ہر ایک کو دیکھنے کی اجازت تھی۔ اللہ نے فرمایا حبیب یہ 63 برس حسن پورا کر دیا۔ اب وفات کے پردے میں آپ کو رکھتے ہیں۔ تاکہ ہر ایک گستاخ نہ دیکھ سکیں۔ نہ کوئی بات کر سکیں۔ اب جو ادب والے زندہ دل کی آنکھ والے ہیں۔ وہ دیکھیں بھی جھکتے چلے جائیں۔ وہاں وارے وارے جائیں۔ عجیب فیض پائیں۔ اور جنہوں نے ماننا نہیں۔ وفات کے پردے میں ان سے اوجھل کر دیا۔ انہوں نے دیکھنا ہی نہیں ہے ۔۔۔ آپ علیہ السلام نے اشارہ دے دیا کہ میری حیات بھی بہتر ہے۔ وفات بھی بہتر ہے۔ مگر میرا فیض کم نہ ہوگا۔ تو یہ اس حدیث پاک کا بیان تھا۔

QARI MUHAMMA…
Naqashbandi Chisl…
09 OCT 2019
Chak 365/E.B Burewala …
Mobil …

۲۴ — ۱۱ — ۲۰۱۸
۱۶ — ۳ — ۱۴۴۰
9 — 22 — PM

دروس الشفاء ۵

(۲) (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ سراپا مظہر نور الٰہی ج)

یہ جو مضمون ہم نے پہلے جلسے میں بیان کیا - اسی مضمون کی تائید اللہ پاک نے قرآن مجید میں ایک اور مقام پر بھی فرمائی ـــ ارشاد فرمایا دو مقام پر - اپنی ذات کیلئے فرمایا نحن اقرب الیہ ـــ ہم تمہاری شہ رگ سے بھی قریب ہیں ـــ اور حضور علیہ السلام کے لیے فرمایا النبی اولی اور پھر نبی تمہاری جانوں سے بھی قریب ہے ـــ ہم تمہاری شہ رگ سے بھی قریب ہیں ـــ اور نبی تمہاری جانوں سے بھی قریب ہے ـــ شہ رگ ظرف ہے - برتن ہے جس میں خون چلتا ہے - خون میں جان چلتی ہے ـــ جان مظروف ہے ـــ شہ رگ ظرف ہے - نالی ہے - اس نالی کے اندر خون چلتا ہے ـــ اس خون کے اندر جان چلتی ہے ـــ اپنی ذات کے لیے - اللہ پاک ویسے ہی فرماتا - اس کا انکار کوئی نہیں کر سکتا تھا ـــ وہ مالک جو ہوا جو چاہو - اس کے آگے بات کرنے کی کون جرأت کر سکتا ہے ـــ اپنے لیے فرمایا نحن اقرب الیہ ـــ ہم تمہاری خون کی نالی ـــ قریب ہیں - شہ رگ سے قریب ہیں - اور حبیب کے لیے فرمایا - اور حبیب کی حفاظت زیادہ کرتا ہے ـــ اپنے آپ کو محافظ رکھتا ہے اور حبیب کو محفوظ رکھتا ہے ـــ اپنے آپ کو رکھتا ہے حفاظت کرنے والا - حفاظت کرنے والے کا حصار باہر ہوتا ہے ـــ حفاظت کرنے والا باہر کھڑا ہوتا ہے - ایسا کبھی نہیں ہوا - کہ محافظ اندر سو جائے اور محفوظ کو باہر کھڑا کر دے ـــ نہیں محافظ باہر کھڑا ہوتا ہے - چار چیزیں ـــ جس کو محفوظ کرتا ہے وہ اس کے حصار کے اندر ہوتا ہے ـــ فرمایا ہم تمہاری شہ رگ سے بھی قریب ہیں ـــ باری تعالیٰ حبیب کو کہاں رکھا ہے ـــ فرمایا النبی اولی ـــ حبیب کو شہ رگ کے اندر خون - خون کے اندر جان اور حبیب میرا تمہاری جانوں سے بھی زیادہ قریب ہے۔

اس حدیث کی شرح بیان فرمایا - حیاکم اللہ - وعافاکم ـــ اب اگلی حدیث آرہی ہے - اس میں ارشاد فرمایا ـــ کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام - اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کی صحیح مسلم میں - حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اس حدیث کے راوی ہیں - قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اسی طرح جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس امت کے ساتھ بھلائی کا

ارادہ فرماتا ہے ۔ تو اس کے خاتمے سے پہلے اس امت کے نبی کو اپنے ہاں بلا لیتا ہے ۔ نبی کا
وصال پہلے ہو جاتا ہے ۔ امت کا زمانہ پورا ہونے سے پہلے ۔ یعنی نبی کو پہلے بھیجتا ہے آگے ۔
اس حدیث کو امام ابن جریر نے کیا ۔ اس کا مطلب ہے کہ جو سلفًا ۔ لفظ فرطًا ۔ حضور
علیہ السلام ارشاد فرما رہے ہیں کہ اپنی وفات کا کہ تم سے پہلے اس سے کہ میں تمہارے فرط اور
سلف بنوں ۔ حضور علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ امت کے لئے شفاعت
کرنے والے ۔ اور بخشش کا سامان کرنے والے ۔ اور سلف بنوں ۔ کہ تم سے مقدم بن
کے جاؤں ۔ اور پہلے اس لئے جاؤں کہ تمہاری بخشش کا انتظام کر دوں ۔ جب تم آؤ تو
تمہیں کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے ۔ میں نے تمہاری بخشش کا سامان پہلے کر رکھا
ہے ۔ اور اس بخشش کے سامان میں سے ایک یہ ہے ۔ ایک لطیف بات بتا رہا ہوں ۔
۔ کہ یہ شان کس امت کو نہ دی گئی ۔ کہ اس نبی کا امتی فوت ہو ۔ جب قبر میں
سوال و جواب کا وقت آئے تو نبی سامنے کھڑا ہوا ۔ قبر سوال و جواب کیسے
کمرہ امتحان میں یہ تو جانے ہی نہیں دیتے ۔ جو مدد کرے ۔ راہنمائی دے ۔ کمرہ امتحان
میں تو کسی کو جانے ہی نہیں دیتے ۔ (۵۶ - ۶) امتحان والے بچے کو اکیلا بٹھا کے پوچھتے
ہیں ۔ یہ جواب دو یہ جواب دو ۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ استاد مربی یا سرپرست والدین ۔
باپ کمرۂ امتحان میں بیٹے کے ساتھ آ جائیں ۔ یہ کسی امت کو نہ دیا شرف کہ آقا کی امت کو
دیا کہ اس میں سے ایک یہ ہے ۔ جب تم قبر میں جاؤ ۔ قیامت کا معاملہ تو بعد میں ہوتا
رہے گا ۔ جب قبر میں جاؤ پہلی شام جب فرشتے اٹھا کے سوال و جواب کریں تو سامنے
میں کھڑا ہوں گا ۔ اور اس کے انتظام میں یہ ہے ۔ کہ اللہ کا سوال کریں تو فیصلہ نہ
سنایا جائے ۔ من ربک تمہارا رب کون ہے ۔ یہ کس طرح بخشش کا سامان کر دوں
گا آگے جا کے ۔ میں اس کی شرح کر رہا ہوں ۔ اللہ کا سوال کریں من ربک ۔ جواب آ جائے
تو نمبر درج ہو گئے اچھے نمبر مل گئے ۔ نہ آیا فیل ہو گیا تو اس کے جواب میں فیل ہونے کی صورت
میں سزا شروع نہ کی جائے ۔ اللہ سے منوا لیا ہوا ہے ۔ کہ اگر مولا میری پہچان نہ کر سکیں ۔
تو سزا نہیں ہو گی میرے امتی کو اس کو اگلے سوال کا موقع دیں ۔ (اللہ)

ورنہ بات کیا تھی۔ کہ جس نے اپنے رب کو ہی نہیں پہچانا اگلے سوال کی ضرورت کیا ہے۔
من ربک تیرا رب کون ہے — اسے پتا ہی نہیں پتا کہ رب کون ہے۔ تو اگلے دین
پوچھنے کی کیا ضرورت ہے — جو رب کو ہی پہچانا تو اس کے دین کو کیا پہچانا ہے —
اگلا سوال بنتا نہیں تھا۔ مگر معصومؑ تو بتانے گئے ہیں —— یہی تو انتظام کیا ہے —
اللہ سے وعدہ لے لیا ہے کہ باری تعالیٰ اپنا سوال تو پہلے ہوگا۔ بڑی مشکل ہے۔ مگر میری
امت کو آجائے تو بہتر لگا لیکن اگر نہ آئے فیل ہو جائے سوال کے جواب میں میرا امتی
تو یہ حکم ہوگا فرشتوں کو میرا — کہ اس پر سختی نہ کریں سزا نہ کریں — محبوب کیا ہو۔
انہیں ایک اور سوال کا موقع دیں —— اللہ نے فرمایا حبیب ایسے ہی ہوگا ——
اب قیامت تو قیامت ہے۔ یہ تو حشر کی بات ہے — پہلی شام مرنے کے بعد
یہیں سے انتظام شروع کر دیا ہے آقا نے —— پھر باری تعالیٰ دوسرا سوال پوچھا جائے۔
تو فرشتے دوسرا سوال پوچھیں گے۔ ما دینک۔ تمہارا دین کیا ہے۔ آقا علیہ السلام
نے عرض کیا باری تعالیٰ ممکن ہے کہ گنہگار امتی کو یہ جواب بھی آجائے۔ اس پر بھی سزا نہیں
دینا —— اللہ نے فرمایا تھا محبوب جیسے تو راضی میرا تو وعدہ ہے — ولسوف یعطیک
ربک فترضیٰ —— تجھے راضی کرنا جیسے راضی ہو جائے بخشش اتنی عام کرتا جاؤں گا۔
اتنی عام کرتا جاؤں گا۔ جب جہاں تک کہ تو راضی ہو جائے گا —— اچھا —
فرشتوں کو حکم دے دیا کہ کہ جواب آجائے تو فیل ہو جائے تو تب بھی سزا اور
عذاب کو شروع نہیں کرنا۔ تو کیا کریں — آقا نے عرض کیا میرے مولا پھر اسے تیسرے
سوال کا موقع دیں۔ تیسرے سوال کا موقع دیا تو فرمایا ہے۔ ما کنت تقول فی حق ھذا
الرجل محمدؐ — اب مجھے تو یوں لگتا ہے کہ تیسرا سوال اللہ کی بارگاہ میں پرچہ بن رہا
ہے۔ آقا علیہ السلام نے پاس بیٹھ کے لکھوایا ہے —— (معذرت کے ساتھ جس کے ذہن
اجالا میں یہ بات نہ آئے وہ معاف کر دے۔ مگر کہہ رہا ہوں اس کے سوا کوئی اور بات بنتی نہیں ہے)
اور بات ہے ہی نہیں —— اللہ کا سوال سادہ سا سیدھا لوطی ہے من ربک۔ رب کا سوال
اور دین کا سوال تو نہیں سبجیکٹ ہیں کسی راہ پر ڈالنے کے لئے —— جس کو معرفت ہے بتا دے

KHURRAM PAPER PRODUCTS

گا۔ اللہ رے ـــ جس نے ناتا توڑ لیا ہے ـــ نہیں پہچانے گا۔ پھر پوچھا جائے گا۔ ما دینک
تیرا دین کیا ہے ـــ تو فرمایا مولا دوسرے سوال کا جواب بھی میرے امتی کو کہ جب آ کے تو فیصلہ
فرما دے۔ میں پہلے اسی لئے تو آیا ہوا ـــ ورنہ جب ملک الموت آیا تھا میرے پاس میری روح
قبض کرنے اور اس نے مجھ سے اجازت مانگی تھی۔ اور جبرائیل امین بھی ساتھ آئے تھے۔
ورنہ تو ملک الموت دروازہ پر کھڑا تھا۔ اندر آنے کی اجازت نہ تھی ـــ

کیوں اجازت نہ تھی کہ اندر سیدہ فاطمۃ الزہراء تھی ـــ پھر دو دلربا آقا کی
شہزادیاں بھی ـــ اور آقا آرام فرما تھے۔ سیدہ عالم رض نے پوچھا تھا۔ من انت الباب۔
دروازہ کس نے کھٹکھٹایا ہے ـــ اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا۔ اپنا نام بتایا۔ ملک الموت بھی
نہیں کہا۔ اصل نام بتایا "۔ آیا ہوں ـــ عزرائیل آیا ہوں۔ اندر اطلاع دی آقا یا رسول اللہ ﷺ اس
نام کا کوئی شخص آیا ہے تو فرمایا پردہ کر لو۔ اور اسے اجازت دے دو۔ تو ملک الموت
مصطفےٰ کی بارگاہ میں داخل ہونے کی اجازت لے رہا تھا۔ باری تعالیٰ سے اس نے اندر جانے کے
اجازت مانگی تھی ـــ باری تعالیٰ میری روح قبض کرنے سے پہلے اس کی ہمت نہیں پڑی کہ مجھ
سے پوچھے۔ حضور روح مبارک قبض کر لوں۔ ہمت نہیں پڑی ـــ

اس نے کیا کیا۔ ڈر رہا تھا۔ بارگاہ مصطفےٰ میں جا کے عرض کیا باری تعالیٰ جبرائیل امین کو
بھیج دے کیسے عرض کروں گا بارگاہ میں جا کے ـــ جب جبرائیل امین ساتھ کھڑے تھے۔ تو آقا
علیہ السلام نے فرمایا اچھا ملک الموت اجازت ہے ـــ (۱۵ ـــ ۰۰) جو تمہاری بات
کرنا ہے کر لے۔ کیسے آئے ہو تو آقا ـــ نہیں عرض سکا۔ اس نے سیدنا جبرائیل امین
سے کہا۔ آداب دیکھیں ـــ یہ ادب موسیٰ علیہ السلام سکھا گئے ہیں۔ بخاری مسلم
متفق علیہ حدیث ہے۔ نہ کمزور کتاب ہے نہ کمزور راوی ہے۔ عزرائیل نے سیدھا سیدھا جا کر
موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں کہہ دیا تھا۔ روح قبض کرنے آیا ہوں ـــ (مسلم کتاب الفضائل)
تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک تھپڑ مارا ـــ کیونکہ ملک الموت بشر کی لباس میں متمثل ہوا
بشرا سویا ـــ جب بشری شکل متجسد ہو کے آتے ہیں۔ بشر کا روپ میں آتے
ہیں تو احکام بشر کا نافذ ہوتے ہیں۔ تھپڑ مارا۔ پیشانی زخمی ہوا ـــ ذرا کچھ بشر کا روپ

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

(نبی کی بارگاہ میں فرشتے نوری میں نہیں آتے)

کے احوال طاری ہوتے ہیں۔ جب نور کی شکل میں آئے تو پھر نہیں ہو سکتا ایسا ——
جب بشری شکل میں آتے ہیں تو پھر بشری احوال بھی ان پر وارد ہوتے ہیں۔ نبیوں کی
= بارگاہ میں وہ مجرد نور کی شکل میں آنے کی جرأت نہیں کرتے — وہ بشریت کا لباس پہن
کے آتے ہیں تو آپ نے تھپڑ مارا۔ وہ چونکہ انسانی شکل میں تھے ملک الموت اس کی
آنکھ نکال دی —— اس نے آنکھ اپنے ہاتھ پہ رکھ لی۔ واپس اللہ کی بارگاہ میں گئے۔ اور جا کے
عرض کیا یا اللہ آپ نے مجھے اپنے ایسے بندے کی طرف بھیجا ہے۔ جو مرنا چاہتا ہی نہیں
یعنی مروا دیا مجھے — عام سادہ ترجمے میں (مروا دیا مجھے) (۰۸—۱۷)
ملک الموت کو بھی سمجھ آئی کہ سارے ایک جیسے نہیں ہوتے۔ لا یرید الموت۔
لفظ ہیں حدیث پاک کے — واقعہ موسیٰ علیہ السلام ہیں اور بیان تاجدار کائنات ﷺ فرما رہے ہیں
لفظ لفظ کر دیا نا حضور نے —— اور امت کو بتا رہے ہیں۔ اور نبیوں بتا رہے ہیں ——
باری تعالیٰ اپنے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جو مرنا ہی نہیں چاہتا —— اللہ پاک تو جانتے
سارے —— اللہ تعالیٰ نے فرمایا ملک الموت چھوڑ مجھے بتا تو نے جا کے کیا کیا تھا۔ بات کیسے
کی تھی۔ باری تعالیٰ بات ایسے کی تھی۔ فرمایا میں تو حیران ہوتی مجھے بتا ہی نہیں کہ جلال والا پیغمبر ہے
میرا —— کوہ طور پہ چالیس راتیں گزار کے مجھ سے عرض کر دیا تھا مولا۔ دیدار تو کرا دے۔
~~۲۱—۲۸~~ ۱۸—۲۵ = وہ ایسا پیغمبر ہے۔ پھر میں نے اسے دس راتیں اور رکھا۔ تجلی دکھائی بے ہوش کیا
پھر ہوش کیا۔ وہ تو میرا ایسا پیغمبر ہے —— تو تم نے یوں ہی جا کے نہیں کہنا تھا کہ روح
قبض کرنے آیا ہوں۔ یہ پیغمبر کی بارگاہ کی بے ادبی ہوتی ہے —— اس طرح اب جاؤ اور جا کے
یوں کہنا کہ جو جانور ہے سواری ہے آپ کی اس کی پشت پہ ہاتھ رکھیں اور جتنے بال آپ
کے ہاتھ کے نیچے آ جائیں اگر آپ چاہیں تو اتنے سال آپ کی عمر اور ہو جائے گی ——
پھر اور چاہیں گے تو اور ہو جائے —— پھر اور —— اور اگر آپ چاہیں اللہ کے حضور
پیش ہونا تو میں حاضر ہوں —— اس طرح جا کے بات کرنا —— تو ملک الموت دوبارہ گئے
اور اس طرح بات کی —— کہ موسیٰ علیہ السلام نے بھی چونکہ سبق ہی سکھانا تھا۔ تو فرمایا
ملک الموت اتنے سال ہزاروں سال عمر مل گئی — اس کے بعد کیا ہو گا ملک الموت نے کہا حضور

KHURRAM PAPER PRODUCTS

میرے اللہ کی طرف سے بلاوا آئے گا ـــ جب بلاوا ابھی میں ہی آ رہا ہے تو چلو ابھی چلتے ہیں ۔
کیا پتہ چلا سبق سکھا رہا تھا ـــ سبق کس کے لئے خود تو جا رہا ہے تھے ـ ادب سکھا ۔
اس کے بعد تو ملک الموت نے آپ کے پاس آنا ہی نہیں ـــ کہ سبق سکھا رہے ہیں ۔
دم واپسی ہے ـــ اپنے لئے نہیں مارا تھا ۔ اپنے لئے ہوتا تو اتنا سمٹ قدم نہ اٹھاتے ۔
مارا تھا اسے ملک الموت مجھ سے بات کر رہی ہے ۔ اور تمہیں خبر نہیں کہ بعد میں خدا کا حبیب
آ رہا ہے ـــ ہم سب اس کے ترانے گاتے پھرتے ہیں ۔ ہم جس کی خبریں دیتے پھرتے
ہیں ـــ وہ حبیب خدا تشریف لا رہا ہے ـــ مجھ سے بات کر لی ہے تو کبھی اُن کی بارگاہ
میں ایسے بات نہ کرنا ـــ (۱۸ ـ ۲۰) ہم تو جا رہے ہیں ۔
تو ملک الموت کو ادب ملا ہوا تھا بارگاہ نبوت سے ۔ تو نتیجہ نکلا جب آقا علیہ السلام
کی باری آئی تو آقا ـــ بات ہی نہیں کر سکتا تھا ۔ جیسے آپ کی مرضی یوں بھی بات کی
جرأت نہ تھی ـ جبرائیل میں سے عرض کیا ۔ آپ عرض کریں ۔ جبرائیل نے عرض کیا یا رسول اللہ
عزرائیل یوں عرض کرتا ہے ـ ۵۹ھ ـ ۲۰ ـ تو آقا نے فرمایا کیا کہتا ہے اس سے پوچھو ۔ جبرائیل
نے کہا ملک الموت بتاؤ کیا پیغام ہے ـ عرض کیا اللہ کا پیغام لایا ہوا ۔ عرض کیا اللہ تعالیٰ نے
سلام بھیجا ہے ـــ اور کیا پیغام ہے ـ تو ملک الموت نے بڑا لجہ جبرائیل اس عرض کیا یا رسول اللہ
سلام کے بعد پیغام یہ بھیجا ہے کہ محبوب میں تجھ سے ملنے کا مشتاق ہو رہا ۔
سمجھ آ گیا مقام اور مرتبہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ـــ تو آقا علیہ السلام نے جب سنا
تو فرمایا ۔ اچھا اللہ نے فرمایا ہے میں مشتاق ہوں ملنے کا ـ میں اس سے زیادہ مشتاق ہوں ۔
مجھے لے چلو اس کی بارگاہ میں ـــ
تو آقا علیہ السلام نے عرض کیا باری تعالیٰ اگر امت کی بخشش کا سامان نہ کرنا ہوتا ۔
جب وہ ملک الموت اس حال میں آ گئے تھے تو میں واپس بھیج دیتا ـــ میں تو آیا ہی اس
لئے ہوں کہ امت کی بخشش کا سامان کرو ۔ فرمایا حبیب اب کیا چاہتے ہیں آپ
تو عرض کیا باری تعالیٰ ـ دو سوالوں کا جواب نہ ملی آئے ـ تو شب بھی سزا نہ کرنا میری
امتی کو ـ تو باری تعالیٰ نے دوسرے سوال کا موقع دے دیں ـ حکم دے دیا فرشتے کو باری تعالیٰ نے

منکر نکیر کو - اب نکیر سوال کریں - جب کہ سوال کا جواب بھی نہ دیا - اب نکیر سوال لکھوایا.
وہ سوال کی عبارت میں پڑھ دیتا ہوں - فیصلہ آپ خود کر لیں کہ لکھا گیا ہے یا لکھوایا
گیا ہے ـــــ ماکنت تقول ـــــ سارا سوال ـــــ حضرت کی
ہے - تو اس ہستی جس کا نام محمد ﷺ ہے اس کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا - ان کی بابت
کیسے کیسے کرتا تھا - ان کے بارے میں تیرا اعتقادہ کیا ہوا کرتا تھا ـــــ ماکنت تقول
کان یکون ـــــ تقول پر مضارع پر آتے ہیں - تو ماضی استمرار کا معنی دیتے
ہیں ـــــ اے میرے بندے تو مرنے سے پہلے میرے اس محبوب جس کا نام محمد ہے ان کے بارے
میں کیا کہتا تھا ـــــ بتا کیسے ایمان ـــــ کوئی سوال رہ گیا ـــــ خود ہی سوال ہے خود ہی جواب
ہے ـــــ اور لکھوایا سوال اور دے دیا فرشتے کو کہ پوچھو ـــ اور ادھر ـــــ یہ اجازت لے
لی - فرشتہ سوال پوچھ رہا تھا - اور ہمارے آقا کے مصطفیٰ خود سامنے آ گئے ـــــ
سوال یہ ہے کہ اس ہستی کے بارے میں کیا کہتا تھا ـــــ ادھر فرشتہ بولا یہ ہستی ـــ اور
امتی نے نگاہ اٹھائی تو مصطفیٰ سامنے ہیں ـــــ اور آقا کی طرف اشارہ کر کے دکھا کے
فرشتہ پوچھتا ہے - جن کا نام محمد ہے - ان کے بارے میں تیرا اعتقادہ کیا تھا - (۲۸ ـــ ۲۴)
نام بھی بتا دیا نام کے بعد میری امت تم بھی اس کے باوجود کہیں گمراہ نہ جائے - اجازت لے لی.
مولا جب میرا سوال آئے گا - قبر کے میں سامنے کھڑا ہوں گا ـــ امتی کے سامنے کھڑا ہوں گا
اللہ پاک نے فرمایا اچھا چلو ٹھیک ہے - جب آپ کا سوال آئے تو سامنے آ جانا ـــ
سامنے آ گئے اور محمد نام بھی بتا دیا ـــــ اب بھی کوئی پہچان نہ سکے تو بڑی بدقسمتی ہو گی ـــ
حکم کیا ہو گا جو لوگ ہے آقا علیہ السلام ـــــ رشتہ قلبی روحانی عشقی اور اطاعت کا اتباع کا
محبت کا عشق کا قلب کا روح کا رشتہ جو دنیا میں توڑ چکے ہوں گے - ان کا حافظہ ختم کر دیا
جائے گا - جب ان کے سامنے آقا بھی ہوں گے نام بھی بتایا جائے گا تو وہ سوچیں گے ان کی
یادداشت ختم ہو جائے گی وہ پہچان نہ سکیں گے - وہ یادداشت کا ربط جو ہے دماغ کا کٹ
جائے گا ـــ وہ پہچان نہیں سکیں گے جنہوں نے ناطہ توڑ دیا ہے دنیا میں - اللہ فرمائے گا.
ناطہ توڑنے والے میری یادداشت کا ناطہ میں توڑ دوں گا ـــ وہ نہیں پہچان سکیں گے آقا کو.

KHURRAM PAPER PRODUCTS

اور جس کی ادنیٰ سی بھی وفاداری غلامی جاری رہے گی - آقا نے دنیا پر اس لیے جا رہا ہوں کہ تمہارا
انتظام جا کے کر یوں تو قبر کا انتظام آقا علیہ السلام نے کر دیا ہے - قبر سے ہی انتظام کر دیا ہے -
بخشش کا سامان کر دیا ہے - اس پر بھی محدثین نے الگ الگ تشریحات کی ہیں کہ آقا جسد
مثالی سے ہر قبر میں ہوں گے - یا روحانی طور پر دیدار ہو گا - یا پردہ اٹھا دیا جائے گا - قبر انور میں
اور فاصلہ ختم کر دیا جائے گا قبر سے ہی آقا کو تک سکے گا امتی   کئی کئی رنگ ہیں -
الغرض رنگ جو بھی ہو آقا سامنے ہوں گے - جب امتی سے پوچھا جائے گا آقا کے بارے
میں - تو آقا سامنے ہوں گے - اور کئی ایسا بھی ہو گا - کہ پوری امت کو پہچان کی ساری
سہولیات دے دیں - اور کئی ایسے بھی ہوں گے - جن کو بعض عرفا نے خواب کی صورت
میں، مراقبات اور مشاہدات کی صورت میں کشف کی صورت میں بتا دیا گیا - ایسے
بھی ہوں گے - جن سے پوچھا جائے گا کہ کون ہیں کیا عقیدہ رکھتا تھا ان کے بارے میں - تو بڑے ادب
سے پوچھیں گے - کچھ ایسے بھی خوش نصیب ہوں گے کہ کئی پہچانیں گے کئی نہیں پہچانیں گے
اور کئی جن کا رشتہ ناطہ قلبی روحانی عشقی محبتی اطاعتی اتباعی تعلق ہو گا کہ سارا بڑا مضبوط ہو گا -
جو ساری زندگی حضور پر نثار کر دے گا - جو ساری حیاتی حضور کے قدموں پر نچھاور کر دے
گا - جن کا جینا مرنا مصطفیٰ کے لئے ہو گا - اس کا اٹھنا بیٹھنا حضور کی غلامی میں ہو گا - جن کی زندگی
کا نفع نقصان حضور کے تابع ہو گا - جس نے رشتہ وفاداری کا حق ادا کر دیا ہو گا - جس کا روز حضور
کی طرف درود وسلام جاتا ہو گا - حضور کے میلاد پہ خرچ دیتا ہو گا - حضور کی غلامی میں زندگی
قربان کر دیتا ہو گا - حضور کے دین پر مر مٹتا ہو گا - حضور کے عشق و محبت میں پروانہ وار ہوتے
ہوں گے - دن رات دل حضور کے لئے تڑپتا ہو گا - اور زبان پر قلب پر آنکھوں میں ہر جگہ حضور
کا نام حضور کی باتیں ہوں گی - جب رشتہ اتنا پختہ ہو گا - ان کی کیفیت یہ بھی ہو سکتی
ہے - اور کئی خوش نصیبوں کے ساتھ ہوا - کئی لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے - کہ پوچھا سب سے
جائے گا کہ ان کے بارے میں کیا عقیدہ تھا - مگر جو آقا کے خاص غلام ہوں گے - جو خاص غلام رشتہ
غلامی میں فنا ہو چکے ہوں گے - جب غلامان مصطفیٰ آئیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کون ہیں -
ان کے بارے میں کیا عقیدہ تھا - تو کچھ بعید نہیں کہ خاص غلاموں کے لئے آقا بڑھ کر فرشتے

سے کہیں ان سے نہ پوچھو۔ مگر ان کے بارے میں مجھ سے پوچھو کہ یہ کون ہیں۔ (۲۸-۲۹)
ارشاد فرماتا ہے اس سے میرا کیا پوچھتے ہو۔ آج مجھ سے پوچھو کہ یہ کون ہے۔ اس نے میری
وفاداری کا حق کس طرح ادا کیا ہے۔ میری غلامی کا کیا حق ادا کیا ہے۔ تو لوگو محنت یہ کرنی
چاہیئے کہ جب وہ وقت آئے تو ایسے بن کے جائیں کہ حضور آپ کے لئے فرما دیں۔ کہ میرے غلام سے
نہ پوچھو مجھ سے پوچھو۔ یہ تو ساری عمر میرا بتاتا ہی رہا ہے۔ عمر بھر میری باتیں ہی کرتا رہا
ہے۔ آج باری آئی کہ مجھ سے پوچھو کہ یہ کون ہے۔

تو سب پر تشریحات یعنی حضور کے اس فیض کی۔ کہ میری حیات اور میری ممات
سب تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں تمہارا سامان آگے کرتے جا رہا ہوں۔ اس لئے قاضی
عیاض فرماتے ہیں کہ قول ہے۔ کہ یہ جنات کے لئے بھی ہیں اور انسان کے لئے بھی ہیں۔ انسانوں
کے لئے بھی ہیں اور جنوں کے لئے بھی ہیں عام ہے کہ آقا علیہ السلام کا یہ فرمانا۔ اور یہ بھی قول ہے
کہ سب ہی مخلوق کے لئے ہے۔ حضور کا رحمت ہونا۔ حضور کی حیات و ممات دونوں
کا رحمت ہونا۔ حتیٰ کہ فرمایا مومنوں کے لئے بھلا ہے۔ کافروں کے لئے بھی منافقوں کے لئے بھی ہے
حضور کی رحمت اور فیض۔ مومن کے لئے اس معنیٰ میں کہ اسے ہدایت نصیب ہو گئی
منافق کے لئے اس معنیٰ میں کہ اسے قتل سے امان مل گئی۔ منافق بھی ہے تو قتل کرنے
سے بچ گیا۔ ظاہر کی وجہ سے بچ گیا۔ اسے رحمت مل گئی کہ قتل سے امان مل گئی۔
اور کافر کے لئے اس لئے کہ وہ فوری عذاب جو آگے اس کی شکلیں جو بدل جاتی تھیں۔ وہ قیامت
تک اور حشر تک مؤخر کر دیں۔ اب جیسے بھی کافر ہے مومن ہے منافق ہے اس پر وہ
عذاب نہیں ہے۔ مومن کو ہدایت کی رحمت۔ کافر کو عذاب کی تاخیر۔ منافق
کو قتل کی امان۔ کافر دنیا کے تاجیل عذاب سے بچ گیا۔ (۳۱-۳۴)

اور حضرت عبداللہ بن عباس نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کی رحمت
مومنین اور کافرین سب کے لئے ہے۔ چونکہ تکذیب کرنے والی امتوں کو جس طرح فوری عذاب
ملتا تھا۔ وہ عذاب اس امت سے ٹل گیا۔ خواہ وہ مسلمان ہیں خواہ وہ کافر ہیں تو
سیدنا عبداللہ بن عباس نے یہ بیان کیا۔ اور اس حدیث کے تحت سیدنا ابوہریرہ سے مروی حدیث

Memo No ______
Date / /
M T W T F S S

(جبرائیل کو حصۂ رحمت سے)

کہ جب آقا علیہ السلام کو طائف کے لوگوں نے پتھر مارے تکلیفیں پہنچائیں کفار نے آپ سے عرض کیا گیا۔ فرشتے عرض کرنے لگے کہ ہم سب کی الٹ کے رکھ دیں۔ یا رسول اللہ ان پر لعنت بھیجیں۔ یعنی ان سے رحمت کی محرومی کے لئے بد دعا کریں۔ تو فرمایا میں لوگوں کو رحمت سے محروم کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ فرمایا اِنَّمَا اَنَا رَحْمَۃٌ وَّ مُھْدَاۃٌ۔ کہ بے شک میں تو رحمت ہوں۔ اور ہدایت دینے والا ہوں۔ اور اگر مُھْدَاۃٌ زبر کے ساتھ ہو۔ یعنی ہدایت کا راستہ ہوں۔ ہر ایک کے لئے ہدایت کا راستہ ہوں۔ اور رحمت بانٹنے والا ہوں۔ کوئی کافر بھی ہو تو اس کو رحمت سے محروم کرنے والا نہیں ہوں۔

= اب قاضی عیاض نے آگے ایک روایت بیان کی ہے۔ اور حکایت بیان کی ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے سیدنا جبرائیل امین سے فرمایا

جیسا کہ حضور نے فرمایا میری رحمت جمیع کائنات کے لئے ہے۔ اس کے تحت آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ جبرائیل امین سے پوچھا۔ اور اس کی سند خود قاضی عیاض ہیں الشفا میں۔ پوچھا اے جبرائیل یعنی میری رحمت سارے عالمین کے لئے ہے۔ اس میری رحمت سے تجھے بھی کچھ حصہ ملا ہے۔ تو جبرائیل نے عرض کیا قال نَعَمْ یا رسول اللہ۔ ہاں آقا مجھے بھی اس رحمت سے حصہ ملا ہے۔ فرمایا کیا ملا ہے۔ میں اپنی آخرت عاقبت انجام کے بارے میں ڈرتا رہتا تھا۔ آخرت کا انجام سن رکھا تھا نا۔ معلم الملکوت تھا۔ فرشتوں کا استاد تھا۔ سوا صد تھا۔ مشکل سجدہ گزار تھا۔ اور بالآخر اس کا انجام ہوا فاخرج منھا رجیم۔ تو خشیت والے ڈرتے رہتے ہیں۔ جبرائیل امین نے عرض کیا میں اپنی عاقبت کے بارے میں ڈرتا رہتا تھا۔ یا رسول اللہ اس رحمت کا فیض مجھے یہ ملا۔ کہ اللہ نے اس کے صدقے مجھے اس خوف سے امان دے دی۔ میرا خوف ختم ہو گیا مجھے سکون ہو گیا۔ میری عاقبت صحیح ہو گی۔ تو جبرائیل امین بھی جو اپنی عاقبت کے بارے میں جو سے خوف ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں یا رسول اللہ آپ کی رحمت کا صدقہ ہے۔ سلامتی مل گئی عاقبت کے بارے میں۔ سلامتی کا یقین دل میں بیٹھ گیا۔

قاضی عیاض امام جعفر الصادق کا قول شرح میں روایت کرتا ہیں۔ فسلام لک من اصحب الیمین ~~[illegible]~~ سلامتی وامنکم۔ اے اصحاب یمین آپ کے لئے سلام ہو۔ امام جعفر الصادق نے اس

اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ۔ (۲۶ — ۳۶) سلام لک من اصحاب الیمین ۔ امام جعفر
فرماتے ہیں ۔ اے سلام یہ ترجمہ کرتے ہیں دائیں طرف والوں کی طرف سے آپ کو سلام ہو
امام جعفر صادق فرمایا یہ معنی نہیں ہے — سلام لک معناہ بک یا رسول اللہ ۔ یہ تکلم
کے لیے آیا ہے ۔ اللہ پاک نے فرمایا محبوب یہ جو دائیں ہاتھ والے ہیں [illegible] لوگوں کو سلامتی
مل گئی آخرت میں جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال تھما دیئے گئے ۔ ان کو تو سلامتی مل گئی۔
قیامت کے دن ۔ یہ خوشی خوشی جنت میں جا رہے ہیں ۔ اے میرے حبیب میں بتا دوں کہ
یہ سلامتی آپ کے صدقے سے ملی ہے — یہ سلامتی آپ کے طفیل ملی ہے ۔ یہ سلامتی
آپ کے وسیلے سے ملی ہے — یہ ترجمہ کس نے کیا سیدنا امام جعفر صادق نے کیا —
اور روایت کیا قاضی عیاض نے — آپ کی کرامت فیض بزرگی سارا رفعت کے صدقے
میرے حبیب میں نے دائیں طرف والوں کو سلامتی دی ۔

اگلی آیت ۔ مثل نورہ کمشکوۃ نور — اس آیت کی تفسیر مثل نورہ ۔ اس
کے نور کی مثال اس چراغ دان جیسی ہے ۔ جس کے اندر چراغ ہو ۔ اور وہ شیشے میں ہو ۔
اور روشن ستارے کی طرح چمکتا ہو — آپ فرماتے ہیں ۔ یہ مثل نورہ سے مراد —
کعب احبار تابعی — سہل بن عبداللہ ۔ ابن عباس ۔ فرماتے ہیں مثل نورہ سے مراد
آقا کا نور محمد ہ کہ نور محمد کی مثال ایسی ہے — وہ چراغ دان میں ہے جس میں چراغ
ہے ۔ اس پر ملا علی قاری فرماتے ہیں بڑی خاص بات ہے وہ فرماتے ہیں مثل نورہ ہ
کا مرجع حضور کی ذات نہیں ہے ۔ فرماتے ہیں ہ کا مرجع حضور اس لئے بنتے ہیں
جب حضور کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہو — تو حضور کا ذکر پہلے ہو گا ۔ تو عبداللہ بن
عباس سعید بن جبیر کعب احبار — جیسے صحابہ اور تابعین کی تفسیر اس کا ثبوت
ثابت ہو گی — ملا علی قاری نے یہاں نکتہ بیان کیا ہے ۔ فرماتے ہیں مثل نورہ ۔ اللہ نور السموات
والارض ۔ کے نور بیان کیا ہے ۔ اس نور سے مراد محمد ہیں ۔ اور حضور کا ذکر نور کے
بعد اس لیے کیا ۔ وہ اپنے نور کو ظاہر کرنے والا ہے — کائنات کو روشن کرنے والا ہے ۔ اس
اپنے نور محمد مصطفیٰ کے ذریعے روشنی دی — ہدایت کی روشنی دی ۔ اپنی معرفت کی روشنی دی ۔

M T W T F S S　　Memo No ______ Date / /

ایمان کی روشنی دی ۔ اللہ پاک نے عشقیت کی روشنی دی ۔ ایقان کی عرفان کی روشنی دی ۔
کہ اس نے اہل زمین و آسمان کو محمد مصطفیٰ کے نور سے روشن کیا ۔ اللہ کی مخلوقات
اور عالم کون میں اللہ کے نور کو ظاہر کرنے والے محمد مصطفیٰ ہیں ۔ وہ ہستی جس پر اللہ کا نور ظاہر
ہوا ہے ۔ اس مطلع پر اللہ کا نور کا سورج طلوع ہوا ہے ۔ ان کے وجود کے ذریعے
ساری کائنات میں اللہ کا نور پھیل گیا ہے ۔ فرمایا اس نور کا تعین وجود مصطفیٰ ہے ۔
اور نور مصطفیٰ کی مثال ایسے ہے جیسے مشکوٰۃ ہو ۔ (۱۰ ـــ ۴۲) اللہ نور السموٰت والا
اللہ زمین آسمان کے رہنے والوں کو ہدایت دینے والا ہے محمد مصطفیٰ کے نور کے ذریعے ۔ چنانچہ یہ
معنیٰ بیان کر کے یہ فرمایا ۔ مشکوٰۃ کی طرح مشکوٰۃ سے مراد چراغ دان اور چراغ دان سے
مراد انبیاء کی پشتیں اور صلب ہیں ۔ آدم علیہ السلام سے لے کر ابراہیم علیہ السلام تک
وہ صلبیں اور پشتیں جن میں یکے بعد دیگرے کی پشت میں حضور کا نور منتقل ہوتا ہوا چلا آیا
قاضی عیاض فرماتے ہیں ان نبیوں کی پشتوں کو حضور کے نور کا مقام حضور کے نور کو رکھے جانے
کی جگہیں تھیں ۔ ان کو مشکوٰۃ کہا گیا ہے ۔ المصباح ۔ چراغ دان کے اندر نور اس سے
مراد حضور کا نور پاک ہے ۔ حضور کے نور سے مراد حضور کا قلب انور لیا گیا ہے ۔ حضور کے قلب
مبارک کو چراغ کہا گیا ہے ۔ شیشے سے مراد حضور کا سینہ اقدس ہے ۔ زیتون کا
اشارہ ارض انبیاء کی طرف کیا گیا ہے ۔ شام کی سرزمین کی طرف ۔ وہ ارض انبیاء ہے ۔
وہ درخت جو ارض انبیاء سے پھوٹتا ۔ ابراہیم علیہ السلام کے نور کی طرف اشارہ ہے کہ
نور ابراہیم سے وہ نور چمکا ۔ آگ لگانے سے پہلے جل چکنے کو ہے ۔ فرمایا اس زیت
سے مراد نور محمد کا نور کا ہے ۔ یہ جو فرمایا کہ اتنا دمکتا ہے چمکتا ہے ۔ آگ نہ لگائیں
تو بھی پہلے ہی سے روشن ہو جانے کو تیار ہے ۔ اتنا روشن ہے ۔ ایسے لگتا ہے آگ
لگانے سے پہلے جل اٹھے گا ۔ فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ اس نور مصطفیٰ کی سیرت
کو اتنا روشن اتنا منور ۔ اتنا مصفیٰ ۔ اتنا منزہ اتنا طیب و طاہر کر دیا ہے ۔ اتنا روشن
منور کر دیا ہے سیرت مصطفیٰ کو کہ چالیس سال کی عمر میں ابھی اعلان نبوت نہیں ہوا مگر اعلان
نبوت سے پہلے سیرت نور کی کرنیں بکھیر رہی ہیں کہ لوگ آپ کو صادق اور امین کہہ رہے ہیں

M T W T F S S

Memo No ______

Date / /

ابھی نورِ وحی بھی نہیں آیا۔ ابھی اعلانِ نبوت نہیں ہوا۔ اس آگ کے لگنے سے پہلے سیرت مصطفےٰ!
اس کے نور کا سورج اتنا روشن ہے کہ دنیا پہلے ہی آپ کو صادق و امین کہنے لگی ہے۔ دنیا حجرِ
اسود خانہ کعبہ میں آپ کے ہاتھوں سے نصب کروا رہی ہے۔ دنیا پہلے ہی امانتیں آپ کے پاس
رکھوا رہی ہے۔ دنیا پہلے ہی جھوٹ کی نفی آپ کی ذات سے کر رہی ہے۔ آپ کی طہارت
کے ڈنکے بج گئے ہیں۔ آپ کی صداقت کے ڈنکے بج گئے ہیں۔ آپ کی امانت کے ڈنکے بج
گئے ہیں۔ آپ کی سیرت پوری دنیا میں روشن مظہر ہو گئی ہے کہ ہر کسی پر واضح ہے ابھی اعلانِ
نبوت نہیں ہوا۔ اس سے قبل اس نور کے باعث جو شجرِ مبارکہ زیتونہ نورِ نبوت
ابراہیم سے چمکا۔ اسماعیل آپ کی اصلابِ طاہر میں آ کے چمکا۔ اس سے قبل
حضور کے نور کی مثال دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کے اوصافِ حمیدہ میں۔ نورِ محمد کو
اپنا نور بھی کہا ہے۔ اور نورٌ علیٰ نور بھی کہا۔ بعد میں قاضی عیاض فرماتے ہیں۔ دوسرے مقام پر اللہ
تعالیٰ نے حضور کا نام بھی نور رکھ دیا ہے۔ خدا نے سمّٰہ اللہ تعالیٰ أحی الوریٰ کما حدثنا المولود نورا۔
اللہ تعالیٰ نے اس مقام کے علاوہ دوسرے مقام پر حضور کا نام ہی نور رکھ دیا ہے۔ وسراجاً منیرا۔
چمکا دینے والا سورج نام رکھا ہے۔ کما قال تعالیٰ قد جاءکم من اللہ نور۔ کہ تمہارے
پاس اللہ کی طرف سے نور آگیا ہے۔ اور اس کی کتاب آگئی۔ بعد کتاب مبین اور روشن کتاب
آگئی۔ حضور کا نام ہی اللہ نے نور رکھ دیا ہے۔

[signature]

26 — 11 — 2018
12 — 3 — 1440
5 — 3 — 40 PM پیر

QARI ...
Naqashband ...
Chak 265/E.B Burewala ...
Mob:0334-7632363

(۱) عظمت و شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قاضی عیاض نے اپنی کتاب الشفاء میں ان بابوں میں مختصرانہ تفسیر کے ساتھ اختصار کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں۔ کہ یہ وہ آیات کریمہ ہیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ بطور خاص اپنے حبیب کی تعظیم کا اور آپ کی قدر و منزلت اور آپ کا مقام اور آپ کی محبوبیت اور مقربیت اور علو مرتبت بلند مرتبہ ـــ جو اللہ نے اپنی بارگاہ میں آقا علیہ السلام کو عطا کر رکھا ہے۔ اس کا اظہار کیا ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مزید یہ کہ قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کی فضیلت کے باب میں۔ یہ آپ کا نام نور بھی رکھا ہے۔ ~~سماہ~~ سمّاہ نور۔ آپ کا نام نور بھی رکھا ہے۔ اب یہ جو آیت ہے یہ سورۃ مائدہ کی آیت ۱۵ میں ایک خاص بات جو بتانا چاہتا ہوں۔ امام ابن جریر طبری نے جن کی تفسیر طبری ہے۔ یہ تفاسیر اس قرآن کی تاریخ میں۔ سب سے پہلی مفصل اور جامع تفسیر لکھی گئی ـــ اس سے پہلے جتنی تفاسیر تابعین تبع تابعین سلف صالحین سے مروی ہیں۔ جو لکھی گئی وہ مختصر تھیں ـــ بعض اوقات پورا قرآن مجید کی نہ تھیں۔ بعض آیات کی تھیں۔ اور اگر پورے قرآن مجید کی تھی تو نہایت اختصار کے ساتھ تھیں۔ جیسے حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر تھا۔ جو بزرگوں نے بعد میں جمع کی تھیں سب سے پہلی جامع مفصل تفسیر کئی جلدوں میں جو تاریخ اسلام میں لکھی گئی تھی وہ تفسیر ابن جریر ہے۔ اور یہ جو آپ نے نام سنا تفسیر ابن کثیر کا۔ امام ابن کثیر نے جو تفسیر لکھی ہے یہ علم ہونا چاہئے آپ کو۔ یہ الگ سے کوئی تفسیر نئی نہیں ہے ـــ انہوں نے تفسیر ابن جریر کا خلاصہ کیا ہے ـــ یہ نئی تفسیر نہیں ہے۔ امام ابن جریر اس آیت کریمہ کے تحت انہوں نے مراد لیا۔ جیسے قاضی عیاض نے کہا کہ نور حضور علیہ السلام کا نام ہے۔ امام ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں۔ اس ایک معنیٰ کے سوا نور سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات اقدس ہے۔ اور حضور کا نام نور رکھا ہے اس ایک معنیٰ کے سوا امام ابن جریر نے دوسرا کوئی معنیٰ روایت ہی نہیں کیا ـــ بیان ہی نہیں کیا۔ بالکل ایک ہی معنیٰ پر اتفاق کیا ہے ـــ امام ابن جریر ـــ سے لے کر امام جلال الدین سیوطی تک پر روشن رہا ہے سب کہیں

مفسرین نے جن کو اٹھاسی اسی معنی پر اتفاق کرتے ہیں۔ اسی کو ارجح درست قرار دیتے ہیں۔ اور
پھر اس معنی کی روایت ابن کثیر نے بھی یہی کی — امام جلال الدین سیوطی نے بھی یہی کیا — امام آلوسی نے
بھی یہی کیا — اور امام آلوسی نے روح المعانی میں تو یہاں تک لکھا — قد جاءکم من اللہ نور عظیم وھو
نور الانوار والنبی المختار — اور یہی معنی مختار امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں بھی بیان کیا۔
امام بغوی نے امام نسفی نے خازن — اٹھاسی — تمام مفسرین اس معنی پر — (۳۲-۶)
متفق ہیں۔ قاضی عیاض نے کہا کہ کل کائنات عرش سے فرش تک — قلب و باطن کی کائنات
جس جگہ نور اور روشنی ہے۔ وہ آقا علیہ السلام کے نور النور سے مستفاد ہے۔
اس کے بعد قاضی عیاض اگلی آیت سورۃ احزاب کی بیان کرتے ہیں۔ انا ارسلنک شاہدا
— منیرا۔ یہاں اللہ پاک نے آپ کو شمس و سراجا۔ یہاں اللہ نے محبوب کا نام
سراج منیر رکھا ہے — اب آپ سوچیں گے کہ طرح طرح کے نام بہت سے نام کیوں رکھے
ہیں — ایک ہی نام کافی تھا — یہ پیار کی علامتوں میں سے ہے — دو اسباب ہوتے ہیں
یا کسی کی شان کو اجاگر کرنا ہو — تو اس کی شان کے جتنے گوشے ہوتے ہیں۔ وہ اجاگر کرنے
کے لئے کوئی نام لینا ہوتا ہے — تو جتنی شانیں عطا کیں۔ ہر ہر شان کے ساتھ ایک نام کندہ کر دیا
جتنی صفات عطا کیں ہر صفت کے ساتھ ایک نام عطا کر دیا۔ جتنے وصف عطا کیے ہر وصف کو کسی
نام سے اجاگر کر دیا — تو ایک بات تو یہ ہے کہ اس کے اصلاف کو ان کے کمالات کو شعور
کو ان کے اوصاف کو ان کے مراتب کو ان کے درجات کو مختلف ہزاروں سینکڑوں نام دے کر
اجاگر کر دیا — اب آقا علیہ السلام کے معروف نام لوگوں کے ہاں 99 ہیں۔ اولیاء کرام نے
محدثین نے مفسرین اور آئمہ اعلام نے مختلف کتابیں لکھی ہیں — ان کتابوں کا ناموں کی تفصیل میں پایا
جاتا — اور امام یوسف نبہانی نے بہت سے اسماء کو جمع کیا ہے — تو کسی لوگوں نے
تین چار سو اسماء آقا علیہ السلام کے اور بعض بزرگان دین کی کتب میں 900 تک آقا علیہ السلام
کے اسماء گرامی ملتے ہیں — اور بعض کے جو دو سو ہیں اسماء گرامی جمع کیے ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کے اسماء گرامی
کو جمع کرنے کا سلسلہ تھا — اور اب حضور علیہ السلام کے تعلیق پاک کے الفاظ کا — جس میں دلائل البرکات

حضور اکرمؐ کے اسمائے گرامی

نبی التحیات والصلوٰۃ سے یہ نام رکھا ہے ۔ تو نام محبوب کا الگ الگ یہ سنت ہے اللہ کی ۔ نئے نئے نام اللہ کی شان کے لحاظ سے اللہ کی سنت ہے ۔ اللہ پاک نے اپنے بھی بہت سے نام رکھے ہیں ۔ اللہ کا نام اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کو قرآن مجید میں ۲۷ سو مرتبہ استعمال فرمایا ہے اور رحمان رحیم ۔ باسط شہید رازق قادر یہ جاتی ہو اسمائے صفاتی ہیں ۔ جو پانچ ہزار ہیں ۔ صفاتی نام قرآن مجید میں آئے ہیں ۔ مقصد بات کا یہ ہے کہ یہ نام محبوب کے مختلف نام اللہ کے مختلف نام ۔ مختلف شانوں کو ظاہر کرنے کے لیے اللہ نے بیان فرمائے ہیں یہ اللہ کی سنت ہے ۔ (۳۳ ۔ ۱۰) ان میں نام سراجاً منیراً بھی ہے چمکنے والا ۔ چمکا دینے والا سورج ۔ آقا کو چاند نہیں کہا ۔ سورج کہا ہے ۔ (پہلے بھی گزرا ہے)

(۱) ایک تو یہ ہے کہ شانوں کو ظاہر کرنے کے لیے نام رکھے جاتے ہیں ۔ اور دوسرا یہ کہ اپنے پیار کو ظاہر کرنے کے لیے بھی نام رکھے جاتے ہیں ۔ جیسے پیار سے تکا دیکھا ۔ چاہا پیار سے تو نام دے دیا ۔ کبھی اظہار محبت میں نام رکھے جاتے ہیں ۔ اس کی مثال اپنے گھروں میں دیکھیں ۔ جو بیٹا چھوٹی عمر میں بہت پیارا ہو آپ جس کا نام لکھوتا ہے ۔ پتا نہیں اس کے کتنے نام آپ اور رکھتے ہیں اور ان ناموں سے بلاتے ہیں ۔ یہ اظہار پیار اور محبت کا ہوتا ہے ۔ اللہ بھی اپنے حبیب سے اپنی محبت اور پیار کا اظہار کرتا ہے ۔ یہ پیار اور محبت کا اظہار ہے ۔ کبھی کہا ہے یا ایہا المزمل ۔ اے کملی اوڑھ کے لیٹے والے پیارے کبھی کہتا ہے ۔ یٰسٓ ۔ وہ طرح طرح کے ناموں سے پکارتا ہے ۔

پہلی آیت میں حضور کو نور کہا ۔ دوسری آیت میں حضور علیہ السلام کو منیر کہا ہے کہ منیر کا معنی (منور) ہے ۔ روشن کرنے والا ۔ روشن بھی اور روشن کرنے والا بھی ۔ تو گویا اس آیت میں بتایا کہ میرا محبوب نور ہے ۔ دوسری میں کہا خالی نور ہی نہیں ۔ منور ہے ۔ جو اس لگ جائے اسے بھی نور والا بنا دیتا ہے ۔ جس کو یہ مس کر لے ۔ جس پہ یہ توجہ فرما لے ۔ اس کو بھی نور کر دیتا ہے ۔ اگر آپ کے ذہن میں سوال آئے ۔ خود تو نور ہوتا ہے دوسرے کو نور کیسے بنا سکتا ہے ۔ تو مثال سنو ۔ آپ کو سمجھ آ جائے گی ۔ مقناطیس

کے ساتھ جو ٹکڑے لوہے کے لگ جائیں ـــــ تو لوہا بھی مقناطیس بنا دیتا ہے ـــــ مثال ـــ
مقناطیس نے لوہے کے ٹکڑوں کو بھی مقناطیس بنا دیا ہے ـــــ اس کو طریقہ فیض کہتے ہیں ـ
اور یہ فیض کا سلسلہ ہوتا ہے ـ وہ خود نظر نہیں آتا ـ لیکن مس ہو جانے کی صورت میں اس کا
دیں اثرات منتقل ہوتے ہیں ـ اور یہ فیض آگے منتقل ہوتا چلا جاتا ہے ـــــ تو آقا علیہ
السلام نور بھی ہیں اور منور بھی ہیں ـ

اس کے بعد اگلی آیت کریمہ بیان کی الم نشرح لک صدرک ـ بتایا ہم نے آپ کا
سینہ اطہر مبارک کھول نہیں دیا ـــــ ۰۲ ـــ ۱۵ اور اس کو حضرت عبداللہ بن عباس
نے بیان فرمایا ـــ یہ علیہ السلام اس کے ساتھ کھول دیا ـ اور پورا سینہ کھول دیا ـ قرآن کریم نے
کہا ـ افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام ـــــ وہ جس کا سینہ کھول دیا جائے اسلام
کے لیے اس کا ـ نور سے معمور ہو جاتا ہے ـــ وہ اللہ کی طرف سے نور پر فائز اور متمکن ہو جاتا ہے
اسلام کے لیے سینہ کھل جائے تو اس میں نور آ جاتا ہے ـــــ وہ نور سالک الی اللہ کو نصیب ہوتا
ہے ـ وہ اللہ کی طرف سے نور ملتا ہے ـــ حضرت شیخ روزبہان بقلی شیرازی کے بہت
بڑے عارف کامل ولی اللہ ہوئے ـــ وہ بیان کرتے اپنی تفسیر عرائس البیان میں ـ کہ جس کا سینہ اللہ
اسلام کے لیے کھول دے ـ تو جان لو کہ وہ شخص اللہ کے نور پر ہے ـــ یہ پہچان ہے جس کے شرح
صدر دیکھو وہ اللہ کے ہاں نور پر ہے ـــــ وہ بیان کرتے ہیں ـ کہ جو اللہ کی طرف سے نور پر
ہو جائے ـ تو وہ نور کسی کو تھوڑا کسی کو زیادہ کسی کو اور زیادہ وہ اتنا نور عطا ہوتا ہے کہ
اس نور سے خلق کو بھی دیکھتا ہے ـــ اور خلق کے سوا عرش ـــ سے لے کر تحت الثریٰ
تک پوری کائنات کو بھی دیکھتا ہے ـــــ پتا چلتا ہے کہ اللہ نے اس کو کتنا نور عطا کیا ـ
جیسے چھوٹے سے چراغ کا اندر تھوڑی روشنی دیتا ہے ـــ لیمپ کا نور اور زیادہ ـ گیس والا نور
ہو اور زیادہ ـــ بلب ہو ٹیوب ہو اور زیادہ ـ دیکھیں جس طرح دنیا میں روشنی کی طاقت بڑھتی
چلی جاتی ہے ـ تو اس کا منور جو دائرہ ہے ـ جہاں تک نور کا دائرہ وہ بھی بڑھتا چلا جاتا ہے ـ
اسی طرح اللہ پاک کسی کو کرن دیتا ہے ـ کسی کو چنگاری دیتا ہے ـ کسی کو شعلہ دیتا ہے
کسی کو کہکشاں ستارے برابر ـ کسی کو چاند سے بڑھ کر ـ کسی کو سورج سے بڑھ ـ کسی کو اتنا نور ملتا

حضور ﷺ کے سینے سے فیض

کرتا ہے۔ یہ کہ سب وہاں کا انتقال سے ہی روشن ہو جائے تو پھر ہی بڑھتا رہتا ہے۔ اسلام کے لیے
اللہ نے سینہ کھول دیا — جب اللہ پاک اپنے بندوں کا سینہ کھول دے۔ تو اس میں اتنا نور عطا
کرتا ہے کہ عرش سے تحت الثریٰ تک اس نور سے روشن ہو جاتا ہے۔ اور جس اللہ نے
اپنے حبیب ﷺ کا سینہ کھول دیا۔ الم نشرح لک صدرک = قرآن کی تفسیر قرآن
سے کر رہی ہوں — ہم نے ایسا حبیب منتخب کیا ہے کہ ہم نے آپ کا سینہ کھول دیا ہے۔ اسلام
کے لیے کھول دیا۔ جس محبوب کا سینہ اللہ نے کہا ہم نے کھول دیا۔ جس کا سینہ اللہ کھول دے
وہ نور کی طرف ہو جاتا ہے — تو جب اللہ نے آقا علیہ السلام کا سینہ کھولا۔ محبوب خود بھی نور
ہیں۔ منور بھی ہیں۔ نور ہر جگہ ہیں — تو آقا کے نور کا عالم کیا ہوگا — تو جس کا سینہ
نور اسلام کے لیے کھل جائے۔ تو اس کے لیے پردے اٹھ جاتے ہیں۔ اور اس کا ذریعہ علم کا صرف
کتابیں ہی نہیں رہتی — مصدر علم منبع علم صرف کتابیں ہی نہیں رہتی — اس کا منبع خود قرآن
بن جاتا ہے۔ جو تفسیروں سے علم ملتا ہے وہ تو لیتا ہی ہے۔ مگر وہ علم جو تفسیر میں
نہیں ملا — وہ قرآن براہ راست بول کر اسے عطا کرتا ہے — اور اس نور کے
ذریعے سے ملتا ہے — تو کتب ہی مصنفین کی آئمہ کی بزرگوں کی کتابوں سے علم
تو لیتا ہی ہے — جو علم کتابوں میں نہیں وہ براہ راست منبع نور سے لیتا ہے۔ شیخ سہل
تستری۔ ان کا تذکرہ میں ابھی پڑھ رہا ہوں — بڑے بڑے اکابر محدثین ان کی خدمت میں
آتے۔ اور حدیث کی سند لیتے — اور حدیث کی اسناد روایت کو درست کرانے کے لیے!
اس کی تصحیح کے لیے اس کو تو سماع کے لیے — ان کی خدمت میں آکے حدیث پڑھتے۔ وہ سماع
کرتے — تحقیق کروالیتے۔ سند لیتے اجازت لیتے — خود نہیں پڑھتے تھے۔ خاموشی سے سر
جھکا کے سنتے تھے۔ محدث پڑھتے تھے۔ اور جس حدیث کو وہ سنتے چلے جاتے اور سر کو نہ ہلاتے۔
اس کی تو صحیح ہوتی تھی کہ ہاں یہ صحیح حدیث ہے — مقبول ہے — اس سے مراد اس
کی اسناد کا صحیح ہونا مقبول ہوتا تھا۔ جس پہ وہ سر ہلا دیتے اور کہتے نہیں۔ محدث رک جاتے۔
وہ سمجھتے کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ یہ موضوع ہے۔ آقا علیہ السلام نے نہیں
فرمایا — ایک حدیث پہ ایک محدث اڑ گیا — اس نے کتابیں کھولیں کہ فلاں فلاں نے

M T W T F S S
Memo No
Date / /

عالم اور حافظ

اس کی تصحیح کی ہے - آپ نے سنا اور آپ فرما رہے ہیں نہیں ۔۔۔ آپ نے فرمایا - رمشیاری
بابت ختم ہوگئی یہ سن لیا ۔۔۔ فرمایا مشیاری کی کتابوں پر اعتماد کروں یا خود صاحب حدیث کے فرمان
پر اعتماد کروں ۔۔۔ آپ پاس نے پیر ۱۰ انگا دیا - لہٰذا فرمایا سینے دیکھو سرکار تشریف فرما ہیں -
اور وہ فرما رہے ہیں کہ بخاری میں نے پڑھ لی کیا ۔۔۔ تو یہ عالم تھا - افمن شرح -
۔۔۔ الم نشرح لک صدرک = آپ کے سینے اقدس کو منبع نور بنا دیا - اب
جس آیت کو جس ولی کو جتنا نور ملتا ہے اس کے دل کو اس کے سینے کو اس کی روح کو
وہ صدر مصطفےٰ سے ملتا ہے -
اور حضرت سہل بن عبداللہ تستری نے کہا - کہ علم اور حکمت سے معمور کر دیا
اور اس کے بعد اسی سورۃ میں آگے فرمایا ۔۔۔ ورفعنا لک ذکرک = ہم نے آپ کا ذکر
آپ کی خاطر بلند کر دیا - اب اس کا معنیٰ قاضی عیاض فرماتے ہیں - حضرت یحییٰ بن آدم کا قول
نقل فرماتے ہیں ۔۔۔ یہ بڑے جلیل القدر امام حدیث اور مفسر ہیں حافظ جسکو کہا جاتا ہے محدث
کو حافظ کہتے ہیں اس محدث کو جس کو علم حدیث ایک لاکھ تک پھیلا ہوا ہو - جو ایک
لاکھ حدیث سے واقف ہو - بعض لوگوں نے اس کا معنیٰ سمجھ لیا ہے کہ اس کو ایک لاکھ
حدیثیں زبانی یاد ہوں - یہ غلط ہے ۔۔۔ زبانی یاد ہونا چھوٹی چیز ہے - یاد نہ ہونا مگر ان
کا علم ہونا - اس کا فہم ہونا - اس کا معنیٰ اور مفہوم جاننا - اس کے احکام جاننا اس
کی شرح جاننا - یہ علم بہت بڑی چیز ہے علم اور حفظ میں بڑا فرق ہے حافظ اور عالم میں
تو حافظ حدیث وہ ہے - جس کو ایک لاکھ حدیث کا علم ہو - امام بخاریؒ وہ فرماتے
ہیں کہ مجھے دو لاکھ احادیث ان کو یاد تھیں - جن میں ایک لاکھ سے زائد صحیح ہیں - اور بخاری
شریف میں جو درج کی ۔۔۔ وہ تکرار کے بغیر وہ ساری سوا تین ہزار ہیں ۔۔۔ وہ ستانوے ہزار
مجھے یاد ہیں - وہ صحیح ہیں - لاکھ سے زیادہ تو تین ہزار تو بخاری شریف میں درج کیں -
تو بقایا جو صحیح حدیث 97 ہزار یاد تھیں - وہ کہاں گئیں - وہ دیگر دوسری کتب احادیث
ہیں - یہ میں نے تکرار اس لیے بتایا بعض لوگ عالم بننے کی کوشش کرتے ہیں - اور ان کے پاس
علم نہیں ہوتا - جاہل ہوتے ہیں فن سے جاہل ہوتے ہیں - وہ کمزور ہوتے ہیں - اور وہ ہوتے ہیں

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S

Memo No ______ Date / /

کہ صحیح بخاری کا میں دکھاؤ۔ جیسے مسلم میں دکھاؤ۔ میں تو بخاری مسلم کو مانوں گا۔ جو آدمی یہ کہے۔
کہ سمجھ لیں کہ اسے الف باء کا نہیں آتی علم حدیث میں کی۔ ان پڑھ ہے — یا صحاح
ستہ میں دکھاؤ۔ وہ جاہل ہے — تو صاحب علم یہ جملہ بولی نہیں بول سکتا۔ کل صحاح ستہ میں
بخاری اور مسلم کو ملا کر تکرار کی حد نکال کر کل چار ہزار احادیث ہیں — اور صحاح ستہ کل چھ کتابیں
حدیث کی۔ تکرار نکال کے دس ہزار کے قریب احادیث ہیں۔ تک سب کتاب ابو داؤد۔ ترمذی نسائی ابن
ماجہ میں دس ہزار کی احادیث میں تکرار نکال کر۔ باقی 90 ہزار احادیث امام بخاری کے نزدیک صحیح
ہیں وہ کہاں گئیں — وہ ساری لاکھ حدیثوں کا مجموعہ تیار نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اپنی کتاب کا چھوٹا مجموعہ
تیار کر رہے تھے۔ وہ ادب المفرد میں دیں۔ اور کچھ تاریخ کبیر میں دیں — کچھ باقی آئمہ حدیث کو دیں۔
مگر امام بخاری کو جو دو لاکھ احادیث یاد تھیں — وہ بھی مقبول تھیں — ورنہ اگر مقبول نہ ہوتی تو
امام بخاری یاد کرتے ان کو۔ موضوع کو یاد کرتے نا۔ ایک لاکھ 90 ہزار باقی کتب میں آئیں۔
اور امام احمد بن حنبل کی سُن لو — حضرت امام فرماتے ہیں کہ سات لاکھ احادیث
میرے پاس لکھی ہوئی ہیں — عبداللہ بن احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ محدثین میں یہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے
والد امام احمد بن حنبل کو ایک کروڑ احادیث یاد تھیں۔ جو مسند میں جمع تیس ہزار ہیں — منتشر ہوئی
جو دیگر طرق سے آئی ہیں — یہ فنی علمی بات ہے جو میں نے سمجھا دی ہے — بعض لوگ کہتے
ہیں ضعیف جو بخاری مسلم صحاح ستہ میں نہیں آئی — ہم نہیں مانتے تو وہ جاہل آدمی ہے — ایسا کہنے والا۔
تو زیادتی ہے علم پر — اس کو پتہ ہی نہیں اس بات کا۔ کہ صرف بخاری مسلم اور صحاح ستہ میں جو حدیث
ہو وہ صحیح ہی نہیں ہوتی — ان کے علاوہ جو کئی لاکھ احادیث ہیں جو صحیح ہیں۔ درست طرق سے
جو باقی کتابوں میں آئی ہیں۔ کہ جو باقی کتب احادیث سے حدیثیں آئی ہیں وہ درست ہوتی ہیں
صرف بخاری کا درجہ حدیث کی کتابوں میں سب سے بلند ہے۔ بخود کتاب کے۔
اس کا معنی یہ نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے دوسری کا صحیح نہیں ہے۔ یہ جہالت ہے۔
تو یحیی بن آدم یہ امام ہیں محدث ہیں۔ حافظ الحدیث ہیں۔ 203ھ میں وفات ہوئی۔ وہ معنی
بیان کرتے ہیں ورفعنا لک ذکرک کہ ہم نے آپ کا ذکر آپ کے لئے بلند کر دیا۔ ای ورفعنا
بالنبوۃ — آپ کی اس نبوۃ کے سبب آپ کا ذکر بلند کیا۔ جس کا مطلب ہے آپ کی بعثت

M T W T F S S
Memo No
Date / /

(نعرۂ تکبیر و رسالت نعرہ)

ہم پہلے آدم علیہ السلام کے وقت سے تھے —— اور اس نبوت کے ساتھ آپ کا ذکر بلند کیا۔
جب آدم علیہ السلام ابھی پیدا نہ ہوئے تھے کہ آپ صاحب نبوت تھے۔ کنت نبیا و آدم ——
اور اس نبوت کے ساتھ آپ کا ذکر بلند کیا۔ پھر جب عالم ارواح میں اللہ نے انبیاء کو نبوت
دینے کا ارشاد فرمایا تھا۔ تو اس وقت فرمایا میرا اس نبی آخر الزمان کی نبوت پر جو ایمان لائے
گا۔ اس کے سر پر نبوت کا تاج پہنایا جائے گا —— واذ اخذ اللہ میثاق النبین ——
تو سب کے بعد رسول آئیں گے۔ مصدق لما معکم —— اس پر ایمان لاؤ۔ تو اس نبوت عطا کی کہ
ہر نبی کے نبی ہونے پر شرط لگا دی کہ ان پر ایمان لاؤ گے —— تمہیں نبی الانبیاء بنایا گیا ہے۔
اور دوسرا معنی یہ بیان کیا۔ کہ آپ کا ذکر آپ کی خاطر بلند کر دیا —— اذا ذکرت ذکرت معی۔
کہ یوں بلند کیا کہ جب بھی میرے بندے میرا ذکر کیا جائے گا۔ آپ کا ذکر لازماً میرے ذکر کے ساتھ کیا
جائے گا —— اور اس کی مثال دی اور فرمایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ —— توحید کلمہ بھی مقبول نہیں اگر اللہ
کی توحید کے ساتھ حضور کی رسالت کا اعلان نہ ہو —— اذان قبول نہیں۔ اگر اشہد ان محمد رسول
اللہ نہ ہو —— مثالیں دیں ارشاد فرمایا —— کہ دین کے اندر کوئی اعلان کوئی کلمہ کوئی شہادت
کوئی خطبہ مقبول نہیں جس میں اللہ کے ذکر کے ساتھ حضور کا ذکر نہیں ہے —— اس دین میں
کیسا ہو کہ کوئی نعرہ مقبول نہیں۔ تکبیر کے نعرہ کے ساتھ رسالت کا نعرہ نہیں ہے ——

اس کے بعد حضرت قتادہ کا قول مبارک ہے۔ اور حضرت قتادہ بھی جلیل القدر
تابعی ہیں —— ان کا نام ہے حضرت قتادہ بن دعامۃ السدوسی۔ اس آیت کی تفسیر کرتے
ہیں ورفعنا لک ذکرک کی تفسیر کرتے ہیں —— تو ان کی تفسیر کو حضور کی حدیث سمجھتے ہیں۔ وہ بیان
کرتے ہیں۔ رفع اللہ فی الدنیا والآخرۃ —— اللہ نے دنیا و آخرت میں بلند کر دیا۔ اے پیارے حبیب۔
میں نے شرط لگا دی ہے کہ جہاں بھی میرا ذکر ہو وہیں ذکر مصطفیٰ ہو۔

اس حدیث کو امام ابن جریر نے تفسیر طبری میں روایت کیا۔ دلائل النبوۃ میں امام بیہقی نے۔ مجاہد
سے سند صحیح کے ساتھ —— جلیل القدر تابعی —— اور حضرت قتادہ سے بھی روایت کیا۔ اور حضرت
امام حسن بصری نے بھی روایت کیا —— اور یہ تمام روایتیں سند صحیح کے ساتھ ہیں —— اس حدیث
کو مسند ابو یعلیٰ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور صحیح ابن حبان نے۔ امام ترمذی و بیہقی نے حسن کہا ہے

KHURRAM PAPER PRODUCTS

(ایمان کی شرط محبوب کا ذکر)

اور مجمع الزوائد نے بھی روایت کیا۔ انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ اور امام سیوطی نے بھی جامع الصغیر
میں روایت کیا۔ جہاں میرا ذکر ہو وہاں آپ کا ذکر ساتھ ہو گا۔ یہ معنی ہے — اور امام ابن عطاء
انہوں نے روایت کیا ہے — یہ بہت بڑے امام امام الزاہدین۔ امام المحدثین۔ اور امام العارفین ہوئے۔

~~احمد بن محمد بن سہل بن عطاء۔ ان کی وفات ۳۰۹ھ میں ہوئی۔ آپ نے حبیب میں نے شرط~~
~~لگا دی ہے ایمان کے کامل ہونے کی۔ کہ میرا ذکر میرے ساتھ ہو کیا جائے۔~~ یہ الفاظ قابل توجہ ہیں
~~جو حافظ بیہقی نے امام ابن عطاء سے روایت کیے ہیں۔ میں نے ایمان کے مکمل ہونے کی شرط~~
~~یہ لگا دی ہے کہ آپ کا ذکر میرے ساتھ کیا جائے یہ بہت ہی~~

نوٹ = اس کے بعد۔ الشفا کا صـ ۳۵ قابل توجہ ہے —

(دوسرا نوٹ) اس صفحہ کے اگلے صفحہ پر بقایا مضمون ہے۔

~~۲۸ — ۱۱ — ۲۰۱۸~~
~~۲ — ۳ — ۱۴۴۴~~
~~۶ — ۳۲ — ۶۸~~ بدھ

ان کی وفات ۳۰۹ھ میں ہوئی۔ بڑا بلند رتبہ ابن عطاء کا آئمہ اسلام میں ہے — انہوں نے روایت
کی اور فرمایا اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے۔ اَیْ جَعَلْتُ تَمَامَ الْاِیْمَانِ بِذِکْرِیْ مَعَکَ۔ اے
میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں نے شرط لگا دی ہے۔ ایمان کے کامل ہونے کی۔ کہ میرا ذکر کیا جائے ساتھ

M T W T F S S

Memo No

Date / /

کیا جائے۔ اس کی تفسیر پر یہ لفظ قابلِ توجہ ہیں جو قاضی عیاض نے امام ابن عطاء سے روایت کی۔
کلمات ہیں جَعَلْتُکَ تَمَامَ الْاِیْمَانِ بِذِکْرِیْ مَعَکَ۔ یہ نہیں فرمایا کہ جَعَلْتُکَ تَمَامَ الْاِیْمَانِ
بِذِکْرِکَ مَعِیْ۔ کہ میں نے ایمان مکمل ہونے کی شرط یہ لگا دی ہے۔ کہ میرے حبیب آپ کا ذکر میرے
ساتھ کیا جائے۔ یہ نہیں کہا کہ جب آپ کا ذکر میرے ساتھ ہو۔ تب ایمان مکمل
ہوگا۔ نہیں۔ فرمایا جَعَلْتُکَ تَمَامَ الْاِیْمَانِ بِذِکْرِیْ مَعَکَ۔ میرا ذکر تیرے ساتھ کیا جائے۔
اب یہاں ایک خاص نکتہ ہے۔ بڑا لطیف ذوقی نکتہ ہے۔ وہ کیا ہے۔

دو باتوں میں ایک موازنہ کراتا ہوں۔ یہ شان کا فرق نہیں ہے پیار کی بات ہے۔ رتبہ
مرتبہ اور مقام کی بات نہیں ہے۔ محبت اور پیار کی بات ہے۔ دیکھو نا
باپ چھوٹے بیٹے کو اٹھا کر پیار نہیں کرتا ہے۔ اس کے پاؤں بھی چومتا ہے۔ اس سے درجہ
تھوڑا متعین ہو رہا ہے۔ باپ غوثِ وقت ہو ولی اللہ ہو بیٹا اٹھا کر سر سے پاؤں
تک چومے جا رہا ہے۔ وہ بیٹا غوث الاعظم تھوڑا بن گیا ہے اس سے۔ غوث بیٹے کے پاؤں
چوم رہا ہے۔ کہ بیٹا تو باپ سے بھی بڑا غوث ہوا ہے۔ یہ بات نہیں ہے۔ وہ بیٹا ہے
باپ پیار سے چوم رہا ہے۔ بڑا ہو کے اس کی راہ پہ چلے یا نہ چلے۔ یہ نصیب ہے اس کا۔
یہ اتباع کا نتیجہ ہے۔ کہ کتنا چلتا ہے باپ کے نقشِ قدم پر۔ یہ شفقتِ پدری کا ہے۔
یہ پیار اور محبت کا اظہار ہے۔ اس کی بات کر رہا ہوں مقام و مرتبہ کا اظہار نہیں ہے۔
سنو۔ ایک شخص کہے لوگو۔ تمہارے لیے شرط ہے۔ کہ میرا محبوب ہے۔ جب میرا ذکر ہو
اس کا ذکر میرے ساتھ کیا جائے۔ اب اس بات کے وزن کو ذہن میں رکھیں۔ دوسری
طرف اس جملے کو رکھیں۔ لوگو سنو۔ میرا ذکر میرے محبوب کے ساتھ کیا جائے۔ جس نے
میرا ذکر کرنا ہے۔ وہ ہمیشہ اس شرط سے میرا ذکر کرے۔ جس نے میرا ذکر کرنا ہو میرے محبوب کے
ساتھ کرے۔ تو دو جملوں کو ذہن میں رکھیں تو پہلا ذکر کس کا ہوا۔ جب کہا میرے محبوب
کا ذکر میرے ساتھ کیا جائے۔ اس میں پہلا ذکر کس کا ہے۔ اللہ کا۔ میرا ذکر کے ساتھ ہو پھر
محبوب کا کیا جائے۔ اور اس جملے میں کہ میرا ذکر محبوب کے ساتھ کیا جائے۔ پہلا ذکر محبوب
کا ہے۔ فرمایا جس نے میرا ذکر کرنا ہے پہلے محبوب کا ذکر کرے۔ تب میں اپنا ذکر شامل کر دوں

KHURRAM PAPER PRODUCTS

Memo No ______
Date / /

M | T | W | T | F | S | S

گا۔ یہ تجزیہ سمجھ گئے نا ——— یہ لطافت ہے اس قول کی ۔ کہ تمام الایمان بذکری معک۔

میں نے شرط لگا دی ہے محبوب کہ میرا ذکر تیرے ساتھ کیا جائے ——— یہ یوں کیا۔ اس لیے کہ

میرا ذکر تو ہر کس و ناقص میں کرتا ہی کرتا ہے ۔ جب جو نہیں مانتا ہے وہ بھی میرا ذکر کرے گا۔

جو نہیں مانتا جو آپ کی شان سے واقف نہیں۔ اور جو اندھا ہے ۔ نابینا ہے جس کو قدر و منزلت

کی خبر نہیں ہے ۔ اس نے بھی تو میرا ذکر ہی کرنا ہے ۔ لا الہ الا اللہ تو کرنا ہی کرنا ہے اس لیے

میں میں نے شرط آج سے لگا دی ہے ۔ کہ جو میرا ذکر کرنا چاہے وہ سن لے ۔ شرط ہے کہ میرا

ذکر میرے حبیب کے ساتھ کیا جائے ——— اب بھاگ کے کہا جائے گا۔ اب اگر محبوب کا ذکر کرنا

نہیں چاہتا تھا ۔ چھوڑنا چاہتا تھا میرے مصطفیٰ ﷺ کا ذکر تو اس بدبخت کو میرا ذکر بھی چھوڑنا

پڑے گا ۔

محروم ایمان جائے گا۔ محروم اسلام جائے گا ۔ محروم توحید جائے گا۔ میرے ذکر سے بھی گیا۔

اور اگر اس نے میرا ذکر کرنا ہی ہے ۔ اور نہیں رہ سکتا تو میں نے راستہ ہی نہیں چھوڑا ۔

مصطفیٰ ﷺ کا ذکر کرے تو پھر میرا ذکر صحیح ہو گا ۔ دیکھو محبت میں کس طرح بانٹ دیا ہے ذکر

کرنے والوں کو ۔ اور امام ابن عطا نے ایک اور قول بھی دیا جو جو حضرت کی روایت ہے ۔ اور فرمایا

ذکری جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک ذکرنی ——— اے میرے حبیب ﷺ میں نے تمہارے ذکر کو

اپنا ذکر بنا دیا ہے ۔ یہ وجہ رفعت ذکر اور بلند ہو گی۔

۲۹ — ۱۱ — ۲۰۱۸
۲۰ — ۳ — ۱۴۴۰
۱۰ — ۱۱ — ۱۰ AM

QARI MUHAMMAD ...
Naqashbandi Chishti Qadri Suharwardi
09 OCT 2019
Chak 365/E.B Burewala ... Vehari

بلندی ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ورفعنا لک ذکرک ۔ کہ ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا کہ امام ابن عطا کے قول کہ جعلتک
تمام الایمان بذکری معک ۔ کہ میں نے ایمان کے مکمل ہونے کی شرط یہ عائد کر دی ہے ۔ کہ میرا ذکر
آپ کے ساتھ کیا جائے ۔ اور دوسرا قول ابن عطا کا یہ ہے ۔ جعلتک ذکراً من ذکری فمن ذکرک ذکری
اس میں ہے حبیب آپ کا ذکر یوں بلند کیا ہے ۔ کہ جعلتک ذکراً من ذکری ۔ آپ کا ذکر میں نے صرف
آپ کا ذکر نہیں رہنے دیا ۔ آپ کے ذکر کو میں نے اپنا ذکر بنا دیا ہے ۔ ذکر مصطفیٰ تو تھا ہی ۔ میں نے
آپ کے ذکر کو یوں بلند کیا ہے ۔ اب صرف ذکر مصطفیٰ فقط ذکر مصطفیٰ ہی نہیں ہوگا ۔ مگر سرکار کا ذکر خدا
بھی ہوگا ۔ ذکر مصطفیٰ کو ذکر خدا بنا دیا ہے ۔ ذکر رسول کو ذکر الٰہی بنا دیا ہے ۔ ذکر محمد کو ذکر اللہ
بنا دیا ہے ۔ مصطفیٰ مصطفیٰ رہے خدا خدا رہا ۔ رسول رسول رہے ۔ اللہ اللہ رہا ۔ وہ ذات نہیں بدلی
مگر فرق یہ کر دیا ۔ کہ رسول رسول رہا ۔ خدا خدا رہا ۔ اگر ذکر رسول فقط ذکر رسول نہ رہا ۔ ذکر رسول بھی ہے
ذکر خدا بھی ہو گیا ۔ تو آپ کے ذکر کو اپنا ذکر بنا دیا ۔ باری تعالیٰ نے اس کا نتیجہ بتایا ہے ۔ امام ابن
عطا بیان کرتے ہیں فمن ذکرک ذکرنی ۔ اے حبیب جس نے آپ کا ذکر کر لیا ۔ اس نے میرا ذکر
کر لیا ۔ جس نے محمد محمد کی تسبیح جپ لی ۔ یا رسول اللہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا حبیبی لے
اے حبیب جس نے آپ کا ذکر کر لیا ۔ اس نے گویا میرا نام جپ لیا ۔ جو رات دن محبوب
تیرے گن گاتا رہا ۔ تیرے ترانے پڑھتا رہا ۔ تیرے گیسو و رخسار کی باتیں کرتا رہا ۔ تیرے خرام و رفتار
کی باتیں کرتا رہا ۔ تیری چال اور تیرے حال کی باتیں کرتا رہا ۔ تیرے کیف و سرور کی باتیں کرتا رہا ۔ تیرے
حسن و نور کی باتیں کرتا رہا ۔ تیرے سراپا حسن کی باتیں کرتا رہا ۔ تیرے جمال زیبا کی باتیں کرتا رہا ۔
محبوب جو عمر بھر تیری یاد میں غرق ہو کے تیری یاد کرتا رہا ۔ مجھے اپنی عزت کی قسم قیامت کے دن
جب نامہ اعمال کھلے گا ۔ اس کے نامہ اعمال میں لکھا ہوگا ۔ کہ دراصل اللہ کی تسبیح کرتا رہا ہے ۔ وہ اللہ کی تسبیح
شامل ہو جائے گی ۔ وہ خدا کے ذکر میں شامل ہو جائے گی ۔ اور اللہ کا ذکر ہے اللہ کی عبادت ہے ۔
تو گویا مصطفیٰ کی یاد اللہ کی عبادت ہے ۔ فمن ذکرک ذکرنی ۔ جس نے حبیب آپ کا ذکر
کر لیا ۔ اس نے میرا ذکر کر لیا ۔ اسی جعلتک ذکراً من ذکری ۔ فمن ذکرک ذکرنی ۔

(چکوال کا جلسہ)

یہ نہیں فرمایا۔ یک طرفہ بات کی ہے۔ دو طرفہ بات نہیں کی ۔۔۔ یہ نہیں فرمایا جعلت ذکری ذکرک تیرا ذکر میرا ذکر ایک ہو گیا ہے ۔۔۔ پھر یوں بھی ہو سکتے تھے نا کہ پس جس نے میرا ذکر کر لیا اس نے تیرا ذکر کر لیا ۔۔۔ جس نے اللہ اللہ کر لیا گویا اس نے یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ کر لیا۔ جس نے میرا ذکر کر لیا اس نے میرا ذکر بھی کر لیا ۔۔۔ یہ نہیں فرمایا ۔۔۔ اگر یوں کہہ دیا تو لوگ ڈنڈی مارنے لگ جائیں گے۔ اپنا خود سے باطن بن بیٹھیں گے۔ اپنا حسد بڑھیں گے۔ ظرف کی تنگی سے کام لیں گے۔ جو تجھ سے پیار نہیں کرتے۔ جو تجھ پر قربان نہیں ہوتے۔ جن کے دل اندر سینے تیرے ذکر سے ٹھنڈے نہیں ہوتے۔ ان بد بختوں کو راستہ مل جائے گا۔ تیرے ذکر سے گریز کریں گے۔ تیرے ذکر کو نہ کرنے کا بہانہ رہے گا۔ یہ نہیں فرمایا جعلت ذکری ذکرک جس نے میرا ذکر کر لیا۔ اس نے تیرا ذکر کر لیا ۔۔۔ یہ تو بہانہ بنا کے لوگ کہیں گے کہ ہم تو ساری رات اللہ اللہ کرتے ہیں بس اسی میں حضور کا ذکر بھی ہو گیا ۔۔۔ بد بخت راستہ نکالیں گے۔ تجھ سے گریز کرے گا۔ یکطرفہ حکم ہے دو طرفہ نہیں۔ فرمایا جعلت ذکرک ذکری ۔۔۔ حکم یہ ہے جب تیرا ذکر میں نے اپنا ذکر بنا دیا ہے۔ اپنے ذکر کو تیرا ذکر نہیں بنایا ۔۔۔ کوئی بد بخت راستہ نہیں نکال سکتا۔ جعلت ذکرک ذکری حکم یہ ہے اسے حبیب جو تیرا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کر لیا ۔۔۔ جو تجھے پکارے اس نے مجھے پکار لیا۔ جو تجھے یاد کرے اس نے مجھے یاد کر لیا۔ جس نے تیرا نام جپ لیا اس نے میرا نام جپ لیا۔ جس نے تیری تسبیح کر لی اس نے میری تسبیح کر لی۔ جس نے تیرا ذکر کر لیا ۔۔۔ یہ ہے زبان عشق کا ترجمہ۔

= بس محبوب جس نے تیرا ذکر کر دیا۔ بس اسی میں میرا ذکر ہو گیا ۔۔۔ مجھے آج تک نہیں بھولتا۔ چکوال میں بہت بڑا جلسہ تھا۔ ہزاروں آدمیوں کا سمندر تھا۔ میں خطاب کر رہا تھا۔ ساری رات حضور اقدس کی شان میں بیان تھا ۔۔۔ جب بیان ختم ہوا تو ایک جوان تھا۔ اچھا باشرع جوان تھا۔ وہ دوڑ کے میرے پاس آیا۔ مجھے کہتا ہے۔ رو کر۔ رات ساری آپ نے حضور کا ذکر کیا۔ اللہ کا تو آپ نے ذکر ہی نہیں کیا ۔۔۔ میں نے کہا بیٹے جس نے تمہارا حال کیا ہے مجھے اس پر رونا آ رہا ہے۔ اس کو میں نے سمجھایا۔ کہ حضور کا ذکر کرنا ہی تو اللہ کا ذکر کرنا ہے ۔۔۔ فرق یہ ہے کہ تنہا اللہ کا ذکر کرو تو ذکر اکیلا۔ اللہ ذکر مصطفیٰ کرو تو دو اجر ۔۔۔ ایک ذکر رسول کا ایک ذکر الٰہی کا۔ کہ حضور کا ذکر اللہ کا ذکر ہو گیا۔ تو فرمایا حبیب جس نے آپ کا ذکر کر لیا ذکری۔ بس میرا ذکر ہو گیا۔

M T W T F S S
Memo No ______
Date / /

یعنی میرا محبوب کا ذکر ہو گیا اس میں میرا بھی ذکر ہو گیا۔ یہ معنیٰ ہے اور اس میں اشارہ ہے حقیقتِ محمدیہ
کی طرف۔ یہاں ذکرِ رسول کو عین ذکر اللہ قرار دے دیا گیا ——— تو حضور کے ذکر کے دو اجر ہو گئے۔
حضورؐ کا ذکر اور اللہ کا ذکر ——— اب آ یئے چلئے اہلبیتؑ کی طرف۔

سیدنا امام جعفر الصادقؑ انہوں نے بھی اس آیت کی تفسیر کی ہے۔ اب گھر کی بات گھر والوں سے پوچھیں ——
آقا علیہ السلام کی شان و عظمت آقا کے صاحبزادے سے پوچھیں۔ لختِ جگر سیدنا امام جعفر الصادقؑ
فرماتے ہیں قال جعفر ابن محمد الصادق ——— وہ ورفعنا لک ذکرک کا معنیٰ بیان کرتے ہیں۔ آپ کو لا یذکرک کے
احدٌ بالرسالة الا ذکرنی بالربوبیة ——— یہ بھی توجہ طلب بات ہے بڑی اونچی بات ہے۔
مضارع کے صیغے ہیں۔ الا ذکرنی بالربوبیة — ماضی کے صیغے ہیں اللہ نے فرمایا جو شخص بھی میرے حبیب کا آپ
کا ذکر آپ کی رسالت کے ساتھ کرتا ہے تو کیا ہے الا ذکرنی — ذکر تو آپ کی شانِ رسالت کا کر
رہا ہے مگر امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں اللہ نے فرمایا۔ اس خوش نصیب نے میری ربوبیت کا ذکر کیا ہے۔
اب جو بڑی لطیف معرفت کی خاص بات کہی اس کی تائید قرآن مجید سے ہوتی ہے۔ اللہ پاک نے
قرآن مجید میں فرمایا۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ ——— جب لوگوں نے رسول کی رسالت کا انکار کر دیا۔
اور کہا اللہ نے کہ چاہئے تھا میری ربوبیت کو دیکھنا۔ تو لوگوں نے کہا اس نے کہا الحمد للہ رب العالمین۔ میں
رب ہوں سارا کائنات کا۔ میری ربوبیت عام ہے سب ~~[illegible]~~ کا نظام لوگوں پر جو میری
ربوبیت کے فیض سے چل رہا ہے۔ اب باری تعالیٰ اپنی ربوبیت دکھا تو سہی میری ربوبیت کی شان کیا
ہے۔ اگر میری ربوبیت کو دیکھنا ہے تو رسالتِ محمدی کو دیکھ لو ——

رسالتِ محمدیؐ میری ربوبیت کا مرتبہ اعلیٰ ہے۔ سب سے اونچی شان میری ربوبیت
کا سب سے اعلیٰ درجہ رسالتِ محمدیؐ ہے ——— لہذا باقی سب کا نام تب جو کائنات میں نظر آتا
ہیں رب العالمین ——— تو دیکھا اللہ نے حضورؐ کی رسالت کو ربوبیت کو اپنی قدر شناسی بنا دی
ہے۔ اب ایک اور قرآن مجید کی آیت کو دیکھئے۔ بڑی لطیف بات ہے مفسرین نے نہ کہی۔ اور آپ کو
کتابوں میں بھی یہ بات نہ ملے گی ——— مد نظر رہے ——— سورۃ انعام کی ۳۳ آیت ہے۔ لقد نعلم انہ
ا ——— اے میرا حبیبؐ بے شک ہم جان گئے ہیں۔ کہ یہ ظالم بدبخت لوگ آپ کی گستاخی۔ آپ کی
شان میں جو کچھ کہتے ہیں ——— اور آپؐ کے خلاف جو بولتے ہیں۔ زبان درازی کرتے ہیں۔ محبوب یہ

KHURRAM PAPER PRODUCTS

Memo No
M T W T F S S
Date / /

معلوم ہے۔ آپ کے دل کو دکھ ہوتا ہے۔ یہ باتیں آپ کے لئے رنج و غم کا باعث ہیں ــ فرمایا محبوب
ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتیں آپ کو دکھ دیتی ہیں ــــ یہاں تک فرما کے آگے فرمایا۔ میرا غوث طلب
ہے۔ آگے فرمایا۔ فانھم لا یکذبونک۔ اس پر جب اک بات کہو۔ قسم کھا کے لکھنا۔ یہ آپ
کو نہیں جھٹلاتے۔ یہ آپ کا انکار تو نہیں کرتے۔ سوال پیدا ہوتا ہے پھر کس کو جھٹلاتے ہیں۔
ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون ــ یہ تو ظالم بدبخت مجھے جھٹلاتے ہیں۔ محبوب آپ کا
انکار تو نہیں کرتے۔ میرا انکار کرتے ہیں ــــ آپ کو کون جھٹلا سکتا ہے۔ یہ ساری بات
اپنے اوپر ڈال لی ہے ــــ آپ اندازہ کریں۔ ــــ (۵۰-۱۷)

جب نازل ہوئی تو واقعہ یہ تھا کہ ابوجہل اور ان لوگوں کی باتوں سے دکھ ہوا۔ آقا علیہ السلام رنجیدہ
ہو کر غمگین ہو گئے۔ جبرائیل امین حاضر ہوئے۔ باری تعالیٰ نے بھیجا جبرائیل آج جا میرے محبوب غمزدہ
ہیں ــ جا کر پوچھ آ ــــ تو جبرائیل نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ آج غمزدہ ہیں کیا وجہ ہے۔ کس
کا غم ہے آقا۔ کیا دکھ ہے۔ قال لقد کذبنی قومی۔ جبرائیل میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ جبرائیل
حاضر ہوئے اوپر۔ عرض کیا باری تعالیٰ یہ فرماتے ہیں۔ فرمایا فوری جا یہ پیغام لے کر جا کے جبرائیل اسی کے ذریعے
آیت بھیجی۔ یہ جو باتیں کرتے ہیں تو یقیناً آپ کے دل کو دکھ ہوتا ہے ہم جانتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے
کہ محبوب آپ کو تو نہیں جھٹلاتے۔ آپ کو کون جھٹلا سکتا ہے ــــ یہ تو مجھے جھٹلاتے ہیں
یہ بدبخت سب اعلان میں ان سے بدلہ لوں گا ــــ آپ غمزدہ نہ ہوں۔ میں ورنہ لوں گا ان کا انتقال۔
آپ کو کون جھٹلا سکتا ہے۔ آپ کا تو ابھی اعلان نبوت بھی نہیں ہوا تھا۔ تب بھی آپ کو سچا کہتے
تھے۔ آپ کو تو نبوت کے اعلان سے پہلے بھی صادق الامین کہتے تھے۔ یہ بے ایمان مجھے
جھٹلاتے ہیں۔ (ایک واقعہ درویش کا یہ داڑھی اچھی یا بکرے کی دم وہیں سے فرمایا کافر نے سوال کر لیا۔)

تو امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ جس نے رسالت کا ذکر کر دیا اس نے اللہ کی ربوبیت کا ذکر
کر دیا ورفعنا لک ذکرک کا معنیٰ یہ ہے کہ محبوب ہم نے آپ کو شفاعت دی اور شفاعت عظمیٰ
دی ہے۔ وہ شفاعت دی جب ہر کسی کے ذکر بند ہو جائیں گے۔ ہر ایک کے نعرے بند ہو جائیں
گے۔ اور صرف کوئی نہ ہو گا۔ کسی کے ذکر کی آواز سنائی نہ دے گی۔ اس وقت صرف آپ کا
قیامت کے دن آپ کا ذکر ہی بجتی کا ڈنکا بجے گا۔ فقط دو آوازیں ہوں گی۔ اللہ کہے گا۔

(اللہ کی کرسی)

لمن الملک الیوم - آج کس کا دن ہے - پھر جواب دے گا خود للہ الواحد القہار - آج تنہا ایک
واحد قہار کا دن ہے - فرمایا ایک میرا دن ہوگا - ایک وہ میرا دن ہوگا - بعد آقا علیہ السلام کا دن شفاعۃ
کا فرمایا - عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما --- فرمایا محبوب یقین سے بتاتا ہوں - کہ آپ کا رب آپ کو
مقام محمود پر فائز فرمائے گا --- صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ وہ مقام محمود کیا ہے - جامع ترمذی کی
تفسیر القرآن - فرمایا وہ شفاعت عظمیٰ کا مقام ہے - یہ ہوگا - آقا علیہ السلام نے فرمایا
درجنوں احادیث ہیں - فرمایا وہ میرا مقام محمود ایک کرسی ہے - اللہ تعالیٰ جب عرش پر اپنی کرسی
رکھے گا --- وسع کرسیہ السموٰت والارض - روز محشر جب اللہ رب العالمین اپنا دربار برپا
کرتا ہوئے اپنی کرسی پر جلوہ افروز ہوگا --- (۵۳ - ۲۶) تو اللہ کی کرسی کے دائیں جانب
میری کرسی لگا دی جائے گی --- روز محشر دربار قیامت میں اللہ سلطان قیامت بن کر شاہ
قیامت بن کر بادشاہ قیامت بن کر روز محشر بن کر صدر مجلس بن کر صدارت کی کرسی
پر بیٹھے گا - اور عرش کی دائیں جانب میری کرسی مہمان خصوصی کی لگائی جائے گی - کہ صدر محفل خدا
ہوگا - اور مہمان خصوصی مجلس مصطفیٰ ہوگا - آقا علیہ السلام نے فرمایا وہ شفاعت کبریٰ شفاعت
عظمیٰ کے لئے - سامنے دائیں جانب کرسی میری لگائی جائے گی - آقا علیہ السلام نے جب بتا دیا
حدیث پاک میں - جب میری کرسی رکھی جائے گی - مگر ساتھ ہی فرمایا میں اس پر بیٹھوں گا
نہیں - یا رسول اللہ پھر کیا ہوگا میں کھڑا رہوں گا - آقا جب کرسی رکھی جائے گی آپ کے لیے بیٹھے
گے کیوں نہیں --- فرمایا جب تک میری امت کا آخری فرد بھی میری شفاعت سے بخشا نہ جائے
میں کرسی پر آرام سے نہیں بیٹھوں گا - ایسے ایسے دیکھتا رہوں گا - پورے میدان حشر کو
کہیں میرا غریب امتی کسی کونے میں رہ نہ جائے - شفاعت کے لئے اور اللہ کا فرمان ہوگا -
ولسوف یعطیک ربک --- اللہ بار بار پوچھے گا محبوب راضی ہو گئے - محبوب چپ
ہوں گے - اور کر دو بخشش اور کر دو اور کر دو - پھر پوچھے گا سوہنیا ہن راضی ایں -
حضور چپ ہوں گے فرمایا اور بخشش دو اور بخشش دو - اللہ پاک کا اس آیت میں
وعدہ ہے میں بخشش دیتا جاؤں گا بخشش دیتا جاؤں گا --- تب تک دیتا جاؤں گا -
حشر میں جب تک تو اپنے میٹھے میٹھے لب ہلا کر خود مجھے یہ کہہ دے گا کہ باری تعالیٰ اب میں راضی

KHURRAM PAPER PRODUCTS

نواب صدیق حسن

اب خوش ہو گیا - میری امت کی تو ایسی بخشش کی کہ میں خوش ہوا - اس طرح محبوب پاک کے لبوں پر
خوشی کا لفظ آ گئے تو ثبت ہے سب و کتاب کا معاملہ ختم ہو گا - یہ وہ مقام شفاعت ہے۔
دنیا پا اس وقت تک پڑے ذکر کے چرچے ہوں گے - جب ہر دروازہ بند ہو جائے گا۔ آدم علیہ السلام
سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک اور امتیں وفد کی صورت میں ایک ایک پیغمبر کے پاس جا رہی ہوں گی
ہوں گی - وہ کہیں اذھبوا الی غیری آگے جاؤ - آگے جاؤ آج میرا دن نہیں - چلتے چلے جب کل قیامت
کی امتیں مل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچیں گی تو کہیں گے۔ اذھبوا الی محمد ﷺ - آج
محمد مصطفیٰ کا دن ہے - انہیں کا ذکر ہے - تو میرے پاس آئیں گے تو کہیں گے انا لہا - انا لہا -
آج یہ شفاعت عظمیٰ لہذا شفاعت کبریٰ میرے لئے ہے میرا دن ہے۔

اہل حدیث مکتبہ فکر کے بہت بڑے عالم صدیق حسن بھوپالی - وہ مولانا تھا عالم دین
تھے - صالح آدمی تھے فقیر آدمی تھے - یہ بھی سن لیں ایسا بھی ہوتا تھا پہلے - تو ان کی شادی
ہو گئی ریاست بھوپال کی نوابہ کے ساتھ جو ملکہ تھی - یہ عالم دین تھے تو ان سے شادی ہو گئی - تو
یہ مولانا سے نواب ہو گئے - یعنی مفتی سے نواب ہو گئے - تو یہ نواب صدیق حسن
کہلائے - یہ بھوپال خاندان سے نہیں یہ عالم دین تھے - تو انہوں نے ایک کتاب لکھی -
اس میں بھوپالی صاحب نے شفاعت کبریٰ کا ذکر کر کے یہ لکھا ہے۔

کہ آں روز روز اوست - وہ دن مصطفیٰ کا دن ہو گا - اور شام مصطفیٰ
کی شام ہو گی - الملک مصطفیٰ کی سلطان کا ہو گا - وہ کہتے ہیں قیامت کا دن بھی اس لئے حضور
کی سلطان کا دن ہے - تو دنیا یا شفاعت کا مقام ہے وہ مقام ہے جس کو مصطفیٰ کا مقام ہے
کہ اللہ نے حضور کا ذکر بلند کر دیا ہے کہ قیامت میں بھی حضور کے ذکر کے ہی ڈنکے بجتے ہوں
گے - اسی لئے وہاں حضرت مولانا احمد رضا نے کہا ہے

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے -

قیامت کو تو ہر ایک یہ حضور کی عظمت کا ڈنکا کھلی ہی ہے پردے اٹھ جائیں گے ہر کوئی آنکھوں
سے دیکھے گا - تو آج اس بارگاہ سے سوا کوئی راستہ اور نہیں ہے - اس دن تو ہر کوئی
مان جائے گا - اس دن کا ماننا کسی کام کا نہیں ہے - ماننا ہے تو آج مان لو -

M	T	W	T	F	S	S

Memo No
Date / /

ومن خیرہ کثیرہ عشق قرآن طاعتہ بسط علیہ۔ اشتعہ باسمہ فقال اللہ تعالیٰ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔
فرمایا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اللہ نے حضور کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا دیا۔ اور حضور کی
اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ ملا دیا۔ بلکہ حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت بنا دیا۔
حضور کی محبت کو اپنی محبت بنا دیا۔ حضور کی تابعداری کو اپنی تابعداری بنا دیا۔ حضور کی قربت
کو اپنی قربت بنا دیا۔ ان الذین یبایعونک۔ جو حضور کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔
وہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ حضور کی بیعت کو اپنی بیعت بنا دیا۔ حضور کی ~~عطا~~ کو
اللہ نے اپنی عطا بنا دیا۔ جیسے سورۃ توبہ میں فرمایا۔ حضور کی رضا کو اللہ نے اپنی رضا بنا دیا۔
حضور کے قرب کو اللہ نے اپنا قرب بنا دیا۔ حضور کی ناراضگی کو اللہ نے اپنی ناراضگی بنا دیا۔
الفرقان۔ حضور کی نافرمانی کو اللہ نے اپنی نافرمانی بنا دیا۔ (۲۸۱ — ۳۴) حضور کے ادب کو اللہ نے اپنا ادب
کر دیا۔ تو فرمایا ایک ذکر کو بلند کرنے کا معنی آقا علیہ السلام کے ذکر کی بلندی کا یہ ہے۔ کہ اللہ نے حضور علیہ السلام
کی اطاعت سے لے کر محبت سے لے کر قربت تک سب کچھ اپنا بنا دیا۔ خدا خدا ہے مصطفیٰ مصطفیٰ
ہے۔ مگر حکم حرمت حکم ادب حکم محبت حکم اطاعت حکم تعلق و نسبت سب دونوں کا ایک ہے۔ فرمایا
ایک ہے ادب ایک ہے اطاعت ایک ہے تقبیل ایک ہے۔ سارے احکام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ملا کر
ایک ہی نسبت میں حرمت میں۔ ایک ہی محبت میں گم کر دیا۔ چونکہ آقا علیہ السلام کی نسبت و حرمت
کو اللہ نے اپنی نسبت و حرمت بنا دیا ہے۔ اور اپنا مقام بلند کر دیا ہے۔ تو فرمایا محبوب ہم نے
آپ کا ذکر بلند کر دیا۔ اس لئے جب اللہ نے اپنے ذکر سے اپنی محبت سے اپنی اطاعت سے
حضور کے ذکر کو جوڑ دیا۔ تو اب کونسی بلندی باقی رہ گئی جہاں خدا کا ذکر بلند ہے وہیں مصطفیٰ کا ذکر بھی
بلند ہے۔ جہاں جہاں تک خدا کی محبت بلند ہے وہاں وہاں تک مصطفیٰ کی محبت بلند ہے۔ جہاں جہاں تک خدا
کی اطاعت و قربت بلند ہے وہاں وہاں تک مصطفیٰ کی محبت و اطاعت و قربت بلند ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ
حضور کے ذکر کو وہ بلندی عطا کر دی کہ جس کو کوئی بلندی اس کے مقابلے میں بلند نہ رہی۔

انور

۲-۱۲-۲-۱۸
۲۴-۳-۱۴۴۰ ۶-۳۱-۲۹-PM

۱۱۵۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی صراط مستقیم ہیں۔

اهدنا الصراط المستقيم ۞ صراط الذين انعمت عليهم — قاضی عیاض رحمہ اللہ نے روایت بیان کیا ہے۔ ایک جلیل القدر
تابعی حضرت ابو العالیہ ہیں جن کا نام حضرت حسین بن ربان ان کی وفات ۹۰ ھ میں ہوئی۔ اور
یہ حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگرد ہیں۔ اور قاضی عیاض نے اسی آیت کی تفسیر ایک دوسرے تابعی سے
بھی روایت کی ہے اور وہ ہیں۔ حضرت امام حسن البصری رضہ قاضی عیاض فرماتے ہیں فقال ابو العالیہ والحسن البصری۔
الصراط المستقيم هو رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، بیان کرتے ہیں کہ ہم سورۃ فاتحہ میں جو ام الکتاب ہے اس
میں دعا کرنے کی ہمیں تلقین کی گئی ہے۔ اور ہم دعا کرتے ہیں اهدنا الصراط المستقيم۔ اے اللہ ہمیں سیدھی
راہ دکھا۔ صراط مستقیم کی ہدایت عطا کر۔ تو فرماتے ہیں کہ صراط مستقیم ایک اصطلاح ہے۔
جس کا اردو ترجمہ ہم سیدھی راہ کرتے ہیں۔ تو قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ حضرت ابو العالیہ اور امام حسن
ان جلیل القدر تابعین نے کہا ہے۔ کہ صراط مستقیم یعنی سیدھی راہ سے مراد خود حضرت محمد صلعم
کی ذات گرامی ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ ہمیں صراط مستقیم پر چلا۔ اور صراط مستقیم دکھا۔ تو مطلب
یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ اور آپ کی عزت کی معرفت عطا فرما — اور آپ کا اسوۂ ہمیں
سمجھا — اور آپ کی سیرت و سنت سمجھا۔ اور آپ کے نقش قدم پر چلا۔ تو معلوم ہوا کہ
صراط مستقیم حضور علیہ السلام کی ذات گرامی ہے۔ اور اس کو آگے فرماتے ہیں۔ وضاحت ایک
ماضی بہ — صراط الذين انعمت عليهم۔ (۴۔۵۴) ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔ جن
پر تو نے اپنی نعمتوں کی انعام کیا — سورۃ نساء میں ہے وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا نعمتیں ہوئیں۔
ان کا بیان اس طرح کیا گیا ہے۔ اولئک مع الذين انعم الله — الصالحين۔ کہ جو لوگ اللہ اور اس
کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ انہیں معیت عطا کر دی جائے گی۔ انہیں سنگت عطا کر دی جائے گی۔
انہیں اُن لوگوں کے ساتھ کر دیا جائے گا۔ حشر میں اور آخرت میں اپنے مقام اور ٹھکانے میں۔ ان کے ساتھ
کر دیا جائے گا۔ جن پر اللہ کا انعام ہوا ہے۔ اور اللہ کا انعام کن لوگوں پر ہوا ہے۔ وہ انبیاء ہیں۔ اور صدیقین
ہیں۔ اور شہداء ہیں۔ اور اولیاء و صالحین ہیں۔ کل چار طبقات ہیں۔ انبیاء۔ صدیقین۔ اور شہداء اور صالحین
ہیں۔ اللہ کے نیکوکار بندے۔ فرمایا ان طبقات کی سنگت۔ اور معیت عطا کر دی جائے گی۔ اُن لوگوں کو

جو اللہ اور اللہ کے رسول کی تابعداری کریں گے ۔ تو فرماتے ہیں کہ صراط مستقیم حضور علیہ السلام کی ذات گرامی ہے ۔
اور ان کے بعد تو جو انعام یافتہ بندے ہیں ، وہ لوگ کون ہیں ۔ وہ آقا علیہ السلام کی اہلبیت ہیں ۔ اور آقا علیہ السلام
کے اصحاب ہیں ۔ حضور کی اہلبیت اور حضور کے اصحاب ہیں ۔ ان کو بھی اس میں شامل کیا ہے ۔

حدیث پاک صحیح مسلم میں ہے ترمذی میں ہے ۔ ابو داؤد میں ہے نسائی میں ہے ۔ ابن ماجہ میں ہے
اور بے شمار کتب حدیث میں ہے ۔ یہ متفق علیہ حدیث ہے آقا علیہ السلام نے فرمایا ۔ انی
تارک فیکم الثقلین ۔ فرمایا تم میں دو چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں ۔ یہ کل صحاح ستہ میں حدیث
ہے ۔ اور بیس سے جلیل القدر صحابہ کرام سے مروی ہے ۔ میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ کے جا
رہا ہوں ۔ اگر تم ان دونوں کا دامن تھامے رکھو گے ۔ تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے ۔ فرمایا یہ دو چیزیں ایسی
ہیں ۔ ان میں سے ایک چیز دوسری سے عظیم تر ہے ۔ وہ اس سے اہم ہے اور دوسری اس سے
اہم ہے ۔ فرمایا پہلی چیز کتاب اللہ (۴۱ — ۸) یعنی قرآن فرمایا دوسری چیز عترتی اہل
بیتی ۔ میری اہلبیت اور عترت ۔ یہ قرآن اور میری اہلبیت کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے ۔
حتی کہ قیامت کے دن جب میں حوض کوثر پہ کھڑا ہوں گا ۔ قرآن اور میری اہلبیت اکٹھے میرے پاس آئیں گے ۔
دو چیزوں کو دھیان میں رکھنا ۔ قرآن اور میری اہلبیت ۔ یہ تو ہو گیا صراط الذین انعمت علیہم ۔ یہ حضور کا دامن
اور حضور علیہ السلام کی آل پاک کا دامن ۔ اور دوسرا فرمایا میرے صحابہ کرام ۔ سرکار نے فرمایا میرے
بعد بڑے اختلاف اور فتنے سر اٹھانے والے ہیں ۔ جو تم میں سے زندہ رہے گا وہ ان کو دیکھے گا ۔
یاد رکھنا فتنے سے بچنا میری سنت اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو تھامے رکھنا ۔

جامع ترمذی ابواب العلم ۔ رقم (۲۶۷۶) تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت واجب ہے ۔
تو دونوں کا مقام دیکھ کر آقا علیہ السلام نے قرآن کے ساتھ جوڑ دیا ۔ ایک قرآن مجید اور ایک
صراط مستقیم حضور کی ذات پاک ہو گئی ۔ کہ حضور کی سنت و صورت آ گئی ۔ اس صراط مستقیم
کی شرح حضور کی اہلبیت ہے ۔ اور حضور کے خلفاء ہیں ۔ یہ حضور کی تعلیم کا نقشہ مکمل ہو گیا ۔
اب نقص یہ ہے کہ جو لوگ ہم لوگوں کو زیادہ تر تذکرہ اہلسنت کو صحابہ کرام کا خلفائے راشدین
کا دیا گیا ۔ اور اہلبیت کا ذکر ہمارے اندر اس طرح کیا گیا ہے ۔ کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ شیعہ حضرات کا
موضوع ہے ۔ ہم میں تفرقہ ڈالا گیا ۔ یہ حدیث کی کتابیں بخاری مسلم ترمذی ابو داؤد ہماری کتابیں ہیں

KHURRAM PAPER PRODUCTS

کوئی شیعہ کی تو نہیں ہیں۔ صاحب سنۃ محمور ہے اس بیان میں۔ آقا علیہ السلام نے نام لے کر بار بار فرمایا خیال کرنا۔ میرے بعد میری آل پاک کا خیال کرنا۔ میرے بعد میں دیکھوں گا کہ تم میری اہلبیت کے ساتھ کیا کرو گے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا لوگو۔ آقا علیہ السلام کی اہلبیت کا لحاظ کرنا۔ خیال کرنا راہنمائی لینا۔ اُن کے دامن سے لپٹتے رہنا حضور کا صدقہ ہے۔ اور حضور کا وسیلہ ہے۔ اور جن لوگوں نے اہل بیت کی محبت کو بدعت جانا ہے۔ انہوں نے حضور کے صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کو نظر انداز کر دیا۔ کسی کے آدھا کاٹ کے اس طرف کر دیا کسی نے آدھا اس طرف کر دیا۔

مگر آقا علیہ السلام نے خود کو صراط مستقیم کہہ کر۔ اور آئمہ نے جو صراط مستقیم کی جو شرح کی۔ صراط الذین انعمت علیہم۔ انعام یافتہ بندوں کی شکل میں اپنی اسوۂ اسیرت کو صراط مستقیم کی شرح بیان فرمایا۔ (۱۰-۱۳) اہلبیت اور صحابہ کرام اور پھر شہدا والصالحین۔ پھر اس میں صالحین اولیاء اللہ شامل کر لیجئے۔ تو یہ بیان آقا علیہ السلام کا ہوا۔

اب قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ابوالحسن ماشری نے بھی یہی روایت کی ہے کہ صراط مستقیم سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات گرامی ہے۔ اور امام ابواللیث سمرقندی نے بھی یہی روایت کیا۔ کہ ابو العالیہ سے بھی روایت کیا۔ کہ صراط مستقیم سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات گرامی ہے۔ جب یہ حضرت امام حسن البصری تک پہنچی۔ فرمایا خدا کی قسم ابو العالیہ نے سچ کہا کہ صراط مستقیم سے ہی محمد مصطفیٰؐ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دامن کی بات کی ہے۔ جس کے ساتھ چمٹ جانا تھام جانا لپٹ جانے کا حکم ہے۔ یہ دین ہے۔ امام سلمی روایت کرتے ہیں۔ اس سے مراد دین اسلام کی ذات گرامی ہے۔ (۵۱-۱۰۳) کسی نے کہا اس سے مراد اسلام ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر اس سے مراد اسلام بھی ہے تو پھر بھی ذات مصطفیٰؐ ہے۔ پھر قاضی عیاضؒ نے آیت نمبر 256 بقرہ بیان کی۔

وان تعدو نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ النحل (۱۸) فرمایا لوگو اگر تم اللہ کی نعمت کو شمار کرنا چاہو۔ اس کی نعمت تمہیں ادب سے نصیب ہوتی ہے۔ اللہ کی نعمت کے کتنے رنگ ہیں۔ کتنی شکلیں ہیں کتنی صورتیں ہیں۔ کتنی ہیئتیں ہیں۔ کتنے ادب ہیں۔ کتنا شمار ہے کائنات ہیں۔ عقل انسانی میں جو نعمتیں نصیب ہوتی ہے۔ اگر تم شمار کرنا چاہو تو پھر ساری زندگی گزر جائے تو تم شمار نہیں کر سکتے۔ حضرت

سہل بن عبداللہ تستری سے پوچھا گیا کہ وہ اللہ کی نعمت کیا ہے۔ جس کا کبھی شمار نہیں ہو سکتا۔
فرمایا ھو نعمۃ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ کی وہ نعمت وجود مصطفیٰؐ ہے۔ جو حضورؐ کی
نعمت ہے اللہ کی۔ کہ جو بھی نعمت ملی ہے وہ حضور علیہ السلام کے وسیلے سے ملی ہے۔ اور ہم حضور
علیہ السلام کی شانوں کا شمار نہیں کر سکتے۔ جو اللہ کی نعمتوں کا شمار نہیں کر سکتے۔ حضور
کی ہر شان امت کے لیے اللہ کی ایک نعمت ہے۔

پھر ارشاد فرمایا۔ سورۃ زمر کی آیت نمبر 33-34۔ فرمایا والذی جاء بالصدق وصدق بہ۔
وہ ذات جو سچائی لے کے آئی۔ اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی متقی ہیں۔ آپ نے
بیان فرمایا کہ اکثر مفسرین والذی جاء بالصدق ھو محمد ﷺ۔ کہ کون آیا صدق کے ساتھ۔
وہ ذات محمد مصطفیٰ آئے۔ صدق وہی ہے جو آقا علیہ السلام کے ذریعے ملا ہے۔ اور
جس نے حضور کی تصدیق کی ہے وہی مصدق ہے وہی متقی ہے۔ جس کی آقا کی تصدیق کی وہی متقی ہے۔
پھر قاضی عیاض نے اگلی آیت بیان کی سورۃ الرعد کی 28 ہے۔ الا بذکر اللہ
تطمئن القلوب۔ خبردار لوگو اگر تمہیں دلوں کا اطمینان چاہیے تو دلوں کا اطمینان اللہ
کے ذکر میں ہے۔ دلوں کا سکون اور اطمینان کہاں ہے۔ اللہ کے ذکر میں۔ یہ آیت
بیان کرتے قاضی عیاض حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں۔ وہ بھی جلیل القدر
تابعی ہیں۔ وہ صحابہ کرام کے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگرد ہیں۔ یہ مجاہد قراء اور مفسرین
کے امام تھے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ کا ذکر جس میں دل کا اطمینان ہے۔ پوچھا گیا کہ اس اللہ کے ذکر سے
مراد کون سا ذکر ہے۔ فرمایا اللہ کے ذکر سے مراد وجود مصطفیٰ ہے۔
فرمایا ذکر اللہ بھی ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضور علیہ السلام کی ذات ہی اللہ کا ذکر ہے۔
حضور کی ذات ہی اللہ کا فضل ہے۔ حضور کی ذات اقدس ہی اللہ کی نعمت ہے۔ حضور علیہ السلام
کی ذات اقدس ہی اللہ کی ہدایت ہے۔ اور حضور علیہ السلام کی ذات اقدس ہی اللہ کا صراط مستقیم
ہے۔

مقصد اس بات کا یہ ہے کہ اہل ایمان کو سمجھایا جا رہا ہے۔ کہ تم ہر لحاظ سے ذات
مصطفیٰ کو سمجھ جاؤ۔ دامن مصطفیٰ سے محبت کرو۔ تعلق بھی وہیں سے کرو۔ طالب ہدایت بھی وہیں سے

M T W T F S S   Memo No ______ Date / /

بنو۔ کیونکہ اللہ کا ذکر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ تو حضور کو یاد کرنا اللہ کو یاد کرنا ہے۔ حضورؐ
سے محبت کرنا اللہ سے محبت کرنا ہے، حضور سے ہدایت چاہنا اللہ سے ہدایت پانا ہے۔
وہ جو تفسیر روایت کی حضرت مجاہد سے قاضی عیاضؒ نے یہ ایک تابعی کی تفسیر ہے کہ اللہ کا
ذکر بھی حضور علیہ السلام کی ذات اقدس کا ہے۔ نہ یہ سمجھیں کہ یہ قاضی عیاض کی تفسیر ہے۔ نہ یہ سمجھیں تو تابعی
کی تفسیر ہے۔ وہ صرف تابعی نہیں ہیں۔ وہ تو مفسرین کے امام ہیں۔ وہ اتھارٹی ہیں۔
تفسیر قرآن میں۔ وہ ابن عباسؓ کے شاگرد ہیں۔ جو امام تفسیر ہے یہ تفسیر اپنی رائے سے یا
اپنی مرضی سے نہیں کرتا۔ یہ تفسیر صحابہ سے کرتا ہے یا حدیث نبویؐ سے کرتا ہے۔ تو مجاہدؒ
نے فرمایا کہ اللہ کا ذکر حضور علیہ السلام کی ذات پاکؐ ہے۔ اس کو بھی اور جو تفسیر کی حضور کی ذات
صراط مستقیم ہے۔ اور یہ جو مجاہد تابعی ان کا مقام تفسیر میں ہے کہ امام ترمذی صاحب
سنن۔ صحاح ستہ کی ترمذی کے جو مصنف ہیں۔ وہ امام ترمذی یہ بیان کرتے ہیں اپنی جامع ترمذی
میں۔ اس کے ابواب التفسیر القرآن میں روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ اور اس
طرح کے چوٹی کے اہل علم تابعی فرماتے ہیں پر ان لوگوں میں سے۔ کہ جو قرآن مجید کی تفسیر ان سے ہم کو
کبھی یہ گمان نہ کرنا۔ کہ انہوں نے اپنی ذاتی رائے سے کی ہے۔ وہ جب بھی تفسیر قرآن کرتے ہیں تو حدیث
مصطفیٰ سے کرتے ہیں۔ یہ امام ترمذی نے فتویٰ دے دیا۔ حضرت مجاہد تابعی کی تفسیر کا رتبہ کیا ہے۔
تفسیر جو ان کی ذاتی (۱۹ — ۲۳) مرضی نہیں ہوتی بلکہ حدیث نبوی سے تفسیر کا علم ہوتا ہے۔

فصل ثانی۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح گواہی دی ہے۔ حضور علیہ السلام کی عظمت شان آقا کی
بزرگی کے بیان میں اللہ نے کیسے گواہیاں دی ہیں۔ ارشاد فرمایا یا ایہا النبی انا ارسلنک شاہدا
سورۃ الاحزاب آیۃ 46 ۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اوصاف
جلیلہ سے اور آپ کے مرتبت اور آپ کی لقب اور آپ کی شان کے مرتبوں کو اور آپ کے بڑے
بڑے عظیم و مرتبوں کو مراتب اور مناقب کو اسی ایک آیت میں سب مل کر جمع کر دیا ہے۔ فرمایا اے
نبی۔ آقا علیہ السلام کی شان نبوت کو بیان فرمایا۔ انا ارسلنک ہم نے آپ کو بھیجا۔ ارسلنک
کے ذریعے رسالت آقا کی شان رسالت کو بیان فرمایا۔ شاہدا۔ آپ کو ہم نے شاہد بنا کر بھیجا ہے

M T W T F S S
Memo No ______
Date / /

مشاہدہ کرنے والا نگرانی کرنے والا۔ آگاہ رہنے والا۔ باخبر رہنے والا۔ گواہی دینے والا۔ شہادت دینے والا۔ بشیر کی شان
بیان فرمائی کہ آپ شاہد ہیں۔ ومبشرا اور بشارت دینے والا بنا کر بھیجا۔ لوگ آپ کی اطاعت
کریں تو ان کو آپ جنت کی اور آخرت کی آپ بشارت دیتے ہیں۔ ونذیرا۔ جو نافرمانی کریں
اللہ کی ان کو دوزخ کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔ تو شان مبشرا۔ اور شان نذیرا۔ اور پھر فرمایا
وداعیا الی اللہ باذنہ۔ اللہ کی مرضی سے اللہ کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ یہ چھٹی شان
بیان فرمائی۔ اللہ کی طرف آپ بلاتے ہیں۔ اور سراجا منیرا۔ اور پھر ہم نے آپ کو چراغ بنا کے
بھیجا۔ جو روشن ہوتا ہے۔ سراجا منیرا۔ جو صرف خود روشن ہی نہیں بلکہ نور بانٹنے
کو نور عطا کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ منیرا روشن بھی ہیں اور روشن کرنے والے بھی ہیں۔ منوّر اور
منیر میں فرق ہوتا ہے۔ منور ہے جو خود روشن ہو۔ اور منیر وہ ہے جو دوسروں کو بھی روشن کر دے۔

تو جو آپ کے سامنے آجاتا ہے جو آپ سے جڑ جاتا ہے کہ جو آپ سے متعلق ہو جاتا
ہے۔ جو اندھیرے اور ظلمت سے کر آپ کی بارگاہ میں آجاتا ہے آپ اسے نور میں اور چراغ
ہیں۔ کہ آپ اس تاریکی کو بھی نور سے بدل دیتے ہیں۔ روشن اور منور کرنے والا سورج بنا کے بھیجا ہے۔
قرآن مجید میں انبیاء علیہ السلام کی تمثیل سورج سے تو دی ہے چاند سے نہیں دی گئی۔ قمرا منیرا
نہیں ہے۔ اس لیے کہ چاند کی اپنی روشنی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ایک سیارہ ہے زمین کی طرح۔ وہ سورج
کا نور اس پر پڑتا ہے۔ منعکس ہوتی ہیں شعاعیں تو چاند چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔

نوٹ: یہ تفسیر بھی پہلے گزری ہے صفحہ ______ پر کا بھی مطالعہ ہو۔

نظام شمسی میں باقی سیارے ہیں اور سورج ستارہ ہے۔ ستارہ کا نور اپنا ہے وہ کسی کے نور سے نہیں
چمکتا وہ اپنے نور سے چمکتا ہے۔ تمام سیارگان فلکی مریخ عطارد مشتری زہرہ وغیرہ۔
یہ آسمانی سیارے ہیں جو چاند کو جیسے دیکھا چاند پر تو چاندنی نہیں ہے۔ جب چاند پر سائنسدان گئے
تھے۔ تو انہوں نے زمین کی تصویریں بنائی تھیں۔ تو زمین اسی طرح چمک رہی تھی جس طرح چاند چمکتا
ہوا نظر آتا ہے۔ زمین اور چاند کا فرق ہی ملا۔ سورج کی روشنی پڑتی ہے۔ اب زمین کا
نور اپنا نہیں ہے ادھار لیا ہوا ہے۔ چاند کا اپنا نور نہیں ہے۔ چاند کسی کے نور سے چمکتا ہے۔
وہ کسی اور کے نور سے چمکتا ہے۔ اس سے تشبیہ نہیں دی۔ چاند سے۔ سورج سے تشبیہ دی

KHURRAM PAPER PRODUCTS

دی کہ سورج خود چمکتا بھی ہے لاتعداد دوسروں کو چمکاتا بھی ہے۔ تو اسی طرح حضور علیہ السلام کی روشنی
خدا کی طرف سے آتی ہے۔ حضور اللہ کے نور سے چمکائے گئے ہیں۔ اللہ کے نور سے بنائے گئے ہیں۔
باقی کائنات آپ کے نور سے چمکتی ہے۔ آپ کے نور سے خیرات بٹتی ہے۔ حضور کو اللہ کے نور
کی خیرات ملی ہے۔ تو فرمایا ہر سال رب اللہ تعالیٰ نے ایک ایک امتی اپنے حبیب کے لیے جمع فرما دیے
ہیں۔ اور اس طرح آپ کو اپنی امت پر شاہد بنا دیا کہ اپنی امت پر شاہد ہے۔ اسی لیے آقا علیہ السلام
نے فرمایا صبح و شام میری امت کے اعمال میرے اوپر پیش کیے جاتے ہیں۔ (بزار المسند جلد ۵ صفحہ ۳۰۸ باب ۲۰۹
رقم 1925) ۔ یہ تو بات ہو گئی صبح شام کی۔ تو آقا علیہ السلام کا علم تو شام تک بھی انتظار
نہیں کرتا۔ حدیث پاک میں ہے اور کوئی شخص مجھ پر درود و سلام پڑھتا ہے (سنن ابن ماجہ کتاب
الجنائز جلد ۱ صفحہ ۵۲۴ رقم ۱۶۳۷) فرمایا وہ درود پڑھ کے فارغ نہیں ہوتا۔ میری بارگاہ میں پیش کر دیا
جاتا ہے۔ باقی سب کے اعمال شام کو پیش ہوتے ہیں۔ درود و سلام ہر لمحے آقا کی
بارگاہ میں پیش ہوتا ہے۔ اب اس کی وجہ بتا دوں۔ وہ ہم شام کیلئے جمع کر دیا جائے تو بھی باقی
اعمال کے ساتھ پیش ہو جائے۔ درود و سلام کیونکہ اسی لمحے پیش ہوتا ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا
امت کے جب اعمال صالحہ پیش ہوتے ہیں۔ میں طرف دیکھ کر خوش ہوتا ہوں۔ وہ رپورٹ
شام کو ملتی ہوگی کہ میرے امتی نے آج کے دن کیا کیا۔ اور درود و سلام کی رپورٹ شام تک نہیں۔
جب میرا امتی سلام پڑھتا ہے تو میں نے اسی وقت سلام کا جواب دینا ہوتا ہے (سنن ابی داؤد کتاب
المناسک جلد ۲ صفحہ ۲۱۸ رقم ۲۰۴۱) فرد علیہ السلام۔ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔
کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام پڑھے۔ اللہ نے میری روح میری طرف لوٹا دی ہوتی ہے۔ میں
اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ تو میں عرض کر رہا تھا۔ کہ آقا علیہ السلام کو شاہد فرمایا۔
کیونکہ ہر وقت ہر امت کے اعمال و احوال سے باخبر ہوتے ہیں۔ جو آپ کی پیروی
کرتا ہے۔ تو بشارت دیا کرتا ہے۔ جنت کی ہمیشہ ہمیشہ کی اس کی جگہ تیار ہے۔ اور جو آپ کی اطاعت نہیں کرتا۔
اور جو دین پر عمل نہیں کرتا۔ پھر اس کو عذاب آخرت کا ڈر سناتے رہتے ہیں۔ اس کی نسبت بھی حضور
علیہ السلام کی طرف کی ہے۔ (۳۵-۵۲) آقا علیہ السلام مبشرا۔ خوشخبری دینے والا ہیں بنایا۔
جب خوشخبری ملتی ہے تو انسان ہنستا ہے۔ اور جب ڈر سنایا جاتا ہے عذاب آخرت کا تو

M T W T F S S

Memo No
Date / /

رہتا ہے تو میں ذوق کی شرح کیا کرتا ہوں۔ میرا اپنا ذوق ہے۔

فرمایا پیارے حبیب مبشر! ہنسانے والے بھی آپ ہیں۔ اور رُلانے والے بھی آپ ہی ہیں۔ جس پر خوش ہو جائیں اس کو ہنسا دیں۔ جو برے کام کرے تو آپ ناراض ہو جائیں تو آپ اس کو رُلا دیں۔ خوش ہونا بھی حضور سے ہے۔ رونا بھی حضور سے ہے۔ سننا بھی حضور کا ہے۔ اور دیکھنا بھی حضور کا ہے۔ وداعیا الی توحیدہ و عبادتہ — اللہ کی عبادت و توحید اور بندگی۔ اللہ کی اطاعت اور اللہ کی معرفت کی طرف بلانے والے بھی آپ ہی ہیں — تو بلاوا بھی آپ کا ہی ہے۔ اننا سمعنا منادیا ینادی، باری تعالیٰ ہم نے ایک منادی سنا۔ ندا دے رہا تھا بڑے ایمان کی۔ ایک ندا آ رہی تھی عرب کے صحراؤں سے ہم نے اس کی آواز سنی تو ایمان لے آئے۔ جو بلا رہے تھے وہ مصطفیٰ کی ذات ہے۔ تو اسلام اور ایمان کیا ہے؟ حضور کی منادی ہے — یہ آقا نے جو ندا دی ہے اسی کا نام ایمان اور اسلام ہے۔ وسراجاً منیرا الی الحق۔ حضور سراج منیر ہیں اور یہیں سے ہدایت مل جاتی ہے۔ یہ آقا علیہ السلام کے تمام ~~مقامات~~ مقامات کو سورۃ احزاب میں بیان فرمایا۔

QARI MUHAMMAD ABBAS
Naqashbandi Chishti
9 2009
Chak 255/E.B Burewala District Vehari
Mob:03..-7632365

۲۰۱۸ — ۱۲ — ۵ بدھ
۱۴۴۰ — ۳ — ۲۶
۳ — ۴۲ — ۱۳ — pm

(بیانِ شانِ مصطفیٰ ۳۱ سنتِ مصطفیٰ ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔)

خطبہ

الذین یتبعون الرسول النبی الامی ———— المفلحون ۔ قل یا ایہا الناس ———— تہتدون ۔ الاعراف

قاضی عیاض نے مبارک کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ کی فصل ثانی کی تشریح آیتِ کریمہ بیان فرمایا ہے ۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا بیان فرمائی ہے ۔ اور ہم ثنا تو اللہ تعالیٰ کی کرتے ہیں ۔ جب ہم کہتے ہیں کہ ساری حمد و ثنا اللہ کے لئے ہے ۔ اور جب اللہ بولتا ہے ، تو فرماتا ہے میری ساری ثنا میرے مصطفیٰ کے لئے ہے ۔ اس لئے باب ہے ان آیات کا کہ اللہ نے حضور کی ثنا بیان کی ہے ۔ اور حضور کی اپنی بارگاہ میں ۔ جو عظیم قدر و منزلت ہے اس کا بیان کیا ہے ۔ اس باب کی دس فصلیں ہیں ۔ اب ہم دوسری فصل کا مضمون شروع کئے ہوئے ہیں ۔ قاضی عیاض اندلس کے رہنے والے تھے ۔ سپین کی سرزمین میں اندلس میں اسلام کے بڑے بڑے ہستیوں پیدا کئے ہیں ۔ بڑا عظیم سرمایہ علم ہے ۔ تفسیر میں حدیث میں فقہ میں تصوف میں فضائل و مناقب میں ۔ علوم و فنون میں اور سائنس میں ان تمام علوموں میں سپین کی سرزمین کا جو چھ سات سو سال کا عرصہ ہے اسلامی سپین کا سپین سے کھو گیا ۔ اسلام کی تاریخ میں سپین کا بہت بڑا احسان اور بہت بڑا دخل ہے ۔ اندلس سے ہم پھر مغرب میں آ گئے تھے ۔ مغرب ایک ملک کا نام ہے اور مغرب اس لئے کہتے ہیں ۔ اس ملک میں بربر ۔ بربری لوگ رہتے تھے ۔ جب صحابہ کرام نے فتوحات کی ۔ فتوحات کرتے ہوئے جب مغرب کی طرف جب پہلی فتوحات ہوئیں ۔ سمندر پار کا یہ علاقہ تھا ۔ تو فتوحات کرتے ہوئے جب یہاں پہنچے تو اس کا کوئی نام نہیں تھا ۔ کسی شہر کا کسی خطے کا ۔ تو بربر [illegible] کی آبادی تھی ۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے مغرب فتح کر لیا ہے ۔ تھا عرب سے مغرب کی سمت میں تھا ۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے مغرب فتح کر لیا ۔ اس علاقے کو انہوں نے مغرب کہا ۔ تو گویا پورا ملک جو بن گیا ۔ تو ایک واحد نام ہے ایک ملک کا جو صحابہ کرام کا دیا ہوا ہے ۔ اور بڑے بڑے آئمہ ۔ محدثین مفسرین مغرب سے ہوئے ۔ اور ان کے ناموں کے ساتھ یا تو المغربی لکھا ہے ۔ یا پھر ان کے ناموں کے ساتھ شہر کا نام لگ جاتا ہے ۔ کسی کا الفاسی لکھا ہے ۔ الگ الگ ہے

٦٦/١/٢١ 44

M	T	W	T	F	S	S

Memo No ________
Date / /

مغرب کا جو شروع میں جو دار الحکومت اور دار الخلافہ رہا وہ مراکش تھا ہم لوگ یعنی اہل پاکستان مغرب کی بجائے مراکش کے لفظ سے واقف ہیں ۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس ملک کا نام مراکش ہے مراکو انگلش میں ۔ تو مراکش دار الحکومت ہے مغرب کا ۔ اور اب اس وقت دار الحکومت رباط ہے ۔ پورا ملک مغرب اہل التصوف کا ملک ہے ۔ وہاں غیر سنی اور غیر صوفی عقیدے کا کوئی شخص نہیں ہوتا ۔ پورا مغرب اور تصوف کی کتابیں سرکاری طور پر پڑھائی جاتی ہیں ۔ تو زیادہ تر اس خطے میں طریقہ قادریہ ہے ۔ طریقہ قادریہ سے آگے میرا کچھ نکلی ہیں ۔

اور اس کے بعد مشہور ہے مراکش جو پرانا دار الحکومت تھا ۔ مراکش میں حضرت قاضی عیاض کا مزار ہے ۔ جب مغرب میں ایک گاؤں میں آباد ہو گئے تھے ۔ تو وفات آپ کی مراکش میں ہوئی ـــ ۴۷۶ھ میں پیدا ہوئے ۔ اور ۵۴۴ھ میں ان کی وفات ہوئی ۔

کتاب الشفاء کا مقام بہت بلند ہے ۔ حضور کے فضائل اور خصائص میں حدیث کی کتاب 13 سو سال میں اتنی منظم اور مقبول خواص و عوام نہیں لکھی گئی ۔ عند المحدثین ـــ جس کو اتنی مقبولیت نصیب ہوئی ہے ۔ اور جس پر اتنی شروح اور تلخیصات لکھی گئیں ـــ بڑی معتبر کتاب ہے ۔ اب اس کی فصل ثانی باب اول کا بیان شروع ہے ۔

حدیث ۔ عبد اللہ بن مسعود اس حدیث کے راوی ہیں ۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے لیا ۔ اس حدیث کو امام ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے ۔ اور امام دارمی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے ـــ امام جلال الدین سیوطی نے مناہل الصفا میں اس کی تخریج و توضیح کی ہے ـــ اور امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں بھی اس کو تخریج کی ہے عبد اللہ بن مسعود نے روایت کی آقا علیہ السلام نے فرمایا ـــ تورات میں لوگو معلوم ہے کہ میری صفت کیا لکھی ہوئی تھی ۔ تورات میں صفت خود بیان کی تورات میں ـــ اب آقا علیہ السلام کی اس حدیث سے ایک نکتہ معلوم ہوتی ـــ ایک ہے درس میں وعظ اور تبلیغ میں قرآن کا بیان کرنا ۔ درس دینا ۔ اعمال صالحہ کی تبلیغ کرنا ۔ احکام و اعمال سمجھانا فرائض بتانا ـــ حلال و حرام بتانا ـــ جو کہ علماء دعوت و تبلیغ میں کرتے ہیں ـــ ایک مضمون یہ ہوتا ہے کہ ایک ہے درس میں آقا علیہ السلام کی شان سنانا ۔ یہ ایک الگ مضمون ہے ۔ آقا کی صفتیں بیان کرنا ۔ آقا علیہ السلام کی شانیں بیان کرنا ۔ ایک ہے احکام کا بیان

کرنا۔ اور ایک ہے فقط شان کا بیان کرنا۔ (۳۰-۱۴) تو دو الگ مضمون ہیں۔ بعض لوگوں
کی سمجھ اس طرح کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر احکام بیان ہوئے دین کے سنت کے شریعت کے تب تک
وہ تو تبلیغ دین ہے۔ لیکن خالی شان بیان کرنا۔ صفتیں بیان کرنا۔ یہ کون سا دین ہے۔ لوگوں
کو اس سے کیا فائدہ پہنچتا ہے (معاذ اللہ) کچھ لوگ یوں سوچتے ہیں۔ کچھ لوگ
دین کے فہم میں روکھے بھی ہو گئے ہیں۔ سوکھ گئے درخت بھی تو سوکھ جاتے ہیں نا۔ کبھی کبھی
درخت اور پودے سوکھ جاتے ہیں۔ رہتے تو درخت ہی ہیں۔ رہتے تو پودے ہی ہیں۔ جن کو نمی
ملنی بند ہو جائے یعنی وہ سوکھ جائیں تو کیا ہوتا ہے۔ سوکھ جاتے ہیں۔ ان کے پتے جل جاتے ہیں۔
پھل جھڑ جاتے ہیں۔ پھر وہاں پھل نہیں ہوتے۔ درخت رہتے ہیں نہ پھل ہوتے ہیں۔ نہ پتے ہوتے
ہیں۔ نہ سبزہ ہوتا ہے۔ نہ اس کا سایہ رہتا ہے۔ درخت رہتے ہیں۔ اسی طرح کئی لوگوں
کے ایمان کے درخت سوکھ جاتے ہیں۔ تو درخت ایمان کے رہتے ہیں کہلاتے مسلمان ہی ہیں۔
مگر ان کے ایمان کے شجر پر برگ و بار نہیں رہتے۔ پھل پھول نہیں رہتے۔ سایہ نہیں رہتا۔
کوئی نفع اور فیض نہیں رہتا۔ بےکار ہو جاتے ہیں۔ وہ جو بےکار ہو جاتے ہیں سوکھ کر
ان کی پھر سمجھ بھی سوکھ جاتی ہے دین کی۔ سکڑ جاتے ہیں۔ بے شک ان کی داڑھیاں
بھی ہوتی ہیں۔ عمامے جیسے بھی ہوتے ہیں۔ لباس بھی پہنتے ہیں کچھ پیار بھی ہوتی ہیں تسبیح بھی
پڑھتے ہیں۔ تبلیغ بھی کرتے ہیں نماز بھی پڑھتے ہیں روزہ بھی زکوٰۃ سارا کام کرتے ہیں۔ درخت ہی تو
ہے۔ مگر پھل پھول نہیں ہوتا۔ سوکھ گئے ہیں۔ وہ جو سوکھ جائیں وہ کہتے ہیں۔ کہ احکام
بیان کیجیے۔ تو یہ تو دین ہوا۔ لوگوں کو فائدہ پہنچا۔ خالی نبی کی شان بیان کی اس کا کیا فائدہ
پہنچے گا۔ عملی زندگی میں۔ ایک سوال بڑھتا ہے۔ ایک نئی نسل ایسے سوالوں سے بھی
متاثر بھی ہوتی ہے۔ وہ کہتی ہے ہاں بھئی اس سے کیا فائدہ پہنچا۔ تو یہ ایک الگ
موضوع ہے۔ کبھی کبھی یہ باتیں میں سمجھاتا رہتا ہوں۔ اس پر تفصیل کا وقت نہیں۔ صرف
اتنی بات سمجھ لیں۔ (۱) پہلی بات یہی فائدہ کیوں ہے۔ احکام بیان کیجیے فائدہ پہنچا۔ یہ بھی
حضور علیہ السلام کی سنت ہے۔ لیکن کبھی احکام نہیں فقط شان بیان کی یہ بھی مصطفیٰ کی سنت
ہے۔ تو کیا حضور کی سنت میں نفع نہیں ہے۔ کوئی آقا کی سنت بے نفع بھی ہو سکتی ہے۔

M T W T F S S
Memo No ______
Date / /

الگ بات ہے کہ آپ کو سمجھ نہ آئے ۔ تو سمجھ آنے یا نہ آنے پر تو نفع موقوف نہیں ہے ۔ کیا آپ کو سمجھ آئے ۔ تو نفع ثابت ہو گیا ۔ اگر سمجھ نہ آئے تو نفع ثابت نہ ہوا ۔ نفع مند ہونا آپ کی سمجھ پر تو موقوف نہیں ہے ۔ پہاڑ میں جائے آپ کی سمجھ آتی ہے تو آئے ۔ جاتی ہے تو جائے ۔ مصطفیٰ کی سنت سے ثابت ہے یہ نفع ثابت ہو گیا ۔ میری سمجھ آتی ہے ۔

یہ حضور علیہ السلام کی سنت ہے ۔ کبھی کبھی آقا علیہ السلام ممبر پر کھڑے ہو کے صرف اپنی شان بیان کرتے ۔ اس میں کوئی احکام بیان نہیں کرتے تھے ۔ صرف اپنی شان بیان کرتے تھے ۔ ۔ یعنی آقا علیہ السلام کی سنت ہی ہو گی نا ۔ فقط شان بیان کرنا بھی آقا علیہ السلام کی سنت ہے ۔ اب وہ میں حدیث دے رہا ہوں جو قاضی عیاض لائے ہیں ۔

ان صفحہ تورات ۔ کہ تورات میں میری صفت یہ بیان کی گئی ۔ (دارمی السنن جلد ۱ صفحہ ۱۱ رقم ۷) عبد اللہ نے فرمایا یہ میرا خاص بندہ ہے ۔ اَحْمَدُ الْمُخْتَار جن کا نام احمد ہے ۔ اور یہ مختار ہے ۔ (ھیثمی مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۷۱) مَوْلِدُهٗ بِمَكَّة ۔ ان کا میلاد مکہ میں ہوگا ۔ ولادت مکہ میں ہوگی ۔ وَمُهَاجَرُهٗ بِالْمَدِيْنَة ۔ اور ہجرت ان کی مدینے کی طرف ہوگی ۔ وَقَالَ طَيْبَةُ اور شہر طیبہ ہوگا ۔ اُمَّتُهٗ الْحَمَّادُوْن عَلٰى كُلِّ حَال ۔ ان کی امت ہر حال میں اللہ کی بڑی حمد کرنے والی ہوگی ۔ آپ سمجھے آقا علیہ السلام نے فقط اپنی شان بیان کی ۔ ایسی طرح حدیث پاک میں ہے ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا (ھیثمی ۔ مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۷) میں نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا ۔ اللہ نے فرمایا مانگ میرے حبیب (تفسیر الطبری جلد ۱۵ صفحہ ۱۰) باری تعالیٰ تو نے ابراہیم کو خلیل بنایا ہے ۔ ملک عظیم دے دیا ۔ اور موسیٰ سے کلام کیا ۔ اور داؤد علیہ السلام کو عظیم ملک عطا کیا ۔ اور اُن کے لیے لوہا نرم کر دیا ۔ اور پہاڑ اُن کے لیے مسخر کر دیے ۔ اور سلیمان علیہ السلام کے لیے ۔ ملک عظیم عطا کیا جن و انس ان کے لیے مسخر کر دیے ۔ اسی طرح سارے نبیوں کی چیزیں بیان کرتے رہے ۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ اب اللہ نے فرمایا میرے حبیب وہ سب رسولوں کو ایک ایک چیز دی ۔ مگر محبوب تمہیں خلیل بھی بنایا ۔ اور تمہاری کچھ صفات تورات میں لکھی ۔ وہی حدیث کھل گئی کہ آقا نے تورات میں اپنی صفات کو بیان کی ۔ اس حدیث میں بھی آیا ہے کہ آقا نے ۔ فرمایا کہ اللہ نے مجھے فرمایا اے حبیب [illegible]

KHURRAM PAPER PRODUCTS

جو عیسیٰ کی تورات میں لکھی وہ یہ تھی — محمدٌ حبیب الرحمٰن — محمد رحمان کا محبوب ہے۔ وارسلک
الی الناس کافۃ — اور آپ کو ساری کائنات کے لئے رسول بنایا ہے۔ وجعلت امتک هم
الاولون — اور آپ کی امت کو اوّل امت بنایا ہے۔ یعنی قیامت اور جنت میں داخل
ہونے والی — هم الآخرون — اور بعثت کے اعتبار سے سب سے آخری امت۔ یعنی
پہلی بھی آپ کی امت اور آخری بھی آپ امت۔ وجعلتک اول النبیین خلقاً —
اور سارے نبیوں نے سب نبیوں سے پہلے تخلیق فرمایا ہے — وآخرهم بعثاً — اور سب سے
آخر مبعوث کیا۔ اول بھی آپ کے دامن میں ہے آخر بھی آپ کے دامن میں ہے۔ وآتیتک
سبعاً من المثانی — اور آپ کو بار بار پڑھی جانے والی سات آیتیں ایسی
عطا فرمائیں کہ آپ سے قبل نہ کسی نبی اور رسول کو عطا نہ کیں — اور آپ کو نبوت کھولنے
والا بھی بنایا۔ اور نبوت کو ختم کرنے والا بھی آپ کو بنایا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنی صفتیں بیان فرمائیں — اور اسی طرح آقا علیہ السلام نے اپنی بہت ساری شانیں۔
بہت سارے موقعوں میں بیان فرمائیں۔ حدیث میں ہے۔ کہ آقا علیہ السلام ممبر پر قیام
فرما ہوئے — مسلم شریف میں ہے اور ترمذی میں ہے۔ اور لوگوں سے پوچھا۔ لوگو۔ من انا۔
فرمایا میں کون ہوں صحابہ نے عرض کیا۔ انت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ اللہ کے رسول
ہیں۔ ہاں میں اللہ کا رسول ہوں — فرمایا میں کون ہوں — پھر صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول
اللہ آپ ارشاد فرمائیں۔ فرمایا ان اللہ خلق الخلق۔ اللہ نے کل مخلوق بنائی — اور اس
مخلوق کے دو طبقے بنائے۔ اور مجھے سب سے اعلیٰ طبقے میں پیدا فرمایا۔ پھر انسانیت
کے قبیلے بنائے اور سب سے اعلیٰ قبیلے میں مجھے بنایا — پھر کس وجہ سے جس کو بنایا
پہلے اس کو اٹھایا۔ یعنی عرب اور عجم میں۔ اور فرمایا۔ آگے گھر بنائے۔ قریش اور بنو ہاشم کے۔
قبائل میں جو سب سے اعلیٰ گھر تھا وہ میرا گھر بنایا۔ تو میں اپنی ذات کے اعتبار سے
بھی کل کائنات میں افضل ہوں اور اپنے گھرانے میں بھی کل کائنات میں افضل ہوں۔
تو آقا علیہ السلام نے مقصود سمجھانا یہ تھا۔ کہ اس طرح آقا علیہ السلام نے اپنی ذاتی
فضیلت اور خاص شانوں کو بیان فرمایا۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے آگے ارشاد

فرمایا محض اپنی ذاتی شانوں کو بیان کرتے ہوئے۔ صحابہ کرام بیٹھے ہیں آقا کی بارگاہ میں۔ باہر ایک
دوسرے کے ساتھ گفتگو کر رہے ہیں۔ اور گفتگو کر کے مختلف انبیاء کی شانیں بیان فرما رہے
ہیں۔ مختلف انبیاء کے تذکرے کر رہے ہیں کہ اللہ نے اس نبی کو ایسا بنایا۔ فلاں
نبی کو ایسا بنایا ۔۔۔ فلاں نبی کو یہ شان عطا کی ۔۔۔ یہ حدیث جو بتا رہا ہوں
یہ بھی ترمذی شریف میں ہے۔ حضور یہ نکتہ ہے۔ کہ وہ بیان صرف حضور کی شان میں ہے۔
حضور کے کمالات وصفات کو اکلام میں بیان کرنا۔ یہ بھی آقا کی سنت ہے۔ تو
حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔ کتاب المناقب الدارمی میں ہے۔ کہ
صحابہ کرام بیٹھے تھے۔ آقا کے انتظار میں آپ اندر گھر میں تھے۔ آقا ابھی تشریف نہیں لائے
تھے کہ انتظار میں صحابہ کرام بیٹھے تھے۔ کہ انہوں نے ایک موضوع شروع کر دیا۔ کہ اللہ نے کس
کس نبی پر کیا نعمتیں فرمائیں۔ کیا کمال ہے کہ اللہ نے جب اپنا خلیل بنایا مخلوق میں تو حضرت
ابراہیم کو بنایا ۔۔۔ دوسرے نے کہا کیا عجیب تر ہے اور خوب ہے کہ اللہ نے جب کلام کرنا چاہا تو
طور پر موسیٰ کو بلا کے کلام کیا ۔۔۔ تیسرے بولا کیا خوب اللہ نے اکرام کیا اللہ نے حضرت
عیسیٰ کو اپنا کلمہ اور روح قرار دیا۔ چوتھے صحابی بولے حضرت آدم کو اللہ نے اپنا صفی بنایا۔
آقا علیہ السلام اتنے میں باہر تشریف لے آئے۔ ان پر سلام کیا۔ آقا نے فرمایا صحابیو
میں نے تمہاری گفتگو بھی سن لی اور تمہارا تعجب بھی سن لیے۔ فرمایا جو کچھ تم نے کہا حق ہے
اب آقا علیہ السلام بولے بے شک حضرت ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں بے شک وہ ایسے
ہی ہیں۔ اور موسیٰ اللہ سے مناجات راز و نیاز کی باتیں کرنے والے ہیں وہ ایسے ہی ہیں
اور عیسیٰ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں۔ اور وہ ایسے ہی ہیں۔ اور آدم اللہ کے صفی
ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں لیکن حضور نے گویا یہ مضمون مکمل کر کے اس کے ساتھ فرمانے لگے۔
الا اب خبردار ہو جاؤ ۔۔۔ آگاہ ہو جاؤ۔ کہ کوئی اور بھی ہے۔ وانا حبیب اللہ ولا فخر
اور میں اللہ کا محبوب ہوں اور فخر نہیں کرتا ۔۔۔ اور قیامت کے دن اللہ کی حمد کا جھنڈا
صرف میرے ہاتھ میں ہوگا ۔ اور میں فخر نہیں کرتا ۔ اور حضرت آدم سے لے کر حضرت
عیسیٰ تک ہر کوئی میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا لیکن فخر نہیں کرتا ۔ اور میں سب سے پہلے

شفاعت کرنے والا جب ہر ایک کی زبان بند ہو گی۔ (جامع ترمذی ابواب المناقب رقم ۳۶۱۶)
میں ہوں گا۔ اور سب سے پہلے جس کی شفاعت قبول ہو گی میں ہوں گا۔ (دارمی السنن جلد اول ۳۹
رقم ۴۷) اور میں فخر نہیں کرتا — اور قیامت کے دن جنت کا دروازہ کھٹکھٹانے والا اور دروازہ
کھلوا کر جنتیوں کو داخل کرنے والا میں ہوں گا۔ اور میں فخر نہیں کرتا۔ اور سب سے پہلے اللہ مجھے داخل فرمائے
گا — اور سب سے پہلے جب میں جنت میں جاؤں گا۔ تو سب امت کے غریبوں کو لے کے جاؤں گا۔
غریبوں فقیروں کو لے کر جاؤں گا — وہ فقیر غریب جن کے پاس پیسے لاکھوں کروڑوں اربوں جتنے نہیں
ہیں۔ یہ میرے ہی سے لنگر پہ خرچ کرتے ہیں۔ میری محبت میں خرچ کرتے ہیں۔ اُن کو مجھ سے محبت ہے۔
اس لیے میں لے کر جاؤں گا سب کو۔ اور میں پہلے سے بھی اول ہوں۔ اور بعد میں آنے والوں سے بھی اول
ہوں۔ اور میں فخر نہیں کرتا — تو سنئے کیا معلوم ہوئی کہ ایسا بیان اور خطاب کبھی کبھی جس میں احکام
نہیں ہیں۔ صرف شان ہے۔ یہ بھی آقا کی سنت ہے۔ تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ تیری شان ہی
ہی بیان کرتے ہیں۔ کبھی احکام اس میں نہیں ہے۔ شریعت کا حرام وحلال نہیں ہے۔ تو وہ دین
کا نفع کیا ہوا — تو میں نے سمجھایا۔ اُن کے دماغ سوکھ گئے ہیں۔ کبھی حرام اور حلال بیان
کرنا دین ہے — اور سب سے بہتر حرام وحلال احکام دینے والے مصطفیٰ کی شان بیان کرنا یہ اعلیٰ دین
ہے — یہ حضور علیہ السلام کی سنت ہے — پہ حضور سے خطاب بنتا ہوا ہوں۔ یہ منبر پہ کھڑے
ہو کے حضور نے فرمایا ہے — صحابہ نے تو نہیں کہا کہ حضور آپ نے تو اپنی شان ہی بیان
کر دی ہیں۔ کوئی احکام تو بتایا ہی نہیں۔ مسئلہ کا مسئلہ بتایا ہو گا — اس کا ہمیں کیا نفع ہے۔ نادانوں
سمجھو ہماری نہیں آئی یہ نفع کیا ہے — نفع یہ ہے کہ اگر حضور کی شان سمجھ میں آجائے تو تم حضور
سے محبت کرنے لگو گے۔ حضور کا ادب کرنے لگو گے۔ حضور کی شان کو سمجھ کر دل میں حضور کی
محبت اور ادب آ گیا۔ اور محبت اور ادب کی وجہ سے جو حضور کے قدموں سے
جڑ گیا — اس کو سارا دین مل گیا — اس کو کل ایمان مل گیا — اس سے بڑا نفع کیا ہے۔
پھر ایک اور حدیث ہے۔ اس کو صحیح مسلم نے روایت کیا۔ سنن ترمذی میں روایت
کیا۔ اور بہت سی احادیث میں حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں آقا نے بیان فرمایا
یہ خطاب ہے میرے آقا کا۔ (مسلم کتاب المساجد جلد اول ۳۷۱ رقم ۵۲۳)

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

صرف اللہ ہی سید ہے نیا عقیدہ ۔

مجھے انبیاء پر چھ چیزوں پر فضیلت عطا کی گئی ۔ (جامع ترمذی ابواب السیر جلد اول ص ۱۲۳ رقم ۱۵۵۳)
ذرا دیکھنا کون سا حلال اور کون سا حرام اور کون سے مسئلے اور کون سی تشریعات باقی
باقی اس میں ہیں ۔ کل مسئلوں کا مسئلہ ۔ اور کل تشریعوں کی تشریعات اور کل
حکموں کا حکم اور کل اصلوں کی اصل کیا ہے ۔ کہ مجھے چھ چیزوں میں فضیلت دی گئی ۔ (۱) مجھے
کل کلاموں کا مجموعہ عطا کیا گیا ۔ (۲) اور رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ۔ ایک میل کے فاصلے
پر بھی کوئی آ رہا ہو میرے تھوڑے سے کانپنے لگ جاتا ہے ۔ اور قریب آ جائے کانپتا ہوا ۔ وہ مجھے دیکھ
لے اس کا سانس نکل جاتا ہے ۔ پیار کرنے لگ جاتا ہے ۔ دور سے دیکھے تو رعب میں آ جاتا ہے ۔
قریب سے دیکھے تو محبت میں آ جاتا ہے ۔ (۳) اور فرمایا ۔ میری وجہ سے میری امت پر مال غنیمت
حلال کر دیا ۔ (۴) اور میری وجہ سے ساری زمین امت کیلئے پاک اور مسجد بنا دی جہاں
مصلیٰ بچھا دیا نماز پڑھ لو ۔ جہاں جا تھا تھک گئے دو نماز پڑھ لو ۔ (۵) اور مجھے ساری مخلوق کیلئے
رسول بنایا گیا ۔ (۶) اور کل نبیوں کا سلسلہ مجھ پر ختم کر دیا گیا ۔ کیا بیان کیا ۔
شان بیان ہو رہی ہے ۔

پھر ایک اور مقام پر ابن ماجہ کتاب الزھد جلد ۳ ص ۱۴۴ میں حدیث ہے رقم (۴۳۰۶) ۔
جناب فرمایا ۔ ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں ۔ فرمایا ۔ انا سید ولد آدم ۔ میں کل بنی آدم
کا سردار ہوں ۔ اور فخر نہیں کرتا ۔ بعض لوگوں نے ایسا بھی عقیدہ چلا دیا ۔ کہ سید
صرف اللہ ہے ۔ ترقی ہوتی جا رہی ہے ایک اور اچھوتا سا عقیدہ ہے ۔
کہتے ہیں کہ اللہ ہی سید ہے کسی اور کو سید کہنا ہی شرک ہے ۔ پھر بھی آگے ترقی یافتہ عقیدہ
ہے ۔ بدبختی کی انتہا ہے ۔ [illegible] ۔ آقا نے فرمایا ۔ حدیث صحیح کہ میں
سید ہوں ۔ اور میں کل بنی آدم کا سید و سردار ہوں ۔ مگر میں فخر نہیں کرتا ۔ اور میں وہ
ہستی ہوں کہ سب سے پہلے جب قیامت برپا ہو گی ۔ تو میری قبر انور کھلے گی ۔ اور میں نکلوں گا ۔ اور
میں فخر نہیں کرتا ۔ اور اس پر میں نے غور کیا ۔ محدثین نے شارحین نے محققین نے ۔ کسی (نکتہ)
اس نکتے پر یہ بات نہیں لکھی ۔ سینکڑوں ہزاروں کتابوں میں ۔ اس نکتے پر بات نہیں لکھی ۔
کیونکہ کسی نے نہیں لکھا تو میرے ذہن میں سوال آیا کہ سب سے پہلے حضور کو میدان قیامت میں کیوں

KHURRAM PAPER PRODUCTS

(منبر انور سب سے پہلے کیوں)

اٹھایا جائے گا ۔ آقا تو مہمانِ خصوصی ہیں۔ مہمانِ خصوصی سب سے آخر میں آتا ہے۔ پورا میدان محشر ہوگا۔ خالی میدان ہوگا کوئی بھی نہیں ہوگا۔ تو سب سے پہلے آقا علیہ السلام کو اٹھا دیا ہے۔ جب آپ جلسہ منعقد کرتے ہیں۔ تو مہمانِ خصوصی کو تو خالی پنڈال میں لا کر تو نہیں بٹھاتے۔ جو سب سے اعلیٰ ارفع اونچا مہمان ہوتا ہے۔ جب ساری محفل سج جاتی ہے تب اس کو آخر میں بلاتے ہیں۔ تو یہاں کوئی بھی نہیں ہے میدانِ محشر خالی ہے تو سب سے پہلے آقا کو اٹھایا جائے گا۔ یہ وجہ کیا ہوگی۔ اس پر میں نے سوچا کہ کیوں سب سے پہلے منبر انور کھلے گی۔ اور سب سے پہلے آقا کیوں سامنے آئیں گے۔ اس کی وجہ میری سمجھ میں یہ آئی۔ کہ پھر باری باری ہر کوئی اٹھے گا۔ ہر ایک کو پتہ ہے کہ قیامت کا دن تھر تھر کانپنے کا دن ہے۔ قیامت کے دن اللہ کے حضور اللہ کی بارگاہ لگی ہے مجرم کا کانپنے کا۔ اور نفسا نفسی کا۔ جب صور پھونکا جائے گا۔ قبریں پھٹیں گی۔ اور نکلیں گے سب حساب خوف ہوگا۔ تو سب سے پہلے آقا کو اس لیے نکالا۔ تاکہ حضور کے بعد جس کی قبر کھلے جو اٹھے تو پہلی نگاہ جس کی پڑے ~~قبر سے~~ مصطفیٰ پر پڑے۔ پہلی نگاہ جس کی پڑے مصطفیٰ پر پڑے۔ جب بھی کوئی اٹھے قیامت میں قبر سے نکلے۔ تو جب کوئی اچانک نکلتا ہے۔ دائیں بائیں دیکھتا ہے۔ تو بس تو نگاہ پڑتی ہے۔ تو وہاں تو ہوگا ہی کوئی نہیں۔ تو جب ہر اٹھنے والا قیامت میں اٹھے تو مصطفیٰ کو دیکھے۔ اس دن اس کو سمجھ آجائے۔ پوچھے گا مجھے کیوں اٹھایا گیا۔ تو رب کائنات نے بالفاظِ دیگر جواب دیا۔ مصطفیٰ کی شان دکھانے کے لئے اٹھایا گیا ہے۔ آج تو یہ مصطفیٰ کا دن ہے۔ یہ مصطفیٰ کی شان ہے۔ یہ مصطفیٰ کا میدان ہے۔ جو اٹھ رہا ہے پہلی نگاہ مصطفیٰ پہ پڑ رہی ہے۔ ایک یہ کہ اور دوسرا امتی کے لئے سامانِ اطمینان بھی ہے کہ جب آقا پہ نگاہ پڑے گی تو جتنا بھی خوف ہراس ہو۔ جب مونس نظر آجائے تو خوف جاتا رہتا ہے۔ حوصلہ ہو جاتا ہے میرے حضور سامنے کھڑے ہیں تو مجھے کیا غم ہے۔ میرے حضور رحیم سے پہلے کھڑے ہیں۔ تو سنبھال لیں گے مجھے کیا غم ہے۔ یہ اطمینان اسی کو ملے گا جس کا تعلق ہوگا میرے حضور سے۔ جو زندگی میں کیسا ہوگا میرے حضور سنبھال لیں گے۔ اسی کا غم مٹے گا نا۔ جو یہ عقیدہ ہی نہیں رکھتا کہ میرے حضور سنبھال لیں گے۔ اس نے بھی سنبھلنا کیا ہے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت کا فرمان ہے وہ فرماتے ہیں —

M T W T F S S

Memo No

Date / /

سے آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
کل نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان گیا

بس باقی وہی مضمون ہے کہ اول شافع و اول مشفع — ولا فخر — پہلی شفاعت میری پہلی مقبولیت میری اور اللہ کی حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا — آج اس حدیث کی روشنی میں یہ نکتہ سمجھایا کہ صرف حضور کی شان میں بیان کرنا۔ یہ حضور کی بڑی صفت ہے — ان شانوں کا بیان کرنے سے دل روح میں عشق و محبت کے رشتے سے عظمت اور تعظیم کے رشتے سے حضور سے جڑتی ہیں۔ جن کو حضور کی بارگاہ سے جڑنا نصیب ہو جائے۔ وہ ایمان کی حقیقت کو پا گیا۔

۰۹—۱۲—۲۰۱۸ اتوار
۲—۴—۱۴۴۰
۰۸—۴۹—PM

QARI MUHAM...
Naqashbandi ...
Chak 365/E.B Burew... ...rict Vehari
Mob:0334-7632365

M T W T F S S

دروس الشفاء ۱۰

Memo No
Date ۲۵/۳/۰۸

(انتظار مصطفیٰ میں یہود کی مدینہ میں آمد)

۲۷۶

الذین یتبعون الرسول النبی الامی ـــــ اللہ جل مجدہٗ کی توفیق سے الشفاء کا درس ہو رہا ہے ہیں ـــ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ نے روایت کیا ہے۔ جس کو امام ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے۔ تخریج کیا۔ اور امام دارمی نے اس کی تخریج کی اور امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس کی تخریج کی۔ اس میں حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام سے تورات میں کیے گئے اپنے اوصاف کو بیان فرمایا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں (دارمی السنن جلد ۱ صفحہ ۱۷ رقم ۷) میرا ذکر یوں کیا تھا۔ عبدی احمد المختار کہ میرا برگزیدہ بندہ احمد ہے اور مختار (ہیثمی مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۷۱) ہے مولدہٗ بمکۃ۔ اس کی ولادت مکہ میں ہوگی۔ ومهاجرہٗ بمدینۃ۔ اور ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں گے۔ اور جگہ کا نام طیبہ ہوگا۔ اُمتہٗ الحمادون یحمدون اللہ علی کل حال ـــ لہذا اس کی امت اللہ تعالیٰ کے لیے ہر حال میں حماد ہوگی ـــ حماد۔ حمد کے مبالغے کا صیغہ ہے بہت حمد کرنے والی۔ اللہ کی ہمہ وقت بہت حمد و ثنا کرنے والی۔ اس کے بعد آگے قاضی عیاض رح قرآن مجید کی سورۃ اعراف 157 ـ 158 کا بیان لاتے ہیں ـــ اور دراصل دو آیات کو ایک مضمون میں اکٹھا رکھا ہے۔ بلکہ اس کے بعد یکے بعد آیت سورۃ آل عمران کی 159 ـ اس کو بھی متصلاً بیان کیا ہے۔ تو آگے اس مقام پر تین آیات انہوں نے اکٹھی بیان کی ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی شان میں فرمایا۔ الذین یتبعون الرسول ـــــ الامی ـ جو لوگ اتباع کریں گے پیروی کریں گے۔ اس برگزیدہ رسولؐ کی ـــ جو نبی اُمّی ہے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اس رسول یعنی نبی امیؐ کی پیروی کریں گے۔ الذی یجدونہ مکتوبا ـــــ الانجیل ـ وہ رسول امی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلمؐ جن کی حمد و ثنا اور جن کی تعریف و توصیف اور جن کی نعت اور جن کے کمال کا تذکرہ ـ وہ لوگ تورات میں بھی پاتے ہیں اور انجیل میں بھی پاتے ہیں۔ اب یہ آیت کریمہ قاضی عیاض اس حدیث کی تائید میں لائے ہیں یا یوں سمجھ لیں کہ جو آیت کریمہ آگے آرہی ہے اس میں جو مضمون آنے والا تھا ـ کہ حضور علیہ السلام کی بعثت سے بھی پہلے آپ کی نعت اور آپ کے تذکرے اور آپ کی حمد و ثنا اور آپ کی تعریف و توصیف انبیاء پر

اترنے والی پہلی کتابوں میں حضور کی آمد سے پہلے موجود تھی — دیکھئے نا۔ ایک تو یہ ہوتا ہے۔ کہ
تشریف لے آئے جو کتاب آپ پر نازل ہوئی قرآن مجید تو اس میں حضور علیہ السلام کی نشانیوں
کا بیان تھا۔ (۲۱-۶) اور ایک طریقہ یہ ہوتا ہے کہ تشریف آوری کے بعد جب لوگ لکھیں یا
حضور علیہ السلام خاتم النبیین ہو گئے نا — لیکن جب ختم نبوت نہ ہوئی تھی نا۔ تو پہلے سلسلہ
انبیاء بعثت تھی۔ یہ سمجھ آتی ہے کہ ایک نبی آیا۔ اس کے بعد آنے والے نبیوں نے ایک کی تعریف و تمجید
کی۔ اور تذکرے کیے یا ان کے بعد اترنے والی کتابوں اور صحائف میں ان کی تعریف ہوئی۔ یہ بات تو سمجھ
میں آگئی — اور آقا علیہ السلام خاتم النبیین ہو گئے تو آقا علیہ السلام کے بعد لکھنے والوں نے آقا علیہ السلام
کی تعریف لکھی حدیث سے یا قرآن مجید میں تعریف ہو گئی — یہاں تک تو ایک بات ایسے پیمانے پر
ہے کہ سمجھ میں آتی ہے۔ مگر حضور علیہ السلام اپنی شان اور اس میں اس طرح بھی نمایاں منفرد
عظیم النظیر اور عظیم المثال ہیں بے مثال ہیں۔ کہ آقا علیہ السلام دنیا میں تو تشریف بعد میں لائے لیکن
آپ کی حمد و ثنا اور آپ کی نعت و توصیف اس کا تذکرہ کائنات کی ابتداء سے بہت
پہلے بھی کتابوں میں چلا آ رہا ہے۔

اب وہ جو آیت کریمہ جو آگے آ رہی ہے — یہ بطرف حصول عقیدت کی وجہ سے یہ بات
کہنا نہیں ہے — اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے۔ کہ یہ اپنے نبی کے ساتھ عشق کرتے ہیں۔ اور محبت
کرتے ہیں — عقیدت بہت ہے اس محبت اور عقیدت میں یہ باتیں کرتے ہیں کہ پہلی کتابوں میں بھی
ذکر تھا۔ کس نے پہلی کتابیں دیکھی ہیں اور کس نے پڑھی ہیں — پہلی کتابیں کسی نے دیکھیں نا سہی لیکن
تو قرآن کو تو دیکھا پڑھا ہے نا — کہ قرآن گواہ ہے۔ الذی یجدونہ مکتوبا ... الانجیل۔
کہ اس وقت جو یہود و نصاریٰ تھے — اپنا نام اس اپنی کتابیں تھیں — اب تو بدلتے بدلتے
چودہ سو سال بیت گئے — اور ہزاروں بار اس کے متن اور ترجمے اور الفاظ بدلے جاتے
رہے — اب تو اس حیثیت سے یہ کتابیں نہ ہیں — اس وقت تھوڑی تھوڑی تحریف ہوئی تھی۔ مگر بہت سا
حصہ اپنے اصل حال پر بھی قائم تھا۔ تو قرآن مجید نے گواہی دی ہے۔ تو قرآن مجید کی گواہی کے بعد تو
علیم کس گواہی کی ضرورت باقی رہ جاتی — تو قرآن مجید نے کہا۔ کہ یہ وہ رسول ہے اور وہ نبی امی
ہے۔ کہ جس کے وصف و نعت کے تذکرے یہ لوگ ان کی آمد سے پہلے تورات میں بھی یہ لکھے ہیں

Memo No
M T W T F S S
Date / /

لکھا ہوا - اور انجیل میں بھی لکھا ہوا پڑھتے ہیں - مکتوبًا لکھا ہوا ہے -

نکتہ ہے جو بتانا ضروری ہے - یہ قرآن کی شہادت ہے - تورات میں آقا علیہ السلام کی علامات اور وصف کے تذکرے پڑھتے تھے - تورات میں قرآن نے گواہ بنا دیا - اسی کی گواہی آقا علیہ السلام نے خود بھی اپنی زبان سے بھی دے دی - اب اس پر ایک تاریخی گواہی دیتا ہوں - وہ یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں یہودی کہاں سے آ گئے - یہودیوں کا وجود خود اس بات پر ایک عملی شہادت ہے - اگر کسی جگہ کی شہادت نہ ملتی تو مدینہ میں یہودیوں کا موجود ہونا بھی آقا کی شہادت ہے - آپ یہاں کیسے آ گئے - وہ یہ ہے - یہ تو عرب کی سرزمین تھی - یہودی تو ہیں وہ ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے - اور پھر انہی سے آگے عیسائی نکلے - جو یہودی ہیں - وہ عیسائی لوگوں کا باوا بال ہیں - مطلب یہ ہے کہ اُن میں سے نکلے ہیں - جو عیسائی بنے وہ سب پہلے یہودی ہوتے تھے - (۰۵-۱۱) یہ جو عیسائی ہیں جو یہ تب بنے جب عیسیٰ علیہ السلام آئے - ان کے عقیدے پر بحث نہیں کر رہا کہ اُن کا عقیدہ کیا تھا - کیا نہیں تھا - یہ جو مسیحی ہیں یہ تب بنے جب عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے - اور عیسیٰ علیہ السلام خود کیا تھے - یہ عیسائی نہیں تھے - وہ یہودیوں میں سے تھے - وہ یہودی تھے (۳۶-۱۱) یہ اس امت کی شان ہے کہ ہم بھی مسلمان ہمارے پیغمبر بھی مسلمان - یعنی ہمارے پیغمبر اسلام کے ساتھ مبعوث ہوئے - ہم بھی اسلام پر ایمان لاتے تھے - مگر یہ شرف مسیحیوں کو نصیب نہیں ہوا - مسیحی خود تو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا کر مسیحی - یا عیسائی ہو گئے - یہاں قرآن نے نصاریٰ کہا ہے - مسلمان لوگ آج کل عیسائی کہتے ہیں - وہ لوگ خود کو آج کل عیسائی کہلانا پسند نہیں کرتے - وہ مسیحی کہلانا پسند کرتے ہیں - لہذا اُن کو خوشی ہوتی ہے مسیحی کہلانے سے تو میں بھی مسیحی کہتا ہوں - کیونکہ ہمارا تکرار جھگڑا ہمارا کوئی مشرب نہیں ہے - ہم تو ہر ایک کے ساتھ محبت اور پیار کے ساتھ چلتے ہیں - اور ہر بات پیار اور محبت سے سمجھاتے ہیں - یہ میرے آقا کی سنت ہے -

تو وہ جو مسیحی بنے - وہ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تو اُن کی امت وجود

انجیل میں شریعت کے احکام نہیں

وجود میں آ گئی ـــــ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود کوئی نئی نہیں تھے۔ پیغمبر خود تو امت نہیں
ہوتا نا ـــــ تو یہ اُن کی امت بن گئی مسیحی۔ وہ خود کیا تھے۔ جب وہ (آنجناب) آئے تو وہ خود
یہودیوں میں سے تھے۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے تھے۔ آپ کی شریعت بھی موسیٰ علیہ السلام
کی شریعت تھی ـــ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی کوئی شریعت بھی الگ نہیں دی۔ انجیل
میں شریعت کے احکام نہیں ہیں۔ یاد رکھیں ـــ

تو انجیل کے اندر الگ سے احکام شریعت نازل ہی نہیں ہوئے۔ تو کون سی شریعت
چلی آ رہی تھی شریعت موسوی ـــ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی شریعت۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام
خود بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مُتبع تھے۔ اتباع کرنے والے تھے۔ تو چونکہ حضرت موسیٰ
علیہ السلام کی امت کو یہود کہتے ہیں ـــ تو میں نے آپ کو وہ تاریخی نام سمجھانے کے لیے
کہہ دیا ـــ کہ وہ یہود میں سے تھے ـــ یعنی امت موسوی میں سے تھے۔ معنی یہ ہے ـــ اور اُن
کی شریعت حضرت عیسیٰؑ کے پاس تھی ـــ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت موسیٰ
علیہ السلام کی شریعت کو منسوخ نہیں کیا ـــ یوں ہی برقرار رہا ـــ تو منسوخ آقا علیہ
السلام نے آکر کی۔ قرآن نے ـــ

اب میں جو بات بتانا چاہتا ہوں خاص قابل توجہ۔ ایک نکتہ اپنے علم میں یہ
بھی رکھ لیں یہی وجہ ہے ـــ کہ مسیحی مانتے تو عیسیٰ علیہ السلام کو ہیں۔ اور جو اُن کے
عقیدے کی کتاب ہے آسمانی وہ تو ہے انجیل ـــ مگر۔ تورات اصلاً اُن کی کتاب نہیں
ہے۔ تورات یہود کی کتاب ہے۔ مگر دنیا نے یہ جو آپ نے بائیبل کا لفظ سنا
کیا کہتے ہیں مسیحی لوگ کہ اُن کی کتاب بائبل ہے ـــ تو بائبل انجیل کو نہیں کہتے۔
وہ اتنی بڑی کتاب میں چھوٹی سی کتاب ہے جس کا انجیل ہے۔ تو اصلاً کتاب ان کی
اتنی ہے انجیل ـــ اس کے چار مختلف نسخے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھ جانے کے بعد۔ انہوں نے لکھی ہوئی انجیل
نہیں دی تھی ـــ زبانی تعلیمات دی تو بعد میں ہر بندے نے لکھ لی۔ اور کہا یہ اصل انجیل
ہے ـــ یہ اصل انجیل ہے۔ وغیرہ ـــ تو ۱۳۴ مختلف نسخے تیار ہو گئے۔

(۸۰ — ۱۶) وہ چلتی رہیں 200 + 800 سال تک بعد میں ایک بادشاہ تھا قسطنطینِ اعظم۔
بنایا نام استنبول۔ نے سارے عیسائی پادریوں کو اور عیسائی مولویوں کو جتنے تھے۔ اُس
وقت چوٹی کے راہنما۔ ان کے علماء ان کے پادری ساروں کو جمع کر لیا۔ بند کر لیا ایک
بہت بڑے ہال میں ایک بہت بڑی کانفرنس تھی۔ اس نے کہا کہ متفق ہو کے ایک انجیل
پہ نکلو نہیں تو شوٹ کر دوں گا تمام کو ــــ انجیل تو ایک آئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام
پہ اور انہوں نے ۱۳۳ لکھ رکھے ہیں۔ دنیا میں مذاق بنا ہوا ہے سارا۔ اندر گھس جاؤ
اور ایک پہ اتفاق کر لو ــ چنانچہ پھر انہوں نے اپنی جان کی حفاظت کی خاطر اتفاق
کرتے گئے۔ وہ صرف چار پہ آ کے رک گئے۔ ایک سو انتیس (۱۲۹) رد کر دیا
اور چار سے کم نہ کر سکے۔ چار گروپ بن گئے ــ وہ چار حصے بن گئے ان لوگوں
کے ۔ گروپ بن گئے بڑے تکڑے تکڑے ــ انجیل ایک ہے اس کے حصے چار بن گئے۔
تو وہ جو چار نسخے ہیں چھوٹے چھوٹے ــ انجیل ہی کہتے ہیں اس کو۔ مرتب ۔ ایڈیٹرز
کے نام پہ ہیں۔ بائبل کا ایک چھوٹا سا جز ہے۔ تو باقی کتاب کیا ہوئی۔ وہ تو
عیسیٰ علیہ السلام پہ نازل ہی نہیں ہوئی ــ باقی وہ کتابیں حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے وقت سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک درمیانی عرصے میں۔ وہ اپنی بدلی
ہوئی شکل میں جمع کیے ہوئے ہیں سارے۔ اور بعد میں کئی لوگوں نے نئے بنا لیے تو وہ بھی
ان میں جمع کر دیے ہیں ــ لہٰذا بائبل کے دو حصے ہیں۔ ایک کو کہتے ہیں عہد نامہ
قدیم ۔ ایک کو کہتے ہیں عہد نامہ جدید ــ تو پرانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام
سے پہلے کے واقعات ہیں ــ اس پہلے حصے کی سب سے پہلی کتاب جو ہے وہ تورات
ہے ۔ اس میں شریعت کے احکام اترے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ــ
جب طور پر ــ تو انہوں نے باقاعدہ وہ بائبل کا حصہ بنا رکھا ہے۔ وہ بائبل کی سورۃ
فاتحہ ہے۔ بائبل تورات کی ابتدا ہے ــ باقی صحیفے ہیں داؤد علیہ السلام۔ سلیمانؑ۔
درست ہیں غلط ہیں اصل میں بدلے ہوئے ہیں۔ تحریف ہے مگر انہوں نے وہاں جمع کر دیے
ہیں ۔ یہ تکڑا گیا ۳۹ کتابچے میں اس میں۔ پھر جو دوسرا حصہ ہے اس میں بھی غالباً

۲۹ کتابچے ہیں۔ تو ۳۶ اور ۲۹ کو ملالیں۔ ۶۵ کے قریب کتابچے۔ مختلف لوگوں
کے۔ جن میں سے صرف ایک کتابچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ اور اس کے
چار حصے ہیں۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے۔ ۶۱ کتابچے وہ ہیں
جو دوسرے لوگوں کے ہیں۔ جو ان پر نازل ہوئے۔ درست ہیں یا غلط۔ جیسا کہ وہ کہتے
ہیں۔ یہ بائیبل ہے۔ تو میں نے آپ کو بیک گراونڈ بتا دی۔ تو علمی اعتبار سے
اور شرعی اعتبار سے مسیحیت یہودیت کا حصہ ہے۔ ایک زمانے میں ان کی جنگیں
بہت رہی ہیں۔ مگر اصل اعتبار سے یہ ایک ہیں۔ تو آج بھی ایک ہیں۔
مسلمانوں کے خلاف آج بھی ایک ہیں۔

تو بات یہ ہے کہ اب یہ یہودی اور نصاریٰ موسیٰ علیہ السلام اُن کا کعبہ اُن کا قبلہ
بیت المقدس تھا القدس۔ یروشلم عیسیٰ علیہ السلام وہیں تھے۔ آپ کی پیدائش بھی
یروشلم میں ہوئی۔ اور آسمانوں پر بھی وہیں سے اُٹھائے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام
بھی اسی سرزمین کے تھے۔ مصر کے۔ جہاں کا فرعون تھا۔ وادی سینا بھی وہیں ہے کوہ طور
بھی وہیں ہے۔ اور پھر کنعان فلسطین کی سرزمین یہ ساری اس وقت بلادِ مصر کا حصہ
تھی۔ تو وہاں القدس قبلہ اوّل بنایا گیا تھا۔ داؤد علیہ السلام سلیمان علیہ السلام۔
انبیاء وہ بھی وہیں تھے۔ ان کے مزارات بھی ادھر ہی ہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا مزار بھی
ادھر القدس کی راہ اسی قریب میں ہے۔ اسی جگہ میں ہے۔ وہ علاقہ۔ سمجھانا۔
مقصود یہ ہے کہ وہاں بھی وہیں ہوا۔ امت بھی پیدا وہیں ہوئی۔ اور اس علاقے سے
بڑھ کر عرب سرزمین میں۔ یہودیت اور مسیحیت کا کوئی ترویج نہیں ہوئی تھی۔
جہاں یہود کا کوئی مذہبی لنک کوئی مذہبی بنیاد سرے سے ہی نہ تھی۔ کوئی تعلق نہ تھا۔
وہ ان کا خطہ تھا۔ ان کی جغرافیائی حدود بھی وہیں تھی۔ نسلی قبائلی حدود بھی
وہیں۔ خاندان بھی وہیں کے کاروبار بھی وہیں تھے۔ رہائش بھی وہاں موت بھی وہاں رہن
سہن بھی وہاں۔ کلچر بھی وہاں ثقافت بھی وہاں۔ یہ تو عرب سرزمین تھی۔ وہ لڑی بھی دوسری
تھی۔ وہ نسل ہی تھی حضرت اسحاق علیہ السلام سے چلی۔ ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے

KHURRAM PAPER PRODUCTS

حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد
اس لیئے عرب میں ہوگئی کہ اللہ کے امر پہ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے چلے انہیں اور ان
کی والدہ حضرت ہاجرہ کو لے کے بے آب و گیاہ ریگستان جس میں نہ دانہ تھا نہ پانی تھا۔
نہ سبزہ تھا نہ گھر تھا۔ نہ رہائش کے آثار تھے۔ نہ رہائش کی آسائشیں تھی۔ مکہ کی سرزمین
پہ آکر آباد کر گئے۔ انہوں نے پھر یہاں خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ پھر کچھ مسافر بدو آکر رہنے
لگے۔ بستی بنی اور بنتے بنتے پھر شہر ہوگیا۔ اور پھر وہ جتنا شہر بنا۔ اسماعیلؑ کی
ساری اولاد اور نسل آپ کی چلی اور وہیں چلی۔ یہ اسماعیل کی لڑی تھی حضرت
ابراہیم علیہ السلام کی۔ وہ عرب ہوگئی۔ اور انہیں سے قریش ہوئے۔ بنو
ہاشم قریش اسماعیلؑ سے ہوئے کیونکہ وہ ترک وطن کر کے امر الہی سے ابراہیمؑ
انہیں یہاں آکر آباد کر گئے تھے۔ ہزار ہا میل اپنے وطن سے دور۔

تو جو دوسرا بیٹا تھا آپ کا حضرت اسحاق علیہ السلام وہ وہیں رہے۔ اُن کے بیٹے
حضرت یعقوب ہوئے وہ بھی وہیں رہے۔ یہی سرزمین کنعان اور مصر کی سرزمین۔ سارے
یوسف علیہ السلام اُن کے بیٹے وہ بھی وہیں رہے۔ وہ بادشاہ اور وزیر ہوئے۔
انہیں کی اولاد سے چلتے چلتے داؤد علیہ السلام سلیمان علیہ السلام پیغمبر آئے وہیں۔ ان کا
وہیں کعبہ بنا قبلہ بنا۔ پھر اسی لڑی سے موسیٰ علیہ السلام آئے۔ اور اسی لڑی
سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے۔ یحییٰ علیہ السلام اور زکریا علیہ السلام تک۔ بڑا خیر
خاندان کی تو الگ الگ ہوجاتی ہے۔ کوئی دادیال۔ کوئی ننھیال۔ کوئی چچا۔ ماموں۔
پھوپھا۔ پھوپھی وغیرہ۔ لڑیاں بہت بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ مگر سارے بنی اسرائیل
ہیں۔ یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ یہ اُن کا لقب تھا۔ حضرت
اسحاق کی اولاد میں سے تھے۔ تو یہ سب اسحاقی لڑی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی۔
اور عرب میں اسماعیلی لڑی ہے۔ تو ان کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔

تو پھر اُن کے پیغمبر بھی وہیں رہے موسیٰ علیہ السلام کا وصال ہوگیا اور آقا علیہ السلام
جب معراج کی رات گئے۔ تو آپ جب گزرے۔ القدس جاتا تھا راستہ۔ نماز پڑھائی

M T W T F S S

Memo No

Date / /

تھی۔ جا کے۔ اور وہاں سے معراج کا سفر شروع ہونا تھا۔ القدس گئے تو جب
قبلہ اول کے قریب سے گزرے تو بخاری اور مسلم شریف میں ابواب ہیں آقا نے فرمایا میں
موسیٰ کی قبر کے پاس سے گزرا۔ تو میں نے دیکھا وہ کھڑے ہو کر صلوٰۃ پڑھ رہے تھے۔ تو
اسی جگہ ان کا مزار ہے۔ لہذا اب سوال پیدا ہوا۔
کہ یہودی مدینے میں کیسے پہنچ گئے۔ میں نے یہ پوری تاریخ اس لئے آپ کو بتائی ہے۔
کہ علمی تاریخ بھی دیکھیں۔ نسلی تاریخ بھی ہیں۔ ثقافتی تاریخ بھی دیکھیں۔ تہذیبی تاریخ بھی
دیکھیں۔ تو مدینہ سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ یہ تو فلسطین ہے جزیرہ عرب کا حصہ ہے۔
یہاں کیسے پہنچ گئے۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ لوگ نقل مکانی کرتے ہیں۔ دوسرے
ملک میں جا کے آباد ہوتے ہیں۔ مگر معاشی تجارتی غرض سے پاکستانی لوگ یورپ میں پہنچ
گئے۔ امریکہ میں گئے۔ جاپان سے لے کے ویسٹ انڈیز تک پہنچ گئے۔ دنیا بھر میں جاتے
ہیں لوگ۔ مگر مطلب معاش میں روزگار میں۔ ہر کوئی دوسرے ملک میں جاتا ہے جہاں اس کا
روزگار ہو۔ تو یہ عرب کی جو سرزمین تھی یہاں اس سے پہلے کاروبار روزگار تھا ہی
نہیں۔ یہاں تو لوگ اپنیاں بکریاں پال کے چراتے تھے۔ اور گزارہ کرتے تھے۔
اور مدینے کی سرزمین چھوٹا سا گاؤں تھا۔ یہ کوئی بین الاقوامی شہر بھی نہ تھا۔
یہ مدینہ کوئی بین الاقوامی روٹ پر بھی نہ تھا۔ اس پر مکہ تھا۔ مکہ یمن سے لے
کر ملک شام تک۔ جاتے واسطے یہ پورا جو شام تھا نا۔ تجارتی قافلوں کا روٹ
تھا اس میں شہر مکہ آتا تھا۔ کیونکہ اس لئے بڑا شہر تھا۔ انٹرنیشنل سٹی تھا۔ بین الاقوامی شہر
دس لاکھ سے زیادہ آبادی تھی مکہ کی۔ جب آقا علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ اتنا بڑا شہر
تھا۔ تجارتی میلے لگتے تھے۔ تو مدینہ تک کے لوگ چھوٹا سا قصبہ وہ اس مکہ کی سرزمین میں آتے
تھے۔ چلو چار پیسے آئیں گے روٹی مل جائے گی۔ منیٰ میں میلے لگتے۔ یہ بزنس کا مرکز تھا۔ کلچر تو
بھی۔ اسلام سے پہلے بھی کمرشل بھی۔ ہر چیز کا سنٹر تھا۔ مکہ۔ تو جو سنٹر تھا۔ جہاں
بین الاقوامی راستے تھے۔ وہاں ایک یہودی بھی نہیں آیا۔ یہاں آنا چاہیے تھا۔ یہاں تجارت
تھی۔ مواقع تھے تجارت کے۔ بین الاقوامی منڈی لگتی تھی۔ میلا لگتا تھا۔ ثقافت تھی۔

بڑا شہر تھا - تو جہاں مواقع تھے۔ تھوڑے ہی سہی - اگر یہودی نقل مکانی کرتے تو یہاں آنا چاہیے
تھا - مدینہ تو چھوٹا سا گاؤں تھا - جہاں سے وہ آئے تھے - اس سے زیادہ وہاں خوشحال تھے -
کیونکہ تہذیبی ثقافتیں یونان کی - پہلے مصر کی اور عراق کی ساری دنیا کا مہذب ترین خطہ
تو وہ تھا - تو جہاں تہذیب تھی ثقافت تھی - جہاں معیشت تھی جہاں سیاست تھی -
اقتدار تھا سلطنت تھی - جہاں سے حکمران تھے - وسائل تھے - علم تھا سائنس تھا -
فلسفہ تھا - عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں - جو دنیا کا ترقی یافتہ خطہ تھا - اس وقت
یہاں تعلیم تھی - ارسطو وہاں - افلاطون وہاں - تو جتنے بڑے بڑے فلاسفر حکما ہوئے -
وہ تہذیب یافتہ ترقی یافتہ خطہ تھا - عراق سے لے کر بابل نینوا مصر تک مصر سے
لے کر شام فلسطین تک - یہ سرزمین پوری اور شام جس کا حصہ تھا فلسطین - سترہ
ہزار انبیاء کے مزارات کم و بیش ملک شام کی سرزمین میں ہیں - تو دنیا کا آباد ترین
خطہ ہی وہ تھا - معاش و تجارت بھی وہاں تھی - سب کچھ وہاں تھا - تو آباد جگہ
نکل کے - مثال - لاہور سے نکل کے پورا خاندان نقل مکانی کر کے بھائی
پھیرو جا کے بیٹھ جائے - کہ چلو کاروبار اچھا ہو جائے - کہ کوئی عقلمند ہو گا
اور لاہور سے نکل کے جا کے بیٹھ جائیں بورے والا - وغیرہ
کیوں - جہاں وسائل نہیں تھے بچوں کے - اچھے روزگار کے لیے آئے ہیں -
اچھی تعلیم - اچھا روزگار اچھا معاش بڑی جگہوں پہ ہوتا ہے یا دیہاتوں میں ہوتا ہے -
وہاں کے لوگ نقل مکانی کر کے لوگ یہاں آتے ہیں - کہ یہودی بڑے ملک کو چھوڑ
کر ریگستان میں بس رہے ہیں - جس میں سوائے کھجوروں کے سوائے معاش
ہی نہیں - بس کھجوروں کے درخت ہیں - چھوٹی سی کھیتی باڑی ہے - اس علاقے کا شو بازار
اور لسٹ ڈاؤن - اس دور کا کراچی اور لاہور - چھوڑ کر دور دراز کے چھوٹے سے گاؤں
میں آ کر آباد ہو گئے - کہ کوئی تک بنتا ہے - پھر یہاں یہودی کیوں آباد ہو گئے -
وہاں سے چلے تو مدینہ میں کیوں آباد ہو گئے - اس کا جواب اس حدیث پاک میں آیا ہے
کہ موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتری - اور تورات پڑھ کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام امت کو

M T W T F S S | Memo No ______ Date / /

پڑھ کے صفاتِ اس میں لکھا تھا ۔ نبی پاک کی تعریف ۔ جیسے پہلے گزر چکا ہے کہ میرا آخری
نبی آئے گا ۔ وہ محبوب ہوگا جب ہوگا وہ خدا کا نشان ہوگا ۔ محبوبِ کبریا ہوگا ۔ اس کی ولادت
سرزمین مکہ میں ہوگی عرب میں یعنی مکہ میں یہود نہیں آ سکے ۔ آگے لکھا تھا ۔ مکہ میں رہنا نہیں ۔
مدینہ کو انتشار کرے گا ۔ مدینہ جا کے آباد ہوگا ۔ تو آقا علیہ السلام کی ساری باتیں
درج تھیں ۔ یہ تو ایک حدیث ہے نا ۔ اس طرح کے بہت سارے بیانات ہیں ۔

اور تمہیں بتاتا چلا کہ وہ کھجوروں کی بستی میں آباد ہوگا ۔ لفظ مدینہ تک لکھا ہوا تھا یثرب
اور طیبہ ۔ اور جب وہ آئے تھے ۔ کو علامتیں تھیں مدینے کا تو نام ہی نہیں تھا ۔ مگر ہوگا
علامتیں درج تھیں ۔ تو وہ یہود قبائل تلاش مصطفے اپنی وطن چھوڑ کے آ کے اس بستی میں
آباد ہو گئے ۔ اپنے پیغمبر سے سن سن کر ۔ اور اپنی تورات میں پڑھ پڑھ کر تورات
سے ہو کے کر آئے تھے ۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو یہود کے عالم تھے ۔ ہر روز جمعہ کے وقت
بیٹھ کر اپنے خاندان بچوں کو جمع کرتے ۔ اور تورات کی تلاوت کرتے (دلائل النبوۃ ص ۷۶)
اور تورات کی اُن آیات کو تلاوت کرتے جن میں حضور علیہ السلام کی شان میں لکھی ہوئی تھیں ۔
اور وہ یاد کراتے بچوں کو ۔ اپنی علامتیں حضور کی نعتیں لکھی تھیں ۔ کمال مدحتیں ۔ آقا کی
شناخت معجزات اتنا کچھ تورات میں لکھا تھا ۔ پڑھ پڑھ کے انہوں نے اتنا یاد کر لیا تھا ۔
کہ قرآن مجید میں آتا ہے ۔ کہ یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم ۔ وہ حضور کو اتنا پہچانتے تھے ۔
جتنا ماں باپ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں ۔ اُن کو اتنی پہچان ہو گئی تھی تورات پڑھ
پڑھ کے ۔ تورات کو لیے ہوئے ۔ اس شہر مدینہ کی بستی تلاش کرتے کرتے یہاں
آ کے آباد ہو گئے تھے ۔ کہ چلو کبھی تو آئے گا ۔ وہ محبوب کبھی تو آئے گا ۔ ہماری عمر میں
نہ سہی ہماری نسلوں کی عمروں میں آ جائے گا ۔ اگر ہم نہیں دیکھ پائیں گے تو ہماری نسلوں
میں ہمارا بچہ بھی کس زمانے میں دیکھ پائیں گے ۔ وہ حضور کو پانے کے لیے یہاں آ گئے تھے ۔

ایک مغالطہ تھا انہیں ۔ اس میں مارے گئے ۔ مغالطہ یہ تھا کہ انہوں نے دیکھا کہ کل
انبیاء نسلِ اسحاق سے آئے ہیں ۔ نسل یعقوب سے آئے ہیں ۔ چونکہ تجربہ تھا نا ۔ یعقوب
یوسف داؤد سلیمان موسیٰ ہارون عیسیٰ ۔ ذکریا ۔ یحییٰ ۔ بعد سارے انبیاء کس لڑی

KHURRAM PAPER PRODUCTS

تفصیل تھی وہ ایک ہی لڑی سے آ رہی تھی۔ اُن کا خیال تھا یقیناً۔ وہ بھی اسی لڑی سے آئیں گے۔
اُن کا خیال تھا کہ بنی اسرائیل ہم سے ہوں گے۔ معلوم نہیں تھا کہ کس خوش نصیب کے گھر مولا
چل کے کس کے گھر آجائیں۔ یہ دو نکلتے تھے جو انہیں یہاں لائے آئے تھے؟ ہم کے وہ بھی عشق
کے مارے تھے کہ حضور کی بستی میں چلیں جہاں وہ حبیب آئے گا۔ معلوم نہیں کہ کس کے
گھر کا چناؤ کرے۔ اُن کی ولادت کے لئے۔ وہ تصور ہی نہیں کر سکتے تھے کہ کسی اور لڑی کا
آجائیں گے۔ وہ تو بھول گئے تھے دوسری لڑی کو۔ وہ جو ساری دنیا میں ایک ہی لڑی تھی مکمل نبیوں
کی۔ لہٰذا اُن کا یہ ۱۰۰ فی صد یقین تھا کہ وہ اسی لڑی میں آئیں گے۔ کہ انہوں نے تو بنی
اسرائیل میں ہی آنا ہے۔ آتے آتے جب آقا علیہ السلام کی ولادت
ہوگئی۔ تو وہ ہوئے بنی اسماعیل میں۔ اور ابراہیم علیہ السلام سے لے کے حضرت عبداللہ تک
اسماعیل سے کوئی نبی اللہ نے آنے ہی نہ دیا۔ سارے نبی ادھر ایک لڑی میں ڈالتے گئے۔ ادھر
ایک ہی ڈالوں گا۔ سب انبیاء اس پلڑے میں۔ حضرت اسحاق کے پلڑے میں کل۔
پھر ایک جو ڈال دینا ہے تو کسی اور کے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک ہی تو رکھا
اور وہ بھی رکھا کہ کوئی نبی اس لڑی میں آئے ہی نہ۔ کوئی مقابلہ نہ کر سکے میں یہی
بنی اسماعیل میں ہوں۔ میرا تنہا مصطفیٰ رہے۔ پھر جب آقا علیہ السلام آگئے۔ اُن کی تسلی
ہو گئی کہ بنی اسماعیل میں سے آ گئے۔ تو اُن کی امیدیں دھڑام سے گر گئیں چکنا چور
ہو گئیں۔ تو وہ حاسد ہو گئے۔ اور منکر ہو گئے۔ اس کا ذکر پورا قرآن مجید میں آیا ہے
مگر آئے اس خیال سے تھے ادھر کہ اُن کا خیال تھا کہ ہم میں سے آنا ہے۔ تو وہ اپنے بچوں
کو بھی وہ ساری آیات یاد کراتے تھے۔ تو وہ حافظ ہو گئے تھے۔ ہر روز صبح ہر یہودی کے گھر ذکر مصطفیٰ!
نعت مصطفیٰ کی تورات کی تلاوت کی مجلس ہوتی تھی۔ ہر روز ہر یہودی کے گھر۔

ذکر و نعت مصطفیٰ از تورات۔

یہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ جب آقا آگئے تو پھر منکر ہو گئے حسد کی وجہ سے مخالف ہو گئے۔
قرآن مجید نے اس بات کا ذکر کیا الذی یجدونہ ... والانجیل۔ یہ وہ نبی ہیں جنہیں
وہ اپنی تورات میں پاتے ہیں۔ جن کے تذکرے حسن و جمال۔ جن کے علو و کمال کے تذکرے۔

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______
Date / /

جن کی نعتیں جن کی مدح و ستائش اپنی تورات میں پاتے ہیں — یہ وہ رسول ہے جو نبی امی ہے
جو ان کی پیروی کیا کرے گا — اس آیت میں اللہ نے محبوب کو تین القابات سے یاد فرمایا
الرسول فرمایا — النبی کہا — تیسرا الامی کہا —— اور چوتھا کہا — الموصوف فی التوراۃ
والانجیل — المذکور فی التوراۃ والانجیل — المکتوب — جن کی نعتیں تورات
انجیل میں پاتے ہیں — وہ جن کے وصف تورات وانجیل میں ہیں —

۱۲ — ۱۲ — ۲۰۱۸ ۵ بجے
۵ — ۳ — ۱۴۴۰
۵ — ۱۲ — PM

QARI MUHAMMAD
Naqashbandi
14 DEC 2018
355/E.B Burewala District Vehari
Mob:

دروس الشفاء - ۱۱

(معیارِ نیکی و بدی ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

۲۸۹

الذین یتبعون الرسول النبی الامی ـــــ والانجیل اعراف ۔ اللہ رب العزت کی توفیق
سے ہم پچھلے جمعۃ المبارک میں اس آیت کریمہ کا بیان شروع کیا تھا۔ سورۃ اعراف کی آیت
نمبر 157 ہے۔ اور اس میں یجدونہ عندھم فی التوراۃ والانجیل تک جو آقا علیہ السلام کے اسمائے
گرامی آپ کے القاب مبارک۔ اور آپ کی صفات و خصوصیات کا جو ذکر ہوا ہے اس
کا بیان کیا تھا۔ اور یہ کہا تھا کہ جو اس آیت کریمہ میں حضور علیہ السلام کے محاسن و مناقب۔
آپ کے جو فضائل و خصائص بیان ہوئے ہیں اور اُن سے جو نمایاں اسماء اور القابات
بنتے ہیں۔ ان میں پہلا ہے الرسول جو قرآن مجید نے خود بیان کیے ہیں یتبعون الرسول۔
دوسرا ہے النبیؐ ـــ تیسرا ہے الامیؐ ـــ اور چوتھا میں نے بیان کیا تھا الموصوف فی
الصحف الاولی ـ پہلے صحیفوں میں جن کا وصف ہوا ہے ـ المنعوت فی التوراۃ والانجیل۔
المذکور الموصوف۔ تورات و انجیل میں جن کے وصف بیان ہوئے۔ تورات و
انجیل میں جن کی نعتیں بیان ہوئیں ـــ تورات اور انجیل میں جن کا ذکر بیان ہوا۔
تورات و انجیل میں جن کی حمد و ثنا ہوئی ـــ

اس کے آگے قرآن مجید نے فرمایا۔ حضورؐ کی شان میں اور آپ کے بیان میں۔
یامرھم بالمعروف۔ حضورؐ کی یہ خوبی اور وصف یہ بیان کیا ہے کہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم فرماتے
ہیں ـــ اب حکم دینے کی شان امر دینے کی شان ـــ جن کے فرمان کو امر کہا
جائے۔ حکم کہا جائے۔ ~~اس کا معنی تو وہ آمر ہے~~۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ خود رعایا کے
مشورے کا محتاج نہیں ہوتا ـــ تو حضور علیہ السلام نے جب مشورہ کیا ہے۔ تو
وہ اس لئے کیا ہے۔ تاکہ امت میں جن لوگوں کو منصبِ حکومت ملے اُن کو درسِ حکومت
کی سنت بتا دی جائے کہ تمہارا حکم مشورہ کے تابع ہوں گے۔ کہ مشورہ کرو۔
اور اس مشورہ کی روشنی میں آگے حکم جاری کرو گے۔ وہ مشورہ کے محتاج نہیں۔
وہ اُن پہ مشورہ کرنا واجب نہیں ہے۔ مگر مشورہ کرنا حضور علیہ السلام نے اُن کے لیے۔

M T W T F S S
Memo No
Date / /

سنت بنا دیا ہے — فرمایا وامرھم شوریٰ بینھم کہ۔ شورائی۔ حضورؐ کی امت میں یہ
فیصلہ ہوگا کہ ان کا کام باہمی مشورے سے وضع ہوتا ہے — (۵-۵۴)
اور پھر فرمایا وشاورھم فی الامر — آقا علیہ السلام کیلئے کہ کسی امر کیلئے — انہیں شریک کیا
کریں مشورے میں — تو آقا علیہ السلام کو جب اللہ پاک نے فرمایا کہ اس لیئے تاکہ مشورہ کرنا امت
کے لیئے حضورؐ کی سنت بن جائے — اور امت میں جو حاکم بنیں — یا کسی بھی سطح پر جن کو فیصلے
کرنے کا اختیار ملے تو ان کا فیصلہ کرنے کا طریقہ مبنی بر مشاورت ہو۔ یہ جو نیکی کا امر
دیا — اس میں ایک بات طے ہے کہ نیکی مشورے سے متعین نہیں ہوتی — کہ مشورہ کر کے سب
نے کہا کہ یہ نیکی ہے — تو نیکی بن گئی — مشورہ کر کے سب نے کہا کہ یہ گناہ ہے تو گناہ بن گیا
ایسا نہیں ہے — نیکی اور گناہ اللہ اور اللہ کے رسول کے امر سے متعین ہوتا ہے۔
جس کو اللہ اور اس کے رسول نے فرما دیا یہ نیکی ہے — وہی نیکی ہے — جس کو اللہ اور اس کے
رسول نے گناہ فرما دیا وہی گناہ ہے — تو اللہ رسول کا فرمایا ہوا گناہ ساری امت مل کے
اسے نیکی میں بدل نہیں سکتی — اور جس کو اللہ اور اس کے رسول نے نیکی قرار دے دیا —
ساری امت مل کے بھی مشورے سے اسے گناہ قرار نہیں دے سکتی — تو یہ مقام
امر ہے رسول کا — تو امر کی دو قسمیں ہو گئیں — ایک ہو گیا وہ امر جو امر مشاورت
ہے۔ جو مشاورت سے طے پانے والا امر ہے — اور ایک وہ امر ہے جو فوق المشاورت
ہے — اور ایک ہے جو امر بالمشاورت ہے — اور ایک امر فوق المشاورت ہے — وہ
امر الٰہی ہے — وہ مخلوقی امر ہے۔ وہ شرعی امر ہے — اور وہ امر نیکی کے حکم میں فرض کے حکم
میں شریعت کے حکم میں دین کے حکم میں احکام کے معنی میں ہے — حضور علیہ السلام کو
یہ شان مل گئی کہ اسے چیلنج نہیں کیا جا سکتا — اس میں امت کی مرضی نہیں
ہو سکتی — جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا — وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ و
رسولہ امرا — کسی مسلمان مرد اور مسلمان عورت کو یہ اختیار رہتا ہی نہیں حق ہی
نہیں ہے — کہ اللہ اور اس کا رسولؐ کوئی فیصلہ کر دیں قضی اللہ امر — جب کوئی امر جاری
کر دیں — یعنی فیصلہ فرما دیں تو امت میں کسی مرد و عورت کو یہ حق حاصل نہیں — کہ

KHURRAM PAPER PRODUCTS

Memo No

M T W T F S S

Date / /

امر فیصلہ کے جاری ہو جانے کے بعد وہ اپنی مرضی اور اختیار سے سوچیں۔ ان کو کوئی
اختیار نہیں رہتا ۔ اگلی بات ہو گئی کہ جب اللہ اور اس کے رسول کا امر آجائے تو امت
کا اختیار ختم ہو جاتا ہے ۔ امت کی مرضی ختم ہو جاتی ہے صرف ایک ہی ہے یا امت میں رہیں
یا نکل جائیں ۔ امر کو اگر قبول نہیں کرتے تو ۔ (۵۵-۹)

ہاں یہ ہے کہ اعتقادی قبول کرنا ۔ عقیدے میں ۔ اگر آدمی ایمان اور عقیدے میں قبول کرے لیکن
عمل کرنے میں اس امر پر غفلت ہو جائے ۔ عمل میں کوتاہی ہو جائے ۔ تو آدمی امت سے خارج
نہیں ہوتا ۔ مسلمان رہتا ہے ۔ گنہگار ہو جاتا ہے ۔ ناقص الایمان ہو جاتا ہے ۔ مگر خارج از امت
نہیں ہوتا ۔ چونکہ اس امر کو اس عقیدے میں ایمان میں مان لیا ہے ۔ اب عمل میں غفلت ہوئی
ہے ۔ اس لیے کافر نہیں ہوگا ۔ اور اگر امر رسول ؐ کو اپنے عقیدے میں نہ مانے اور ایمان میں ہی نہ
مانے وہ کافر ہو جاتا ہے ۔ اگر آپ پوچھیں کہ حضور کے امر کو اگر اس نے عقیدے میں نہیں
مانا تو کافر کیسے ہوا ۔ یہی آیت کریمہ پڑھ لیں ۔ کہ اللہ نے حضور کو منصب دیا ہے ،
یامرھم بالمعروف ۔ کہ معروف کا حضور علیہ السلام حکم دیتے ہیں ۔ تو یہ امر دو
طرح کا ہے ۔ ایک یہ ہے کہ خود امر دینا ۔ اس کو کہتے ہیں کہ شارع خود امر دینا ۔
اور ایک ہے کسی کا حکم دیا ہوا آگے پہنچانا ۔ تو امت کے ذمے بھی ہے یامرھم بالمعروف
جب امت یامرھم بالمعروف کا فریضہ ادا کرتی ہے ۔ تو اللہ پاک نے فرمایا ۔ ولتکن منکم
امۃ ۔ تم میں ایسی جماعت ہونی چاہیئے ۔ یدعون الی الخیر ۔ کہ خیر کی طرف لوگوں کو
بلائے ۔ یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ۔ اور وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیا کریں تو
امت کے ذمے یہ لگا کہ نیکی کا حکم کریں ۔ تو یہ امت جب آپس میں یہ فریضہ ادا کریں
گے ۔ نیکی کا حکم دینے کا ۔ امر بالمعروف تو یہ اللہ اور رسول کے امر کو پہنچانا ۔ تو وہ پہنچانا
کہ وہ امر ہے اللہ اور اس کے رسول کا ۔ اس لیے اس کو بھی امر کہ دیا ۔ کہ نیکی کا حکم
دیتے ہیں ۔ اور اگر یہ منصب حکمرانوں کے پاس ہو تو پھر وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں ۔ یعنی نافذ کرتے
ہیں ۔ اگر نیکی اور دعوت اللہ تبلیغ کا کام کرنے والوں کے پاس ہو تو اس امر کو پہنچاتے
ہیں ۔ رسول کے لیے یہ بھی ہے کہ اللہ کا رسول حکم پہنچاتے بھی ہیں ۔ اور چونکہ رسول پاک خود شارع

M T W T F S S
Memo No
Date / /

ہیں ۔ یہ یہی ہے کہ وہ خود حکم دیتے ہیں ۔ اللہ اور اس کا رسول جب کسی امر کا فیصلہ کر دیں ۔ چکے
اللہ کے فیصلے کا حق ہے ۔ اسی طرح رسول کو بھی فیصلے کا حق ہے ۔

اور ہمارے لئے شریعت کے فیصلے کی بنیادیں دو ہیں ۔ ایک اللہ کا فیصلہ اور ایک اس کے
رسول ﷺ کا فیصلہ ۔ فرمایا فان تنازعتم فی شئی ــــ والرسول ۔ اگر تمہارا کسی شئے کے بارے میں
تنازعہ اور اختلاف ہو جائے ۔ تو آخری فیصلے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دیں ۔
تو اللہ اور اس کے رسول دونوں کی حیثیت شریعت مساوی ہے ۔ کہ حضور علیہ السلام
کی شان ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں ۔ وینھٰھم عن المنکر ۔ اور برائی سے منع فرماتے ہیں ۔
الناھی عن المنکر ــــ لقب الامر بالمعروف ۔ اور دوسرا کیا ہوا ۔ الناھی عن المنکر ۔ برائی سے
منع فرمانے والے ہیں ۔ اور شریعت میں قاعدہ یاد رکھ لیں یہ ہے کہ ۔ (نکتہ)
اصلاً نہ کوئی شئے نیکی تھی نہ کوئی شئے گناہ تھی ــــ جس کو اللہ کے نبی آئے رسول آئے ۔
اللہ نے انہیں ہدایت دے کر بھیجا ۔ رسولوں نے اللہ کی طرف سے جس جس شئے کے کرنے (نکتہ)
کا فرما دیا ــــ وہ نیکی ہو گئی ۔ جس شئے کو نہ کرنے کا فرما دیا ۔ وہ گناہ ہو گیا ۔

جس کو کرنے کا حکم دے دیا ہے کہ وہ معروف ہو گیا ۔ جس کو فرما دیا اس کا ثواب ہو گیا ۔ ایک سا
جملہ ہی بولا ۔ ایک زبان ہلنے کی دیر تھی ۔ پیغمبر نے ایک جملہ بولا ۔ اس کا ثواب ہو گا ۔ وہ نیکی
بن گئی ــــ جس پر فرما دیا اس جزا ایسے کی وہ بڑی نیکی بن گئی ۔ جس کو فرما دیا اس عمل سے کرنے سے
سارے گناہ معاف ہو جائیں گے ۔ وہ نیکی ہو گئی ۔ یعنی جتنے جتنے لفظ اور جملے پیغمبر بولتے گئے
وہ نیکی اتنی بڑی ہوتی چلی گئی ۔ اور آج تک جو نیکی نہیں تھی ۔ ایک عمل تھا ۔ اس کو فرمایا
کہ نیکی ہے بس وہ نیکی ہو گئی ۔ یہ معیار ہے نیکی کا (امر بالمعروف) تو گویا آپ ہی بھی وہی
ہیں ۔ اور نیکی کو نیکی کرنے والے بھی وہی ہیں ــــ اور کہ فرمایا گناہ ہے نہ کیا کرو ۔ چھوڑ دو ترک
کر دو عذاب ہو گا برائی ہے ۔ جس کو ترک کر دیا ، جس کو منع کر دیا ۔ جس سے روک دیا ۔ جس
کی سزا سنا دی ، عذاب سنا دیا ۔ وہ گناہ بن گیا ۔ یاد رکھ لیں اسلام میں نیکی اور گناہ
کا پیمانہ یہ ہے ۔ عقل نہیں ہے کہ انسان عقل اور شعور کہتا ہے کہ یہ اچھا کام ہے ۔ اس وجہ سے نیکی ہے
یہ نیکی کا پیمانہ نہیں ہے ۔ یہ برا کرو یہ گناہ ہے ۔ تو یہ اسلام میں یہ پیمانہ نہیں ہے ــــ

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S

Memo No

Date / /

الحسن لیئے والسنا فی عقل اللہ شعور اور اسلام میں بڑے فرق ہیں۔ (۱۶ — ۵۱) جب ملک اور علاقے
سمندر پار جاتے ہیں تو شعور کے پیمانے بدل جاتے ہیں۔ جب لوگ سمندر پار جاتے
ہیں اور پیمانے بدل جاتے ہیں۔ انگلینڈ کا عقل و شعور کچھ اور کہتا ہے۔ آپ اللہ رسول
کے حکم کو ایک طرف نکال دیں۔ یہاں کا عقل و شعور کہتا ہے کہ یہ شرم ہے حیا ہے شرم حیا ہے۔
یہ حیا ہے یہ بے حیائی ہے — اب آپ سمندر کا آٹھ گھنٹے سفر کریں اور یورپ
پہنچ جائیں۔ وہاں کے عقل و شعور سے پوچھیں تو وہ کہتا ہے کہ کوئی چیز حیا نہیں ہوتا ہے۔ نہ کوئی چیز
بے حیائی ہوتی ہے سب ایک سسٹم ہے۔ وہاں کا عقل و شعور حیا اور بے حیائی کو مانتا
ہی نہیں ہے۔ وہاں عورتیں ننگی پھرتی رہیں۔ وہ ان کا پرائیویٹ عمل ہے۔ ان کی مرضی ہے لباس
پہنیں مرضی ہے لباس نہ پہنیں — وہاں کے عقل و شعور کو کوئی پرابلم ہی نہیں ہے کہ عورت
ننگی پھرے۔ مرد ننگے پھریں کوئی پرابلم نہیں ہے — ان کی عقل و شعور کو کوئی پرابلم نہیں ہے۔
مرد مردوں سے شادیاں کر رہے ہیں۔ اور باقاعدہ شادیاں ہو رہی ہیں
اور گھروں میں رہ رہے ہیں۔ میاں بیوی کی مانند۔ معلوم ہے یہ بات۔ یہ نہیں کہ گناہ
کے طور پر گناہ نہیں۔ باقاعدہ شادیاں کر کے میاں بیوی کی طرح گھروں میں رہ رہے ہیں۔
اب عورتیں عورتوں سے شادیاں کر کے گھروں میں رہ رہی ہیں — عورت ہی مرد
اور عورت ہی عورت — اور مرد ہی شوہر اور مرد ہی بیوی — ان کا عقل و شعور
کہتا ہے کہ کچھ نہیں ہمارا عقل و شعور کہتا ہے کہ پاگل ہو گئے ہیں۔ کتوں کی زندگی ہے۔ جانوروں
کی زندگی ہے۔ ہمارا عقل و شعور کچھ اور کہتا ہے۔ ان کا عقل و شعور کچھ اور کہتا ہے۔
اب وہاں پہ سوسائٹی وجود میں آگئی ہے۔ وہ یہ کام کرنے لگ گئے ہیں محلے
بن گئے ہیں۔ پوری کی پوری سوسائٹی کالونیاں بن گئی ہیں — اب جلوس نکالتے ہیں۔ تو
عقل و شعور کا فرق ہے۔ امریکہ میں ایک عدالت نے کسی ایک کیس میں فیصلہ خلاف سنا
دیا۔ پھر یہ جو لوگ ہیں۔ مرد مرد شادیاں کرنے والے۔ انہوں نے پھر جلوس نکالے۔ اور پھر
ننگے ہو کر اپنی پشتیں ننگی کر کے سڑک میں کھڑے ہو کر انہوں نے رکوع کی طرح ہو کر اپنا احتجاج
کر کے انہوں کو اپنی پشتیں ننگی کر کے دکھائیں۔ ساری دنیا میں وہ سی این این نے وہ ننگی ننگی

تصویر پر بھی دکھا دیں۔ اُن کا عقل و شعور یہ کہتا ہے کہ ہمارا اسلام سے کچھ نہیں ہے۔ کسی کا عقل و شعور
ماں بہنوں کی شادی کو گناہ نہیں سمجھتا — یہاں کا عقل و شعور نہیں مانتا — تو معقول
یہ ہے۔ کہ فیصلے اگر عقل و شعور پہ ہونے لگے — تو عقل و شعور تو ۱۰۰ سال کے بعد
۵۰ سال کے بعد کلچر — بدل جاتا ہے۔ عقل و شعور کے فیصلے بدل جاتے ہیں۔ آج جو
اُن کے ہاں گناہ ہے وہی ان کے ہاں اچھا ہو جائے گا — آج جو اچھا ہے کل کو برا ہو جائے گا۔
اُن کے ہاں تو پھر قوانین ہی بدلتے رہتے ہیں۔ قوانین کو جو شعور اور سوسائٹی نے اچھا کر دیا وہ
اچھا ہو گیا۔ ان کی نورم ~~بدلتی~~ بدلتی ہیں۔ اقسام بدلتی ہیں۔

تو عقل و شعور اگر نیکی اور بدی کا فیصلہ کرنے لگے۔ تو تا قیامت نہ کوئی نیکی مستقل نیکی رہتا ہے۔
نہ کوئی مستقل بدی بدی رہتی ہے — ہر ملک میں بدل جائے یہاں کی نیکی اور وہاں کی اور۔ یہاں کی
بدی اور وہاں کی بدی اور — ہر ملک میں نیکی اور گناہ کے معنی ہی بدل جاتے ہیں۔ نیکی اور گناہ کے تعینات
زمانے کے ساتھ ہی بدلیں۔ اور علاقے اور مکان کے ساتھ بدلتی رہیں۔ تو پھر یونیورسل قانون نہیں بن سکتے
(۸۰ — ۲۱) بین الاقوامی معیار ہی نہیں بنتا — دائمی مستقل معیار بنتا ہے۔ اب دائمی اور مستقل معیار
کیسے بنے گا۔ تب ہی بنتا ہے جب یہ اختیار نیکی قرار دینے اور بدی قرار دینے انسان کے عقل و
شعور سے لے لو۔ کسی ایک کو دے دو — سب سے لے لو۔ ہر کسی کو معتبر نہ سمجھو۔ ہر کوئی معتبر
نہ بنے۔ ہر فرد نہ ہر سوسائٹی یہ فیصلہ اختیار ہر ایک سے لے لو۔ اور ایک بارگاہ کا مان لو۔
اور وہ رسول ﷺ کی بارگاہ ہے۔ رسول کی بارگاہ ہی خدا کی بارگاہ ہے۔

رسول کی بارگاہ سے جو امر جاری ہوتا ہے۔ وہ رسول کا ذاتی امر نہیں ہوتا۔ وہ اللہ کا
امر ہوتا ہے۔ وما ینطق عن الھوی — اللہ پاک نے فرمایا اپنی مرضی سے تو میرا محبوب
بولتے ہی نہیں ہیں۔ یہ جو کچھ بولتے ہیں یہی وحی ہوتا ہے۔ تو حضور کا ہر امر اللہ کا امر ہو گیا۔
اس بارگاہ کو دے دو جو خدا نے کہہ دیا۔ جو خالق ہے۔ انسانی عقل و شعور کا جو خالق ہے۔ جو
وہ فیصلہ کرے وہ قیامت تک دائمی ہو گا — جو خالق ہے ہر زمانے کے انسانوں کا۔ خالق ہے۔
خالق تو نہیں بدلتے — انسان بدلتے ہیں۔ شعور بدلتے ہیں سوچیں بدلتی ہیں۔ خالق تو
ہر دور میں ایک ہی رہا ہے نا — پہلے انسان سے لے کر قیامت تک کے آخری انسان

Memo No
M T W T F S S
Date / /

تک خالق تو ایک ہے نا — آگے ہر شئے بدلتی رہی مگر خالق کوئی نہیں بدلا — اور پھر اللہ نے
چاہا جب حضور آ گئے ۔ فرمایا اے میرے حبیب جس طرح ہر شئے بدلی خالق نہیں بدلا ۔ اس
لئے نبی بھی بدلتے رہے ۔ اب آپ آ گئے ہیں ۔ اب چاہتا ہوں کہ نبی بھی نہ بدلے ۔ اب نام ہمیشہ
ہی رہیں گے ۔ جیسے میں ہمیشہ سے ہوں آباد بھی ہمیشہ میں رہوں گا ۔ حضور سے پیار جو ہوا
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ۔ (۱۶ — ۲۳) تو ختم نبوت بھی پیار کی علامت ہے نا ۔

اولاد ہو جائے ۔ ایک ہو جائے دو ہو جائیں ۔ بچے کام بڑھتا چلا جاتا ہے ۔ اور ایک ہی
ہے تو کیا بولتے ہیں سب سے پہلے بچے کو ۔ پلوٹھی ۔ جو آخری اس کو کھروڑیگا ۔ وہی اول
وہی آخری ۔ تو جب حضور آ گئے تو فرمایا حبیب اب بولنے کو چھوڑ دیتے ہیں ۔ اب ارث
ایسی بدلی کہ آپ آ گئے ۔ اب ارث نہیں بدلے گی ۔ اب آپ کی ہی ارث رہے گی ۔

حضور نے جو حکم دے دیا وہ سارے زمانوں کے لئے ایک ہی حکم ہو گیا — اللہ کا فرمان ہے جو حضور
کی زبان سے جاری ہوا ۔ فرمایا جو یامرہم بالمعروف اب جس کو حضور نے معروف
کر دیا — قیامت تک وہی معروف ہو گیا — جس کو حضور نے منکر فرمایا قیامت تک وہ
منکر ہے ۔ اب انسان کے عقل و شعور کا پیمانہ عرش کو چھو کر کے زمین پر آ جائے جتنی ترقی
کرتی چلی جائے مگر حضور کے بنائے ہوئے اچھائی اور برائی کے پیمانے بدل نہیں سکتے ۔ حتیٰ کہ جن عادتوں
کو حضور نے اچھا کہہ دیا تو قیامت تک وہی اچھی ہیں ۔ کھانے پینے کے طریقے آداب بول
چال دیکھنا بیٹھنا ۔ اس سے بہتر کوئی نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اخلاق انسانی جتنا ترقی کر
گیا ہے ۔ چودہ سو سال تو ہو گئے ہیں ۔ ارتقا کرتے ترقی کرتے ترقی کرتے پندرہ صدیاں بیت گئیں ۔
پندرہ صدیوں کے بعد بھی آج انسانی عقل و شعور اور اخلاقیات کے مختلف گوشے ۔ جتنے پوری
دنیا میں ایجاد ہو گئے ہیں ۔ جن سے انسان ایک اچھا انسان بنتا ہے ۔ (۳۴ - ۲۵)
وہ سارے پوری دنیا کے اکٹھے کر کے سامنے رکھ لیں ۔ صرف حضور کی حدیثوں کو حضور کی سیرت کو نکال
لیں ۔ (اللہ کی قسم) انسانی شعور ترقی کر کے ایک نئی خوبی کوئی مصطفیٰ کی عطا کردہ خوبی کا موازنہ
نہیں کر سکتا — آج دنیا میں دوسرے کو مسکرا کے ملنا ۔ دنیا میں سکھایا جاتا ہے ۔
حضور علیہ السلام نے فرمایا جامع ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۳ ابواب (نمبر 1956) جو شخص مسکرا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار

کے ملے گا۔ تو اس کو نیکی اور عبادت کا ثواب ملے گا۔ اور فرمایا مسکرا کر ملنے کا ثواب
ایک صدقہ کرنے کا ثواب ہے۔ تو دنیا کا شعور کہاں تک پہنچے گا۔ جتنا بھی آگے
چلا جائے۔ وہ حضور کی تہذیب سے آگے نہیں جائے گا۔ آقا نے فرمایا۔ سلام جنتیوں کی علامت ہے۔ فرمایا جس کو جانو نہ جانو ہر ایک کو سلام کرو۔ یہ بشر سلام
ہے۔ سلامتی کی دعا بھی ہے۔ اور شناسائی کا لفظ بھی ہے۔ اور پہلو نہ لفظ ہے نہ دعا
بتانا یہ چاہتا ہوں کہ یہ پیمانے آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمائے ہیں۔ ساری کائنات ترقی
کر جائے اس کی گرد کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

یامرھم بالمعروف وینھھم عن المنکر۔ قیامت تک حضور کا دوائمی احکام ہے۔ حضور
جیسا کوئی پیمانہ بنائے تب جب حضور جیسا اور کوئی اچھا پیدا ہو سکے۔ ہو ہی نہیں
سکتا۔ جو حضور نے پیمانہ دیا ہے وہ خالق کا پیمانہ ہے۔

آگے فرمایا ویحل لھم الطیبات۔ اور پاکیزہ چیزوں کو حلال کرنے والے ہیں۔ المحلل ہیں۔
پاک چیزوں کو حضور حلال کرتے ہیں۔ ویحرم علیھم الخبائث۔ اور ناپاک چیزوں کو
حضور حرام کر دیتے ہیں۔ جس کو حضور نے حلال کر دیا۔ وہ پاک ہو گیا۔ جس کو حضور نے
حرام کر دیا وہ ناپاک ہو گیا۔ تو یہ الامر عن المعروف کو ظاہر ہی عن المنکر۔ کہ حضور
لوگوں کو حکم دیتے ہیں۔ اور حرام و حلال کیسے بنتا ہے۔ جس کو حضور اجازت دے دیں وہ حلال
ہو جاتا ہے۔ جس کو حضور منع فرما دیں وہ حرام ہو جاتا ہے۔ تو حلال اور حرام بھی حضور کے
فرمان سے ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا مردوں کے لیے ریشم حرام ہے۔ اب
ریشم میں کیا خرابی ہے۔ عورتوں کے لیے فرمایا حلال ہے۔ یہ بات قرآن مجید میں نہیں ہے۔
کوئی یہ کہے کہ حلال و حرام کرنے والا تو اللہ ہے۔ نہیں۔ اللہ تو ہے ہی۔ اس نے
اپنے حبیب کو بھی حرام اور حلال کرنے والا بھی بنایا ہے۔ یہ بھی قرآن مجید فرماتا ہے کہ حضور حلال کرتے
ہیں پاک چیزوں کو اور حضور حرام کرتے ہیں ناپاک چیزوں کو۔ تو یہ اختیار حضور کو دیا ہے۔
یہ دلیل دے رہا ہوں کہ قرآن میں تو نہیں ہے کہ ریشم حرام ہے۔ یہ حضور نے فرمایا ہے۔ مردوں
کے لیے فرمایا مرد نہ پہنیں حرام ہے۔ اور عورتوں کے لیے فرمایا نہیں یہ ان کے لیے حلال ہے۔

ایک صحابی آ گئے اس نے شہادت پیش کر دی کہ یا رسول اللہ میری کچھ بیماری ہے۔ میں ریشمی کپڑا نہ پہنوں تو جوئیں پڑ جاتی ہیں۔ جسم میں تکلیف آ جاتی ہے۔ آپ نے اس کی بات سن کر فرمایا جاؤ تم پہنا کرو تمہارے لیئے حلال ہے۔ خود حلال کر دیا خود حرام کر دیا۔ تو ~~حضور~~ حرام کرنے کا اختیار بھی حضور کو۔ اور حلال کرنے کا اختیار بھی حضور کو۔ کیونکہ نہ مثلاً کوئی چیز شروع میں حرام تھی نہ حلال تھی۔ جس کو حضور نے منع کر دیا وہ حرام ہو گیا۔ جس کو منع نہیں کیا وہ حلال ہو گیا۔ جو جو منع ہو گئے حرام ہوتے گئے۔ جو منع نہ ہوئے وہ حلال ہو گئے۔ تو حضور کا چھوڑ دینے کا نام حلال کر دینا ہے۔ حضور کا روک دینا حرام کر دینا ہے۔

مردوں کو کہہ دیا کہ سونا حرام ہے۔ عورتوں کے لیئے حلال کر دیا۔ جس رات آقا علیہ السلام ہجرت فرما کے مکہ سے مدینہ آ رہے تھے۔ تو سراقہ بن مالک نامی۔ بعد میں یہ صحابی ہو گئے۔ اس وقت وہ کافر تھے۔ وہ حضور کے تعاقب تلاش میں نکلے ہوئے تھے قریش مکہ نے اعلان کیا تھا کہ انعام دیں گے۔ کہ جو حضور کو پکڑ کے لائے گا۔ راستے میں آقا علیہ السلام کو مل گیا۔ سرکار نے پوچھا کس لالچ میں آئے۔ اس نے کہا جی حضور گھر میں کچھ نہیں ہے۔ فرمایا میں تمہارے ہاتھوں میں ایران کے کسریٰ کے سونے کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔ وہ چکرا گیا کہ میں کہاں اور ایران کا بادشاہ کہاں۔ اس کے کنگن کہاں۔ گزر گیا وقت۔ سیدنا فاروق اعظم کا زمانہ آ گیا۔ آپ کے دور خلافت میں ایران فتح ہوا۔ تو مال غنیمت آیا۔ بادشاہ ایران کے جو اپنے ہاتھ کے سونے کے کنگن تھے۔ وہ بھی آ گئے۔ سپاہی فوجی جمع تھے مال غنیمت لینے۔ فاروق اعظم اس ڈھیر میں ہاتھ مار رہے ہیں۔ کسی نے پوچھا امیر المؤمنین کیا تلاش کر رہے ہیں۔ فرمایا ایران کے بادشاہ کے کنگن آئے ہوں گے وہ تلاش کر رہا ہوں۔ وہ یقیناً آئے ہوں گے۔ آپ کو کیسے پتہ ہے آئے ہوں گے۔ فرمایا ایران کے بادشاہ کا مال غنیمت آیا ہے۔ میرے آقا نے سراقہ کو فرمایا تھا۔ کہ تمہارے ہاتھوں میں بادشاہ ایران کے سونے کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔ (۱۵ — ۲۶) آج مال غنیمت آیا ہے۔ وہ آئے ہوں گے۔ بس وہ دو ڈھیرے اور صحابہ نے نکال کے دے دیئے۔ سپہ سالار تھے۔ انہوں نے کہا جی یہ کنگن ہیں آئے ہیں شہنشاہ ایران کے۔ اب جو سونا مرد کے لیئے حرام تھا۔ حضور کی زبان پاک

M T W T F S S

Memo No ______

Date / /

سے نکل گیا تھا نا۔ کہ تمہارے ہاتھوں میں سونے کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔ مسجد نبوی کے صحن میں کھڑے ہو کر فاروق

اعظم جیسا خلیفہ، کوئی سونے کی انگوٹھی بھی نہیں پہن سکتا تھا۔ مدینے میں تو گلی میں آنا نہیں تھا۔ دُرّۂ فاروقی سے کانپتا

تھا شہر شہر ــــ کوئی حرام کام نہیں کر سکتا تھا۔ اس دور میں مسجد نبوی کا صحن ہے فاروق اعظم نے آواز دی

سراقہ ادھر آؤ۔ کل جہاں صحن ہے کا موجود ہے مسجد نبوی ہے۔ مرد کے لئے حرام تھا سونا۔ مگر فاروق اعظم نے

اپنے ہاتھوں سے سونے کے کنگن سراقہ کو پہنا دیئے۔ کسی نے کہا یہ کیوں پہنا رہے ہیں یہ تو حرام ہیں فرمایا

حضور اس کے لئے حلال کر گئے ہیں ــــ ويحل لهم الطيبات ــ ويحرم عليهم الخبائث ــ جس کو ہاں کر دیں وہ حلال

ہو جائے۔ جس کو ناں کر دیں وہ حرام ہو جائے ــــ اور ناں میں بھی استثنیٰ کر کے کسی کو ہاں کر دیں وہ

پھر اس کے لئے حلال ہو جائے گا۔ المحلل للطيبات والمحرم للخبيثات۔ تو حضور کے آٹھ اسمائے گرامی

بیان ہو گئے ــ الرسول النبی ــ الامی ــ الموصوف فی التوراۃ والانجیل ــ و الآمر ــ الناہی ــ المحلل ــ المحرم۔

(signature)

12 — 12 — 2018

9 — 4 — 1440

پیر

2 — 59 — 52 — PM

QARI MUHAMMAD ...
Naqashbandi ...
... 2018
Chak 365/E.B Burewala District Vehari
Mob:0334-7632365

الدروس الشفاء ١٢

عنوان (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے القابات و اختیارات)

الذین یتبعون الرسول النبی ـــــ المفلحون - اعراف: ہم نے سابقہ جمعۃ المبارک میں سورۃ اعراف کی اس آیت کی روشنی میں حضور ﷺ کے آٹھ اوصاف اور صفات کا ذکر مکمل کیا تھا - ارشاد فرمایا گیا وہ اور یہ رسول ﷺ لوگوں سے ان کے کندھوں سے ان کے بوجھ اتار دیتے ہیں - اور جن زنجیروں میں وہ جکڑے ہوئے تھے - وہ زنجیریں توڑ کے انہیں آزاد کر دیتے ہیں - گویا وہ بوجھ جو زمانہ جاہلیت کی وجہ سے غلط رسوم کا رواج کا عقائد کا - غلط تصورات کا انہوں نے اپنے اوپر رکھ لیا تھا - اور ناجائز چیزیں جو انہوں نے اپنے اوپر لازم کر لی تھیں ـــ اور پھر اس کے علاوہ وہ زنجیر جن میں جکڑے ہوئے تھے غلامی کی زنجیریں - برادریوں کے قبائل کے نسل کے استثنیات اور تعصبات کی زنجیریں - نسلی اصلیتوں کے زنجیریں - قبائلی تفاخر اور قبائلی گروہ کے زنجیریں - اور خود ساختہ تصورات کے زنجیریں جن میں انسان اپنی زندگی رفتہ رفتہ جکڑ لیتا ہے ـــ اور پھر وہ صدیاں گزر جاتی ہیں اسی تصور میں - تو وہ گویا ان کا عقیدہ اور ایمان بن جاتا ہے ـــ اس کو پھر وہ چھوڑ نہیں سکتے - چھوڑیں تو ایسے لگتا ہے جیسے وہ اپنی کسی بنیاد سے ہٹ رہے ہیں - آج بھی اسی طرح کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں - اس سے مراد ہماری سوسائٹی خاص طور پر پاکستانی سوسائٹی وہی بوجھ وہی زنجیر - اپنے وبال جان بنا رکھے ہیں ہم نے فیملی کے تصورات ہوتے ہیں - خاندانی تصورات رسم اور رواج ہماری من گھڑت علاقائی ثقافت ہوتی ہے - روایات ہوتی ہیں - ہم نے معمول کر ان کو ایمان کا درجہ دے دیا ہے - پاکستانی قوم میں اتنی دین اور ایمان کی غیرت نہیں ہے - جتنی اپنی علاقائی خاندانی روایاتی ثقافت اور رسم و رواج کی غیرت ہوتی ہے - دین کی روح ہماری سوچ میں نہیں ہے - رسم کی روح ہماری سوچ میں ہے - ہم رسم نہیں چھوڑ سکتے - لوگ کیا کہیں گے - یہ اغلال ہیں - ہم نے ایسا کیا تو دنیا کیا کہے گی ـــ ہم دنیا میں مارے جا رہے ہیں برباد ہو رہے ہیں - یہ نہیں سوچتے کہ اللہ کیا کہے گا - یہ سوچ ہے نا یہاں سے نکال ـــ وہاں لگا دیں ـــ تو پورا طرز فکر اور طرز عمل طرز زندگی کا بدل جائے - مسلمان کو ہونا تو یوں چاہیے - اس کی زندگی میں بے پرواہی نہ ہو

M T W T F S S
Memo No
Date / /

کہ دنیا کیا کہے گی۔ جائے جہنم میں —— یہ دنیا کیا کہے گی کا ہی پھیرے — کیا لینا دینا ہے اس سے —
تو یہ سوچ جو ہے۔ اصرھم اغلال التی کانت علیھم —— یہ بوجھ ہیں جن کو آقا علیہ السلام اتارنے آئے
زنجیروں کو توڑ کر آزاد کرنے آئے ہیں۔ ہم بھی اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑ بیٹھے ہیں ہمارا
پرابلم فیملی میں بھی یہ ہوتا ہے —— بات سمجھ میں تو آتی ہے۔ لیکن کیا کریں۔ خاندان والے نہیں
چھوڑیں گے —— برادری نہیں چھوڑتی —— لوگ نہیں چھوڑتے —— دنیا نہیں چھوڑتی۔ کوئی
پکڑا ہوا نہیں ہے آپ کو۔ کوئی جکڑے ہوئے نہیں ہیں آپ —— ہم نے خود پکڑا ہوا ہے دنیا کو۔
کوئی گھر آ کے چھوٹے کر دے گا آپ کو۔ کوئی آپ کا مکان گرا دے گا۔ میری مسجد میں یہ باتیں
نہیں آتیں —— یہ کفر ہے۔ جیسے ہم خرافات رسم رواج برادری کے معمولات میں پال رہے
ہیں —— اور دین اور ایمان پیچھے اس کی غرض بھی نہیں ہے —— قرآن مجید نے پیمانہ دیا تھا۔
ولا یخافون لومۃ لائم —— اللہ کے بندوں کی علامت یہ ہے۔ کہ لوگ کیا کہیں گے اس کی پرواہ
نہیں کرتے (مائدہ ۵۴) اب بتائیے —— لوگ کیا کہیں گے ملامت کریں لعنت بھیجیں گے تنقید
کریں گے انگلیاں اٹھائیں گے۔ آوازیں کسیں گے۔ ملامت کریں گے۔ فرمایا جو اللہ سے پیار کرتے ہیں
ان کی پہلی علامت یہ ہے کہ وہ اس کی پرواہ نہیں کریں گے۔ ٹھوکر سے اڑا دیتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں
جائیں جہنم میں —— انہیں فکر اتنی ہے کہ میرا مولا کیا کہے گا —— حضور کیا کہیں گے ص۔ اللہ اس
سے خوش ہوتا ہے۔ اور اس —— ناراض ہوتا ہے —— وغیرہ۔ ناراضگی کو اڑا دو۔
خوش ہونے والی کو لے لو —— اس بات سے حضور خوش ہیں اس بات سے حضور ناراض
ہیں۔ بس ناراضی کو اٹھا کے پھینک دو۔ دنیا خوش ہو ناراض ہو۔ دنیا نہ آپ کا معبود
ہے نہ آپ کا رسول ہے۔ اب بتائیے —

ہم نے اپنا معبود کو ہٹا دیا۔ اللہ کو ہٹا دیا —— رسول کو ہٹا دیا۔ جب اللہ رسول کو دونوں
ہٹا دیا۔ دنیا کو بٹھا دیا —— یہ ہمارا مومنانہ دین ہے۔ یہ ایمان ہے —

فرمایا بوجھ بھی رسول اتار دیتے ہیں۔ اور زنجیریں بھی توڑ دیں۔ آزاد کر دیا سوچ میں بھی۔
اور ان چیزوں سے بلند کر دیا —— حضور علیہ السلام کا لقب ہوا المحرر۔ آزادی دلانے
والے۔ پھر فرمایا وہ لوگ اس رسول ص پر ایمان لائیں گے۔ اب ایک ایمان تو وہ ہے جس کا ذکر شروع

KHURRAM PAPER PRODUCTS

سے ہو رہا ہے۔ کہ یہ خطاب ہی اہل ایمان سے ہے۔ الذین یتبعون الرسول۔ وہ لوگ جو اس کا رسول
کی اتباع کریں گے۔ اس کے بعد آگے بیان چلا ہے۔ تو یہ خطاب ہی اہل ایمان کو ہے۔ تو جب
اہل ایمان کو خطاب ہے تو اب فالذین امنوا بہ۔ پس وہ لوگ جو ایمان لائیں گے۔ وہ ایمان کون
سا ہوا۔ تو پتہ چلا کہ وہ پہلا ایمان نہیں بلکہ ایمان پر ایمان ہے۔ آپ کو یاد ہوگا رمضان المبارک
کے پہلا جمعہ میں باہر کے گراؤنڈ میں جب ایمان کی حقیقت پر خطاب کا سلسلہ کیا تھا۔
تو اس میں پہلا خطاب کیا تھا۔ کہ ایمان پر ایمان۔ تو اس سے مراد۔ وہ لوگ جو حضور
پر ٹوٹ کر محبت کریں گے۔ تو اس لحاظ سے حضور کا وہ لقب آگیا المحبوبا۔ قرآن
مجید میں فرمایا کہ اگر لوگ ماں باپ رشتے داریاں بیوی بچے مکان تجارت رہائش گاہیں۔ سواریاں
نفع نقصان یہ سارا چیزوں سے بڑھ کر اگر اللہ سے رسول سے اور اس دین کیلئے جہاد
سے محبت نہیں کریں گے۔ تو اللہ کا عذاب آئے گا۔ احب الیکم من اللہ ورسولہ۔
توبہ ۲۴ — یہ ایمان کی شرط بیان کی ہے۔ رسول کو محبوب بنایا گیا ہے۔ اس مقام پر۔
محبوب کے ساتھ تو معاملہ اور طرح کا ہوتا ہے۔ اور دوسروں کے ساتھ تو معاملہ اور طرح کا ہوتا
ہے۔ جب طے کرلیا ہے کہ فلاں محبوب ہے۔ پھر اس کے ساتھ تو معاملہ جدا ہو گیا۔ پھر ناپ
تول نہیں رہتا — فرمایا وہ لوگ جو میرے محبوب سے محبت کریں گے۔ یعنی پھر اُن کا
ناپ تول نہیں کریں گے — اتنا تھا۔ اتنا نہ تھا۔ یہ تھا۔ وہ تھا — محبوب پھر ناپ
تول سے ماوراء ہوتا ہے — وعزروہ اور ان کی بڑی تعظیم کریں گے۔ تو یہاں اس مقام
پر۔ گیارہواں لقب آگیا۔ المُعَظَّم۔ المُکَرَّم۔ حضور کی بے حد تعظیم و تکریم کرنے والے۔ پھر
فرمایا ونصروہ۔ اور جو اُن کی مدد کریں گے۔ یعنی حضور علیہ السلام کو ہماری کیا مدد
درکار ہے — حضور علیہ السلام کے لئے تو اللہ کافی ہے۔ اور اللہ ہی کی مدد کافی ہے۔ فرمایا کہ
بیٹے جو حضور کے امتی مدد کریں گے۔ حضور کو امتیوں کی کیا مدد درکار ہے۔ یہاں اشارہ
ہے کہ حضور کے دین کی مدد کریں گے۔ یہ شرط ہے حضور سے محبت کریں۔ حضور کی تعظیم کریں۔
حضور کے دین کی مدد کریں۔ جان سے مال سے عزت سے آبرو سے وقت
دینے سے اپنا وقت حضور کے دین کو دیں۔ اپنا مال حضور کے دین کو دیں۔ راحت جان

M T W T F S S
Memo No ______
Date / /

حضور ﷺ کے دین کا مددگار حضور ﷺ کی نوکری کا ہے

حضور ﷺ کے دین کو دیں — اپنی توانائیاں حضور ﷺ کے دین کو دیں — جو کچھ دے سکتے ہیں حضور ﷺ کے دین کو دیں — تاکہ حضور ﷺ کا دین بلند سے بھی ہو اور سب سے بلند بھی ہو۔ تو دین کی مدد کرنا۔ حضور علیہ السلام نے اگر آقا اس کام کو اتنا بلند رتبہ دیا ہے — جو حضور ﷺ کے دین کی مدد کرے۔ اس دین کی مدد کرنے کے عمل کو اللہ نے اس عمل کے بلند کرنے کا درجہ اتنا بلند کر دیا ہے۔ کہ دین کی مدد کو اللہ پاک نے حضور ﷺ کی مدد کرنا لکھ دیا ہے — لتنصرنہ۔ یہ حضور کی مدد کر رہا ہے — پھر بات یہاں تک ہی نہیں رکی۔ بلکہ اس سے آگے کر دیا ہے — جو حضور ﷺ کے دین کی مدد کرے۔ فرمایا۔ دین کی نہیں وہ میرے محبوب کی مدد کر رہا ہے۔ جو دیکھے بغیر اللہ کی مدد کرے گا۔ تو فرمایا حضور ﷺ کے دین کی مدد کرنے والا حضور ﷺ کی مدد کر رہا ہے — پھر فرمایا نہیں صرف میرے محبوب کی ہی نہیں۔ وہ تو میری مدد کر رہا ہے۔ اللہ کی مدد کر رہا ہے — تو جو لوگ اپنی زندگیاں حضور ﷺ کے دین کے لئے وقف کرتے ہیں ان جیسا اجر پانے والا ہی کوئی نہیں ہے — جو لوگ اپنی زندگی حضور ﷺ کے دین کے لئے وقف کرتے ہیں تو لکھا کیا جاتا ہے قرآن کی رو سے — کہ انہوں نے اپنی زندگی میرے محبوب کے لئے وقف کر دی ہے — وہ حضور ﷺ کے لئے وقف ہو گئے۔ لکھا جاتا ہے یہ حضور ﷺ کی نوکری میں لگے ہوئے ہیں — یہ حضور ﷺ کی خدمت میں ہیں۔ حضور ﷺ کی مدد میں ہیں — پھر یہاں نہیں ایک درجہ ہے۔ اگلا ورق پلٹو اگلے ورق پر نامہ اعمال میں لکھا ہوا ہے — کہ یہ اللہ کی مدد کر رہے ہیں۔ کتنی بڑی بات ہے۔ جس کو نصیب ہو وہ اللہ کی اللہ کے دین کی اور حضور ﷺ کے لئے خود کو وقف کرے۔ اپنی توانائیاں صلاحیتیں حضور ﷺ کے نام لگا دینا — یہ حضور ﷺ کے دین کی مدد ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کا دن ہو گا۔ ایک شخص اٹھے گا۔ اس کا حساب و کتاب (۴۶ — ۱۶) لیا جا رہا ہے۔ اللہ پاک اس سے پوچھے گا۔ کہ میں بیمار تھا تو تو میری عیادت کیلئے نہیں آیا۔ میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا بھی نہیں کھلایا — میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پوچھا۔ بندہ کہے گا اے باری تعالیٰ آپ کی شان تو ان چیزوں سے ماوراء ہے۔ بیماری سے بھوک سے پیاس سے آپ کیسے یہ کون کر سکتا ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا وہ میرا بندہ بیمار تھا اگر تو اس کی عیادت کو چلا جاتا۔ تو میں تجھ کو دکھاتا کہ میری عیادت کیلئے آیا ہے۔ میرا بندہ پیاسا تھا۔ تو اس کو پانی پلا دیتا تو قیامت کے دن جب تیرا نامہ اعمال کھلتا

KHURRAM PAPER PRODUCTS

اگر روح اللہ ہیں تو نبی اکرم نور اللہ کیوں نہیں

تو کتاب میں لکھا ہوتا کہ جیسے پانی پلایا ہے۔ تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو یہ تیری کتاب اعمال میں لکھا ہوتا۔ کہ جیسے کھانا کھلایا ہے۔ جب اللہ پاک ایک عمل اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ تو اکراماً کرتا ہے۔ الطافاً کرتا ہے۔ اشفاقاً کرتا ہے۔ شفقت فرماتے ہوئے۔ اکراماً کرتا ہے اس پر کرم کرتے ہوئے۔ انعاماً کرتا ہے اس پر انعام کرتے ہوئے۔ پھر اس اللہ کے ساتھ معاملہ کو اپنے ساتھ کر لیا۔ یہ اکراماً ہے۔ انعاماً ہے الطافاً ہے۔ اشفاقاً ہے۔ اعزازاً ہے (۳۳-۱۸)۔ یعنی اس عمل کو عزت دینے کے لیے اونچا کرنے کے لیے۔ اللہ پاک اس کو اپنے ساتھ ملا لیتا ہے۔ آپ دیکھیے کہ کسی بندے کو کھانا کھلایا۔ اللہ نے کہہ دیا کہ جیسے کھانا کھلایا ہے۔ اب میں اگلی بات کی طرف جا رہا ہوں خاص۔ پانی پلایا اس نے کہہ دیا کہ جیسے پانی پلایا ہے۔ کسی کو جا کے پوچھا مزاج پرسی کی اس نے کہہ دیا کہ جیسے مزاج پرسی کی ہے۔ اگر کھانا پانی مزاج پرسی اللہ کی ہو سکتی ہیں۔ تو حضور کا نور اس نے کر دیا کہ میرا نور ہے۔

وہ کیوں نہیں ہو سکتا۔ سمجھ آئی بات۔ حضور کا نور اس نے کر دیا کہ میرا نور ہے۔ حضور کے نور کو اکراماً اللہ کا نور کہہ دیا اکراماً۔ الطافاً۔ اشفاقاً۔ انعاماً۔ اعزازاً۔ کھانا لوگوں سے اللہ کے بن گئے تو نور حضور کا اللہ کا کیوں نہ ہو گیا۔ یہ نسبت کو اونچا کرنے کے لیے اللہ پاک نے فرمایا ہے جو خانہ کعبہ اللہ کا گھر ہے۔ وہ کیسے گھر ہو گیا۔ کیا اللہ پاک رہتا ہے وہاں کوئی۔ کہ کبھی ایک دن کبھی بھی اس نے قیام کیا ہو۔ اس گھر کا کوئی استعمال تو ہو۔ تو اللہ استعمال کرتا ہے اس گھر کو۔ تو بیت اللہ کیوں ہے۔ آپ کا گھر تو اس لیے ہے کہ آپ رہتے ہیں۔ یہ مسجد اللہ کا گھر ہے۔ بیت من بیوت اللہ۔ عبادت تو آپ کرتے ہیں بناتے بھی آپ ہیں۔ سنوارتے بھی آپ ہیں۔ خرچ بھی آپ کرتے ہیں۔ تو اس کا گھر کیسے ہے۔ عبادت ہم کرتے ہیں اس کی۔ اس نے اس گھر کو عزت دینے کے لیے نسبت اپنی طرف کر دی ہے۔ کعبۃ اللہ عبادت گاہ ہے۔ طواف کی حج کی جگہ ہے۔ اس گھر کو بہت عزت دینے کے لیے۔ اس کو بیت اللہ میرا گھر کہا۔ تاکہ لوگ اس شوق سے آئیں۔ کہ اللہ کا گھر ہے چلو دیدار کر آئیں۔ عزت دینے کے لیے۔ ذوق بڑھانے کے لیے۔ اعزاز اکرام درجہ رتبہ بلند کرنے کے لیے اللہ نے تشریفاً اس کا شرف بڑھانے کے لیے اللہ نے اپنا گھر کہہ دیا۔ بس اسی طرح شرف بڑھانے کیلئے نور من نور اللہ۔ شرف بڑھانے کے لیے حضور کے نور کو فرما دیا نور اللہ۔ اللہ کا نور ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو کہہ دیا کلمۃ اللہ۔ اللہ کا کلمہ ہے۔ اب کیا وہ کوئی اللہ کے منہ سے نکلا ہوا کلمہ ہے۔ کہا ہے جبرائیل امین نے پھونکا تو وہ ہو گئے۔ اس لیے وہ کلمۃ اللہ

M | T | W | T | F | S | S
Memo No ______
Date / /

ہے۔ فرمایا روح اللہ۔ اللہ کی روح ہیں۔ تو کیا اللہ کا جسم اور روح ہوتا ہے۔ نہ جسم ہے نہ روح تو
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح وہ کیسے ہو گئے۔ جس طرح وہ اللہ کی روح ہو گئے۔ اسی
طرح حضور اللہ کا نور ہو گئے۔ اس کی وجہ شرحِ نام ہے۔ نہ پوچھیں اللہ سے پوچھیں کہ قرآن
میں پیغمبر کو فرمایا ہے کہ میری روح ہیں۔ کلمۃ اللہ اللہ کا کلمہ ہو گئے۔ اسی طرح حضور اللہ کا نور ہو گئے۔
یہ شرف دینے کیلئے اعزاز دینے کے لئے نسبتیں ہو گئیں۔ اضافت۔ تو فرمایا نصروہ۔ یہ شرف
بخشا ہے۔ دین کی خدمت کرنا اتنا بڑا کام ہے۔ کہ اس کو اتنا بڑا اعزاز دیا اللہ نے کہ دین کی خدمت
کرنا۔ اسے حضور کی براہِ راست نوکری قرار دے دیا۔ ۳

اب مجھے بتائیں کوئی دا بڑا میں نوکری کرتا ہے۔ بینک۔ سول سروس۔ فوج۔ تو سارے جہان
میں لاکھوں کروڑوں نوکری کرتے ہیں لوگ۔ ماں باپ بھی کہتے ہیں کہ میرا بیٹا نوکر ہو جائے۔ اور کتنے خوش نصیب
ہیں جن کا بیٹا حضور کا نوکر ہو جائے۔

کبھی سوچا ہے۔ یہ بات اللہ نے فرمائی ہے۔ جو حضور کے دین کی خدمت کرتے ہیں۔ وہ حضور کے
نوکر ہو گئے۔ اگلا ورق پلٹا تو لکھا تھا۔ حرف میرے محبوب نے نہیں خود میرے نوکر ہو گئے۔ یہ ناصر الرسول
ہو گئے اور ناصر اللہ ہو گئے۔ تو آقا علیہ السلام کو فرمایا اَلْمَنْصُوْر۔ جن کی مدد کی گئی۔ اور مدد یعنی
جن کی خدمت کی گئی۔ جن کے دین کی مدد کی گئی۔ یعنی خدمت کی گئی۔ تو آقا علیہ السلام کا لقب ہے
اَلْمَخْدُوْم۔ المحبوب۔ المعظم۔ المنصور۔

پھر فرمایا واتبعوا النور الذی انزل معہ۔ واتبعوا پھر انہوں نے اتباع کی۔ پیروی کی۔ نوکری کی
اور پیروی کی۔ پھر جو سچے نوکر ہوتے ہیں۔ وہ پیروی بھی کرتے ہیں۔ ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔ ان کے
طریقے پر چلتے ہیں۔ ان کی راہنمائی پر چلتے ہیں۔ ان کی ہدایات پر چلتے ہیں۔ جو ان کی بتائی ہوئی ہدایات پر
عمل نہ کرے وہ سچا نوکر ہی نہیں ہے۔ وہ وفادار نوکر نہیں ہے۔ وفادار نوکر وہ ہوتا ہے۔ جو ان کی راہ پر
چلتا ہے۔ فرمایا واتبعوا پھر وہ اتباع کرتا ہے۔ (۴۶-۴۴) اس وجہ سے حضور علیہ السلام کا لقب ہو گیا۔
اَلْمُتَّبَع۔ جن کی اطاعت و اتباع کی گئی۔ جن کی پیروی کی گئی۔ پھر آگے ارشاد فرمایا۔
اتباع کس کی کرتے ہیں۔ النور الذی انزل معہ۔ اس نور کی جسے وہ ساتھ لے کر آئے۔ اس کا اشارہ
قرآن کی طرف ہے اس کا اشارہ حضور کی سنت کی طرف ہے۔ سیرت کی طرف ہے حضور کے دین کی طرف

KHURRAM PAPER PRODUCTS

حضور بھی نور والے ہیں ۔

حضور کی تعلیمات کی طرف ہے ۔ اور اتباع کرتے ہیں پیروی کرتے ہیں اس نور کی جو حضور کے ساتھ اتارا گیا ۔ جو حضور سے تو لائے ۔ اس نور کی جو حضور سے تو لائے ۔ اس سے جو لقب ہوا آقا کا وہ ہوا ۔ المبعوث بالنور ۔ یعنی نور والا ۔ تو کیسے ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی حضور ہی لے کر آئے ۔ تو نور ہو اور خود نور نہ ہوں ۔

جو حضور کے صدقے سے ملا ۔ اور حضور کے ذریعے سے آیا ۔ جو حضور کے پاس آیا ۔ جو حضور کی وساطت سے ہمیں پہنچایا گیا ۔ حضور جو سے تو لائے ۔ تو نور ہو اور لانے والا خود نور نہ ہو ۔ ایسا نہیں ہوتا ۔ وہ نور ہیں تو نور لائے ہیں ۔ وہ نور ہیں تو نور اُن پر اترا ہے ۔ یہ نور ہدایت ہیں ۔ اس لیے وہ المبعوث بالنور ۔ نور کے ساتھ مبعوث ہونے والے ۔ یہ ہو گیا ۱۴ لقب ۔ نور کے رشتے میں حضور سے جڑ جائیں ۔ ان کے لیے فرمایا ۔ اولئک ھم المفلحون ۔ یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پائیں گے ۔ حضور سے محبت کر کے ۔ حضور کی تعظیم کر کے ۔ حضور کی نصرت مدد اور خدمت کر کے ۔ اور حضور کی اطاعت و اتباع کر کے ۔ یہ چار شرطیں پوری کریں گا تو فلاح پا جائیں گے ۔ تو اس میں حضور علیہ کا لقب ہوا ۔ کہ حضور وسیلۃ الفلاح ہو گئے ۔ فلاح کا وسیلہ حضور کی ذات ہے ۔ حضور کی سے محبت کی تو فلاح ملی ۔ حضور کی تعظیم کی تو فلاح ملی ۔ حضور کی نصرت کی تو فلاح ملی ۔ اور حضور کی اتباع و پیروی کی ۔ تو فلاح ملی ۔ تو چار شرطیں آقا علیہ السلام کے ساتھ نسبت پوری کیں تو فلاح یاب ہو گئے ۔ تو حضور ہو گئے وسیلۃ الفلاح ۔ ذریعۃ الفلاح ۔ واسطۃ الفلاح ۔ فلاح کا راستہ بھی حضور ہو گئے ۔ تو پندرہ اوصاف کریمہ آقا علیہ السلام کے اس آیت میں بیان ہو گئے ۔ اس کے بعد اگلی آیت اعراف 158 میں اور دوسری آیت سورۃ آل عمران کی 159 ۔ ارشاد ہیں ۔ فرمایا قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ۔ فرمائیں اے لوگو ۔ اے بنی انسان میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں ۔ اس کے ذریعے کیا لقب ملا ۔ المبعوث الی الانس کل انسانوں کی طرف مبعوث ہونے والے ۔ حضور صرف عربوں کی طرف مبعوث نہیں ہوئے ۔ نہ خصوصی قبیلہ نہ مخصوص قوم نہ مخصوص خطہ اور علاقہ ۔ کل عالم انسانیت کے لیے حضور مبعوث ہوئے ۔ یہ تو ایک جز ہے ۔ پھر اس سے بڑھ کر مبعوث ہوئے ۔ جنات کی طرف بھی اور کل کائنات کی طرف بھی ۔ مگر اس آیت میں بیان ہو رہا ہے ۔ اس آیت میں جو لقب آیا ہے آقا علیہ السلام کا ۔ فرمایا قل یایھا الناس ۔ اے نسل انسانی تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں ۔ المبعوث الی الانس ۔ کل انسانیت کی طرف مبعوث کیے گئے ۔

M T W T F S S

حضورؐ اللہ کے نمائندہ

اس کے بعد آگے بڑی ہی ایک لطیف بات ہے جس کا اشارہ کئی مفسرین اور مترجمین کو نہیں ہوا۔ بڑی عجیب بات ہے آگے فرمایا۔ فرما دیں اے حبیب میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ کل انسانیت کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔ کون اللہ الذی لہ ملک السموات والارض ۔ جو زمین و آسمان کی ساری کائنات کا مالک و مقتدر ہے۔ اس اللہ کا رسول بن کے آیا ہوں۔ تم سب کی طرف۔

فرمایا اے بنی نوع انسان۔ تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ کون اللہ ——— اب یہاں کیا جوڑ تھا اس بات کے کہنے کا۔ اس اللہ کا رسول بن کے آیا ہوں جو ساری کائنات کا ——— اس لئے جب نبی پاک ﷺ نے فرمایا میں رسول آیا ہوں۔ رسول بھیجا گیا ہوتا ہے۔ وہ نمائندہ ہوتا ہے۔ جونہی خیال آیا کہ میں بھیجا گیا ہوں۔ فوراً ذہن میں خیال آتا ہے کس کا نمائندہ۔ کس کا بھیجا ہوا۔ کس کا رسول۔ یہ سوال ہوا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نمائندہ کی اپنی اتھارٹی نہیں ہوتی۔ جب کوئی سفیر بھی بھیجتے ہیں کسی ملک میں تو کہتے ہیں۔ کہ فلاں ملک میں حکومت پاکستان کا سفیر ہوں۔ تو سفیر کی اپنی اتھارٹی نہیں ہوتی۔ مگر وہ سفیر اپنے بادشاہ کی بات کرے۔ تو اس کی بات نہیں سمجھی جاتی وہ حکومت پاکستان کی سمجھی جاتی ہے۔ بھیجنے والا جتنا طاقتور ہوا نمائندہ اتنا طاقتور ہوتا ہے۔ بھیجنے والا جتنا معظم و مقتدر ہوا۔ نمائندے کی اتنی عزت ہوتی ہے۔ وغیرہ۔

تو جس ملک کی جتنی حیثیت ہوتی جس ملک اور قوم کے سامنے۔ اس کے سفیر کی اتنی ہی عزت ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مصطفیٰ کس کا سفیر ہے۔ رسالت میں سفارت ہوتی ہوتی ہے اور سفارت بڑی شئے ہوتی ہے۔ اور سفارت سے بھی بڑی شئے ہے رسالت۔ تو فرمایا تم دنیا کے سفیروں کو دیکھتے ہو۔ کہ کس کا سفیر ہے اس کے مطابق اپنا واسطہ رابطہ تعلق متعین کرتے ہو۔ آؤ مصطفیٰ بھی سفیر بن کے آیا ہے۔ کل عالم انسانیت کے لئے؟ سوال ہوا تھا کہ کس کا سفیر ہے۔ تاکہ اس کے مطابق متعین کریں کہ کیسے ڈیل کرنا ہے۔ کتنا ادب کرنا ہے کتنی تعظیم کرنی ہے۔ بات کتنی ماننی ہے اور کتنی نہیں ماننی۔ فوراً پوچھا کہ کس کا رسول اور نمائندہ آیا ہے۔ کل انسانیت کی طرف۔ تاکہ ہم سیدھے ہو جائیں کہ کیسے ڈیل کرنا ہے۔ رب کائنات نے فوراً بتایا یہاں سفیر آیا ہے بن کر بھیجا ہے۔ کس کا اس خدا کا جو سارے ارض و سماء کی کائنات کا مالک ہے۔ جب وہ خدا فرمایا الذی وہ اللہ جو زمین و آسمان کی ساری کائنات کا مقتدر ہے ——— جب بھیجنے والی ذات زمین و آسمان کا

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S
Memo No
Date / /

مالک ہے۔ تو عید سفیر کا حکم کہاں کہاں چلے گا ۔ جہاں جہاں کا وہ مقتدر ہے۔ وہاں وہاں کا یہ رسول ہے۔
جہاں جہاں پر اس کا اقتدار ہے وہاں وہاں پر اس کا اختیار ہے۔ جہاں جہاں تک اس کی سلطنت ہے
وہاں وہاں تک اس کی مملکت ہے۔ جہاں جہاں تک اس کا سلطان ہے۔ وہاں وہاں تک اس کا فرمان ہے۔
جہاں جہاں تک وہ اپنی شان کے ساتھ ہے۔ وہاں وہاں تک یہ اپنی شان کے ساتھ ہے۔ یہ فرمایا۔ لہ ملک
السموات والارض ۔ اس اللہ کا رسول بن کے آیا ہے۔ جو ساری کائنات کا مالک و مقتدر ہے۔
یہی کچھ۔ فرمایا اور تم کیا سمجھے۔ فرمایا لا الہ الا ھو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ کوئی اس
کے سوا کوئی محبوب نہیں ہے۔ باقی جو ہوگا اس کے ذریعے سے ہوگا ۔ پھر فرمایا یحی
ویمیت۔ جس کو چاہے وہ زندہ کر دے۔ جس کو چاہے وہ مار دے۔ وہ حیات کا مالک بھی ہے اور موت کا
مالک بھی ہے ۔ اب اپنی جو جو صفتیں بیان کرتا جائے گا۔ وہ ساری صفتوں کی جھلک اس کے
سفیر میں دکھائی دیتا چلا جائے گا ۔

تو فرمایا یحی ویمیت اس کی اتھارٹی کے خدوخال بیان ہو رہے ہیں۔ اس کی اتھارٹی کے کوالیفکیشن بیان
ہو رہے ہیں ۔ وہ کیا ہے۔ وہ حیات کا بھی مالک ہے اور ممات کا بھی مالک ہے۔ مردہ ہو تو اس کو
چاہے تو اس کو زندہ کر دے۔ اس کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ مردہ ہو اسے بھی زندہ کر دے۔ کوئی زندہ ہو اس کو چاہے
تو اس کو مار دے ۔ اس کا مندوب آیا ہے۔ اس کا رسول آیا ہے۔ وہ جو مردوں کو زندہ کرتا ہے
اس کا مطلب کیا ہے کہ اس رسول کا خیال کرو۔ ادب کرو۔ کہ مردوں کو ٹھوکر مار دے تو وہ زندہ ہو جائے۔ مردے کو
پیار سے تھک لے تو زندہ ہو جائے۔ زندہ ہو نگاہ ہٹا لے تو مردہ ہو جائے۔ کیونکہ اس یحی ویمیت
کا نمائندہ جو ہے۔ یہ سارا بیان کر کے پھر ایک نتیجہ فرمائی۔ پھر نتیجہ؟ فامنوا باللہ ورسولہ۔
اس طرح اللہ کو بھی مانو اور اس طرح اس کے رسول کو بھی مانو ۔ النبی الامی۔ تم نے سوچا ہوگا کہ نبی الامی کون
ہے۔ اب سمجھ میں آ گئی ہو گی ۔ اب یہ دہرانے کی کیا ضرورت ہے ایک ہی جملہ ہے۔ آیت بھی یہاں سے
شروع ہو گئی۔ فالذین یتبعون الرسول النبی الامی ۔ مضمون شروع یہاں سے ہوا۔ درمیان میں اس مضمون
کو آگے چلایا پھر یہ کہہ کر فالذین امنو ۔ مضمون ختم ہونے سے پہلے پھر تیسری بار کہا۔ فامنوا باللہ
ورسولہ۔ کیا مطلب ہے اس کا ۔ تو بار بار تکرار کا مطلب کیا ہے۔ کسی کو اگر ذوق تفسیر نصیب ہو۔ اور ذوق
معرفت قرآنی نصیب ہو۔ اور کسی کو قرآن کے دقائق ولطائف ومعرفت کا حصہ مل جائے اسے بغیر

M T W T F S S — Memo No ____ Date / /

سمجھانے سے خود سمجھ آئے گی۔ جب تکرار ہوں گے تو بات آئے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سمجھ گئے کہ
اب جو میں نے بات کی ہے ـــــ کہ یوں ہی ایمان لاؤ۔ اس کا سفیر یوں سمجھ کر۔ اس شان کے
ساتھ۔ ایمان لاؤ۔ اللہ پر اور اس کے رسول پر۔ رسول و النبی الامی۔ وہ جو رسول ہیں نبی امی ہیں۔ الذی
یؤمن بکلماتہ۔ یہ وہ رسول ہیں جو اللہ پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ اور اس کے کلمات پر ایمان لائے ہوئے
ہیں۔ اس شان سے ـــ اور تم ان پر اس شان سے ایمان لاؤ۔ یہ اُس پر ایسے ایمان لائے ہوئے ہیں تم
ان پر ایسے ایمان لے آؤ ـــ یہ بات کہہ کر پھر فرمایا واتبعوہ۔ سن لیا ہے اور پھر فرمایا اس رسول کی پیروی
کرو۔ جو ملنا ہے یہیں سے ملنا ہے۔ ایک بات کو کتنا کہا جا رہا ہے۔ خدا کسی کو سمجھ فہم عطا کرے تو اس کو
کو سمجھ آئے ـــ تو بار بار اس تکرار کا مقصد کیا ہے۔ واتبعوہ اس رسول کی اتباع کرو۔ اب جب میں نے
سمجھا دیا کہ رسول یہ ہیں۔ یہ سمجھ کر ان کی پیروی کرو۔ لعلکم تھتدون ـــــ تاکہ تم ہدایت پا سکو۔
شروع فرمایا المبعوث الی الانس یہ سولھواں لقب ہوا۔ اور سترھواں لقب۔ منصور المقتدر۔ ہوا۔
رسول المقتدر ـــ قادر مطلق کا نمائندہ ـــ آگے فرمایا یحیی و یمیت ـــ الحاکم فی الخلق نیابۃً ـــ
وہ مقتدر رب ہے تو حضور کو حاکم بنایا۔ اس کی نمائندگی کرتے ہوئے۔ اور پھر یحیی و یمیت ـــ بات کی۔
تا بعث الحیات الروحیۃ ـــ وہ حیات و ممات کا مالک ہے۔ اور حضور حیات و ممات کا باعث ہیں۔
وہ موت و حیات دینے والا ہے۔ اور حضور زندگی و موت کا سبب ہیں۔ جو حضور کی غلامی میں ہے
آپ کے صدقے سے زندگی پا گیا ـــ جو آپ کی غلامی ـــ سے نکل گیا۔ اس صدقے سے موت پا گیا۔
اور لعلکم تھتدون تاکہ تمہیں ہدایت ملے گی۔ اور بیسواں حضور مرکز الھدایۃ ہیں۔ ہدایت کا مرکز
حضور کی ذات ہے۔ قرآن دو آیتوں میں آقا علیہ السلام کے بیس[20] اوصاف کا ذکر ہوا ـــ

[signature]

۱۹ ـ ۱۲ ـ ۲۰۱۸ بدھ
۱۱ ـ ۴ ـ ۱۴۴۰
۴ ـ PM
۳ ـ ۳۱

QARI MU...
Naqashbandi ...
19 DEC 2018
Chak 365/E.B Bureywala ...
Mob:03...

(مدح عظیم و کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم ۔)

فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ——— المتوکلین آل عمران 159 ۔ اللہ رب العزت کی توفیق
سے بحمد اللہ تعالیٰ ——— آل عمران کی آیت 159 کی تفسیر بیان کر رہے ہیں۔ قاضی عیاض اپنے سورۃ
اعراف کی آیت نمبر 157 - 158 کے بعد اسی مضمون کے تسلسل میں بیان کیا ہے۔ مضمون آپ کو
معلوم ہے کہ یہ آ رہا تھا۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی حمد و ثنا کی ہے قاضی عیاض فرماتے ہیں۔
اللہ نے حضور کی ثنا کی ہے۔ ہم اس لفظ کو اللہ کے لیے استعمال کرتے ہیں نا ۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے
حضور علیہ السلام کے وصف بیان کیے ہیں۔ اور اس کے لیے شہادت و گواہی دی ہے۔ اس ضمن میں ان
آیتوں کا بیان کیا جاتا ہے۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی ثنا کی ہے۔ اور حضور کی بزرگی بیان کی ہے۔
آج سے ہزار سال قبل ائمہ اعلام محدثین بزرگانِ دین۔ اور دین کے اکابر میں سے ہیں
وہ لوگ ہزار سال قبل۔ اس ضمن میں وہ آیات لائے ان میں سے اس آیت کا بیان
ہے۔ اس میں حضور علیہ السلام کی ثنا بیان کی ——— اور آقا علیہ السلام کی کرامت و عظمت و بزرگی
بیان فرمائی ہے ۔ اور آپ کے اوصاف حمیدہ جو اللہ نے ان کو بھی بیان فرمایا۔ جب اللہ نے بیان فرمایا
تو حضور کی ثنا بیان فرمایا ——— فرمایا فبما رحمۃ من اللہ ——— اے میرے حبیب اللہ کی
طرف سے جو رحمت آپ کو نصیب ہوئی ہے۔ اور اللہ کی طرف سے جو آپ کو سراپا رحمت
بنا دیا گیا ہے ۔ اور اللہ کی طرف سے جو آپ پر رحمت ہوئی ہے ۔ یہ اس رحمت کا سبب ہے۔
کہ آپ لوگوں کے لیے نرم ہو گئے۔ (۵۸ —— ۴) اللہ کی رحمت اگر آپ چاہتے ہیں۔ لئن شکرتم
لازیدنکم۔ (ابراہیم) یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ لوگوں کے لیے نرم ہیں ۔ اور اگر آپ لوگوں کے لیے اور
نرم رہیں گے۔ تو اللہ کی رحمت اور زیادہ ہوتی چلی جائے گی ——— اللہ اپنی رحمت فرماتا ہے۔ اپنی نعمت فرماتا
ہے۔ بندہ جب اس نعمت کا شکر ادا کرتا ہے۔ لئن شکرتم اس کا شکر ہے۔ اس کا ادائے
شکر ہے ۔ اللہ کی رحمت کا شکر ادا کر رہا ہے ۔ کہ جس پر اللہ کی رحمت ہو۔ بہت زیادہ گرم
مزاج نہیں ہوتا ۔ وہ تو رحمت کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہے ۔ وہ لوگوں کے ساتھ الجھتا نہیں ۔ لوگوں

کو کھانے کو نہیں دوڑتا — لوگوں سے ہر وقت غصے نہیں ہوتا ۔ سخت تلخ زبان استعمال نہیں کرتا — ہر ایک کو نرمی اور پیار سے بلاتا ہے کیونکہ اس لیے نرمی اور پیار سے بلاتا ہے ۔ خود جو اللہ نے اس پر پیار کر رکھا ہے کہ پوری الرحمت کے سمندر میں اسے غرق کر رکھا ہے ۔ مگر جو خالی ہے اس کو جتنا بجائیں تو آواز کرتا ہے ، غصہ کرتا ہے جلال دکھاتا ہے شور شرابا ہنگامہ کرتا ہے اسی گھڑے کو آپ لبالب بھر دیں — اور پھر بجائیں تو آواز بہت بھینی ہو جاتی ہے ۔ یعنی وہ شور نہیں اتنا نرم پڑ جاتا ہے ۔ چونکہ اللہ کی رحمت سے بھر جو گیا — تو بندہ اگر اللہ کی رحمت سے بھر جائے ۔ تو بگڑتا نہیں ہے ۔ سکون سے رہتا ہے ۔ لوگوں سے نرمی سے بات کرتا ہے پیار سے بات کرتا ہے ۔ اور جو بہت بگڑے اور بڑا جلال دکھائے اور بڑا غصہ دکھائے ۔ تو سمجھ لیں کہ یہ اللہ کی رحمت سے بھرا ہوا نہیں ہے — ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ

ہماری مذہبی زندگی کے نمائندگان بالعموم بگڑے رہتے ہیں ۔ غصہ کر لیتے ہیں ناراض ہو جاتے ہیں ۔ جلال میں آ جاتے ہیں ۔ دیکھیے یہ اللہ کی رحمت سے بھرے ہوئے نہیں ۔ لنت لھم ۔ کیونکہ ہوتا ہے ۔ اس کی طبیعت میں نرمی ہوتی ہے ۔ یہ کیوں فرمایا فبما رحمۃ من اللہ ۔ یہ اس رحمت کا عکس ہوتا ہے ۔ جو اللہ کی ہر رحمت ہر وقت آپ پر رہتی ہے — اب دیکھیے ۔ اللہ نے فرمایا فبما ۔ سببیت کے لیے ہے یعنی یہ جو ہر وقت رحمت اللہ کی آپ پر رہتی ہے — اتنی رہتی ہے کہ آپ خود ہی اللہ کی رحمت ہو گئے ہیں — یا اللہ نے آپ پر اتنی رحمت فرمائی ہے ۔ کہ خود آپ کو ہی اپنی رحمت بنا دیا ہے — اب آپ خود سراپا اللہ کی رحمت ہو گئے ہیں ۔

ارشاد فرمایا وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین (الانبیاء 107) تو فبما رحمۃ من اللہ سے بات چلی کہ اللہ کی رحمت کی طرف سے آپ کو رحمت نصیب ہے — اور ختم ہوئی تو خود رحمت ہو گئے — وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین ۔ اب آپ اللہ کی رحمت ہیں — اس سبب سے اس کا عکس کیا ہے ۔ پتہ کیسے چلتا ہے کہ آپ سراپا رحمت ہیں ۔ فرمایا لنت لھم ۔ لوگ نہیں دیکھیے آپ لوگ کہ آپ مسکرا کے بات کرتے ہیں ۔ آپ جس سے بات کرتے ہیں پیار سے بات کرتے ہیں ۔ آپ جدھر جاتے ہیں لطیف پیار موعظت سے سمجھاتے ہیں ۔ کافر و مجرم بھی پیار سے بات کرتے ہیں ۔ دوستوں اور دشمنوں سے بھی پیار کرتے ہیں — وہ جو سب پاس ہیں ۔

KHURRAM PAPER PRODUCTS

(کتاب الاشربۃ 2063)

کہ کافر مکہ مکرمہ سے آیا وہ نبی پاک سے ملا (صحیح مسلم) آپ کی بارگاہ میں۔ دن میں کاروبار کیا، رات سونے کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ سونے کی جگہ نہیں تھی رشتے دار جو نہیں تھے۔ وہ جیسے آقا علیہ السلام کے گھر آ گئے۔ اللہ کی شان۔ جنہوں نے نکال دیا ہے یا ہجرت سے مجبور کر دیا ہے۔ اُن کا وہ کافر مدینے میں اپنے کام کاج کیلئے آیا۔ جب فارغ ہو گیا۔ اس کے بعد جب اس کو کوئی جگہ نظر نہ آئی ٹھہرنے کے لیے۔ تو رات کو حضور کا گھر نظر آیا۔ اس کو وہاں آیا۔ اس کو یہ مغالطہ نہیں تھا۔ کہ میں کافر ہوں۔ اور دشمن ہوں۔ یہ بھی مغالطہ نہیں کہ ہم نے تلواروں کے سائے میں محاصرہ کر لیا تھا۔ کہ مکہ سے حضور ہجرت کر کے آ گئے۔ اسے یہ بھی مغالطہ نہیں کہ ہر سال لشکر لے کے جنگ لڑتے ہیں ہم آ کر۔ بدر بھی لڑے۔ اُحد بھی لڑے۔ غزوہ خندق بھی لڑے۔ ہر سال ہم یلغار کرتے ہیں اسے مغالطہ کسی شئے کا نہیں۔ پھر بھی رات آقا کی بارگاہ میں سونے کے لیے آ گیا۔ کیوں یہ دشمن کو بھی ادراک ہے (ہیں تو یہ نبی رحمت) اپنے کے لیے بھی پرائے کے لیے بھی۔ دوست کے لیے بھی دشمن کے لیے بھی۔ جب دشمن بھی مان گئے یہ ہیں تو سراپا رحمت۔ تو یہ اللہ کی رحمت تب بنتی ہے۔ تب ہو گا حضور کہ یہ اللہ کی رحمت ہیں۔ اور اس کی علامت فرمایا کہ لنت لھم۔ آپ نرم ہیں۔ خود بھوکے سو گئے۔ اس کا پیٹ بھر دیا۔ صبح تشریف لائے۔ ادھر صبح طلوع ہوتی اُدھر اس کی فجر ایمان طلوع ہو گئی۔

ایمان لے آیا۔ حضور نے رات کو بتایا کے واسطے اس کو نہیں کہا تھا۔ وہ تو مہمان آیا تھا بس اس کو دودھ ہی پلانا تھا۔ اور اتنا پلایا کہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ اور خود فاقے کی حالت میں سو رہے۔ بس یہی کچھ کیا۔ اور اس سے مسلمان ہو گیا۔ تو پتہ چلا۔ ایسے کردار سے بڑھ کر تبلیغ کوئی نہیں ہے۔ اگر کردار ایسا میٹھا شفیق اور رحیم ہو اس سے بڑی تبلیغ نہیں ہے۔ ہم ایسی چیز سے محروم ہیں۔ ہم سارا کچھ کرتے ہیں۔ ہم کردار میں مٹھاس نہیں لاتے۔ بات میں مٹھاس نہیں لاتے۔ شفقت نرمی پیار محبت الفت یہ نہیں لاتے۔ یہ وہ کافر ہے ایک۔ پھر اور کافر آ گیا۔ وہ بھی رات حضور کے پاس آ کے سو رہا۔ اس کو پیٹ کی خرابی۔ موشن تھے۔ اس نے بستر خراب کر دیا آقا علیہ السلام کا۔ گندا۔ صبح اٹھا ڈر کے مارے بھاگ گیا۔ اس نے کہا یہ تو بستر خراب کر دیا ہے تم نے۔ صحابہ کرام آ جائیں گے۔ میری تو پٹائی

ہوگئی - بھاگ گیا — صبح خیال آیا کہ میری تلوار وہیں رہ گئی — اب وہ تلوار لینے کے لئے آیا جب گھر کے
قریب آیا۔ دیکھا کہ آقا علیہ السلام ایک لوٹے لے کر ایک دو دفعہ پانی گرا رہے ہیں - اور آقا علیہ السلام
اپنے دست مبارک سے دھوتے جا رہے ہیں — چادر دھو رہے ہیں - جب وہ قریب آیا اس
کو ڈر تھا - کہ میری شامت آ جائے گی — جب قریب آیا تو آقا نے فرمایا - مجھے کوئی تکلیف تھی
تو میں تیرا کوئی علاج کرتا رات کو — بس اور تبلیغ نہیں کی — بس شفقت و کردار رحمت
کا سمندر دیکھ کر کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گیا — ۰۰ کافر جس نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے
بھی دیکھا تھا — اور مسلمان نہیں ہوا تھا — چودھویں رات کا چاند بھی دو ٹکڑے ہوا ان کا وہ
میں سے اُن میں بہت — کنکریوں کو کلمہ پڑھتے بھی دیکھا - درختوں کو سجدہ کرتے بھی دیکھا -
معجزات دیکھے - تبلیغ سنی خطاب سنے - وحی الہی سنی سب کچھ سنا - اور کلمہ نہیں پڑھا -
اور آج صرف نرم نرم گفتگو - گفتگو میں مٹھاس - موقع ملا قریب ہو کر - کردار اور برتاؤ
میں شفقت اور رحمت کو دیکھا — یہی تبلیغ کام کر گئی مسلمان ہو گیا — (۵۳-۵۴)

آقا علیہ السلام نے تبلیغ کے سارے طریقے وراثت میں امت کو دیئے ہیں -

سارے طریقے آقا علیہ السلام نے عطا فرمائے ہیں - سب سے بڑا موثر طریقہ تبلیغ نوجوانوں
کے حالات بدلنے کا - وہ طریقہ شفقت و رحمت ہے - لنت لھم - آپ ان کے لئے نرم
ہیں — فرمایا ولو کنت فظا غلیظ القلب — اگر آپ ترش گفتگو کرنے والے - اور دل
کے بھی سخت ہوتے - اگر آپ کی طبیعت میں سختی ہوتی - اور گفتگو میں بھی سختی ہوتی - تو
کیا ہوتا - لنفضوا من حولک — یہ جو آپ کے ارد گرد جمگھٹ نظر آتا ہے نا ستاروں
کا - ٹوٹ پھوٹ کے منتشر ہو کے بھاگ گئے ہوتے — یہ جو جمگھٹ نظر آتا ہے اور لوگ کشاں
کشاں آتے ہیں آپ کی طرف کھنچ کھنچ کے زیادہ شراب خانے میں - آگے جواب آتا ہے -
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق — ایک ہی سبب ہے کہ یہاں بلانے والا بڑا خلیق ہے
جو بلانے والا ہے وہ بڑا شفیق ہے - اب بلا بلا کے پلاتا ہے تو لو جتنا ہے اور بھی چاہیئے
سے تو دیتا ہے اور کہتا ہے لینے والے کی خیر ہو — یہاں تو کہتے ہیں دینے والے کی خیر ہو
اور یہاں کا جو ساقی ہے نا — وہ ایسا ہے وہ اللہ کہتا ہے — دے کر کہتا ہے - لینے والے کی خیر ہو -

پوچھتا ہے اور کہاں جا رہے ہیں — (۱۶-۶۷) سے تیر فغاں ہے مرد خلیق .
یہ بات ختم ہو گئی ہے ہمارے اندر — ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا آقا علیہ السلام کی سیرت کے
باب میں اعتراض کے طور پر — بڑی حیران کن بات ہے۔ تم کہتے ہو ہمارے پیغمبر بڑے سخی تھے۔ یہ کون سی
جو آپ اُن کی سخاوتوں کی باتیں سناتے ہیں یہ کون سی اتنی بات بڑی ہے اور معجزہ ہے — ہم نے سنا
ہے کہ حاتم طائی اتنا سخی تھا — ایک شخص اس کے دربار میں لینے کے آیا اس نے دے دیا۔ وہ شخص دوسرے
دروازے سے آیا — تھوڑا سا بھیس بدل کے۔ اس نے پہچان لیا۔ اس نے ناراضگی نہیں کی۔ پھر دے دیا۔
پھر بدل کے تیسرے دروازے سے — اس نے دے دیا — بدل بدل کے ساتویں دروازے
سے آیا — اور پہچاننے کے باوجود نہیں کہا کہ تم تو وہی ہو۔ جو بار بار آ رہے ہو۔ اس نے ساتویں مرتبہ
دے دیا — کوئی ایسی سخاوت کا واقعہ جو تمہارے پیغمبر کی سیرت میں ہے — تو یہ سوال مجھ
سے پہلی مرتبہ ہوا — میں نے کہا یہ تو سخاوت ہی کوئی نہیں یہ تو بخل ہے — وہ پہلی بار اتنا ہی دے
دیتا سے دوبارہ آنے کی ضرورت نہ پڑتی — ہمارے پیغمبر کی شان یہ ہے کہ پہلی بار اتنی
جھولی بھر دیتے ہیں۔ کہ اسے دوبارہ حاجت تک مانگنے کی حاجت ہی نہیں رہتی — وہ تو
ساتویں مرتبہ آتا ہے بار بار — جھونگے کی طرح جتا ہے۔ جھولی بھر دیتا۔ تو پھر کیسے آتا —
ہمارے آقا پہلی بار تو اتنا دیتے ہیں کہ وہ پھر جاتا ہے — پھر اس پر ثبوت ہیں کتب احادیث کا۔
کتب سیرت اور کتب شمائل میں — آقا علیہ السلام نے فرمایا مدینے کے دو پہاڑوں کے درمیان جو
وادی ہے — اتنا سا تک کو وادی جتنا بھر کے دے دیتے تھے۔ ایک شخص آیا اس نے کہا مجھے سارا
ریوڑ دے دیں — آقا علیہ السلام نے یہ بھی نہیں پوچھا سارا ریوڑ کیوں مانگتے ہو کام تو ایک دو
بکریوں سے بھی چل جائے گا — سارا ریوڑ مانگا تو سرکار نے سارا ریوڑ ہی دے دیا —
نماز پہ کھڑے ہیں مصلے پر تکبیر اولی شروع کی ہے نماز پڑھانے لگے ہیں۔ مسجد کے باہر آواز
آگئی کسی سائل کی — میں بھوکا ہوں میرے بچے بھوکے ہیں۔ تو آقا علیہ السلام کسی صحابی کو بھی فرما
سکتے تھے۔ میں نے سن لیا ہے۔ چار منٹ رک جا۔ نماز پڑھا کے آ رہا ہوں تجھے دے دیتا ہوں۔
وہ جماعت کھڑی کی ہے تکبیر ہو چکی ہے جماعت کو وہیں روک دیا سائل کی آواز سنی اور باہر چلے۔
کیا چاہیے ہے؟ اتنا چاہتا ہوں سارا عطا کر دیا۔ پھر آ کے نماز پڑھائی۔ تو آقا کی سخاوت کا

ہو جاتے ہیں — دنیا تھک بھی جاتی ہے۔ اللہ سے تو دعائیں بھی دیتا ہے — فیض اور کرم بھی دیتا ہے اور دعائیں بھی دیتا ہے اور ہمیں فرماتا ہے کہ لینے والے بشر کا صبر ہو —

تو فرمایا محبوب اگر آپ ایسے نہ ہوتے۔ تو لوگ سب بھاگ گئے ہوتے گروہوں کو۔ یہ جو کچھ چلے آتے ہیں لنت لھم۔ یہ رحمت سے شفقت ہے آپ کی — اب یہ ساری بات اللہ نے بیان فرمائی — انتہا ہو گئی نا۔ آقا علیہ السلام کی رحمت کی شفقت کی — کرم نوازی کی نرمی کی — یہ بیان فرما کر — ایسے بیان کر میرا حبیب ایسا ہے — یہ تو ہمیں بتایا —

اب آگے حضور علیہ السلام سے تربیت کی باتیں تو کرتے ہیں نا — اللہ حضور کا استاد بھی ہے — اللہ تعالیٰ حضور کا سب کچھ بھی ہے مربی بھی ہے معلم بھی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ حضور کی تربیت بھی کرتا ہے — ہمیں بتا دیا کہ ایسا ہے میرا حبیب — ہمارا موضوع ختم کر دیا — اب خطاب کا رخ موڑا — آؤ محبوب آپ کو آج کا سبق پڑھا لیں — فاعف عنھم — ان سے درگزر کیا کریں یعنی اتنے مقام کی درگزری اور شفقت اور نرمی بیان کر کے اس کے بعد پھر فرمایا ان سے درگزر کیا کر۔ معلوم نہیں کہاں تک لے جانا چاہتا ہے — انتہا تو پہلے بیان کر دی ہے — اور انتہا شفقت نرمی پیار کی بیان کر کے پھر فرماتے ہیں۔ ہمارے تو دین کی خدمت حضور کی نوکری کرنے والے کئی ایسے بھی ہیں — کہ قبیلہ منگول سے آئے ہیں — اور بقیۃ اللہ تار تار ہیں — اللہ سب کو عدل دے محبت دے۔ تار تار ہیں کے باتیں نہیں چلتی — تار تار ہو جاؤ — اتنے نرم ہو جاؤ — اس کی رفعت میں تار تار ہو جاؤ گے — آقا علیہ السلام کی شفقت رحمت نرمی کی انتہا بیان کر کے اب فرماتا ہے فاعف عنھم — حبیب تو معاف کر دیا کر — اب معلوم نہیں کہ معافی اور درگزر میں کس مقام پہ کھڑا کرنا چاہتا ہے — اور پھر فرمایا واستغفر لھم — اور ان کے لئے خود بھی معاف کر دیا کریں۔ اور مجھ سے بھی ان کے لئے معافی کی سفارش کیا کر — واہ — کیا کرم ہے —

کیونکہ یہ انسان ہیں۔ غلطیاں ہیں ان میں۔ خود بھی معاف کریں — اور مجھے بھی معافی کے بارے میں کہا کریں۔ اور فرمایا محبوب ایک کام اور بھی کر لیا کر — ان کے دل اور بھی مضبوط ہو جائیں گے آپ کے ساتھ جڑ جائیں گے — اور ان کا اعتماد ہمیشہ رہے گا۔ یہ قاعدہ میں لکھا ہے — سسٹم نظام کو چلانے والے لوگوں کے لئے سنت ہے — فرمایا ایک کام جب اور کیا کرو — تاکہ ان کا اعتماد آپ کا ہمیشہ

M T W T F S S　　Memo No ______ Date / /

رہتے — فاصلہ نہ ہو گیا۔ وشاورھم فی الامر — جب کوئی فیصلہ کرنے لگے تو ان سے مشورہ کر
لیا کریں — یہ مشورہ بھی اسی شفقت کی برانچ ہے۔ حضور محتاج نہیں ہیں۔ وہ جو پہلے ہوا
ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم — یہ حضور کی محتاجی نہیں ہے — یہ ساری علامات شفقت و
رحمت ہے — کہ اگر یہ ان پر شفقت بھی ہو جائے — کہ مشورے کیلئے بلا لیا کریں — جب آپ کو
ان کے مشورے کی حاجت نہیں ہے میں ہی کافی ہوں — ان کے دل بڑے ہو جائیں گے — کہ ہم
سے مشورہ لیا ہے ہم سے رائے پوچھی ہے ہمیں عزت دی ہے۔ اس سے دل اونچا ہو جاتا
ہے — حوصلے سے ہماری بات سنی ہے — ہماری رائے لی ہے ہمارا مشورہ کیا ہے۔ ان کے
سر بوجھ اتر جاتے ہیں — اس کے بعد محبوب آپ سے زیادہ صحیح کون جانتا ہے کہ صحیح
کیا ہے اور غلط کیا ہے — تو ان کو مشورے میں شامل کر لیا کریں — بلا لیا کریں۔ اس سے
ان کی تربیت بھی ہو گی — اور حوصلے بھی بلند ہوں گے اور پھر فاذا عزمت اس کے بعد جب آپ
ارادہ کر لیں تو فیصلہ کر لیں — پھر فیصلہ کریں۔ تو فیصلے پر پہنچنے سے پہلے تین چیزیں
ہونا ضروری ہے — (۱) درگزری (۲) نرمی جب طبیعت ٹھنڈی ہو۔ جو فیصلے گرمی میں ہوں
وہ اچھے نہیں ہوتے — ٹھنڈی طبیعت جب آپ دیکھیں کہ آپ غصے میں ہیں تو کبھی فیصلہ
نہ کریں — بیوی کا بچوں کا گھر والوں کا — رشتہ داروں کا — دوست احباب کا اپنے پرائے کا — اپنے
بارے میں کوئی فیصلہ دائیں یا بائیں کرنے کا — جب دیکھیں کہ غصے میں ہے — فیصلہ نہ کریں — فرمایا آقا
علیہ السلام کو اللہ پاک نے پہلے نرمی ہو — پھر درگزری ہو — پھر اللہ سے ان کی بھلائی کی چھوٹ ہو —
ان کی معافی کی اونچ نیچ کرنے کا حوصلہ ہو — پھر شریک مشاورت کریں — چار مرحلے
طے کریں تو فاذا عزمت پھر فیصلے کے ساتھ دل بندھتے ہیں — پھر فیصلہ کریں — تو اللہ پاک نے
جن کو فیصلے کرنے کے مقام پر بٹھایا ہو — فیصلے کے منصب پر، منصب قضاء پر — منصب امر پر —
تو بنیادی چیز جو سمجھنے والی وہ یہ ہے — ایسے منصب پر جب فائز ہوتا ہے بندہ تو وہ امر ہے —
پیر اپنے مریدوں کے لئے اولی الامر ہے — استاد شاگردوں کے لئے — والد اپنی اولاد کے لئے — بڑا چھوٹے
کے لئے اولی الامر ہے — بڑے عہدے دار اپنے اہلکاروں کے لئے اولی الامر ہے — تو وشاورھم فی الامر —
فرمایا اس امر میں ان کو شریک مشورہ کریں — لیکن اپنے کام جو کریں فیصلے جو کریں — ان میں ان سے

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______
Date / /

مشورہ کیا کریں۔ امر آپ کو دیا جاتا ہے اور نبھانا آپ کا ہے ان کے مشورے سے۔ یہ طریقہ دلجوئی کا ہے۔
ان کو شریک امر کیا ہے مشاورت کی شکل میں۔ فرمایا جب ان مراحل سے گزر کے آپ فیصلہ
کریں تو وہ فیصلہ اچھا ہوگا۔ جب عزمت پختہ ارادہ کر لیں۔ فتوکل علی اللہ پھر اللہ پر توکل کریں
اور جم جائیں۔ پھر کوئی شکوک کی کیفیت میں نہ رہیں۔ اس آیت میں بڑا خزانہ ہے فیصلہ کرنے والوں کا بیان
فرمایا ہے۔ کہ کیسے منصب کو نبھانا ہے۔ ان اللہ یحب المتوکلین۔ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا
ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو یاد دلایا ہے۔ حضور علیہ السلام پر اپنی رحمت انعام کا بیان کر کے۔ لوگوں کو متوجہ کیا۔
یاد دلایا کہ اس نے اپنے رسول پر اتنا احسان انعام کیا اور اتنا کرم کیا۔ رسول پر وہ احسان ہے۔ انہ جعلہ رحیم بالمومنین
مومنوں کے لیے رسول کو سراپا رحیم بنایا ہے۔ انہ جعل رسولہ رحیم بالمومنین
سراپا رؤف بنایا ہے۔ دل کو نرم بنایا ہے۔ پوری دنیا اسے محبوب ہے آپ پر جانیں قربان کرتی پھرتی ہے۔
سارے کا سارا پھر ہی ہے۔ اگر آپ کو سخت دل بنایا ہوتا تو یہ دور جا چکے ہوتے۔ آپ علیہ السلام کی نرمی شفقت
و رحمت کا ذکر بیان کر کے پھر تعلیم دی کہ ان کو معاف کر دیا کریں۔ یعنی اللہ پاک نے فرمایا کہ اس سے
بھی اونچا جائیے۔ یہ نصیحت دی کہ جہاں نرمی و شفقت و محبت میں کھڑے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے اس سے
اور اونچا جائیں۔ فاعف عنہم۔ پھر ایک منزل اور اوپر جائیں۔ واستغفر لہم ایک منزل اور اوپر جائیں۔
وشاورھم فی الامر۔ ایک منزل اور اونچا جائیں۔ جہاں آپ کھڑے ہیں اس سے بھی اس سے بھی اوپر جائیں۔
جب اتنا اونچا چلے جائیں تب آپ کا فیصلہ فاذا عزمت اچھا فیصلہ ہوگا۔ اور پھر اس فیصلے پر اللہ پر توکل کریں
تو پھر سونے پر سہاگہ ہوگا۔ پھر اس کے نتیجے میں اللہ کا پیار نصیب ہوگا۔ ان اللہ یحب المتوکلین۔
تم اتنا کر لو۔ پھر ہم تم سے پیار کریں گے۔ جب اللہ اس بندے سے محبت کرنے لگ جائے گا۔
پھر سارے کام ختم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے چشم فیض سے ہمارے دلوں کو جلا دینے
درست کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اتوار

۲۳ — ۱۲ — ۲۰۱۸
۱۴۴۰
۱۵ — ۴ — ۱۹ — ۳۵ — pm
۳ —

QARI MUHAMMAD ...
Naqashbandi Chishti ...
29 OCT 2019
265/E.B Burewala District Vehari
MOL: 0334-...
KHURRAM FAISAL PRODUCTS

دروس الشفاء ۱۴۱

اللہ تعالیٰ کا حضور اکرمؐ سے مشفقانہ اندازِ خطاب

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

درسِ الشفاء میں یہ جو فصل ہے اللہ تعالیٰ کے اُن خطابات کا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کے ساتھ شفقت کا سا معاملہ کرتا ہے اور آپ سے ایسا معاملہ کرنا۔ حضور کے سب تو اللہ کی محبت اور لطف و کرم ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا سورۃ التوبہ میں۔ عفا اللہ عنک لم اذنت لھم ۴۳۔ یہ آیت غزوہ تبوک کے موقع پر نازل ہوئی۔ کچھ منافقین حاضر ہوئے۔ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں۔ اور انہوں نے اجازت مانگی اس غزوہ میں شرکت نہ کرنے کے لئے چھٹی مانگی۔ انہوں نے عذر بیان کیا گھر کا۔ کسی کی بیوی بیمار ہے۔ کسی کے بچے بیمار ہیں۔ کسی کی یہ مجبوری ہے۔ ایسے بہانے بنائے گھڑ کے حضور علیہ السلام سے رخصت لے لی۔ آپ نے اجازت عطا فرما دی۔ نتیجۃً وہ نہیں گئے تھے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ سورۃ توبہ میں۔
اب اس پر قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ موردِ ملاطفت ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ جو آپ نے اجازت دے دی۔ منشاء کلام یہ ہے۔ کیا مقصود یہ ہے کہ باری تعالیٰ اے میرے حبیب ان کو اجازت نہ دیتے تو بہتر ہوتا۔ آپ نے انہیں اجازت کیوں دی۔ یہ منافق تھے۔ اگر آپ ان کو رخصت نہ دیتے تو وہ خود بخود ننگے ہو جاتے۔ کیونکہ اجازت نہ دیتے تو تب بھی انہوں نے نہ جانا تھا۔ کوئی اور بہانے بناتے۔ اجازت نہ ملنے کے باوجود نہ جاتے تو بے نقاب ہو جاتے ان کی منافقت ظاہر ہو جاتی۔
اب اللہ تعالیٰ بتانا یہ چاہتے ہیں۔ کہ آپ نے ان کو اجازت کیوں دی۔ (اب کیوں دی سے بعض لوگوں نے معنی یہ لیا کہ معاذ اللہ معاتبہ ہیں۔ اللہ نے اظہارِ عتاب کیا ہے۔ یہ سوئے ادب ہے) ان کو رد کر کے قاضی عیاض نے کہا۔ یہ معاتبہ نہیں یہ ملاطفہ ہے۔ معاتبہ تب ہو جب کوئی غلطی کی۔ غلطی تب ہوتی ہے جب کسی حکم سے۔ جو پہلے سے موجود تھا اب اس کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی ہو گئی ہو۔ یا اس میں سہو کیا ہو۔ اللہ کا کوئی حکم تھا۔ کہ ان کو اجازت نہیں دینی۔ اگر اس حکم کی کوئی پہلے سے ہی کوئی خلاف ورزی ہو جائے یا اس کی ادائیگی میں سہو ہو جائے۔ یا کوئی کوتاہی معاذ اللہ ہو جائے۔ تو پھر یہ محل معاتبہ بنتا ہے۔ پھر عتاب کی وجہ اور مقام بنتا ہے۔ اگر

سرے سے ان کو اجازت دینے یا نہ دینے کے معاملے میں کوئی حکم شریعت میں نہ تھا۔ تو پھر حضور علیہ السلام کو اختیار تھا۔ تو اللہ کے پیغمبر کے سے تو معاملہ ایسا تھا شریعت میں۔ کہ جب تک کوئی حکم نہیں آیا۔ الا ما تقدم شکف؟ کہ جب کسی کا حکم حرام کا ہی نہیں آیا۔ تو شراب بھی پیتے تھے تو اس پر سزا نہیں تھی۔ جب کوئی چیز حرام ہونے کا حکم نہیں آیا تھا تو اس وقت تک اس کے ارتکاب میں گناہ نہیں تھا۔ تو گناہ بنتا ہے خلاف ورزی سے مخالفت سے حکم مخالفت بنتی ہے حکم الٰہی سے حکم الٰہی کے عدم تعمیل سے۔ عدم تعمیل تب ہوتی ہے جب حکم الٰہی موجود ہو۔ اگر حکم سرے سے موجود ہی نہیں تو مخالفت نہ ہوئی۔ عدم تعمیل نہ ہوئی۔ عدم تعمیل نہ ہوئی تو مخالفت نہ ہوئی۔ جب مخالفت نہ ہوئی تو نہ کوئی گناہ ہوا نہ کوئی لغزش ہوئی۔ کوئی گناہ اور لغزش نہ ہوئی تو معاتبہ کیسا ــــ (۲۳-۷) گرفت کسی کی کس چیز کی گرفت تو معاتبہ کا مقام بنتا ہی نہیں۔ تو پھر کیا بنتا ہے قاضی عیاض نے فرمایا۔ یہ مقام ملاطفہ کا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم اور محبت و لطف اور شفقت کا اظہار کیا ہے۔ یہ کہہ کر۔ اب اس پر قرآن مجید ہی دلیل ہے۔ کہ اب تک جو بات ہو گئی۔ انہوں نے تو آیت بیان کی تھی ~~[illegible]~~ عفا اللہ عنک ــــ اب اس آیت کے آگے۔ حتیٰ یتبین لک۔ آپ نے ان کو اجازت کیوں دی نہ دیتے حتیٰ کہ آپ پر ظاہر ہو جاتا۔ یعنی اللہ کا حکم صریح ہو جاتا ہے۔ اور تعیین ہو جاتی۔ اجازت دینی یا نہ دینی اس کی صورت واضح ہو جاتی۔ آیت خود بتا رہی ہے حتیٰ یتبین لک۔ آپ نے اجازت کیوں دی۔ ابھی تک اس کا حکم نہیں ملا تھا۔ تو حکم کی خلاف ورزی ہی نہیں ہوئی ــــ تو حضور کا اختیار ہے۔ جو چاہیں اجازت دیں۔ نہ دیں ــــ تو پھر معاتبہ اور گرفت اللہ کی ناراضگی نہیں بنتی ــــ تو پھر ہو کیا ہے۔ تو اب اس پر قاضی عیاض نے بیان کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا انداز کلام جو ملاطفہ والا ہے وہ اس طرح ہے۔ کہ دراصل بتانا یہ چاہتا ہے۔ کہ ان کو اجازت نہ دیتے تو بہتر ہوتا۔ اجازت دینا ٹھیک نہیں ہوا۔ یہ خود ننگے ہو جاتے۔ مگر یہ بات نہیں کہی باری تعالیٰ نے کہ اجازت کیوں دی ــــ یہ بات نہیں کی۔ عفا اللہ عنک۔ اللہ تجھے سلامت رکھے۔ اللہ تجھے غم زدہ نہ ہونے دے۔ اللہ تیری طبیعت کو بوجھ نہ آنے دے۔ اللہ تجھے عافیت میں رکھے۔ عفا اللہ عنک۔ اور یہ غم اور یہ طبیعت کا بوجھ اللہ تجھ سے دور رکھے۔

M T W T F S S
Memo No ______
Date / /

حبیب انہیں اجازت کیوں دی ـــ یہ کلام ملاطفت ہے ۔ تو اللہ پاک نے کیوں دی کہنے سے
پہلے دعائیں دیں ۔ یعنی شفقتیں کیں ۔ آپ کو محبت بھرے کلمات کہے ۔ شفقت بھرے کلمات
کہے ۔ اللہ تجھے سلامت رکھے ۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں ۔ کہ امام ثمرقندی نے روایت کیا ۔
کہ اللہ نے تجھے عافیت دی ـــ مقصد ہر وقت سلیم القلب ہے ۔ عافیت والا ہے میرا حبیب
اب تیری طبیعت اور دل ہر غم سے محفوظ رہے ۔ لِمَ اَذِنتَ لَهُم ۔ یہ تو بتا ۔ ان بے ایمان
منافقوں کو اجازت کیوں دی ۔ نہ دیتے تو یہ خود ننگے ہو جاتے ۔ یہ آپ سے دھوکہ
کرنے آئے تھے ـــ لِمَ اَذِنتَ لَهُم ـــ سے شروع نہیں کی ۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں اس
لئے شروع نہیں کی ۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ پاک نے سوچا کہ اگر میں شروع بات
یہاں سے کروں کہ محبوب انہیں اجازت کیوں دی ۔ تو کیوں کو سن کر حضور کا نرم و نازک
دل کہیں طبع نازک نہ آ جائے ـــ اور یہ نہ سمجھنے لگ جائیں کہ میرا اجازت دینے سے شاید
اللہ ناراض ہو گیا ہے ۔ اور ناراضگی کے خیال سے کہیں میرے حبیب کا دل ٹوٹ نہ جائے ۔ کہیں
غم زدہ نہ ہو جائیں ـــ کہیں طبیعت مقدسہ مغموم اور پریشان نہ ہو جائے ۔ تو اللہ پاک نے
فرمایا ۔ عفا اللہ کہ اس کیوں والی بات کو کرنے سے پہلے جیسے کوئی ماں ۔ بلا تشبیہ بلا تمثیل
ماں کسی بچے کو تادیب چاہے ۔ کوئی بات سمجھانا چاہے ۔ تو سمجھانے سے یہ سمجھے کہ اگر میں
نے اس طرح براہ راست ڈائریکٹلی بات شروع کر دی تو شاید بچہ گھبرا جائے گا ۔
ہیبت زدہ نہ ہو جائے ۔ تو اس کو ہیبت اور گھبراہٹ سے بچانے کے لئے ۔ پہلے اسے پیار
سے کہے میرے بچے اللہ تجھے سلامت رکھے ۔ یہ گلاس کیوں توڑ دیا ۔ اُسے بالکل گھبراہٹ نہ ہوگی ۔
اگر گلاس بھی توڑ چکا ہے ۔ تو ماں باپ اس ڈھب سے پوچھیں گے ۔ تو بچے پریشان
نہیں ہوگا ۔ اور اگر سیدھا پوچھا یہ گلاس کیوں توڑ دیا ۔ یک لخت خشک اس
کا چہرہ ہو جائے گا ۔ زرد ہو جائے گا ـــ خوف سے ۔ اور اگر

وہ جو قلب اطہر پر لِمَ اَذِنتَ لَهُم سے ایک تاثر گھبراہٹ سے پیدا ہونے کا
امکان تھا ۔ اس گھبراہٹ سے بھی محبوب کو بچا لیا ۔ وہ بھی گوارہ نہیں اللہ کو ۔ اس

M T W T F S S

Memo No ______
Date / /

اس کی محبت اور ملاطفت سے یہ بھی گوارہ نہیں اللہ کو۔ اور دوسرا یہ ہے کہ یہ اکرام
~~جیسے~~ کمال ہے حضور کے اکرام کا۔ یعنی آپ کی عزت اور قدر و منزلت دنیا میں ظاہر کرنے کا یہ کمال
ہے۔ اب اس انداز ~~کلا~~ کلام کو اللہ پاک نے کبھی اپنے دیگر انبیاء کے لیے نہیں اپنایا۔ دیگر انبیاء
سے بھی معاملات بھی ہوئے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اُن سے کلام اور طرح سے کیا۔ حضور سے کلام کیا عفا اللہ عنک۔
اب سیدنا آدم علیہ السلام کا معاملہ آیا۔ اللہ پاک نے فرمایا لا تقربا هذه الشجرة۔ اس درخت کے
قریب نہیں جانا منع کر دیا تھا حکمت کے تحت آدم علیہ السلام سے جب درخت کا دانہ کھایا گیا
تو اللہ پاک نے اسی طرح پوچھا۔ اور کلام کو اسی طرح کسی اسلوب سے شروع نہیں کیا۔ سورۃ الاعراف
۲۲ آدم علیہ السلام سے جب اللہ پاک نے کلام کیا۔ تو پوچھا۔ الم انهكما عن تلكما الشجرة ـــ
مبین۔ کیا میں نے تم دونوں کو منع نہیں کیا تھا۔ کہ اس درخت کے قریب جانے سے اور
کیا میں نے تمہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہاں یہ بات بھی ہو سکتی تھی۔ کہ اللہ
تمہیں سلامت رکھے۔ حفاظت میں رکھے۔ آگے بات شروع کرتا۔ نہیں۔ سیدھا۔ وہ ربنا۔
اس پر کوئی جبر نہیں ہے۔ سیدھا۔ الم انهكما ـــــ مبین۔ کیا میں نے تمہیں منع ــ
آدم علیہ السلام سے جب کلام کرتا ہے تو یوں کرتا ہے۔ اور آقا علیہ السلام سے کلام کیا تو فرمایا۔
عفا اللہ عنک لم اذنت لهم ـــ حبیب اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ آپ نے ان کو اجازت کیوں
دی۔ تو یہ کلام ملاطفت ہے جو حضور علیہ السلام ~~ـــ~~ کا خاصہ ہے۔

تو جن لوگوں نے معاذ اللہ یہ اخذ کیا ہے۔ کہ اللہ پاک کا چونکہ پہلے حکم ہی کوئی نہیں تھا۔ لہذا
حضور کو اختیار تھا۔ جب آپ کو اختیار تھا۔ تو پھر معاتبہ کسی چیز کا ہونا تھا۔ جب حضور علیہ السلام کو
اختیار دیا تو اذن کے ساتھ اختیار کے ساتھ دیا۔ اس بات کی نفی کر دی۔ پھر اب کیا ہوا۔ اب
فرمایا۔ یہ کلام ملاطفت ہے۔ اور لطف کیسا ہے یہ ہے۔ اس کے بعد پھر آگے فرمایا۔
کہ اب مسلمان پر واجب ہوتا ہے کہ اللہ کے اس اسلوب کلام کو پڑھ کر۔ واجب ہوتا ہے کہ وہ قرآن
سے ادب سیکھے۔ یہ قرآن آداب سکھانے کی جگہ ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ مسلمان اس کلام الٰہی یعنی قرآن
سے ادب سیکھے۔ دوسری آیت جو قاضی عیاض نے بیان کی۔ سورۃ اسراء کی ہے۔ لولا ان ثبتنٰک

KHURRAM PAPER PRODUCTS

قلیلاً ۔ اب میں ترجمہ وہی کروں گا۔ جو عرفان القرآن میں ہے ۔ اگر ہم آپ کو پہلے ہی
سے عصمتِ نبوۃ کے ذریعے ثابت قدم نہ بنایا ہوتا ۔ تو پھر یعنی اعلانِ نبوۃ سے پہلے یعنی سیرت ہی میں
تقویٰ کی طہارت صداقت امانت سخا اور طیب سیرۃ بنائی ۔ اگر ہم نے اعلانِ نبوت اور بعثت سے
بھی پہلے سے (۱۱-۱۹) آپ کی شخصیت ذات میں نہ رکھی ہوتی تو پھر بھی ۔ یہ جو سارے لوگ ۔
کفار و مشرکین لوگ ۔ اعزہ و اقارب گرد و نواح والے ۔ آپ کو ادھر ادھر بلاتے ہیں ۔ راہِ حق سے
ہٹانے کے لیے ۔ تو تب بھی آپ ان کی طرف معمولی سے جھکاؤ کے قریب جاتے ۔ کئی مترجمین نے
کر دیا کہ اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے ۔ تو تھوڑا سا اُن کی طرف جھک جاتے ۔ اس ترجمے
کو میں نے قبول نہ کیا ۔ یہ اصول ترجمہ اور زبان اور ادب سیاق و سباق اور معرفتِ قرآن کے خلاف
ہے ۔ کہ اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے ۔ تو تھوڑا سا اُن کی طرف جھک جاتے ۔ یہ بات ہی نہیں
ہے ۔ اب اس کا معنیٰ یہ ہے ۔ کہ اگر ہم نے آپ کو پہلے ہی سے ثابت قدم نہ بنایا ہوتا ۔
ہم نے حبیب آپ کی شخصیت ہی ایسی بنائی ہے ۔ ثابت قدمی اس کا عنصر بنا دیا ۔ آپ کی
شخصیت ہی استقامت رکھ دی ۔ اور فرمایا یہ جو آپ کو عصمتِ نبوت آپ کو عطا کی بالفرض
اگر یہ ثابت قدمی نہ ہوتی جو نبوت کے ذریعے آپ کو ملی تو تب بھی کیا ہوتا ۔ وہ جتنا آپ کو راہِ حق سے
ہٹانے کی کوشش کر رہے ہیں تو تب بھی اُن کی طرف بہت ہی معمولی ۔ یہ نہیں ہے کہ معمولی سا جھک
جاتے ۔ تو بہت سے معمولی کے جھکاؤ کے قریب جاتے ۔ جھکتے نہیں معمولی سے جھکاؤ کے قریب
ہوتے ۔ اب دیکھیے کہ حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کے متعلق یہ بات کتنے احتیاط کے لفظ جمع
کر کے بیان فرما رہا ہے (یہ نہیں فرمایا کہ اگر اللہ نے آپ کو ثابت قدمی نہ دی ہوتی ۔ تو آپ اُن کے جو
کچھ وہ کوششیں کر رہے ہیں تو آپ کچھ اُن کی طرف تھوڑا سا جھک جاتے یہ نہیں فرمایا)
لقد کدت ترکن الیھم ۔ تو آپ پھر بھی بہت تھوڑا سا جھکاؤ کے قریب جاتے ۔ یہ نہیں وہ
جہاں آپ کو لانا چاہتے ہیں ۔ جہاں آپ کھڑے ہیں ۔ وہ یہاں لانا چاہتے ہیں ۔ یہاں تک جانا وہ جھکاؤ
ہے ۔ فرمایا نہ اُن کی طرف جاتے جو وہ چاہتے ہیں ۔ نہ آپ اُن کی طرف جھکتے ۔ بلکہ جھکاؤ کے قریب ہوتے ۔
اور نہ صرف جھکاؤ کے قریب بھی نہ جاتے ۔ قریب بھی بہت تھوڑا سا قریب جاتے ۔
اصل جگہ جھکاؤ سے آگے ہوتا ہے ۔ فرمایا جب اگر ہم نے آپ کو نبوت نہ دی ہوتی ۔

اور نبوت کی حفاظت آپ کو حاصل نہ ہوتی۔ بغیر نبوت کی حفاظت کے۔ وہ آپ کے لئے کوششیں کرتے۔ ہر قسم کے بہکاوا کرتے۔ دھمکاتے مجبور کر ڈالتے۔ نبوت کی حفاظت بھی نہ ہوتی تب بھی آپ کی شخصیت میں حق پر استقامت اتنی تھی۔ تو تب بھی آپ ان کے جھکاؤ میں نہ آتے ـــ ولولا ان ثبتنٰک ـــ شیئاً قلیلاً۔ یہ تو فرمایا۔ آقا علیہ السلام کے لئے۔

اب یہاں دوسری طرف دوسرے مقام پر سیدنا یوسف علیہ السلام کے لئے بیان فرمایا۔ سورۃ یوسف ۲۴ ـــ اب دیکھیں یوسف علیہ السلام بھی پیغمبر ہیں۔ ان کے لئے اللہ کیا بیان فرماتا ہے۔ ولقد ھمت بہ وھم بھا ـــ برھان ربہ ـــ جب لولا ان رأ برھان ربہ ـ جو وجہ حفاظت بنی۔ اس کا ذکر بعد میں کیا ہے۔ نکتہ سمجھے ہیں۔ جو اللہ کی برہان کا دیکھنا۔ اللہ کی دلیل کا دیکھنا۔ ثبوت کا جاننا۔ اور حسن کو بھی اللہ کا برہان کہا گیا۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام کا دیکھنا۔ اللہ کی برہان کا دیکھنا اللہ کی ربانی دلیل کا دیکھنا ـــ جو سیدنا یوسف ؑ کی تقویٰ کا۔ نبوت کا حفاظت بنا۔ جب زلیخہ ان کو اپنی طرف بلا رہی تھی ـــ وہ بھی برہان ربانی تھی ـــ وہ ہدایت ربانی تھی۔ اس نے حفاظت کی ـــ اب جس شئے نے حفاظت کی۔ ثابت قدم رکھا۔ اس کا ذکر [illegible] پر جا کر کیا ـــ پہلے جو ان سے ہوا۔ ان سے ہوا اس کا ذکر کر دیا۔ اب فرمایا۔ ولقد ھمت بہ۔ اس سے زلیخہ نے تو ارادہ کر ہی لیا تھا۔ کہ آپ کو جبراً لے۔ وھم بھا۔ یوسف بھی ارادہ کر لیتے۔ اگر اللہ کی برہان ربانی نہ دیکھتا۔ ان کا ذکر اس طرح کیا۔ (یہ ترتیب قرآن ہے)

اور جب آقا علیہ السلام کا ذکر آیا۔ ان کے لئے وہاں لفظ ہیں ولولا۔ اس کو پہلے لائے۔ جو حفاظت کا سبب ہے اس کو ہی پہلے بیان فرمایا ـــ اس کا سبب کیا ہے۔

اب جو ترجمہ میں نے لیا۔ اس کی حکمت یہاں ـــ سمجھ میں آئے گی آپ کو۔ وہاں سبب حفاظت کو بعد میں بیان کیا۔ پہلے ـــ اور فرمایا وہ جو بچ گئے اور انہوں نے جو ارادہ زلیخہ کا کیا۔ (۲۴-۲۷) وہ اس لئے بچے اور کوئی سبب نہیں تھا ان کے پاس اس لئے بچے کہ برھان ربانی جو انہوں نے دیکھی تھی۔ وہ ان کی حفاظت کا سبب بنی۔ اس لئے اس کا ذکر بعد میں لائے۔ آقا علیہ السلام کے لئے ولولا ان ثبتنٰک۔ کا ذکر پہلے کیا۔ اشارہ اس طرف ہے کہ اے حبیب اگر ہم نے جامہ نبوت آپ کو نہ بھی پہنایا ہوتا۔ تب بھی آپ کو پھسلا نہ سکتے تھے۔ پہلے ہی ہم نے آپ کی شخصیت کو ثابت قدم بنا دیا تھا۔ یہ تو

چونکہ فیصلہ کر لیا تھا آپ کے لئے نبوت کا ۔ اور بعثت ہو گئی ۔ اور آپ کو منصب نبوت پر فائز کر دیا ۔ اور نبوت کی عصمت و حفاظت مل گئی ۔ اور ان کی کیا مجال کہ آپ کو وہ اپنی طرف متوجہ کر سکیں اور نبوت و رسالت نہ بھی ہوتی تو محبوب ہم نے آپ کو اتنا ثابت قدم بنا دیا تھا ہوتا کہ معمولاً سا ان کی بات پر کان دھر لیتے ۔ اور ان کی بات کو رد کر کے واپس آ جاتے ۔ اور فرماتے یہ لغو ہے باطل ہے ۔ ہم نے آپ کی شخصیت کو ہی ثابت قدمی سے نواز دیا ۔ یہاں جو حفاظت ہے وہ حضور کی ۔ وہ خاص ہے ۔ شخصیت کے اندر حفاظت ہے ۔ یوسف علیہ السلام کو برہان دکھایا تو اس کی وجہ سے حفاظت میں رہے ۔ یہ فرق ہوتا ہے محبوب اور غیر محبوب سے کلام کرنے کا ۔ غیر محبوب سے جب کلام کرتے جو جی میں آتا ہے کلام کرتے ہیں ۔ جب محبوب سے کلام کرتے ہیں تو کلام سے پہلے اس کا جی دیکھتے ہیں ۔ اس کا جی کیسا ہے ۔ اس بات سے اس کا جی کیا اثر لے گا ۔ اس کو دھیان میں رکھ کے کلام کرتے ہیں ۔ یہ ملاطفہ ہے

تیسری آیت بیان کرتے ہیں تمام معانی سورۃ انعام کی ۔ 33 ۔ قد نعلم انہ ۔ بھجوا دیا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت پیش کی اسلام توحید کی ۔ رسالت اپنی سنانے لگے ۔ کفار مشرکین اور قریش مکہ نے جھٹلایا ۔ جب جھٹلایا تو آقا علیہ السلام کے قلب اقدس پر بوجھ آیا ۔ یعنی قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے ۔ آپ ذرا مغموم تھے ۔ خیال آیا دل میں غمزدہ ہو گئے ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے پوچھا جبرائیل امین کو بھیجا ۔ پوچھو میرا محبوب غمزدہ ہوا ہے ۔ آ کے عرض کیا یا رسول اللہ غمزدہ کیوں ہیں ۔ میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے ۔ عرض کیا باری تعالیٰ آپ کے حبیب مکرم فرماتے ہیں کہ مجھے میری قوم نے جھٹلا دیا ہے ۔ کیا یہ نیا واقعہ ہوا تھا ۔ ہر پیغمبر کی قوم نے نہیں جھٹلایا تھا ۔ تو حضور کی قوم نے حضور کو جھٹلایا ۔ ہر پیغمبر غمزدہ ہوتے حضور بھی غمزدہ ہو گئے ۔ فرمایا جبرائیل یہ آیت فوراً لے کے چلے جاؤ ۔ اس آیت کے [illegible] ۔

قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون ۔ اے میرے حبیب ہم جانتے ہیں ۔ کہ جو کبھی ساحر کہتے ہیں ۔ کبھی مجنون کہتے ہیں ۔ کبھی کاہن کہتے ہیں ۔ جھٹلاتے ہیں ۔ کبھی اپنے جیسا بشر کہتے ہیں ۔ ہم نہیں مانتے ۔ جب یہ جو کچھ آپ کو کہتے ہیں ۔ ہم جانتے ہیں ۔ کہ اس سے آپ کا دل غمزدہ ہو جاتا ہے ۔ آپ دکھی ہو جاتے ہیں ۔ آپ کی طبیعت نازک پر معاملہ پر بوجھ آیا ہے ہم جانتے ہیں ۔ پہلا جز ۔ فانھم لا یکذبونک ۔ یعنی اسا میرے حبیب یہ آپ کو تو نہیں جھٹلاتے ۔ غم دور کر دیا ۔ آپ کو تو یہ جھٹلا ہی نہیں سکتے ۔

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______
Date / /

آپ کو جھٹلایا ہی نہیں جا رہا ہے۔ غور سے دیکھا کہ میرے کس کو جھٹلایا ہے۔ فرمایا یہ تو مجھے جھٹلاتے ہیں۔
میری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ جس نے وحی بھیجی ہے جس نے قرآن بھیجا ہے۔ اس کو جھٹلاتے ہیں بدبخت
آپ کو کون جھٹلا سکتا ہے۔ یہ سارا غم دور کر دیا۔ یہ آیت کریمہ کے ضمن میں ہیں۔ ولکن الظالمین
بآیات اللہ یجحدون —— فرمایا میرے حبیب آپ کو نہیں جھٹلاتے ——
اس کی مثال ہے —— بچے کو ماں سمجھانا چاہتی ہے پیارا ہو لاڈلا ہو —— تو کوئی بات کر رہا ہے دوسرا بھائی
بھی کھڑا ہے ساتھ۔ تو وہ غم زدہ لگے بچہ —— اور پھر سے ماں باپ آ جائے سینے لگا کر کہے کہ بیٹے یہ آپ کو تو
ہنسی کر رہا آپ کے بھائی کو کہہ رہی ہے —— یہ جو مجھے کہہ رہا ہے ——
جب محبوب غم زدہ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن کی آیتیں بھیج دیں کہ میری آیتوں جا کے
میرے حبیب کو چوم لو —— اللہ بیان کرے حبیب مجھے پیارا ہے آپ ان کی باتوں سے غم زدہ ہو گئے ہیں ——
مگر یہ آپ کو نہیں جھٹلاتے —— یہ تو مجھے جھٹلا رہے ہیں ——
قرآن پاک نے فرمایا ولقد کذبت رسل من قبلک = انعام (۳۴) آپ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا
گیا —— یہ ہی رب ادھر رسولوں کو فرماتا ہے ولقد کذبت —— جب حضور کی باری آتی ہے۔ غم زدہ ہو گئے
تو فرمایا حبیب آپ کو کون جھٹلا سکتا ہے —— یہ تو میری آیتوں کو جھٹلا رہے ہیں —— ان رسولوں کو کیسا
کیا۔ اس طرح —— فصبروا علی ما کذبوا —— تو انہوں نے اس تکذیب پر صبر کیا —— اور ان کو بڑی اذیت
دی گئی —— حتی اتاہم نصرنا مدد آ پہنچی —— پھر جب آقا کی باری آتی ہے ——
اور آگے قاضی عیاض نے قرأتیں نقل کی ہیں —— بعضوں نے لا یکذبونک تشدید کی بجائے ——
ذال پر تخفیف کی قرأت کی ہے —— لا یکذبونک —— یہ قرأت شاذہ ہے ——
یہ تکثیر کا فائدہ دیتی ہے —— اس کا مطلب ہے حبیب آپ غم زدہ نہ ہوں —— یہ آپ کو کاذب
پاتے ہی نہیں ہیں —— یہ آپ کو کاذب سمجھتے ہی نہیں ہیں —— جانتے ہی نہیں ہیں —— کہنا تو دور کی بات
ہے —— حضور کو نہیں کرتے —— اور امام فراء نے امام کسائی نے —— اس کا معنی بیان کیا تخفیف
کے ساتھ —— امام فراء نے امام فراء جو ہیں بہت بڑے نحوی ہیں —— جو امام کسائی ہیں امام القراء
ہیں —— انہوں نے لا یکذبونک کا لا یقولون انک کاذب —— محبوب ان کے پاس نہ کوئی ثبوت ہے نہ
حجت ہے نہ دلیل ہے —— اور فرمایا قاضی عیاض نے ~~[illegible]~~ لا یکذبونک پڑھا ہے اس کا معنی ہے ——

کہ جھوٹ کو منسوب بھی نہیں کر سکتے تھے۔ آپ کی طرف۔ اعلانِ نبوت سے پہلے بھی یہ آپ کو صادق
الامین کہتے تھے ـــــ

اللہ تعالیٰ کا انبیاء علیہم السلام کے تذکرے میں تو خاص چیز بیان فرمائی ہے کہ اللہ پاک نے قرآن مجید میں
جہاں بھی خطاب کیا۔ انبیاء کو اُن کے ناموں سے خطاب کیا۔ مثلاً۔ قرآن مجید میں فرمایا یا آدم اسکن ـــ
اعراف 19 ـــ یا نوح اہبط بسلام ـــ یا ابراہیم ـــ یہ ہے خطاب جب اللہ پاک نے فرمایا۔
مخاطب کیا یا پکار نام لے کر انبیاء کو بلایا ـــ (وما تلک بیمینک یا موسیٰ ـــ طٰہٰ 17) یا داؤد
(انا جعلنک خلیفۃ فی الارض ـــ ص 26) (اذ قال اللہ یٰعیسیٰ ـــ آل عمران 55) یا زکریا
(انا نبشرک بغلام ـ مریم 7) (یا یحییٰ خذ الکتٰب بقوۃ ـ مریم 12) ہر پیغمبر کو جب اللہ تعالیٰ
نے خطاب کیا۔ نام لے کر۔ پورے قرآن میں جب حضور علیہ السلام کو خطاب کیا ایک مقام پر بھی نام لے کر
خطاب نہیں فرمایا ـــ جب جب بھی بات آئی۔ یا ایہا المزمل ـــ یا ایہا المدثر (یا ایہا الرسول
مائدہ 67) (یا ایہا النبی انا ارسلنک ـ احزاب 45) جب خطاب کیا تو القاب کے ساتھ خطاب
کیا۔ نام سے نہیں ـــ یہ معاملہ خطاب تھا۔ وہ خالق ہے مالک ہے رب ہے۔ وہ نام لے کر جب
باقی انبیاء سے خطاب کرتا ہے۔ تو حضور علیہ السلام کو نام لے کر خطاب کرنے میں کیا امر مانع ہے
ـ مگر نہیں کیا مانع ہے ـ ملاطفت مانع ہے ـ شفقت اور محبت مانع ہے ـ جو محبت ہے لطف
ہے وہ مانع ہے ـــ ہم مسلمانوں کے لیے واجب ہے کہ قرآن ـــ ادب سیکھیں۔ جیسا اللہ کی
اپنے حبیب محبوب رب کو (21 ـ 45) مالک و خالق ہو کر اپنے بندے کو حضور کو اپنا محبوب اور حبیب
بنایا ہے۔ نام لے کر خطاب نہیں فرماتا۔ اللہ کا یہ لطف و کرم شفقت و محبت ہے۔ ایسا کیوں؟ جو تعلیم
ہمیں دی ہے وہ تعلیم ادب اور تعلیم محبت ہے۔ تو ہم جب آقا علیہ السلام کو بلائیں تو ادب اور احترام
سے بلائیں۔ امتوں نے جب اپنے نبیوں کو خطاب کیا۔ تو اپنے پیغمبروں کا نام لے کر مخاطب ہوئے۔ یا شعیب
یا ابراہیم۔ یا نوح یا لوط۔ یا ھود۔ امتوں نے بات کی اپنے پیغمبروں سے تو نام لے کر بات
کیا ـــ وہ ہمیں کس طرح پہنچا ہم کیسے جانتے ہیں کہ امتیں نام لے کر پکارتی تھیں۔ اللہ نے اسی طرح
بتایا۔ تو جس طرح امتوں نے ان پیغمبروں کو نام لے کر بلایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نام لینے کو روایت
کیا ـــ اللہ راوی ہے۔ کہ صالح کی قوم نے اس طرح یا صالح کہا ـــ ھود کی قوم ـــ شعیب کی قوم

M T W T F S S — Memo No — Date / /

— موسیٰ کی قوم نے — پہلی امتوں نے جب خطاب کیا تو نام لے کر — اللہ پاک نے قرآن میں بیان کیا ۔
نام لے کر بول کہا ۔ یوں کہا — یا ہم تک پہنچا — جب حضور علیہ السلام کا ذکر آتا ہے ۔ تو فرمایا لا تجعلوا
دعاء الرسول — میرے نبی کی بات آئے جیسا ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہو ۔ خبردار میرے نبی کو
نام لے کر یوں نہ بلایا کرو ۔ ان کے بلانے کو خود قرآن میں بیان کرتا ہے ۔ جب حبیب کی بات آتی ہے ۔
تو نام لینے کو ناجائز قرار دیتا ہے ۔ رب میں نام لے کر نہیں بلاتا تو تم نام لے کر کیوں بلاؤ؟ ۔
یہ ہے حضور کے ساتھ معاملہ اللہ تعالیٰ کا حضور کے ادب کو اجاگر کرنا ۔ اور آپ کی عظمت کو ۔
محبت کو امت کے دلوں میں اپنے اس کلام کے ذریعے جاگزیں اور متمکن کرتا ہے ۔
اللہ تعالیٰ ہم کو فہم اور معرفت سے عطا فرمائے ۔

QARI MUHAMMAD ...
Naqashbandi Chishti ...
19 OCT 2019
Chak 355/E.B Burewala District Vehari
Mob:0334-7032305

[signature]

۲۸ — ۱۲ — ۲۰۱۸ منگل
۱۸ — ۴ — ۱۴۴۰
۷ — ۵۱ — ۵۷ — PM

بنائے دین شخصیات ہیں ۔ الشفا شریف کا خطبہ ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَظْہَرَ نُوْرَ الْحَبِیْبِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ مِنْ حُجُبِ جَمَالِہٖ ۔ وَاَبْرَزَ ذَاتَ

الَّذِیْ مِنْ حَضْرَۃِ کَمَالِہٖ ۔ وَاَخْرَجَ دُرَّتَہٗ مِنْ اَوَّلِ صَدَفِ التَّقْوِیْمِ ۝ وَجَعَلَ جَوْہَرَہٗ

مَعْدَنَ الصِّدْقِ وَالْیَقِیْنِ ط وَفَتَحَ بِظُہُوْرِہٖ بَابَ الْخَلْقِ وَالتَّکْوِیْنِ ط وَاَجْلَسَہٗ عَلٰی

عَرْشِ الْعِزِّ وَالتَّمْکِیْنِ ط ۔ وَجَعَلَہٗ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ ط وَاَخَذَ لَہٗ مِیْثَاقًا

لِجَمِیْعِ الرُّسُلِ وَالنَّبِیِّیْنَ ۝ وَجَعَلَہٗ نُوْرَ بَصَائِرِ الْعَارِفِیْنَ ط وَسِرَّ سَرَائِرِ الْکَامِلِیْنَ ط وَ

مِفْتَاحَ لِقُلُوْبِ الطَّالِبِیْنَ ۝ وَمِصْبَاحَ صُدُوْرِ السَّالِکِیْنَ ۝ وَرِیْحَۃَ حَسَنَاتِ الْعَاشِقِیْنَ ط

وَعِتْرَۃَ نِعْمَۃِ الْوَاصِلِیْنَ ط وَلِعَقْبِہٖ شَفَاعَۃَ مُذْنِبِیْنَ ۝ وَوَسِیْلَۃَ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ ۝

وَاَعْیُنَ الْمُسْتَفِیْضِیْنَ ط وَعِصْمَۃَ الْمُسْتَقِیْمِیْنَ ۝ وَاَرْسَلَہٗ ہِدَایَۃَ الْمُسْتَیْقِظِیْنَ ۝ وَرِعَا

یَۃَ الْمُتَّقِیْنَ ۝ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ ط وَرَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ ط وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا

وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ ط شَفِیْعِ الْاُمَّۃِ ۝ کَاشِفِ الْغُمَّۃِ ۝ صَاحِبِ الْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ ۝

وَالْحَوْضِ الْمَوْرُوْدِ ط وَالْمَقَامِ الْمَشْہُوْدِ ۝ وَشَافِعِ الْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ط اَلْبَدْرِ التَّمَامِ ۝

128

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ________

Date / /

المنير الظلام ۝ وخير الأمم ولا نام ۝ الذي صبّح ۝ ينشق له القمر ۝ وظلل

الغمام ۝ سيد الأقوام ۝ أكرم ولد القحطان ۝ أشرف الإنس والجان ۝ أرفع الشان

أظهر الجنان ۝ النور في السماء الجلال ۝ والشمس في سماء الجمال ۝ والبدر في سماء

الكمال ۝ والنجم في سماء الخصال ۝ جالس في رفرف [illegible] قدس الأكبر ۝ وعلى آله

وصحابه أجمعين وتبعه أجمعين ۝ برحمتك يا أرحم الراحمين ۝

QARI MUH...

Naqashbandi Chishti ...

24 OCT 2009

Chak 265/E.B Burewala ...

Mob: ...

٢٤ — ١٢ — ٢٠١٨ ء

١٩ — ٤ — ١٤٤٠

٤ — ٢٣ — ١٥ — PM

اھدنا الصراط المستقیم ۝ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حال عطا کیا ہے۔ اور حال ملتا بھی اللہ کی
توفیق سے ہے۔ حال نہ ہو تو قال ہی قال رہتا ہے۔ اور کبھی خالی قال سے ہدایت نہیں ملتی۔
اور یہ حال ہدایت راہنمائی اور یہ نور یہ روشنی یہ رشد یہ خیر یہ بھلائی یہ نیکی یہ حسن
یہ جمال۔ خیر کے سارے نام جتنے بھی ہیں۔ یہ ساری کی ساری کرنیں ہیں۔ عکس ہیں صرف
مصطفیٰ ؐ کے ۔ یہ سب خیر کے سب گوشے ہدایت کے سارے پہلو سارے رنگ حسن
و جمال کے سارے ڈھنگ جو کچھ یہ صرف حضور نبی اکرم ؐ کے عکس ہیں۔ یہ حضور علیہ السلام
کی کرنیں ہیں ۔ یہ وجودِ مصطفیٰ کا پرتو ہے۔ آقا علیہ السلام کی ذات اقدس کے بغیر
اللہ سے ہے۔ کیونکہ وہ حضور کا بھی خالق ہے۔ اللہ کے سوا حضور کی ذات اقدس کے بغیر
کسی شئے کا کوئی وجود نہیں ہے۔ ہم سب اعتباری ہیں۔ معتبر صرف ~~ایک~~ محمد مصطفیٰ ؐ
ہے۔ معتبر ۔ جس پر اعتبار کیا جائے ۔ صرف محمد مصطفیٰ کی ذات ہے۔

اور وہ اتنے معتبر ہیں کہ اللہ پاک نے اپنی ذات کو ثابت کرنے کے لیے۔ انہی کا
اعتبار کروایا ہے ۔ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ ۔ تعقلون ۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ اللہ کے
ہونے کا اعتبار کیسے کریں ۔ فرمایا انہیں اپنی زندگی پیش کر دو۔ جو مجھ پر اعتبار کرتے ہیں یہی
مجھ پر اعتبار ہوگا۔ تو ہدایت نام ہے وجودِ مصطفیٰ کا ۔ معرفتِ مصطفیٰ ؐ کا ۔ جنت نام
ہے سایہ مصطفیٰ ؐ کا ۔ جہاں آقا کا سایہ پڑ گیا ۔ وہ جنت ہو گئی ۔ جو جگہ سایہ مصطفیٰ ؐ
سے محروم ہو گئی وہ دوزخ ہو گئی ۔ جو حضور کو مان گیا وہ ایمان ہے۔ جس نے حضور کو نہیں
مانا یہ کفر ہے ۔ اور کچھ نہیں ہے ۔ ذات ~~شریف~~ صرف حضور کی ہے۔ بتایا ۔ یا ادھر ہے
یا ادھر ہے ۔ جو ان کے تابع ہے وہ ایمان کی طرف ہے ۔ جو تابع نہیں ہے وہ کفر کی طرف ہے اسی
اھدنا الصراط المستقیم شروع ہو گئی ۔ ہدایت اور ہدایت کی راہ یہ قرآن مجید۔
میں سب سے پہلے جو بیان ہوا ہے یہ لفظ اور یہ تصور یہ سورۃ فاتحہ ہے ۔ قرآن مجید شروع ہی یہیں
سے ہوا ہے ۔ الحمد للہ ۔ پانچویں آیت اھدنا الصراط المستقیم ۔ اب یہ جو پہلی بار آگیا ۔
کہ باری تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم دکھا دے ۔ ہدایت عطا کر ۔ کس شئے کی ۔ صراط مستقیم کی ۔

سیدھی راہ دکھا دے ۔ صراط مستقیم دکھا دے ۔ آگے ارشاد فرمایا صراط الذین انعمت ـــ اولئک
مع الذین انعم اللہ علیہم ـــ والصالحین ـــ فرمایا سیدھی راہ ہدایت ہے ان لوگوں کی
راہ جن پر اللہ نے انعام کیا ـــ (۲۰ ــ ۱۰) انعام یافتہ بندوں کی راہ ۔ چونکہ پہلی بار بات ہو رہی تھی
ہدایت کی تھی اور صراط مستقیم کی تھی ـــ تو پہلی بار کو ارشاد فرما دیا ـــ اب اس تعریف کے بعد کسی شخص کی مجال
اور اختیار نہیں کہ وہ اس سے اوپر کوئی اور تعریف لائے ـــ تعریف یہی رہے گی جو اللہ نے صراط الذین
انعمت کی شکل میں کر دی ہے شرح کرتا ہے کوئی ـــ ہدایت سیدھی راہ کی کیا ہے ۔ انعام یافتہ بندوں
کی راہ ہے ـــ ایک نکتہ ذہن میں رکھ لیں ۔ کہ اللہ پاک نے یہ قرآن اتر رہا ہے ۔ یہ نہیں فرمایا
کہ قرآن کی راہ سیدھی راہ ہے ـــ یہ نہیں فرمایا کہ میرے نبی کی سنت اور سیرت کی راہ ہے یہ
نہیں فرمایا کہ دین اسلام کی سیدھی راہ ہے ۔ اس کے معنی میں یہ ساری چیزیں خود بخود آ جائیں
گی ۔ صراط مستقیم کی جو تعریف کی ۔ اس میں اللہ پاک نے صراط مستقیم کو بیان فرمایا ۔ اسے مشخص
کر دیا ـــ اسے نمونوں کے ذریعے متعین کر دیا ـــ فرمایا ہدایت کیا ہے ~~الذین~~ اللہ کے انعام یافتہ
بندوں کی راہ ہے ۔ تو اللہ پاک نے یہ واضح فرما دیا یہ اصول ۔ اسلام میں اور ہدایت کے لئے اعتبار
شخصیتوں پر ہے ـــ یہ سوال ذہن میں آتا ہے ۔ کہ رسول پاک کا اتنا ذکر کریں ۔ عزت کریں انبیاء
و اولیاء کرام کی صحابہ کرام کی صالحین کی ـــ شخصیت پرستی کی اسلام میں کوئی چیز نہیں ہے ۔ یہ صرف
اپنا ایک بت ہے جو ہم گھڑ لیتے ہیں ـــ اللہ پاک نے اپنی سورۃ فاتحہ کے اندر ہی ہدایت کے لیے؟
شخصیتوں ہی کی طرف متوجہ فرمایا ـــ ان کی راہ پہ ڈال دیا ۔ فرمایا ہدایت صراط مستقیم کیا ہے
کہ انعام یافتہ بندوں کی راہ ـــ تو ہدایت صراط مستقیم کو لینے کے لئے ۔ کتابوں کی طرف مت دوڑو
بندوں کی طرف دوڑیں ـــ اللہ کے انعام یافتہ بندوں کی طرف دوڑیں ـــ اب اس کے تعین میں
کسی لاعلمی اور کم سمجھی کی وجہ سے غلطی کر بیٹھے تو یہ الگ بات ہے ۔ دکانداریاں بھی ہوتی ہیں تجارت
بھی ہوتی ہے ۔ کام بھی ہوتا ہے دنیا پرستی بھی ہوتی ہے ـــ یہاں آدمی بھول جائے اور غلطی کر بیٹھے تو اس کا
قصور ہے ۔ مگر اللہ پاک نے فرمایا کہ انعام یافتہ بندوں کی راہ ـــ صراط مستقیم ہے ۔ اس لئے امام مسلم
نے مقدمہ مسلم میں فرمایا ۔ اَلْاِسْنَادُ مِنَ الدِّیْنِ ۔ یہ جو حدیث ہوتی ہے ۔ حدیث میں
ایک حصہ ہوتا ہے ۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو بیان ہوتا ہے ۔ حضور علیہ السلام نے

KHURRAM PAPER PRODUCTS

کیا فرمایا ۔ مثلاً ۔ یہ حدیث لے لیں ۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ ۔ جس نے جان بوجھ کر نماز
چھوڑ دی اس نے کفر کیا ۔۔۔ اور بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ صَلٰوة ۔ مسلمان اور کافر کے درمیان
فرق نماز کا پڑھنا یا نہ پڑھنا ہے ۔ نماز کو اتنی اہمیت دی ہے ۔ یہ جو مضمون ہے ۔ یہ حضور
کا بیان ہے کلام ہے ۔ تو یہ ایک حصہ حدیث کا تو یہ ہوتا ہے ۔ کہ حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا ۔
ایک حصہ اس سے پہلے ہوتا ہے اس کو سند کہتے ہیں ۔ امام بخاری مسلم نے جس نے
بھی روایت کیا ۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں سے سنا ۔ وہ بتاتے ہیں میں نے فلاں سے سنا ۔
یہ نکتہ توجہ طلب ہے ۔ میں نے فلاں سے سنا وغیرہ ۔ یہ کرتے کرتے صحابی تک جا پہنچتا ہے ۔
اور صحابی کہتا ہے سمعت ان رسول اللہ ۔ میں نے رسول اللہ سے سنا ۔ یہ جو ایک قطار ہے لمبی
سمعت ان فلان ۔ سمعت ان فلان ۔۔۔ یہ نہ تو قرآن کی آیت ہے نہ کوئی حدیث ہے نہ کوئی
شریعت کا مسئلہ ہے ۔ نہ کوئی علم ہے نہ کوئی فلسفہ ہے ۔ یہ فلاں فلاں کی قطار ہے اللہ کے
بندوں کے لئے شخصیتوں کے نام ہیں ۔ یہ جو فلاں فلاں سے سننے کا بیان ہے ۔ اُن سے سنا
اُن سے سنا وغیرہ ۔۔۔ اور امام بخاری نے کہا ۔ انہوں نے کہا کہ حضور نے یہ فرمایا ۔ آگے
حدیث آ گئی ۔ حدیث کا متن ۔ آ گیا ۔ حدیث دونوں چیزوں کو ملا کر کہتے ہیں ۔ تو حدیث میں
حضور کا بیان آ گیا ۔ اور بیان کرنے والے فلاں فلاں حدیث میں آ گئے ۔ حدیث سے مراد صرف
وہ حصہ نہیں ہے ۔ جو حضور کا فرمان ہے ۔ یا حضور کا کلام ایک حصہ حدیث کا ۔ دوسرا حصہ اس
کلام کو بتانے والے معتبر لوگ ۔ اُن پر اعتماد کیا ۔ تو وہ جو شخصیات ہیں اُن شخصیات
کو بھی حدیث کا حصہ بنا دیا ہے ۔ اس کو اسناد کہتے ہیں ۔ امام مسلم نے تابعین کا قول
روایت کیا ۔ امام عبداللہ بن مبارک کا قول ۔ امام محمد بن سیرین کا قول ۔ صحیح مسلم کے مقدمہ
میں لکھا ۔ الاسناد من الدین ۔ کہ یہ جو ساری سند ہوتی ہے ۔ اس میں حضور کا بیان
نہیں سند ۔ فلاں سے فلاں سے ۔ فرمایا ۔ فلاں فلاں کی جو چین ہے زنجیر ہے ۔ ان
لوگوں کے ناموں کا ۔ یہ دین ہے ۔ یہ دین کا حصہ ہے ۔ تو پتہ چل گیا کہ دین کے دو حصے
ہیں تعلیمات اور شخصیات ۔ تو بیان تعلیمات ہے ۔ اور اسناد اور سند شخصیات ہیں ۔
اگر وہ معتبر ہیں تو ان سے لے لے ۔ اگر وہ غیر معتبر ہیں تو نہیں لیں گے ۔ یہ فرمایا امام مسلم نے

کر تابعین فرماتے ۔ فانظروا عمن تاخذون دینکم ۔ الاسناد من الدین ۔ وہ کہتے تھے کہ
دیکھا کرو کہ دین کس سے لے رہے ہو ۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں کیا غرض کہ کس سے لے رہے ہیں ۔۔
ہمیں تو غرض ہے کہ بات کیا ہے ۔ یہ تو سارا تصور ہی الٹ ہو گیا ۔ سر نیچے ہو گئے ٹانگیں اوپر
ہو گئیں ۔ الٹ کر دیا دین کے تصور کو ۔ بعض لوگ دھوکہ دیتے ہیں ۔ کہ بس بات سنو یہ
بات کیا ہے ۔ یہ مت پوچھو کہ کس سے لیا ہے ۔ بات سے پہلے دیکھو کہ بتا کون رہا ہے ۔
یہ صحیح مسلم کے مقدمہ کی بات ہے ۔ سوچا کرو کہ دین کی روایت لے کر کس سے رہے
ہو ۔ یہ دین جن سے لے رہے ہو ۔ یہ سند جو پورا دین کا حصہ ہے ۔ کیا ان لوگوں سے دین
لینا ہے یا نہیں لینا ۔ بات کو بعد میں دیکھیں گے ۔ پہلے بات سنانے والے کو دیکھیں گے ۔
یہ ہے شخصیتوں پر اعتبار ۔ اسی کو اسناد کہتے ہیں ۔ یہ آپ بنیادی نکتہ سمجھ گئے ۔ جب
ہدایت کی بات ہوئی تو اللہ پاک نے اسناد کی طرف ریفر کیا ۔ مضمون کی طرف نہیں ۔ فرمایا
صراط مستقیم سند ہے ۔ مضمون نہیں ہے ۔ مضمون تو سارا قرآن ہے جو آگے آ رہا ہے ۔ ورنہ اللہ
پاک فرما دیتا کہ صراط مستقیم کیا ہے یہی ہے جو ہم نے شروع کر دیا ہے ۔ جو پورا قرآن تیس پاروں کو
پڑھو گے یہی سیدھی راہ ہے ۔ نہیں فرمایا ۔ یہ مضمون ہے ۔ صراط الذین انعمت علیہم ۔ انعام یافتہ
بندوں کی راہ ۔ وہ اس مضمون کی سند ہے ۔ تو فرمایا سیدھی راہ پوچھتے ہو تو وہ مضمون نہیں وہ سند ہے ۔
قرآن مجید نے چار طبقات بیان کیے ۔ پہلا طبقہ اہل نبوت کا ۔ انبیاء کا ۔ تو آپ نے دیکھا
کہ صراط مستقیم کو اللہ پاک نے قرآن پاک میں شخصیت سے جوڑ دیا ۔ انعم اللہ ۔ انعام یافتہ بندے باری تعالیٰ
کے کون ہیں ۔ جن کی راہ صراط مستقیم ہے اس کا ذکر کیا ۔ وہ ہیں انعام یافتہ بندے جو نبی ہیں صدیق
ہیں شہید ہیں ۔ اور اولیاء صالحین ہیں ۔ تو چار طبقات ہیں ۔ تو ابتداء کہاں سے کی ۔ انبیاء
سے تو صراط مستقیم کو شخصیت سے جوڑ دیا ۔ تو یہاں سے پھوٹتا ہے صراط مستقیم کا راستہ ۔
نبیوں کے قدموں سے پھوٹتا ہے ۔ اب یہاں تک تو بات قرآن مجید کی ہو گئی ۔ اب یہی آپ جب
پلٹیں سیدنا عبداللہ ابن عباس کی روایت سے آگے حضرت ابو العالیہ جلیل القدر تابعی ہو گئے ہیں
حضور نے فرمایا تین لوگوں پر اعتبار کرو ۔ صحابہ کا دور ۔ تابعین کا دور ۔ اور تبع تابعین کا دور ۔ پہلا دور
صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کا دور ۔ پھر تابعین اور اہل بیت ۔ اور تبع تابعین اور اہل بیت یہ تین زمانے

آ گئے۔ تو ارشاد فرمایا ان پر اعتبار کرو۔ خیر القرون ثلاثہ۔ اب ان کی بات کر رہا ہوں۔ جلیل القدر تابعی
حضرت ابوالعالیہ۔ اور جلیل القدر تابعی امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے حضرت ابن عباس سے لیا۔ انہوں
نے سیدنا مولا علی علی المرتضیٰ سے لیا۔ حضرت امام حسن بصری حضرت مولا علی کے شاگرد ہیں۔ اور یہ
شاگرد صحابہ کے شاگرد ہیں۔ تو دونوں عظیم تابعی اُن سے پوچھا گیا کہ صراط مستقیم کیا ہے۔ جو اللہ
پاک نے فرمایا اھدنا الصراط المستقیم۔ جو حضرت ابوالعالیہ ہیں اُن کا اصل نام ہے۔ رُفیع بن مہران الریاحی
ابوالعالیہ۔ اور امام حسن بصری کو پوچھا گیا۔ کہ صراط مستقیم کیا ہے انہوں نے فرمایا۔ صراط مستقیم
محمد مصطفیٰ ہے۔ تو نیا ترجمہ سن لیا آپ نے۔ اور یہ جو تابعی ہیں۔ دین کا ایک
معتبر حصہ انہی سے مروی ہے۔ اتنے اونچے لوگ ہیں یہ۔ تو اُن کو انعم اللہ علیہم کی سمجھ نہیں
آتی ہوگی۔ کہ صراط مستقیم کیا ہے۔ وہ تو ہر چیز اُن کے سینے میں تھی۔ وہ تو نچوڑ بتا رہے ہیں۔
پورے بیان کا۔ تو پوچھا کہ صراط مستقیم کیا ہے۔ تو فرمایا۔ تو صراط مستقیم حضور علیہ السلام کی
ذات کو قرار دیا گیا۔ اس لیے میں نے کہا حضور کی ذات ہی ہدایت ہے۔ حضور کی ذات ہی ہادی
ہے۔ حضور کی ذات ہی تحقیق ہے۔ حضور کی ذات ہی مستقیم ہے۔ حضور کی ذات ہی استقامت ہے۔
حضور کی ذات ہی کرامت ہے۔ یہ اس کے مختلف پرتو ہیں۔ مختلف رنگ ہیں۔ مختلف
جھلکیاں ہیں۔ تو یہ اس لیے کہ یہ ایک مقام ہے آقا علیہ السلام کی ذات اقدس کو اللہ کی ذات میں
فنائیت تامہ کا مقام حاصل ہے۔ اور فنائے تامہ کے ساتھ بقائے تامہ نصیب ہوئی ہے۔ آپ کو اللہ
کی ذات کے ساتھ بقائے تام نصیب ہے۔ اس لیے حکم دین کا یہ ہے۔ کہ جب ذات کی
بات کرو۔ اللہ کی ذات اور ہے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور ہے۔ اور اللہ خالق ہے۔
اور حضور کی ذات اقدس مخلوق ہے۔ وہ مالک ہے۔ حضور مملوک ہیں۔ وہ معبود ہے حضور عبد ہیں
وہ مُرسِل ہے۔ حضور اس کے رسول ہیں۔ وہ دینے والا ہے حضور لینے والے ہیں۔ وہ بنانے
والا ہے۔ اور سنوارنے والا ہے۔ حضور بننے اور سنورنے والے ہیں۔ وہ کمال دینے والا ہے۔ وہ مکمِّل
ہے۔ حضور اس کے بنائے ہوئے مکمَّل ہیں۔ وہ مکمل کرنے والا ہے۔ حضور مکمل ہونے والے ہیں۔
جو سب کچھ حضور کی تعریف کرتے ہیں۔ وہ حضور کی نہیں ہوتی وہ اللہ کی تعریف ہے۔ وہ معمار
کی ہوتی ہے۔ اس لیے رسالت کی تعریف توحید کی تعریف کہلائی۔ چونکہ آقا علیہ السلام کو

اللہ پاک نے یہ مقام عطا فرمایا ہے، اس لیے حضور علیہ السلام کی ذات کو اور آپ کے ذکر کو آپ کے بیان
کو آپ کے تذکرے کو اللہ نے اپنا ہی ذکر قرار دے دیا — اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ألا بذكر الله تطمئن
القلوب - جان لو لوگو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے - حضرت مجاہد عظیم الشان تابعی
وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد اُن کی روایت سے اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ صحابی ہیں -
جن کو حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ ترجمان القرآن ہے - جبرائیل امین نے کہا یہ ترجمان القرآن ہے -
اس امت (حبر الامۃ) کا سب سے بڑا عالم ہے - حضرت عبداللہ بن عباس - ۔۔ ابن عباس رضی
سے حضرت مجاہد روایت کرتے ہیں - تابعی کہہ رہے ہیں - ان سے پوچھا گیا کہ اللہ کا فرمان ہے کہ اللہ کے
ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے - پوچھا حضرت = اللہ کا ذکر کون سا ہے - جس سے دلوں کو سکون
ہو۔ کیا ہے اللہ کا ذکر - حضرت مجاہد تابعی نے فرمایا اللہ کا ذکر ذاتِ مصطفیٰ ہے[۲] —
تو مطلب کیا ہوا کہ اطمینان مطلب وجودِ مصطفیٰ سے جڑا ہوا ہے - جس کو دل کا اطمینان
چاہیے وہ حضور سے لگ جائے - جس کو دل کا اطمینان چاہیے - وہ محمد محمد کیا کرے
وہ حضور کے قدموں میں رہا کرے - وہ جو تفسیر بیان کی حضرت مجاہد کی اس کو امام جلال
الدین سیوطی نے الدر المنثور میں روایت کیا - اس کو امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے
امام ابن جریر نے تفسیر جریر میں — اور یہ کہنا کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے - فرمایا
اللہ کا ذکر حضور کی ذات ہے - اس پر امام ترمذی نے ایک بات کہی - صحاح ستہ کی حدیث
جو جامع ترمذی ہے - سنن ترمذی میں ایک باب قائم کیا - تفسیر القرآن - قرآن پاک کی آیتوں کی تفسیر
کا باب بنایا — اس میں ایک اصول بیان فرمایا — وہ فرماتے ہیں - کہ اگر کسی آیت کی تفسیر
حضرت مجاہد سے مروی ہو - حضرت قتادہ سے مروی ہو - جیسے تابعی اہل علم - اگر کسی آیت
کی تفسیر کریں - امام ترمذی کہتے ہیں خبردار — یہ کبھی نہ سمجھیں کہ انہوں نے تفسیر اپنی طرف سے کی ہے -
ان کی تفسیر کی بنیاد کوئی نہ کوئی حدیث رسول ہو گی — امام ترمذی نے کہا - وہ حدیث کے بغیر بات نہیں بولتے
وہ علم لیتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس سے - اور حضرت عبداللہ بن عباس علم لیتے ہیں ذاتِ مصطفیٰ سے
وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے وہ حضور کی ذات ہے ﷺ
یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا یہ کلمہ — ایک حدیث امام قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں

روایت کیا ہے - کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لبعض حملۃ القرآن بعض علماء کو جو قرآن کے عالم اور حافظ ہوں گے - قرآن کا علم اور قرآن کو سینوں میں سنبھالنے والے ہوں گے - ان کے بعضوں کے بارے میں اللہ دوزخ کا فیصلہ فرمائے گا - (۳۷ — ۳۱) کہ ان کو دوزخ میں بھیج دو - تو دوزخ میں ان کو کسی دوسرے اعمال کی وجہ سے بھیجا جائے گا - یہ ایک فضیلت تھی - انہوں نے اس فضیلت کا حیا نہ کیا - اس کی فکر نہ کی - اس کا احترام نہ کیا - اس کے تقاضے پورے نہ کیے - اس قرآن سے ہدایت نہ لی - اسباب ہیں - اعمال اچھے نہ کیے - عمل اور قرآن کے علم میں تضاد دکھا فیصلہ فرما دے گا کہ انہیں دوزخ میں ڈالا جائے - اب حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دوزخ میں ڈالنے سے پہلے ان کے دل و دماغ سے ذکر محمد ﷺ کو بھلا دے گا - اس لئے کہ جس کے دل میں ذکر مصطفیٰ ہوگا - وہ جہنم میں نہیں جائے گا - کیونکہ جس کے دل میں ذکر مصطفیٰ ہوگا متمکن ہوگا - کیونکہ وہ ذکر مصطفیٰ ہی ذکر خدا ہے - اور وہ ہدایت ہے وہ صراط مستقیم ہے - وہی حبل اللہ ہے - وہی نعمت اللہ ہے - وان تعدو نعمت اللہ — تو اللہ پاک ذکر مصطفیٰ کو نکال لے گا - جتنا زمانہ ان کو دوزخ میں ٹھہرانا ہوگا - یا فیصلہ ہوگا کہ دوزخ کی آگ ان پر ٹھنڈی بجھا دی جائے - یا انہیں نکال لیا جائے - جبرائیل امین کو بھیجے گا - جبرائیل ؑ جا کے پھر ان کو حضور کا ذکر یاد کرائے گا - اور جب انہیں حضور کا ذکر یاد ہو جائے گا - پھر وہ حضور کا ذکر کریں گے - تو دوزخ کو حکم ہوگا - کہ اے دوزخ اب رک جا اب ذکر مصطفیٰ کر رہے ہیں - آگ بجھا دی جائے گی -

چونکہ اللہ پاک نے حضور کے ذکر کو اپنا ذکر بنا دیا ہے - حضور کے وجود کو اپنی ہدایت بنا دیا ہے - ورفعنا لک ذکرک - ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا - تو اس کا ایک معنیٰ پوچھا گیا - حضرت یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں - اور قاضی عیاض بیان کرتے ہیں - کس طرح بلند کر دیا اب کوئی اذان ہے کلمہ شہادت ہے - نماز پڑھے حمد و ثنا کرے - جو چاہے کرے - اب میرا ذکر قبول ہی نہیں ہوگا جب تک ذکر مصطفیٰ ساتھ نہ ہو - یہ معنیٰ ہے - ذکر کو بلند کرنے کا - تو جعلت لا ایمان ذکری معک - میں نے ایمان کا مکمل ہونا - اس بات پر مشروط کر دیا ہے کہ آپ کا ذکر میرے ساتھ ہوگا - تو اس کا ایمان مکمل ہوگا - ورنہ ایمان ہی نامکمل ہے - دوسرا معنیٰ اس کا ارشاد فرمایا - جبرائیل امین سے مروی ہے - کہ اللہ پاک نے ذکر بلند کرنے کا

M T W T F S S
Memo No
Date / /

فرمایا ہے - اذا ذکرت ذکرت معی - اب جہاں بھی اور جب بھی میرا ذکر کیا جائے - آپ کا ذکر
ساتھ کیا جائے - آپ کا ذکر میرے ذکر سے علیحدہ نہیں ہو سکتا — یہ ہے آپ کے ذکر کو
بلند کرنے کا معنیٰ — یہ کیسے ہو کہ حبیب کے ذکر کو اپنے ذکر سے جدا نہ کرے اللہ
حبیب کی ذات کو اپنی ذات سے جدا کرے - ایسا نہیں ہو سکتا -

اگر حضور کا ذکر اللہ کے ذکر کے ساتھ ہے - تو حضور کی ذات بھی اللہ کی ذات کے
ساتھ ہے - وہ خالق کی شان میں اور یہ مخلوق کی شان میں - اب اس کا دلنشیں معنیٰ
جو اصل میں بیان کرنا چاہتا ہوں - جس کو امام جعفر الصادق نے بیان فرمایا - یہ معنیٰ اہلبیت
ہے — اور گھر کی بات گھر والوں — سے بہتر کوئی نہیں جانتا — (۲۹ — ۳۶)

وہ حضور کے شہزادے اور امام حسین کے پوتے لاڈلے اس گھر سے معنے والی بات سے بہتر اور کوئی
نہیں ہو سکتی - حضور کے رفعت ذکر کے معنیٰ کو اور کون جانتا ہے - سیدنا امام جعفر الصادق نے بیان
فرمایا اور اس کو اپنی عطا سے بھی بیان کیا - فرمایا - جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک ذکرنی
اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اے حبیب میں نے آپ کے ذکر کو اپنا ہی ذکر بنا دیا ہے - پہلے تھا - پہلا میرا ذکر ہو
پھر ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر ہو — تو ذکر الگ الگ ہے - ساتھ ساتھ ہونے کا مطلب کیا ہوتا
ہے - ہیں الگ — مگر ہیں ساتھ - وہ پہلا معنیٰ تھا - جب جب بھی میرا ذکر ہو آپ کا ذکر ساتھ ہو - مگر
اب جو امام جعفر الصادق نے فرمایا — وہ معنیٰ یہ ہے کہ اب ساتھ کی بات ختم ہو گئی - فرمایا آپ
کے ذکر کو میں نے اپنا ذکر بنا دیا ہے - پس جو اب آپ کا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کر لیا -
اب یہاں ایک نکتہ ہے توجہ طلب - یہ ایک طرف سے بات کی ہے - دوسری طرف سے نہیں کی
اے حبیب جو آپ کا ذکر کرے اس نے خود بخود آپ کا ذکر کر لیا - بات یہ فرمائی ہے - یوں نہیں
کہا فمن ذکرنی ذکرک - جس نے میرا ذکر کیا اس نے خود بخود آپ کا ذکر کر لیا - بلکہ فرمایا جو آپ کا ذکر
کرے اس میں میرا بھی ذکر ہو گیا — سو جو خالی میرا ذکر کریگا - وہ صرف میرا ذکر ہو گا جو
خالی میرا نام لے گا - وہ خالی میرا ذکر ہو گا اور جو صرف میرا ذکر ہو گا - وہ ایمان سے خالی ہو گا
حقیقت تمام اہل ایمان پر کھڑی کی - جو صرف میرا نام لے گا - وہ خالی میرا ذکر ہو گا - جو خالی میرا ذکر
کرے گا وہ نہ قبول ہو گا - میں [illegible] تب قبول کروں گا اپنا ذکر جب تو میرا ذکر کرے اور

(۳۹ — ۳۹)

KHURRAM PAPER PRODUCTS

سو۔ جو میرا ذکر کرے گا تمثیلی ۔ وہ میرا ذکر نہیں بن سکتا ۔ وہ صرف میرا بن سکتا ہے ۔
جب اللہ نے شمول ہی نہیں کیا ۔ تو میرا ذکر کیسے بن گیا ۔ جس نے صرف خدا کا ذکر کیا ۔ وہ نہ خدا
کا ذکر ہوا اور نہ حضور کا ذکر ہوا ۔۔۔ اب اس نے دوسری سمت کہا کہ جو آپ کا ذکر کرے
ذکر کیا ۔ اس میں میرا ذکر بھی ہو گیا ۔۔۔ تو ذکر مصطفےٰ ذکر خدا ہے ۔

مگر ذکر خدا ذکر مصطفےٰ نہیں ہے ۔ وہ مالک کا ذکر ہے ۔ اس لئے اللہ حضور کی تمثیل
نہیں ہے ۔ وہ بنانے والا ہے ۔ خالق ہے ۔ معبود ہے حضور عبد ہیں ۔ اللہ حضور کی شان و مظہریت
نہیں ہے ۔ بلکہ حضور میں اللہ کی مظہریت ہے ۔۔۔ حضور کو بنایا ہے ۔ اور جو بناتا ہے ۔ وہ اپنا
مظہر بناتا ہے ۔۔۔ اور بننے والا اپنا رنگ بنانے والے پر نہیں چڑھاتا ۔۔۔ تو حضور کو اللہ نے بنایا ۔
حضور نے اللہ کو نہیں بنایا ۔۔۔ اس لئے جو اللہ کا ذکر کرے وہ صرف اللہ کا ذکر ہو گا ۔ اور شمول
نہیں ہو گا ۔ اور جو حضور کا ذکر کرے وہ ذکر مصطفےٰ بھی ہے ۔ اور ذکر خدا بھی ہے ۔ پہلے معیت
ذکر تھی اب عینیت ذکر ہو گئی ۔۔۔ تو ذکر ایک ہو گیا ۔۔۔ اس لئے قاعدہ اور کلیہ کی بات
ذہن میں رکھ لیں ۔۔۔ ذکر مصطفےٰ جس انداز میں ہو جس وقت ہو جس زبان میں ہو ۔ حضور کا ذکر
اس پر اللہ کی کوئی پابندی نہیں ہے ۔ وہ اس کا اپنا ذکر ہے ۔ اس لئے اس نے اپنی نماز کیلئے
وقت بھی مقرر کر رکھے ہیں ۔ پو پھٹنے سے سورج چڑھ گیا تو قضا ۔ اپنی نماز کیلئے وقت قضا اور
ادا بھی ہے ۔ ظہر ہے ۔ یہاں ادا ہے یہاں قضا ہے ۔ عصر ہے یہاں ادا ہے ۔۔۔

روزے اس کی عبادت اور ذکر ہیں ۔ ادا ہے قضا ہے ۔ حج اس کی عبادت ہے ۔ سال
کا ایک دن ہے عرفات ہے آگے پیچھے نہیں ہے ۔۔۔ جہاں اس کا اپنا ذکر و عبادت آئے اس
پر پابندی ہے ۔ وقت بھی ہے ادا بھی ہے قضا بھی ہے ۔ جہاں ذکر مصطفےٰ آ گئے ۔ ان اللہ وملائکتہ ۔۔۔
۔۔۔ جہاں درود مصطفےٰ آ گئے ۔ سلام مصطفےٰ آ گئے ذکر مصطفےٰ آ گئے نعت مصطفےٰ آ گئے اس کا نہ کوئی
قضا ہے ۔ وہ جب جس ہر وقت ادا ہی ادا ہے ۔۔۔

ہر وقت ادا ہے ہر جگہ ادا ہے ۔ ہر زبان میں ادا ہے ۔۔۔ ذکر مصطفےٰ پر پابندی کا نہیں ۔
اس لئے وہ ذکر مصطفےٰ بھی ہو گا ۔ اور اللہ کا بھی ذکر ہو گا ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے ذکر کو اپنا ذکر بنایا
ہے ۔ اقم الصلوٰۃ لذکری ۔ نماز میرے ذکر کی محتاج ہے ۔ اللہ کی عبادت اس کا ذکر ہوتی

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

اس میں جو خالصتاً اس کی عبادت اور محض اللہ کا ذکر ہے۔ اس میں اس نے وقت کی زمانے کی جگہ کی
تقاضا کی ادا کی پابندی ہے مگر حضور کے ذکر کے لیے ——— کہ نماز آپ نے کھڑے ہو کے پڑھنا ہے،
رکوع کرنا ہے سجود کرنا ہے ہر چیز۔ مگر حضور علیہ السلام کے ذکر کے لیے ایسی شرائط ایک بھی مقرر
نہیں فرمائی۔ نہ کوئی شکل مقرر کی۔ نہ وقت ——— نہ کھڑا ہونا نہ بیٹھنا۔ نہ ادا نہ قضا ———
مطلقاً۔ جو وقت جب چاہے کرے۔ اب اس میں جو میں آخری بات دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے۔
نماز آپ جب پڑھنا چاہیں نہیں پڑھ سکتے۔ اردو میں نہیں پڑھ سکتے۔ مریض نہیں
بیٹھ کے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ جس وقت چاہیں انکو کھولیں شروع کر لیں۔ جب چاہیں ظہر پڑھ
لیں ——— کیونکہ اس نے ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین ——— اللہ پاک نے عبادتوں کے لیے وقت
اور جگہ کا تعین کر دیا ہے۔ اور حضور علیہ السلام کے ذکر کیلئے ——— ورفعنا لک ذکرک ——— ان
اللہ وملائکتہ یصلون ——— اور جہاں جہاں بھی اس کے علاوہ حکم آیا ہے۔ کوئی وقت کوئی شرط
نہیں لگائی۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محض رحمت بنا کے بھیجا ہے۔ وما ارسلنک
الا رحمۃ للعالمین ——— اور رحمت ہمیشہ نرمی شفقت آسانی کا تقاضا کرتی ہے۔ لہٰذا نبی کے
ذکر میں اس رحمت کی خوب پرورش کی ہے۔ کہ جس طرح جب بھی جس شکل میں کوئی چاہے پڑھ لے
کر لے ——— اللہ نے کوئی پابندی یہاں نہیں رکھی اور امت کے لوگ آپس میں پابندیوں اور شکلوں
پر جھگڑا کرتے پھریں تو یہ اللہ کی دی ہوئی آسانی کا کفران نعمت ہے۔ اللہ نے آسانی کر دیا۔
ہم اس کو مشکل نہ بنائیں۔ کسی نے پوچھا کہ درود شریف اللہ کے نبی کا ذکر ہے۔ کھڑے ہو کر پڑھیں
یا بیٹھ کر پڑھیں ——— اب شریعت میں نہ کھڑے ہو کے پڑھنے میں پابندی ہے نہ بیٹھ کر پڑھنے میں پابندی
ہے۔ نہ کھڑے ہو کر پڑھنے کا حکم نہ بیٹھ کر ہی پڑھنے کا حکم ——— شریعت میں تو اللہ نے پابندی لگائی
کوئی نہیں آپ بنی اسرائیل کیوں بنتے ہیں۔

حکم آیا تھا نا۔ کہ گائے ذبح کرو۔ کون سی ہو۔ کس رنگ کی ہو۔ جب اللہ نے پابندی
لگائی ہی کوئی نہیں تو اپنے آپ کو کیوں پابندیوں میں جکڑتے ہو ——— اس نے حبیب کو رحمت
بنایا تو اس نے حبیب کے ذکر کو بھی رحمت کر دیا۔ آسان کر دیا۔

تو حضور کے بے شمار ذکروں میں ایک صورت یہ بھی ہے کہ کثرت سے حضور کی نعت

پڑھی جائے۔ نعت پڑھی جائے۔ عربی میں ہو۔ اردو میں ہو وہ بھی نعت ہے۔ پنجابی سرائیکی میں ہو
وہ بھی نعت ہے۔ نثر میں ہو وہ بھی نعت ہے نظم میں ہو وہ بھی نعت ہے۔ حضور کی تعریف کی جائے
شان بیان کی جائیں۔ وہ جو نعت پاک ہے جو نعت پڑھنا اور نعت خوان ہونا۔ یہ بھی سنت
ہے۔ آقا علیہ السلام کے صحابہ میں۔ لوگوں کو عام طور پر معلوم نہیں۔ انہوں نے ایک دو نام صحابہ کا
سن رکھا ہے لیکن ۳۵ صحابہ حضور علیہ السلام کے نعت خوان تھے۔ گویہ تو نعت کونسل ہی
بن گئی نا۔ آقا علیہ السلام اپنی نعت کی مجلسیں منعقد کرتے۔ خود بیٹھتے اور صحابہ اجازت لے کے
نعت پڑھتے۔ مسجد میں ہوتے۔ کبھی چلتے پھرتے تو شب پڑھتے۔ تو حدیث پاک میں آتا ہے۔
جس کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ شمائل ترمذی میں۔ شمائل نبوت میں روایت کیا۔
اور اسی طرح امام نسائی نے روایت کیا۔ امام بزار نے روایت کیا۔ حضرت انس بن مالک رض سے
وہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام جب اپنا عمرہ قضا ادا کرنے کے لئے مکہ میں داخل ہوئے جب
واپس پلٹ گئے تھے۔ پھر عمرہ رہ گیا تھا دوبارہ ادا فرمایا۔ جب مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو
صحابہ کرام کا ہجوم ساتھ تھا۔ تو حضرت عمرؓ کے ایک نعت خوان صحابی ہیں۔ حضرت عبداللہ
بن رواحہ۔ عرض کی یا رسول اللہ اگر اجازت ہو تو نعت پڑھوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا پڑھو۔
حدیث میں آتا ہے کہ وہ آگے آگے چل رہے تھے۔ چلتے ہوئے ایک ہجوم صحابہ تھا۔ چل رہے تھے۔
اور ابن رواحہ آگے آگے چلتے اور حضور کی نعت پڑھتے جا رہے تھے۔ خانہ کعبہ کے حرم میں جب
حضور علیہ السلام داخل ہوئے تو اسی نعت خوانی کے ساتھ داخل ہوئے۔ جب باآواز بلند
داخل ہوئے تو سیدنا عمر بن خطاب نے کہا۔ عبداللہ بن رواحہ اللہ کا گھر حرم ہے۔ حضور سامنے
ہیں اور تم اونچی آواز میں شعر پڑھ رہے ہو۔ یہ حضرت عمر کے ذہن میں خیال آیا۔ تو حضور
علیہ السلام نے فرمایا اے عمر نہیں۔ روکے ان کو شعر نہ ہو۔ یہ جو پڑھ رہا ہے۔ اس سے
کافروں کے دل میں تیر لگ رہے ہیں۔ پڑھنے دو (۲۰ ۔ ۳۵) کافروں کے دلوں میں تیر لگ
رہے ہیں۔ یہ آقا علیہ السلام کے کلمات ہیں۔ اور دوسری حدیث پاک جو مشکوۃ شریف میں
کعب بن مالک رض سے روایت ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب آقا علیہ السلام کی
زبان اقدس سے نعتیہ اشعار سنے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا قرآن مجید میں شعر کے بارے میں مذمت

نہیں آتی۔ سو انہوں نے سوال کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اور یہ امام بغوی نے شرح السنہ میں روایت کیا۔ امام عبدالبر نے روایت کیا۔ صاحب مشکوٰۃ میں درج کیا۔ حضور نے فرمایا اس کے جواب میں اشارہ اس امر کی طرف تھا کہ یہ غیر موزوں اور [illegible] مشقتوں کے لیے بات ہوگی — آقا علیہ السلام نے فرمایا یہ جو نعت پڑھ رہا ہے کہ مومن دو طریقے کا جہاد کرتا ہے ایک تلوار سے ایک اپنی زبان سے کرتا ہے۔ نعت پڑھنا جہاد ہے زبان کا جہاد ہے۔

تیسری معروف حدیث حضرت کعب بن زہیر کے حوالے سے امام قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں روایت کیا۔ اور امام زرقانی نے اس کی شرح میں۔ اور دیگر کثرت سے محدثین نے کتب احادیث میں روایت کیا۔ کعب بن زہیر نے 200 سے زائد اشعار کی نعت لکھی تھی۔ یہ پہلے مسلمان نہ تھے پہلے مدینہ حاضر ہو گئے مسلمان ہونے کے ارادے سے۔ جب داخل ہو گئے تو عرض کی یا رسول اللہ کعب بن زہیر تائب ہو کر مسلمان ہونے کے لیے حضور کی بارگاہ میں آیا ہے۔ فرمایا آنے دو۔ پہنچ گئے آقا کی بارگاہ میں ہاتھوں میں ہاتھ دیئے۔ بیعت کرنے کے لیے۔ قبول اسلام کے لیے۔ عرض کی یا رسول اللہ میں کعب بن زہیر ہوں۔ میں وہی ہوں جو حضور کے خلاف لکھا کرتا تھا عرض کی آقا میں غلام بننے آیا ہوں۔ فرمایا میں محمد رسول اللہ ہوں۔ کلمہ پڑھا مسلمان ہو گئے۔ عرض کی یا رسول اللہ میں قصیدہ لکھ کے لایا ہوں۔ اجازت ہو تو سناؤں۔ فرمایا سناؤ۔

حضور کے صحابہ کی مجلس میں 200 اشعار کا قصیدہ سنا دیا۔ اور حدیث میں آتا ہے جب اس میں ایک شعر آیا۔ —

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِہٖ۔ رسول بے شک نور ہیں۔ ہر کوئی روشنی انہی سے پاتا ہے۔ جب اس شعر پر پہنچے۔ آقا علیہ السلام جو چادر اوڑھ کے بیٹھے تھے۔ اپنی چادر اتاری اور پھینک کر فرمایا میں نے تجھے تحفہ دیا۔

(۴) چوتھا آقا علیہ السلام کے عظیم نعت خوان حضرت نابغہ جعدی جعدی کی۔ انہوں نے 200 اشعار پر مشتمل نعت پڑھی۔ امام دارقطنی نے روایت کیا امام بیہقی نے امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں روایت کیا۔ امام زرقانی نے۔ امام قسطلانی نے لکھا۔ صحابہ کرام کا اجتماع ہے۔ آقا علیہ السلام کی عدالت ہے اور نعت خوان نعت پڑھ رہے ہیں۔ شعر کی چوڑی

تعریف نہیں آئی تھی قرآن مجید میں ۔ مگر حدیث میں تعریف آئی ہے ۔ فرمایا ان الحکمت شعرًا ۔
شعر میں حکمت ہوتی ہے ۔ فرمایا شعر میں اثر بیانی ہوتی ہے ۔ قرآن و حدیث کی تطبیق کریں ۔
قرآن کہہ رہا ہے کہ مبالغہ کرتے ہیں شاعر لوگ ۔ حضور کہہ رہے ہیں کہ شعر میں حکمت ہوتی ہے ۔ کیا
اللہ کا رسول اللہ کی بات کے خلاف کر سکتا ہے ۔ (نہیں کر سکتا) کیا بات تھی ۔ فرمایا ۔
ہاں حسان شعر میں میری نعت پڑھ رہا ہے ۔ تمہارا مبالغہ ہوتا ہوگا ۔
کیونکہ حضور کی شان میں جو کوئی جو کچھ کہے ۔ مبالغہ ہوتا ہی نہیں ۔ بشرطیکہ اللہ نہ کہے ۔
خدا نہ بنائے ۔ امام بوصیری نے بھی یہ فرمایا ۔ مبالغہ ہوتا ہی نہیں ۔ وہ سب تو حضور کی شان
کے اندر ہے ۔ تو 200 اشعار پر نعتیہ قصیدہ ۔ حضرت نابغہ جعدی نے آقا علیہ السلام
کی بارگاہ میں پڑھی ۔ جب وہ کلام پڑھ چکے تو آقا علیہ السلام نے سن کے سرور میں آ گئے کیف
میں آ گئے تو آقا نے فرمایا ۔ نابغہ جعدی تم نے میری اتنی نعت پڑھی ہے ۔ اللہ تیری زبان کی روانی
ختم نہ کرے ۔ اور تیرے منہ کو کبھی نہ بگاڑے ۔ یہ دعا دی آقا علیہ السلام نے عربی محاورے کے
دعائیہ کلمات تھے ۔ اللہ تیرا منہ سلامت رکھے ۔ یہ دعا کر دی ۔ صحابہ کہتے ہیں کہ قسم کھا کر کہتے
ہیں ۔ اور دیگر صحابہ اسامہ کہتے ہیں ۔ کہ خدا کی قسم ہم نے بعد نابغہ جعدی کو 200 سال کے
بعد ۔ یہ میرا حسن ظن ہے ۔ 230 عمر کے ہوئے نابغہ جعدی ۔ ابن عتبہ روایت کرتے ہیں ۔
230 برس کی عمر میں وفات ہوئی ۔ تو 230 برس کی عمر ہوئی ۔ اب اس کے آگے محدثین نے بیان
نہیں کیا ۔ ایک میرا گمان آیا ہے ۔ جو میں نے اخذ کیا ہے ۔ مجھے لگتا ہے کہ جو نہ کہ کئی اور مقامات
سے یہ احادیث سے اخذ ہوتا ہے ۔ کہ جب وہ شعر پڑھ رہے تھے نابغہ جعدی ممکن ہے کہ 30 (۳۰)
برس کے قریب ہوں گے ۔ 200 اشعار حضور کی نعت کے پڑھے ۔ حضور نے دعا دی ۔ ہر شعر
کے بدلے ایک سال عطا فرمایا ۔ (یہ ایک خیال ہے میرا اگر تاریخی طور پر غلط ہو تو معافی)
کئی مقامات سے یہ بات آئی ہے کہ چھوٹی سی بات پر کئی سال عطا فرمائے ۔
حضرت بابا رتن ہندی کو حضور نے سات مرتبہ دعا دی ۔ چھوٹی سی عمر تھی آقا
کی چار یا پانچ سال ۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کے گاؤں میں بکریاں چراتے تھے ۔ (۱-۱۰-۲۴)
بارش ہو رہی تو ایک ہندوستان کا بابا شام کو تجارت کے لیے جا رہا تھا ۔ بکریاں بڑی گیلی بارش ہو رہی نالے

معبر کے ہمراہ بیٹھے تھے۔ اس نے دیکھا کہ خوبصورت معصوم چاند کی طرح بچہ ہے اور نالہ مکھ کے بیچ رہا ہے۔ گزرنا اوپر سے مشکل لگتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں اٹھا کے نالہ پار کرا دوں اس نے کہا کرادو۔ اسے کیا خبر یہ کون ہے۔ کندھے پر اٹھا کے نالہ پار کرا دیا۔ زمین ہندی کہتے ہیں کہ جیسے تو زبان کی سمجھ نہیں آتی تھی۔ اشارا اور سات مرتبہ میری عمر کو کچھ کر دیا۔ اور فرمایا اللہ تیری عمر دراز کرے۔ اس نے کہا سات مرتبہ سنا میری عمر کی دعا کی۔ سات سو سال عمر ہوئی۔ تو میں دیکھی اسے واقعات ہیں کہ میں نے اس سے اخذ کر لیا۔ کہ شاید ایسا ہوگا کہ تیس سال کا جوان ہوگا۔ نابغہ جعدی حضور کی نعت پڑھتا۔ ۲۰۰ شعروں کی دو سو سال عطا کر دی۔ اب اسامہ روایت کرتے ہیں اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں نے نابغہ جعدی کو 230 برس کی عمر۔ میں دیکھا اس کے دانت بارش کے اولوں سے بھی زیادہ چمکدار تھے۔ اور جہاں دانت گرتا تھا اس سے نیا دانت پیدا ہو جاتا تھا۔ اس کے منہ کے دانت کبھی نہ گرے۔ بدلتے رہتے تھے۔ اسی وقت بدل جاتے تھے۔ چونکہ حضور نے دعا دیا تھا۔ اپنی نعت پر خوش ہو کے کہ خدا تیرا منہ سلامت رکھے رونق قائم رہے۔ تو آقا کو اپنے ذکر اپنی نعت سے اتنی خوشی ہوتی ہے۔ تو جب آقا کو اتنی خوشی ہوتی ہے تو عبداللہ کو اس مالک کو کتنی خوشی ہوتی ہوگی۔ جو صبح شام خود حضور کا ذکر کرتا ہے۔ اس کی خوشی کا عالم کیا ہوگا۔

(۵) پانچویں حدیث ~~تحقیق~~ امام حاکم نے روایت کی۔ المستدرک میں۔ امام طبرانی نے روایت کی۔ امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں۔ امام قسطلانی نے المواہب میں۔ امام زرقانی نے شرح المواہب میں امام حاکم اور امام طبرانی سمیت جو روایت کی۔ حضور کی بارگاہ میں حضور کے چچا حضرت عباس حاضر ہوئے۔ صحابہ کی مجلس تھی۔ عباس بن المطلب حضور کے چچا۔ عرض کیا یا رسول اللہ اجازت ہو تو آپ کی نعت پڑھوں۔ یہ چچا بھی نعت خواں ہیں۔ اور وہ چچا جو ابو طالب وہ بھی حضور کے نعت خواں تھے۔ حضرت ابو طالب کا دیوان ہے آدھا دیوان حضور کی نعتوں سے بھرا ہوا ہے۔ سعودی عرب میں چھپا ہے۔ میں وہاں سے خرید کے لایا تھا۔ بطور خاص یہ بات کیسے میں نے۔

سعودی عرب میں چھپا ہے۔ اور وہاں مکہ مدینہ جدہ سے کئی نسخے خرید کے لایا تھا۔ اور ہر صفحے پر حضرت ابو طالب کی نعتیں ہیں حضور کی شان میں۔ (۲۰ — ۰۴ — ۱)

حسن کو دیکھو نعت خوانِ مصطفیٰ ہے۔ حضرت عباس نے نعت پڑھی۔ آقا علیہ السلام کی۔

اور نعت میں کہا یا رسول اللہ ابتداء میں آپ ہی کا نور تھا۔ جو جنت کے پتوں میں چھپا تھا۔ اور
حضرت آدمؑ کے لباس میں تھا۔ پھر ان کی پشت میں آپ ہی کا نور اترا اور آپ ہی کے نور
کے صدقے ان کی توبہ قبول ہوئی۔ آپ کے نور کی برکت سے نوح کی کشتی ڈوبنے سے بچی۔
یہ سارا مضمون حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے بیان کیا۔ اور ان تمام کتب حدیث میں تو
ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی۔ علمائے دیوبند کے بہت بڑے اکابر علماء بزرگوں میں سے ہیں۔
مولانا اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کی پوری یہ نعت لکھی ہے۔
خود بیان کی کہ آقا پھر آپ کا نور تھا۔ یہ اترا اور ابراہیم علیہ السلام کی کشتی کو ڈوبنے سے
بچا لیا گیا۔ پھر ابراہیم کو نمرود کی آگ سے بچا لیا۔ اسی طرح بیان کرتے کرتے لائے ہیں۔ اور کہتے
ہیں کہ پھر آپ کا نور حضرت آمنہ کے بطن میں آیا۔ اور جب نکلا پھر شام کے محلات روشن
ہو گئے۔ اور ہم اسی نور میں رہ رہے ہیں۔ اور اسی نور میں راستے طے کر رہے ہیں۔ یہ حضرت
عباس کے کلمات ہیں۔ تو آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں کھڑے ہو کے اس طرح نعتیں پڑھتے۔
(۴) حضرت حسان بن ثابتؓ جو معروف نعت خوان ہیں۔ وہ تو پھر بخاری شریف میں
بھی ہے مسلم میں بھی ہے۔ بہت ساری کتب میں ہے ہر کتاب بھری پڑی ہے۔ آقا علیہ السلام
اس کے لئے ممبر بچھاتے۔ تو یہ ذکر مصطفیٰ کی صورت تھی۔ تو یہ آقا علیہ السلام کا مرغوب
محبوب پسندیدہ طریقہ تھا۔ اپنا ذکر نعتوں کی شکل میں سنتے تھے۔ کیوں سنتے۔
خود حاجت نہ تھی۔ نہ معاذاللہ خود پسندی تھی۔ آپ فرماتے تھے۔ فلا ولا فخر۔ مجھے کوئی فخر نہیں
ہے۔ کیوں سنتے تاکہ میری نعت سننا میری امت کے لئے میری سنت بن جائے۔ اور لوگ نعت کی
شکل میں میرا ذکر کرتے رہیں۔ تو پھر حضرت حسانؓ بن ثابت کے لئے ممبر بچھایا۔ فرمایا حسان
یہ میرا ممبر ہے میری نعت پڑھو۔ (۲۲ — ۷۰ — ۱) جب حضرت حسان بن ثابت نے نعت
پڑھی اور ختم کی تو آقا علیہ السلام نے دعا دی اے حسان تو نے میری نعت کے صدقے خود شفا پائی
اور بیمار دلوں کو شفا دے دی۔ تو حضور کی نعت سے شفا بھی ملتی ہے۔ تو کوئی بیمار ہو تو گھر میں
محفل نعت مصطفیٰ کرایا کرے۔ پھر قصیدہ بردہ شریف پڑھا کرے۔ دعا کیا کرے اللہ شفا دیتا ہے
پھر آقا علیہ السلام نے ہاتھ اٹھا دیئے۔ عرض کی باری تعالیٰ ایدہ ایدہ اللہ بروح القدس۔ باری تعالیٰ

M T W T F S S

Memo No ______

Date / /

حسان بن ثابت جس وقت تک میری نعت پڑھتا رہتا ہے۔ تو اس کے پیچھے جبرائیل امین کو کھڑا کیا کر۔ یہ میری نعت پڑھے۔ اور جبرائیل امین اس کی تائید کرتا رہا کرے۔ یہ عالم تھا۔

آخری حدیث بڑی لطیف بڑی نازک بڑی دقیق۔ بیان سننے کو کم ملے۔ وہ بھی حضرت حسان بن ثابت کیلئے ہے۔ یہ ساتویں (7) حدیث ہے۔ اور صحیح مسلم کی ہے۔ حضرت حسان بن ثابت تازہ تازہ مسلمان ہوئے تھے۔ جب ایک سفر کے دوران بعض منافقوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگا دی۔ جس کی برأت میں اور آپ کی صفائی میں۔ اللہ پاک نے سورۃ نور نازل فرمائی تھی۔ اور یہ جو تہمت لگائی اس کو اچھال پھیلایا۔ اور آقا علیہ السلام کو تکلیف پہنچی۔ تو منافقوں نے کام کیا اس میں جو تازہ تازہ مسلمان ہو گئے تھے۔ اور ابھی آقا کی صحبت نصیب نہ ہوئی تھی۔ تربیت میں پختگی نہیں آئی تھی۔ جو طوفان اٹھا اس میں بہہ گئے۔ اس طوفانِ تہمت کی زد میں آگئے۔ کئی کچے ابھی ابتدائی حالت تھی ایمان کی۔ ان تازہ مسلمانوں میں اور اس طوفان کی زد میں آنے والے اور اچھالنے والے حسان بن ثابت بھی تھے۔ یہ بھی شکار ہو گئے تھے۔ اس شمار میں۔ اور حضرت عائشہؓ کو بھی عمر بھر ذاتی طور پر ان کا بڑا قلق رہا۔ تو صاف ظاہر ہے دل کو بڑا دکھ ہوا کہ حسان بن ثابت جو اُن میں شامل ہوا تھا۔ گزر گئی۔ آخر زمانے وقت تک حدیث پاک میں آتا ہے جو حضرت حسان بن ثابت کو حضرت ام المومنین عائشہؓ کے سامنے اس واقعے کے حوالے سے وہ بھی اس میں شامل ہو گیا تھا۔ اس کا ذکر کر کے ان کے خلاف کوئی کلمہ کوئی لفظ بولنے لگتا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اُن کو وہیں روک دیتیں۔ خبردار حسان بن ثابت کے خلاف کوئی بات نہ کہو۔

کہا جاتا کہ ام المومنین انہوں نے کیا تھا۔ فرمایا وہ سارا مجھے پتہ ہے۔ اسی کا مجھے دکھ ہے میں اس کو حسان بن ثابت کے خلاف کوئی کلمہ سننے کو تیار نہیں۔ اگر وہ کچھ کیا تھا۔

فرمایا یہ وہ حسان ہے۔ جس نے میرے محبوب نبی کی شان میں یہ کہا ہے

فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِي — لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُم وِقَاءُ ۔

اس نے میرے محبوب کی شان میں نعتیں لکھی ہیں۔ جو میرے محبوب کا نعت خواں ہو۔ اس کے میرے بارے میں جو بھی کہا ہو میں ایک کلمہ بھی اس کے خلاف نہیں سن سکتی۔

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

انہوں نے کہا تھا - میرا والد بھی - اور میری والدہ اور میری بھی عزت آپ کا فرد مصطفےٰ کے
دشمنوں تم سب کی عزت میں مصطفےٰ کی عزت کے لئے قربان ہیں ۔ اور جو تمہارے کالون کے بیچ
میں وہ ہم برداشت کریں گے - اپنی عزتوں کو دیوار بنا دیں گے مصطفےٰ کو آنچ نہیں آنے دیں گے -
یہ صحیح مسلم میں حدیث ہے - ان کی نعت خوانی پر اپنا ذاتی رنگ ختم کر دیا - کیا مقام
نصیب ہوا ــــ اور پھر آخری بات ہے - یہ حضور کے صحابہ تھے - جو ۳۵ میں
سات گنے ــــ اور پھر یہ معروف قصیدہ جسے نعت قصیدہ بردہ شریف کہتے ہیں - بتا رہا
ہوں کہ نعت کی ایک شکل ہے جو امت میں چلی ــــ پھر ہزاروں شکلیں ہیں - ان میں ایک
شکل یہ بھی ہے - ذکرِ مصطفےٰ کی ـــــ ذکر مصطفےٰ سے ذکر تو حید نصیب ہو گا - اس
سے نورِ اطاعت نصیب ہو گا - اس سے نور اتباع نصیب ہو گا - اس سے نورِ محبت نصیب
ہو گا - کثرتِ ذکرِ مصطفےٰ - اور کثرتِ ذکرِ خدا ــــ تو معروف نعت جو قصیدہ بردہ
شریف کی شکل میں - امام شرف الدین بوصیری - انہوں نے لکھی - اور بہت سارے
علماء محدثین شارحین نے اس واقعہ کو بیان کیا کہ یہ قصیدہ کیسے لکھا گیا - اور اس کو مولانا اشرف
علی تھانوی نے بھی نشر الطیب میں قصیدہ بردہ شریف کا منتخب حصہ لکھا - یہ واقعہ بھی روایت کیا
سند کے ساتھ توثیق کی -

ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ حضور کی ذات پر جھگڑا نہ جائے - جو جس طرح مان سکے -
مانے اس کا نصیب ہے جھگڑا نہ کرے - اور جہاں تک ماننے میں نے آپ کو سند ذمہ داری
کر دیا - بس ایک خدا نہ بنائے - یعنی خدا کے برابر نہ بنائے - باقی مصطفےٰ کو جہاں تک
ماننے کوئی حد نہیں ہے - تو حضرت امام بوصیری جنہوں نے نعت لکھی ان کو فالج
ہو گیا تھا - پندرہ چودہ سال گزر گئے - مفلوج ہو کر بستر پر پڑے ہوئے - چل پھر نہیں
سکتے تھے - شاعر تھے بڑے بڑا کلام لکھا تھا - خیال آیا کہ آقا کی بارگاہ میں قصیدہ لکھا - اس کا نام ہے
قصیدہ بردہ - یعنی چادر والا بردہ ــــ نام انہوں نے نہیں رکھا تھا - قصیدہ بردہ - تو آقا علیہ السلام
کی بارگاہ میں قصیدہ لکھا - یہ تو ۱۶۲ اشعار لکھے - حضور کی نعت کے اور سو گئے - رات کو
آقا علیہ السلام خواب میں تشریف لائے - اور آقا نے فرمایا بوصیری اٹھو وہ قصیدہ مجھے سنا - جو

میری کتاب ان میں لکھا ہے۔ امام بوصیری کا ۔ اسی پہ خواب ہے ۔ امام بوصیری کا عرض کرتے ہیں یارسول اللہ میں
تو مفلوج ہوا۔ فالج زدہ ہوا چودہ سال سے بستر پہ پڑا ہوا۔ ذرا با تو اٹھ بھی سکتا۔
آپ نے دست مبارک پھیرا اور خواب میں امام بوصیری شفایاب ہو گئے۔ اٹھ کے بیٹھ
گئے اور قصیدہ پڑھا۔ آقا نے خوش ہو کر اپنی چادر عطا فرمائی ۔ اس چادر کی وجہ سے قصیدہ
کا نام بردہ ہے ۔ انہوں نے القصیدہ المحمدیہ نام رکھا تھا۔ حضور کی چادر سے وہ قصیدہ بردہ بن
گیا ۔ چادر والا قصیدہ ۔ آنکھ کھلی جب صبح ہوئی ۔ تو واقعتہً فالج ختم ہو چکا تھا۔ دست مبارک
خواب میں پھیرا تھا۔ صحت یاب حقیقت میں ہو گئے۔ اٹھ بیٹھے فالج جا چکا تھا۔ جسم پہ آثار
نہیں تھے فالج کے ۔ پندرہ سال کے بعد امام بوصیری باہر نکلے ۔ تو ایک بازار میں جا رہے تھے۔
تو ایک مست الست فقیر عاشق بھی جا رہا تھا ۔ لوگ جس کو دیوانہ کہتے ہیں ۔ مست حال
ان کو نہیں پتہ ہوتا کہ اس کی دیوانگی کیا ہے ۔ وہ جا رہا تھا۔ تو امام بوصیری جب گزرے تو اس نے
پیچھے سے آواز دی بوصیری ۔ ذرا بات تو سن ۔ امام بوصیری پلٹے ۔ اس فقیر کو عاشق
کو مست کو ۔ فرمایا کیا بات ہے۔ وہ قریب آیا اس نے کہا ۔ رات والا قصیدہ مجھے بھی سنا
دو ۔ امام بوصیری نے کہا۔ میں نے تو بتایا ہی نہیں کسی کو ۔ رات کی بات ہے ۔ آپ کو کیسے پتہ
چل گیا ۔ اس نے کہا آقا جب جھوم جھوم کے سن رہے تھے ۔ دور کھڑا میں بھی سن رہا تھا۔

یوں اس قصیدے کی شہرت ہو گئی ۔ بادشاہ وقت تک بات پہنچی ۔ اس نے اس کے
کے نسخے بنا کر رکھے ۔ اور مولانا اشرف علی تھانوی نے روایت کیا ہے بیان کیا ہے کہ جگر محمد شفیع سے
شہزادی [illegible] سے کہ جب کسی کو کوئی مرض ہوتی ۔ تو قصیدہ بردہ شریف لکھا ہوا
آنکھوں پہ لگایا سر پہ لگاتا ۔ اللہ حضور کی نعت کے صدقے شفایاب کرتا۔

اور حضور کی جو نعت ہے یہ بھی بصورت ذکر مصطفیٰ ہے۔ یہ توسل بھی ہے ۔ یہ قصیدہ بھی ہے ۔
یہ مصطفیٰ بھی ہے ۔ یہ شفا بھی ہے ۔

اور حضرت ربیعہ بن کعب کی بات کو یاد رکھیں ۔ روایت کرتے ہیں صحیح مسلم کی حدیث ہے فرمایا میں
آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں رات رہتا ۔ حضور کی نوکری کرتا تھا۔ لوٹا بھر دیتا۔ مصلیٰ بچھا دیتا۔ ضرورت
ہوتی پانی پیش کر دیتا ۔ آقا علیہ السلام کی رات کو خدمت کرتا تھا ۔ فرمایا ایک رات میری نوکری

پھر آقا علیہ السلام خوش ہو گئے۔ اور فرمایا یا ربیعہ مسئلہ۔ سلیقہ جیسے مانگ لے جو مانگنا ہے۔ حضرت ربیعہ بن کعب نے عرض کیا یا رسول اللہ مرافقتک فی الجنۃ۔ میں آپ سے جنت میں بھی یہی نوکری مانگتا ہوں۔ جب یہاں جوڑے سیدھے کرتا رہتا ہوں آقا رات کو جاگتا ہوں نوکری کرتا ہوں۔ یہ نوکری ختم نہ ہو۔ جنت میں بھی نوکری قائم رہے۔ حضور کی بارگاہ میں رہوں خدمت کرتا رہوں۔ آقا نے فرمایا اے ربیعہ اس کے علاوہ اور مانگ۔ جنت اور نوکری مل گئی۔ عرض کی حضور یہی کافی ہے۔ تیسرا پیغام یہ فرمایا۔ مانگ عرض کی یا رسول اللہ بس یہی کافی ہے۔

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ مرے اس دعا کے بعد

آپ مل گئے آپ کی نوکری مل گئی تو حضور اور باقی کیا رہ گیا۔ فرمایا اچھا نہیں یہ عطا ہو گی یہ نوکری اس خدمت کے صلے میں حضور کی مرافقت نصیب ہو گی۔ ایک میری مدد کر۔ وہ یہ ہے کہ میری عطا کی لاج رکھنا۔ اور وہ یوں کہ کثرت سے سجدے کیے کرنا۔ یہ میری مدد ہو گی تاکہ جہاں تجھے پہنچا دیا ہے اس کے قابل بھی خود کو بنا۔ تو مضمون تھا ذکر رسول۔ محبت میں ذکر مصطفیٰ۔ اور پیغام ہوا کثرت سجود۔ کثرت عبادت۔ اور آقا کی آخرت میں قربت پانی ہے۔ تو کثرت نماز کو پڑھنا۔ کثرت عبادت کرنا۔ کثرت سے اللہ کے حضور سجدہ ریزیاں کرنا۔ اس کو اپنے اوپر واجب کر لو۔ نماز کو قائم کر لو۔ سجدوں کو قائم کر لو۔

فرمایا میری قربت نہیں مل گئی سجدے کرنا۔ حضور کی قربت کے لیے تو سجدہ لازم ہو گیا۔ کہ اللہ کی بارگاہ میں سجدہ کرو۔ تو میری قربت کیسے ہے۔ فرمایا جتنا سجدہ کرو گے قریب کر لوں گا۔

تو سجدوں سے جو اللہ کی قربت ملتی ہے وہ کسی اور شے سے نہیں ملتی۔ سجدوں میں قربت لذت ملتی ہے۔ سجدہ مناجات ہیں۔ رکوع قیام مناجات ہے۔ اللہ کی حمد و ثنا کرنا۔ باتیں کرنا۔ اللہ کی تسبیح کرنا۔ قیام مناجات ہے۔ سجدہ اللہ ملاقات ہے۔ لوگو۔ اس بڑی ملاقات کا وقت قریب آنے والا ہے۔ دو ملاقاتیں ہونے والی ہیں۔ کیا۔ ایک قبر میں لیٹے وقت پہلی ملاقات شام وہ مصطفیٰ کی ملاقات ہے۔ اور ایک قبر سے اٹھتے ہی پہلی صبح وہ خدا سے ملاقات ہونے والی

جب ہم کثرت سے سجدہ کریں گے ۔ اللہ کا حضور کا نام کریں گے ۔ عبادت کریں گے ۔ حضور سے محبت
کریں گے ۔ حضور کی اتباع کریں گے ۔ حضور کے نقشے کریں گے ۔ بس ایسے لوگوں کو جب حضور کی
ملاقات ہو گی ۔ تو وہ بھی پردہ اٹھا دیں گے ۔ اور پہچان کرا لیں گے ۔ اور اللہ کی ملاقات ہو گی تو وہ بھی
پردہ اٹھا لیں گے ۔ حکم ہو گا فرشتوں کو پردہ اٹھا دو ۔ یہ جو ذکر کر کے آپ سب سجدہ کر کے آئے ہیں ۔
آج کا دن ان کی ملاقات کے لیے ہے ۔ باقیوں کے حساب و کتاب کے لیے ہے ۔ ان کی ملاقات کے لیے ہے ۔
ان کو کوئی حساب و کتاب نہیں ہو گا ۔ یہ ہم لوگوں میں عمل کی اطاعت کی تقویٰ ۔ عبادت کی بڑی
کمی آ گئی ہے ۔ دنیاداری میں دنیا پرستی نے ہم کو اللہ سے دور کر دیا ہے ۔ اللہ کے رسول سے دور
کر دیا ہے ۔ ہمارے دلوں پر اس دنیا کی لعنت نے پردے ڈال دیئے ہیں ۔ جکڑ لیا ہے ۔
سجدوں کی لذت سے عبادت کی لذت سے اطاعت کی لذت سے حضور کی محبت کی لذت سے ہم
محروم ہو گئے ۔ بس اپنی زندگی میں انقلاب اور تبدیلی لاؤ ۔ تاکہ حضور کی بارگاہ میں حضور کے سامنے
منہ دکھانے کے قابل ہو سکیں ۔ اور اللہ کی بارگاہ میں بھی منہ دکھانے کے قابل ہو سکیں ۔
اللہ پاک سے ہم کو اس حال پر قائم رکھے ۔

QARI MUHA...
Naqashbandi Chis...
09 DEC 2018
Chak 365/E.B Burewala ...
Mob:0334-7632...

٣١ — ١٢ — ٢٠١٨
٢٢ — ٤ — ١٤٤٠
پیر
٣ — ٣٢ — ١٢ PM

لیجیو محمد نام۔ آج کا موضوع یہی ہے۔ اور محمدؐ کے سوا جو کچھ ہے وہ موضوع ہے۔ موضوع کہتے ہیں
من گھڑت۔ نام محمدؐ کے سوا جو کچھ ہے وہ موضوع ہے۔ باقی ہم کچھ نہیں مانتے۔ سو لیجیو محمد نام۔
اس نام میں کیا ہے۔ ذات تو کامل ہے ہی۔ مگر یہ نام بھی کامل ہے، اور ذات تو مکمل ہے ہی۔
یہ نام بھی مکمل ہے۔ ذات تو تکمیل ہے ہی۔ یہ نام بھی تکمیل ہے۔ اور ذات تو متمم ہے ہی۔ مگر
یہ نام بھی متمم ہے۔ اسی لئے عاشق لوگ کہتے ہیں۔ لیجیو محمدؐ نام اور کوئی کہتا ہے کہ

محمد محمد کر بیٹھوں سا گزر گئی — احمد کہوں احمد ملیندے گزر گئی۔

احد نال احمد ملیندے گزر گئی۔

ایک اللہ کا نام ہے۔ ایک محمدؐ کا نام ہے۔ آپ لفظ بولیں اللہ آپ کے ہونٹ کھلے
ہیں یا کھلے رہے؟ ہونٹوں کو بوسے سے دور رکھا ہے۔ نام اللہ نے ہونٹوں کو بوسے
سے دور رکھا ہے۔ اب لیجیو محمد نام۔ اب کہیں محمدؐ۔ دو بار ہونٹ ملے ہیں۔
اس نے اپنے حصے کا بوسہ تھا وہ بھی ادھر ہی ڈال دیا۔ باری تعالیٰ اس حسن کو بھی چومنے
کو جی کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے میرا حسن چومنے سے پاک ہے۔ میرے حسن کو چوما نہیں جا سکتا۔
تو باری تعالیٰ نے اس آرزو کو اس خواہش کو کیسے پورا کریں۔ کہ میرے حسن کو چومیں
فرماتا ہے لیجیو محمدؐ نام۔ ایک بار جب چومو گے تو میرے حسن کو چوما ہوگا۔
دوسری بار چومو گے تو میرے محبوب کو چوما ہوگا۔ تو دونوں حسن ایک ہی نام میں چوم لئے گئے۔
اس لئے میم دو بار لائے۔ تاکہ زبان دو بار بوسے دے۔ اپنے نام کو بھی کامل رکھا۔ اور
پورا لفظ بھی کامل۔ اور لفظ کا ہر حرف بھی کامل۔ ایسے نام نہیں ہوتے۔ نام جب پورا لیتے ہیں
مکمل تو وہ اپنے معنی میں کامل ہوتا ہے۔ جب آپ اس پورے نام کو حرفوں میں توڑ دیتے ہیں۔ تو
کوئی حرف بھی اپنے معنی میں کامل نہیں رہتا۔ لفظ پورا ہو تو معنی میں کامل ہے۔ اگر وہ
لفظ حرفوں میں بدل جائے۔ اس کو جدا جدا حرفوں میں کر دیں۔ کیا حرف معنی میں کامل نہیں
رہتے۔ مگر میرا نام کی یہ حالت ہے۔ اس نے دو نام منتخب کر دیئے ایک اس نے اپنا۔ اور
دوسرا احمدؐ کا نام۔ پہلے اللہ کا نام سمجھیں کہ ہر حرف میں کیسے کامل ہے۔ میم محمدؐ کی

سمجھ آجائے گا۔ پڑھیے اللہ —— یہ لفظ اللہ کی ذات پاک پر دلالت کرتا ہے۔ اسم ذات
ہے —— اب اس الف کو ہٹا دیں۔ باقی رہ گیا لام سے شروع ہو کر لِلّٰہ۔
یہ بھی بامعنی ہے۔ اس کا معنیٰ ہے اللہ کے لیے — تو لفظ جو بچا وہ بامعنی بچا۔ پھر لام
ہٹا دیں — پہلا الف لگا دیں تو بن جائے گا اِلٰہ — اِلٰہ کا معنی عبادت کے لائق۔
پھر بھی معنی میں کامل —— اب الف بھی ہٹا دیں پہلا لام بھی ہٹا دیں۔ اللہ میں لام
پر شد ہے۔ لام دو مرتبہ ہے۔ پہلا لام اور الف ہٹا دیا۔ تو بچ گیا لَہٗ — لَہٗ کا معنیٰ
ہے اسی کے لیے —— تو دو حرف بچے تو وہ بھی معنی میں کامل —— اب دوسرا لام بھی ہٹا دیا
تو خالی بچ گیا ہُ —— ہُ کا معنیٰ ہے بس وہی —— وہ بھی کامل —— دیکھا آپ نے کہ
اس نے اپنے نام میں بھی لفظاً بھی اور حرفاً بھی کوئی نقص آنے ہی نہ دیا ——

اب لیجیے محمد نام —— وہی شان وہی جھلک وہی آن۔ وہی بان۔ منعکس کر دی
محبوب کے نام میں —— پڑھیے محمد ﷺ = حضور کی ذات پاک کا نام۔ اسم ذات
مصطفیٰ ہے —— اب پہلا میم ہٹا دیں۔ بن گیا حمد۔ تعریف۔ محمد تھا تو جس
کی بڑی تعریف ہوئی ہو تھا —— جب میم ہٹا تو حمد ہوا تو سراپا تعریف رہ گیا۔
یہ لفظ محمد کا مادہ بن گیا —— اب (ح) ہٹا دیں۔ اور پہلی میم لگا دیں۔
مُمِد — مدد فرمانے والا —— کرم فرمانے والا —— حاجت مندوں کی حاجت روائی فرمانے
والا —— مشکل کشائی فرمانے والا —— اب میم اور ح ہٹا دیں۔ تو مُد بن
گیا —— اس کا معنیٰ دراز —— جس کا کبھی خاتمہ ہی نہ ہو۔ دراز سب سے بلند۔ اس
میں کبھی پستی آہی نہ ہو —— ہر شے سے بلند۔ اور ہر شے سے دراز — مُد = اب
میم بھی ہٹا دیں۔ خالی بچ گیا (د) دال کا معنیٰ دلالت کرنے والا۔ رب پر۔ رب کا ہونا
بتانے والا —— رب کا ہونا دکھانے والا —— دلیل ہے۔ تو محبوب کے نام کو یہ شان دی کہ پورا لفظ
بھی مکمل اور لفظ کا ہر ہر حرف بھی مکمل —— اس میں بھی نقص کا کسی کو گمان ہونے ہی نہیں دیا۔ اور
پھر لفظ محمد ﷺ۔ اس کا جو مادہ رکھا۔ اپنے نام اللہ کا مادہ نہیں۔ اور محبوب کو شان کیا دی۔
محمد ﷺ۔ اس کا مادہ رکھا۔ اور مادہ کیا بنایا حمد۔ تعریف۔ اب محبوب کا مادہ کیا رکھا۔

اسی سے اپنے بھی نام بنا لئے اسی سے مصطفیٰ کے نام بھی بنا لئے۔ محبوب کے نام کا مادہ
رکھا۔ حمد۔ باری تعالیٰ تجھے کیا پتا ہے۔ میرے محبوب کے نام کا مادہ کیا ہے۔ حمد۔ بس
اسی محبوب کے مادے کو چلا لو۔ اسی حمد سے ~~محمد~~ حامد کہہ لو۔ اسی حمد
سے مجھے محمود کر لو۔ تو محبوب کے نام کے مادے سے خود کو حامد کہلوا لیا۔ اسی
حمد سے محمد۔ اسی مادے سے خود کو محمود کہلوا لیا۔ خود حامد ہو گیا۔ خود محمود ہو گیا۔
حمد تو ہو گیا۔ اور پھر محبوب کی باری آئی۔ خود محمد نہیں ہوا۔ خود حامد بھی ہوا۔ خود
محمود بھی ہوا۔ خود حمد بھی ہوا۔ مگر محمد نہیں ہوا۔ الگ رکھا۔ اپنے سارے نام
بھی اس حمد سے نکالے۔ اور پھر فرمایا اب یہ سارے نام 99 نام یہ نام تو میرے ہیں پر یہ
نام سارے جو ہیں میرے محمد کو دے دو۔ اب محمد حامد بھی ہیں۔ محمد محمود بھی ہیں۔
مگر وہ فقط حامد محمود ہے۔ محمد نہیں ہے۔ مگر محمد بھی ہے حامد بھی محمود بھی ہے
اور فرمایا محبوب جو تیرے نام کا مادہ ہے۔ اسی کو اپنے کلام کی ابتداء بھی کرتا ہوں گا۔
اب قرآن اتارا فرمایا الحمد للہ رب العالمین۔ ساری حمد اللہ کے لئے ہے۔ تو حمد تو
مادہ ہے محمد کا۔ تو اس کے کتنی تفسیریں ہوں گی اور ہوتے رہیں گے۔ اور نئے معنی ہوں
گے اور ہوتے ہوں گے۔ اور نئی تفسیریں ہوں گی اور ہوتی ہوں گی۔ لکھی گئی اور لکھی جاتی رہیں گی۔
مگر آج کی رات نئی تفسیر بھی کر لیں۔

الحمد للہ۔ ال لگا کر الحمد کو خاص کر دیا۔ اور حمد مادہ ہے محمد کا۔ اور
فرمایا محبوب ساری دنیا کو یہ کلمہ پڑھا دو۔ الحمد للہ کہ حمد ال کے ساتھ اللہ کے لئے۔ حمد
مادہ محمد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ حمد جب اپنے عروج پر مبالغے میں عروج پر پہنچتی ہے
تو محمد بنتی ہے۔ حمد جب اپنے کمال پر پہنچتی ہے تو محمد ہوتی ہے۔ تو فرمایا الحمد للہ۔ اس
کے معنی کا کمال یہ ہے۔ حمد اللہ کے لئے ہے۔ اور کے لئے لام اختصاص کے ساتھ ساتھ
تملیک بھی ہے۔ معنی یہ ہوا کہ الحمد اللہ کا اور اللہ محمد کا۔

قرآن کا سبق بھی یہیں سے شروع ہو رہا ہے۔ فرمایا حمد اللہ کا۔ محمد کا کمال اللہ کے لئے
اور محمد کا کمال محمد ہے۔ حمد کا کمال نہ حامد میں ہے۔ حمد کا کمال نہ محمود میں ہے۔ کمال حمد

M T W T F S S

Memo No ______

Date / /

محمد میں ہے۔ اور ہر حمد اللہ کے لئے ہے۔ اور حمد کا کمال بھی اللہ کے لئے۔ اور جب حمد کمال پر پہنچی
تو محمد بن گئی۔ سب ہی حمد اللہ کے لئے ہے۔ اور ہر شئے کا ایک کمال ہوتا ہے یا نہیں۔
تو حمد کا بھی کمال ہے۔ تو حمد کا کمال محمد ﷺ۔ تو جب ہر حمد اللہ کی تو حمد کا کمال
بھی اللہ کا۔ تو کمالِ حمد محمد ہے تو مطلب ہوا محمد اللہ کا۔ اور اللہ محمد کا۔
وہ کیسے؟ آگے اس کی الحمد للہ دعویٰ کیا۔ رب العالمین دلیل بنا دی۔ حمد کا کمال اللہ کا۔
کیوں کہ وہ عالمین کا رب ہے۔ تو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے کا جو سارا عالم وہ ایک عالم تھا۔
اس سارے عالم کے حسن سمیٹے تو ایک سارا جامع عالم آدم بنا۔ پھر جامع عالم نوح
بنا۔ پھر ایک جامع عالم ابراہیم ــــ یعقوب۔ یوسف۔ اسحاق۔ موسیٰ۔ داؤد۔ و سلیمان
زکریا۔ یحییٰ۔ عیسیٰ بنے ــــ
ہر پیغمبر ایک عالم تھا۔ جب مصطفےٰ آ گئے تو اُن کو عالمین بنا دیا۔ ہر پیغمبر
ایک ایک عالم تھا۔ اور مصطفےٰ محمد ﷺ ایک عالم نہیں وہ العالمین تھے۔ فرمایا محمد اللہ کا۔ اللہ
محمد کا۔ چونکہ وہ رب ہے عالمین کا۔ اور جس طرح الحمد کا کمال محمد۔ اسی طرح العالمین
کا کمال محمد ﷺ ــــ العالمین کا کمال محمد۔
تو حمد کا کمال محمد۔ اس لئے اللہ محمد کا۔ اور العالمین۔ ہر پیغمبر کا ایک عالم۔ اور محمد
کُل عوالم۔ محمد العالمین۔ اور پھر عالمین کا کمال محمد ﷺ۔ اور اللہ عالمین کا رب۔ العالمین
العالمین کا کمال محمد ﷺ۔ تو پتا چل گیا کہ محمد اللہ کا اور اللہ محمد کا۔
اب اللہ کو پانا ہو تو محمد کے پاس جاؤ۔ اور محمد کو پانا ہو تو اللہ کے پاس جاؤ۔ یہ
عقیدہ ہے کہ اللہ محمد کا۔ اور محمد اللہ کا ــــ (اس لئے یہ جو محمد نام) اور پھر نام محمد
کا معنیٰ ــــ کیونکہ اس میں مبالغہ ہے۔ اور کثرت حمد ہے۔ تو محمد کا معنیٰ ہے کہ جس کی کثرت سے
حمد کی جائے ــــ بہت زیادہ ــــ اور بار بار جس کی حمد کی جائے۔ وہ محمود ہے۔ یہ بتا دیے
کہ ساری کائنات میں سب سے زیادہ وہ حمد کسی کی ہوئی ہے۔ اور ہو رہی ہے کس کا۔
ــــ اللہ کی حبیب ــــ اُن سے کائنات پیدا کی تو کائنات کے نقشِ اول نے اللہ کی حمد
کی۔ اور آج تک کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی حمد کر رہا ہے۔ اور قیامت تک کرتا رہے گا۔ قیامت

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______
Date / /

پیتے۔ درخت وہاں کے چشموں کے پانی کے قطرے بھی۔ سب کچھ اول تا آخر اللہ کی حمد کر رہا ہے۔
تو سب سے زیادہ بار بار حمد کس کی ہوئی (انتہا) تو جب سب سے زیادہ کثرت سے ساتھ
بار بار حمد اللہ کی ہوئی ہے تو پھر محمد تو نام اس کا ہونا چاہئے تھا۔

تو اس کے اپنے نام میں تو یہ معنی ہی نہیں ہے محمود اس کا معنی ہے جس کی حمد
کی جائے۔ تھوڑی کی جائے تب بھی محمود۔ زیادہ کی جائے تو تب بھی محمود۔ تو فرمایا۔
میں خالی محمود نہیں تھا پھر بھی ہوا۔ میری حمد کی بھی جاتی ہے۔ اور میں خود حمد کرنے
والا بھی ہوا۔ باری تعالیٰ کی حمد تو کی جاتی ہے۔ تو خود بھی حمد کرنے والا ہے۔ تو یہ
جو سب سے زیادہ کی حمد ہوتی ہے۔ وہ معنی تو تیرے نام میں نہیں۔ تو فرمایا نہیں۔ ہم
نے سمجھا ہی نہیں کہ سب کی حمد کس کی ہوتی ہے۔ تمہارے دیکھنے میں سب سے زیادہ حمد
میری ہوتی ہے۔ مگر نہیں۔ سب سے زیادہ حمد اس کی ہے جس کا نام محمد ہے
باری تعالیٰ۔ حضور کی حمد سب سے بڑھ کر کس طرح ہو گئی فرمایا ساری کائنات کے موجودات
میں۔ مخلوقات میں ذرات میں۔ ایک ایک کائنات کی شے اور مخلوق میری حمد کی۔
اور میں سب سے زیادہ محمود ہو گیا۔ اور ساری کائنات جس کی حمد کر رہی ہے۔ وہ رب کائنات
ہر شے کا مالک خود مصطفیٰ کی حمد کر رہا ہے۔ تو جس کی حمد میں ہر مخلوق وہ محمد ہو گا۔
تو بولیے۔ وہ۔ حضور کی جو حمد ہے وہ جو حمد آپ کرتے ہیں اس کا درجہ اونچا ہے یا جو حمد
آپ اللہ کرتا ہے اس کا درجہ اونچا ہو گا۔ بولیے نا ۔ اللہ کا مرتبہ اونچا ہے یا محمد کا۔
بھی۔ اللہ کا مرتبہ اونچا ہے۔ وہ رب ہے مالک ہے خالق ہے۔ اور حضور علیہ السلام اس کے پیغمبر
برگزیدہ بندے رسول اور محبوب ہیں۔ تو ان کا درجہ اللہ کے بعد ہے نیچے ہے تو جب حضور کا درجہ نیچے
ہے۔ تو حضور کے ہر فعل کا درجہ بھی۔ اللہ کے فعل سے نیچے ہو گا۔ تو حضور نے جو حمد کی اپنی زبان
پاک سے تو وہ حضور کا عمل تھا۔ اور اللہ نے جو اپنی پاک قدرت سے زبان سے

٢٠-٣-٢٣

وہ اللہ کا عمل تھا۔ جو حمد محمد نے کی۔ وہ اس حمد سے نیچے ہوئی جو حمد اللہ نے کی۔
محمد نے رب کی حمد کی اور رب نے محمد کی حمد کی۔ اس لئے فرمایا میں محمود ہوں محمد تب محمد ہے۔

کہ میری حمد زمانہ کرتا ہے۔ حتی کہ سب سے بلند حمد میری محمد کرتا ہے۔ اور میں خود محمد کی حمد
کرتا ہوں۔ تو جس کی حمد میں کروں وہ محمود ہوگا یا کوئی اور ہوگا۔ (یبجو محمد نام)
کیونکہ اللہ محمود کا نام لیتا ہے۔ اللہ محمود کا نام جپتا ہے۔ ورفعنا لک
ذکرک۔ میں مختلف معانی ہیں۔ وہ جو آیت پاک ہے آپ درود پاک میں اسکو پڑھتے ہیں۔
ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی۔ بے شک اللہ اور اس کے تمام فرشتے نبی پر درود بھیجتے رہتے
ہیں۔ یہ جو یصلون ہے صلوٰۃ۔ اس کے کئی معانی ہیں۔ اس صلوٰۃ کے کئی معانی میں سے
ایک معنیٰ یہ ہے۔ کثرت سے ذکر کرنا۔ اور اسی معنیٰ کی تائید ورفعنا لک
ذکرک میں ہے۔ تو یصلون علی النبی۔ اللہ نبی پر صلوٰۃ پڑھتا ہے۔ اللہ کثرت کے ساتھ
نبی کا ذکر کرتا رہتا ہے۔

مطلب کیا ہوا وہ ہر وقت محمد کا نام جپتا رہتا ہے۔ لوگو تم اللہ اللہ کہتے رہتے ہو۔ یہ تمہارا وظیفہ
ہے۔ اور اللہ کا وظیفہ ہے یبجو محمد نام۔ وہ محمد محمد کرتا رہتا ہے۔ وہ محمود کا ذکر
کثرت سے کرتا رہتا ہے۔ محمد کا ذکر بار بار کرتا رہتا ہے۔ محمد کا ذکر ملاء اعلیٰ میں کرتا رہتا ہے۔
محمد کا ذکر اہل جنت میں کرتا رہتا ہے۔ محمد کا ذکر ارواح انبیاء میں کرتا رہتا ہے۔ محمد کا ذکر عرش
پر کرتا رہتا ہے۔ محمد کا ذکر فرشتوں پر کرتا رہتا ہے۔ اور تب سے کر رہا ہے۔ جب سے کچھ نہ تھا۔
اور جب کچھ بھی نہ رہے گا۔ ایک ہی آواز شروع سے آرہی ہے۔ ایک ہی آواز آخر تک
آتی رہے گی۔ کیا۔ یبجو محمد نام۔ سو محمد محمد کر بندڑے۔

یصلون علی النبی۔ نبی پر صلوٰۃ بھیجتا رہتا ہے۔ اللہ۔ اور یہ بات ذہن میں رکھ لیں۔
ان اللہ وملائکتہ یصلون۔ اس ترکیب کے ساتھ جو جملہ آئے وہ جملہ اسمیہ بن جاتا ہے
جملے عربی میں دو طرح کے ہوتے ہیں۔ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ۔ دونوں میں سادہ سا
فرق سمجھا دیتا ہوں علم النحو کا مسئلہ ہے۔ جملہ فعلیہ جو ہوتا ہے۔ اس میں دوام نہیں ہوتا
کوئی فعل ہوتا ہے اور کوئی فعل تین حالتوں میں کسی ایک حالت کا ہوتا ہے۔ جب جملہ فعلیہ
ہوگا تو فعل یا ماضی پر ہوگا۔ یا حال کا ہوگا۔ یا مضارع کا ہوگا۔ اور جملہ اسمیہ چونکہ اس
میں اسم ہے۔ فعل پر زور نہیں اس لیے اس میں دوام ہوتا ہے۔ جملہ فعلیہ اگر ماضی کا ہے

تو حال میں نہیں ہے۔ مثلاً اردو میں سمجھاؤں۔ آپ کہیں اس نے مارا۔ اگر یہ فعل ماضی میں ہوا مارا تو وہ واقع آج نہیں ہوا ——— اور کل بھی نہیں ماضی میں تھا ہو گیا ——— حال بھی خالی مستقبل بھی خالی — اس فعل سے۔ اگر آپ نے کہا۔ کہ وہ فلاں کو مارتا ہے۔ تو ممکن ہے۔ کہ اس نے ماضی میں نہ مارا ہو ——— آج مارتا ہے۔ تو فعل سے ماضی بھی خالی اور مستقبل بھی خالی — یا کہے کہ وہ مارے گا ——— مستقبل میں مارے گا۔ وہ آج حال بھی خالی اور ماضی بھی خالی۔ تو جملہ فعلیہ میں ہمیشہ ایک زمانے میں فعل ہوتا ہے۔ دو زمانے خالی ہوتے ہیں —

اور یہاں میں چونکہ صیغہ ماضی کا اور مضارع کا ہوتا ہے۔ تو مضارع میں حال اور مستقبل دونوں آ جاتے ہیں ——— تو تب بھی اگر مضارع ہوگا تو ماضی خالی ہے۔ اگر ماضی ہے تو حال اور مستقبل کے دونوں زمانے خالی ہیں تو جملہ فعلیہ میں اس فعل سے کوئی نہ کوئی زمانہ خالی ہوتا ہے۔ رب کائنات نے فرمایا۔ کہ میں جو محبوب کا ذکر جیتا رہتا ہوں۔ تو فعلیہ میں بھی بیان نہیں کیا — ان اللہ یصلون ——— جملہ اسمیہ بنا دیا — اب جملہ اسمیہ نہ ماضی اس سے خالی ہے نہ حال خالی نہ مستقبل خالی۔ تو فرمایا اللہ نبی پر درود بھیجتا رہتا ہے۔ یصلون۔ مضارع میں استمرار آتا ہے۔ دوام و استمرار آتا ہے۔ بھیجتا رہتا ہے۔ کب سے باری تعالیٰ ——— جب سے اللہ ہے۔ آج بھی بھیج رہا ہے۔ ہاں آج بھی ——— آئندہ بھی بھیجتا رہے گا۔ ہاں آئندہ بھی بھیجتا رہے گا۔ قیامت تک بھیجتا رہے گا۔ ہاں ———

کیا قیامت کے بعد بھی بھیجتا رہے گا۔ ہر شے ختم ہو جائے گی مگر اللہ ختم نہیں ہوگا۔ تو جب اللہ ختم نہیں ہوگا۔ تو اللہ کا فعل کیسے ختم ہوگا ——— اللہ کی ذات بھی قدیم دائمی۔ اور اللہ کے افعال و صفات قدیم اور دائمی۔ تو اللہ کی ذات اس طرح نہ کبھی ختم تھی نہ ختم ہوگی۔ اسی طرح اللہ کا فعل نہ کبھی ختم تھا۔ نہ کبھی ختم ہوگا۔ ذات تو ہے اللہ اور فعل ہے یعنی محمد ﷺ نام ——— یصلون علی النبی ——— مصطفیٰ محمد کا نام جیتا رہتا ہوں۔ سو جب سے اللہ ہے محمد کا نام جب رہا ہے۔ جب تک اللہ رہے گا۔ محمد کا نام جیتا رہے گا۔ اس لئے فرمایا میری تو حمد ——— تب شروع ہوئی جب مخلوق آئی — میری حمد تو تب شروع ہوئی جب کوئی حمد کرنے والا پیدا ہوا۔ میری حمد تب نہ رہے گی۔ جب کوئی حمد کرنے والا

M T W T F S S

Memo No

Date / /

مخلوق نہ رہے گی۔ تو میری حمد کی ابتدا بھی ہے۔ اور میری حمد کی انتہا بھی ہے۔ مگر محمد کا
حامد چونکہ اللہ ہے۔ اس کی ابتدا نہ انتہا ہے۔ لہذا لیجو محمد نام۔
اس کی حمد شروع سے ہو رہی ہے۔ اللہ کا حامد محمد ہے۔ اللہ کی حمد
کرنے والا۔ اور محمد کا حامد اللہ۔ دونوں حامد ہیں۔ کسی کو شک ہو تو
دونوں کے ۹۹ نام پڑھ لو۔ میں نے تو لکھے ہوئے۔ پہلے سے لکھے آرہے ہیں۔ قرآن اور حدیث
سے لیے گئے ہیں۔ تو اللہ کا حامد محمد۔ اور محمد کا حامد اللہ ہے۔ تو پھر کثرت
حمد کس کی ہوئی۔ جس کی اللہ کرے۔ تو حضور علیہ السلام کا نام اللہ جپ رہا ہے۔
نادانوں جس نام کو اللہ جپتا ہے۔ تم کیوں نہیں جپتے۔ (لیجو محمد نام)
صبح و شام جپو۔ جپتے مرتے جپو۔ ہر دم جپو لیجو محمد نام۔ صلوا علی النبی
کا معنی یہی ہے۔ شرک نکالنے کا سنہرا کام۔ اور اس کے سوا نہیں کوئی کام۔
یہ امت کا کام ہے یار رب کا کام ہے۔
دیکھیے جو اس کی عبادت ہے۔ اس میں کسی اور کو شریک نہیں کرتا۔ اپنی عبادت
میں شرک گوارہ نہیں۔ اپنے نام جپنے میں شرک گوارہ نہیں۔ جب اپنا عمل کرتا ہے
اس میں شرک گوارہ نہیں۔ جب محمد کا نام جپتا ہے تو وہ عمل کرتا ہے۔ تو سارے لوگوں
کو شریک بناتا ہے۔ آؤ اس عمل کے شرک کرتے ہیں۔ اللہ کی عبادت کا وقت
آتا ہے تو کہتا ہے خبردار۔ میرے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بناؤ۔ جب محمد کا نام لیتا ہے۔
صلواۃ پڑھتا ہے (کہ)۔ ہم میں کہتا ہے۔ سارے فرشتو تم بھی آجاؤ۔ زمین پر بسنے والو
مومنو تم بھی آجاؤ۔ سارے میرے ساتھ شریک ہو اور لیجو محمد نام۔
یہاں شرک بھی مٹا دیا۔ ساروں کو شریک بناتا ہے اپنی باری آتی ہے۔ تو فرماتا ہے کسی
کو میرا شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور جب محبوب کے نام کا وقت آتا ہے۔ فرشتو مومنو آؤ میرے
شریک ہو جاؤ۔ صلوا علی النبی۔ صلوا علیہ۔ کہتا ہے لیجو محمد نام۔
اور چونکہ وہ محمد ہیں جس کی بے پناہ تعریف کی جائے۔ تعریف کون کر سکتا ہے۔ تعریف
وہی کر سکتا ہے۔ کہ جس کی تعریف ہو رہی ہے۔ جس کو کوئی مکمل طور پر جانتا ہو۔ جو اس کے

KHURRAM PAPER PRODUCTS

کمالات کا پورا احاطہ کر سکتا ہو۔ اور اس کی عظمتوں کا۔ اور اس کی شان اور اُن کا
پورا ادراک رکھے۔ پورا احاطہ کرے اس کے جمیع کمالات کو مکمل طور پر جانے۔ وہی
تعریف کر سکتا ہے۔ اور جو مکمل طور پر اس کے کمالات کا احاطہ نہ کر سکے۔ اور تعریف کرے
وہ تعریف ناقص ہے۔ اب محمد کی تعریف کون کر سکتا ہے۔ کیا امت میں کوئی شخص
کمالات محمد کا احاطہ پورا کر سکتا۔ حضرت ابوبکر احاطہ نہ کر سکے۔ حضرت شیخ
اسماعیل نبہانی نے جواہر البحار میں ایک بڑی لطیف بات لکھی ہے۔ جب سیدنا فاروق
اعظم اور سیدنا علی شیر خدا۔ دونوں صحابہ حضرت اویس قرنی کے پاس گئے۔ ملنے کو گئے۔
اور حکم انہیں آقا علیہ السلام کا تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میرا اویس قرن میں
رہتا ہے۔ عمر و علی کو حکم تھا کہ کبھی جا کے ملنا میرا سلام کہنا۔ اور کہنا اویس میری امت کے
لئے دعا کرنا۔ سیدنا عمر و علی دونوں پہنچے۔ یہ جواہر البحار میں محمد بن اسماعیل نبہانی نے بیان
کیا۔ جا کے بیٹھے تو حضرت خواجہ اویس قرنی نے فرمایا۔ کہ حضور کے صحابی آ گئے۔ جلیل القدر
ہستیاں احترام کیا عزت کی۔ یار کے مہمان آئے۔ یار کے یار آئے۔ پتا نہیں وہاں
کتنے سیج بچھائے۔ اپنی آنکھوں اور پلکوں کے سیج بچھا لیے۔ بٹھا دیا عزت و احترام
اور اس کے بعد کہا کوئی میرے پیار کی بات سنا دو۔ وہ سنانے لگ گئے۔ ایک
بات سنائی۔ کچھ اور سناؤ۔ کچھ مکہ کی باتیں سنائیں۔ کچھ مدینہ کی باتیں سنائیں کچھ
ہجرت کی باتیں۔ کچھ غزوات کی باتیں۔ دیر تک وہ سناتے رہے سناتے رہے۔
جب مضمون بیان کر چکے آقا علیہ السلام کی بہت سی باتیں سنا چکے۔ اور انہوں نے
زمانہ آقا علیہ السلام کے سارے ۲۳ برس کا لگ بھگ گذارا تھا۔ جب ساری ۲۳ کی
برس کی سنا چکے۔ اور چپ ہو گئے تو حضرت اویس قرنی پوچھتے ہیں کہ ایک سوال پوچھوں
فرمایا پوچھو۔ پوچھا کبھی تم نے محمد کو دیکھا تھا۔ ۲۳ برس کا سنا چکے۔
ایمان لانے کے وقت سے لے کر وصال تک سارے حالات سنا چکے۔ اور اس کے پوچھتے ہیں کبھی محمد
کو دیکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا ابھی تک کی تو ساری بات سنائی ہے۔ اویس قرنی فرمانے لگے۔ جو کچھ تم نے دیکھا
۲۳ برس وہ تو محمد کا لباس تھا۔ (۱۱-۹-۳) لیے معاف کر دینا کہ معاملہ نامکمل ہے۔

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______
Date / /

نبی پاک کا سایہ

منشوں لگتا ہو تو امام منجانب پیر لگاتا - اویس قرنی پیر لگاتا مجھے معاف کر دینا — وہ محمد ص کا سایہ تھا - جو تم نے دیکھا ہے وہ محمد ص کا سایہ تھا - اس کا مطلب ہے کہ محمد کو دیکھا ہی نہیں کسی نے - بس بھیجو محمد نام۔ بس محمد کو دیکھا ہی نہیں محمد ص کو اس نے دیکھا — محمد کو کسی نے نہ دیکھا - وہ جو جبرائیل ہر وقت آتے تھے - وہ بھی محمد کا ایک ظہور تھا - اور جو مکہ سے مدینہ تک عمر گزری - اور لوگ ساتھ رہے تھے - وہ بھی محمد ص کی شخصیت کا ایک ظہور تھا - حقیقت میں محمد ص کو کسی نے نہ دیکھا۔ تو جب جبرائیل امین بھی نیچے رہ گیا - سارا عالم امکان نیچے رہ گیا - اور ساتھ کوئی بھی نہ تھا - نہ براق تھا نہ رفرف تھا - نہ جبرائیل تھا نہ عالم خلق تھی - کوئی بھی ساتھ نہ تھا - جب دیکھا کوئی بھی نہ رہا حکم ہوا محمد اب پردہ اٹھا دو — تو پردہ تو اٹھانا ہی اس وقت جب دیکھنے والا کوئی نہ تھا - اس مقام پر پہنچا کر ثم دنیٰ فتدلیٰ - فکان قاب قوسین او ادنیٰ — اس کا پردہ اٹھایا - پھر اپنا پردہ ہٹایا - پہلے محمد کا پردہ اٹھایا - پھر اپنا پردہ اٹھایا - جب دونوں آمنے سامنے ہو گئے - اب حکم ہوا انہ ھو السمیع البصیر وہ اس کو سن رہا تھا - وہ اس کو سن رہا تھا - وہ اسے تک رہا تھا - یہ اسے تک رہا تھا۔ بس وہاں ایک ہی صدا تھی لیجو محمد نام - (۱۸ — ۱۴۱)

اویس قرنی بولے وہ تو محمد ص کا سایہ تھا — وہ وہی کچھ دکھایا گیا جو یہ دنیا والے دیکھ سکتے تھے بشمول ابوبکر عمر - عثمان و علی جو کچھ دیکھ سکتے تھے - اتنا کچھ دکھایا گیا - اتنے پردے ہٹائے گئے - جتنے وہ برداشت کر سکتے تھے - جتنے دیکھ سکتے تھے - پھر اتنے پردے اور اٹھائے گئے - جو جبرائیل اور ملائکہ کی آنکھ دیکھ سکتی تھی — اور ابھی وہ کچھ اور بھی باقی تھا - جو جبرائیل بھی تکنے کے قابل نہ تھا - جب وہاں پہنچے تو لولاک لما — وہ انوار تو اس وقت کھلے — تو وہ محمد ص کا سایہ تھا - تو ساری کائنات عرش و فرش تک سب محمد کے سائے میں ہے — اس لئے جب چلتے تو اس زمین کے ٹکڑے پر سایہ نہیں تھا - جب ساری کائنات سائے میں ہے تو خود سایہ میں سایہ کہاں نظر آئے۔ کبھی سائے کے اندر بھی سایہ نظر آتا ہے۔

اور جو وجود دیکھتے تھے وہ بھی محمد ص کا سایہ تھا - جو آسمان پر رہنے والوں نے دیکھا وہ بھی ایک سایہ تھا — اور اللہ کی عزت کی قسم سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر فرشتوں نے جو حسن بن کے بیٹھ کے دیکھا - وہ بھی محمد ص کا ایک سایہ تھا - اور عرش معلی کو آخری

کنارہ سا ہے۔ جو جبرائیل نے آخری جلوہ کیا۔ وہ بھی محمدؐ کا ایک سایہ تھا۔ یہاں تک تو سایہ چلتا جاتا رہا ـــــ پھر کوئی نیچے رہ گیا۔ محمدؐ ـ دنی فتدلی پر پہنچے تب جا کے محمدؐ بے نقاب ہوا ـــ اور محمدؐ وہاں بے نقاب ہوا جہاں وہ جلوہ بھی بے نقاب ہوا ـــ پھر کسی کو کیا خبر کہ یہ کون تھا اور وہ کون تھا ـــ اور آپ کو جھگڑے میں ڈال دیا۔ تم بشر کہتے رہو۔ تم نور کہتے رہو۔ سوچ کرو ـــ کوئی بشر میں جا کے الجھا ہوا ہے۔ اور کوئی نور کی حد میں رکا ہوا ہے ـــ یہ تو حدِ ادراک ہے۔ جو جس کی نگاہ بشریت کے پردے تک رک گئی ـ وہ بشریت میں الجھ گیا ـــ اور جس کی نگاہ بشریت کے پردوں سے گزر کر نور کی حد پر رک گئی وہ نورانیت میں گم ہو گیا ـــ اور بس کہا تم لیجو محمدؐ نام ـ

اور محمدؐ تو بشریت سے بھی آگے۔ اور محمدؐ نورانیت سے بھی آگے۔ محمدؐ تو او ادنیٰ پر ـــ

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کر رہا تھا۔ کہ محمدؐ بہت زیادہ وہ تعریف کی گئی جس کی ـ تو تعریف تو کامل اس وقت ہوتی ہے۔ جب کوئی ایسا کرے۔ جو اس کے جملہ کمالات پر پورا احاطہ اور گمان رکھے ـــ اور اگر اس پر پورا احاطہ نہ ہو۔ یعنی جو بھی تعریف کرے گا وہ ناقص ہو گی ـــ (۴۵-۵-۰) تو پتہ چلا کہ محمدؐ کی جتنی تعریف حضرت ابوبکر سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر قیامت تک پوری امت میں جس نے کی جو کر چکا جو کر رہا ہے ـ اور جو آئندہ کرے گا۔ جو تعریف ہے وہ مرتبہ محمدؐ سے نیچے ہے۔ وہ رتبہ محمدؐ کے برابر تعریف نہیں ہو گی۔ وہ ناقص تعریف ہے۔ اب محمدؐ کی تعریف کامل دو ہی ہستیاں کر سکتی ہیں ـ یا محمدؐ خود کرے یا محمدؐ کا خدا کرے۔ یا مصطفیٰ کرے یا مصطفیٰ کا خدا کرے۔ اور فرمایا مجبور ہو کر کام کو اس طرح بانٹتے ہیں۔ تو میری تعریف کیا کر میں تیری تعریف کیا کروں۔ تو میرا نام جپ میں تیرا نام جپوں ـــ بس تو کرتا رہ لیجو مولا نام۔ میں کرتا رہوں۔ لیجو محمد نام ـ

یہ وردِ الٰہی ہے۔ یہ وردِ ربانی ہے۔ اللہ کا ورد ہے سے محمد محمد کرتے ہوئے گزر گئی ـ

جو اس مرتبے میں نہیں جو اس حال میں نہیں پہنچا وہ تعریف کامل نہیں کر سکتا۔ ایک نابالغ بچہ ہے بے شک جتنا ذہین ہو۔ مگر ابھی بلوغ میں نہیں پہنچا۔ اس کے سامنے آپ بلوغ کی

کیفیات بیان کرنا لگیں۔ اس کو سمجھ لگی ——— یا اس کو یوں کہ آپ بلوغ کی کیفیات بیان کریں - کیا کر سکیں گا
جس پر خود بلوغ وارد نہیں ہوا — وہ بلوغ کی کیفیات کیا بیان کرے گا - کہ جو محمدیت کے مقام تک
خود نہیں پہنچا۔ جس نے محمد کا احوال نہیں دیکھا - وہ محمد کا حال کیا بیان کرے گا — وہ محمد کی توصیف کیا کرے گا - لہذا
جو محمد کے حال کا کامل احاطہ نہیں کر سکتا - وہ محمد کی کامل توصیف نہیں کر سکتا - اب محمد کی توصیف دو ہی
کر سکتے ہیں یا محمد کر سکے - یا محمد کا خدا کرے - تو جو تعریف محمد نے کی ~~وہ توصیف~~ وہ توصیف اللہ کی ہو گی۔
جو توصیف خدا نے کی وہ بحیثیت محمد نام -

اور ہمیں حصہ دیا رب کائنات نے ہمیں دونوں حصے دیئے - اگر محمد کی پیروی کریں تو
رب کی بندگی ہو جائے - جب ہم رب کی پیروی کر رہے ہیں تو محمد کی غلامی ہو جائے؟ وہ تو مالک مولا ہے خالق نے
ہمیں طریقہ بتا دیا کہ جو میرے طٰہٰ کی پیروی کرے وہ مومن ہے یا محمد کی غلامی ہے (۴۰—۴۹) (بحیثیت محمد نام)
اب اس نام کا کوئی پیغام بھی ہو گا — اور محمد کا کوئی کام بھی ہے بھیجا کیوں ہے - محمد اس لئے بھیجا
کہ دنیا کے باطل نظاموں کو مٹا کر اللہ کا نام محمد کے نام کو سر بلند کرتے رہنا — محمد کا کام اللہ کے نام کو سر بلند
کرتے رہنا —— تو جو لوگ محمد ﷺ کی سنت پر عمل کریں - تو پھر بعد ذکر محمد میں مست رہیں -
محمد نام جپتے رہیں - اور محمد کی سنت پر عمل کریں - تو مصطفیٰ کے عطا کردہ نظام پر مرتے رہیں - تڑپتے رہیں
جد و جہد کرتے رہیں - اللہ والے بنو تا کہ پھر بعد محمد ﷺ کے قدموں میں لپٹے رہو - محمد والے بنو تا کہ تن
من دھن لٹا کر محمد کے نظام کا جھنڈا سر بلند کرتے رہو - اگر محمد ﷺ کے مشن کو طاقت نہ پہنچائی
تو محمد کے نام کو کیا پاؤ —— کبھی وہ بھی کوئی عاشق محب کوئی غلام وفادار مقبول ہو سکتا ہے جو خالی
نام جپے —— اور اس کا دیا ہوا کام نہ کرے - نام تو محمد ﷺ کا جپا - اور اس نے ایک کام بھی امت
کو دیا تھا — وہ کام کیا تھا - یہی وہ کام تھا جو حسین کو مدینہ کی گلیوں ——— سے کر میدان کربلا میں
لے گیا تھا —— یہی وہ کام تھا - جو منبر رسول چھڑوا کر حسین کو فرات کے کنارے لے گیا تھا - اور یہی
محمد کا کام تھا - جس نے حسین کے پورے خاندان رسول کی گردنیں کٹوا کر علی اکبر و علی اصغر کی قربانی
دے دی —— وہ ایسے نام جپنے والے تھے - جنہوں نے محمد ﷺ کے کام کی لاج رکھی تھی - جس پر علامہ نے
یا کسی نے کیا کہا ہے —— ادا کر نکل کر خانقاہوں ——— ادا کر رسم شبیری -
لوگوں محمد کا نام جپو بعد محمد کا کام کرو - ۲ : جو آقا نے کام دیا - اور وہ کام آقا کی گرمی ہو گی

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S

Memo No

Date / /

امت کو اٹھانا — آقا کی مظلوم امت کا سہارا بننا — آقا کی محروم امت کی حق کی جنگ
لڑنا — آقا کے دین کے جھنڈے کو سر بلند کرنا — آقا کے نظام کو دنیا میں برپا کرنا - اور
طاغوتی طاقتوں کا دین دشمن طاقتوں کا لایا ہوا نظام جو اللہ کے اور محمدؐ کے دین کو سرنگوں
کر رہا ہے اس سے جنگ لڑنا - حضورؐ کی مظلوم امت کے حق کے لیے - جاگیرداروں سرمایہ داروں
وڈیروں اور دین مصطفیٰ کے دشمنوں کے سامنے سینہ سپر ہو کے جنگ لڑنا ہر محمدیؐ کا کام تھا۔
اس کا ~~[illegible]~~ مصطفوی انقلاب ہے۔ لوگوں قیامت کے دن مرتے ہو کے پہلی شام حشر کے اندر
اور قیامت کے دن محمدؐ کو کیا منہ دکھاؤ گے - اگر تمہارا سوال کر لیا - میرا کام کر کے آئے ہو۔
استاد بھی بچوں کو کام دیتا ہے۔ ہوم ورک دیتا ہے۔ بچہ جب اگلے دن گھر سے
سکول آتا ہے - کلاس میں - استاد آتے ہی پوچھتا ہے - جو کام میں دے کر گیا تھا کر کے آئے ہو۔
اے حشر کا انتظار کرنے والو - حشر کی پہلی شام اگر محمدؐ نے سوال کر دیا - اور قیامت کے دن
شفاعت کبریٰ کے وقت جب دامن مصطفیٰ تھامنے جاؤ گے تو محمدؐ نے سوال کر دیا امتیو
کہ جو کام دیا تھا - وہ کر کے لائے ہو - کیا جواب دو گے - آج اسلام 56 دیسوں
میں پردیسی ہے - 56 دیس کا ملک عالم اسلام - ~~[illegible]~~ مگر اسلام کا کوئی دیس نہیں -
اسلام کو کوئی ٹھکانہ دینے کے لیے تیار نہیں - اسلام کو کوئی اپنے گھر میں بسانے کے لیے تیار نہیں -
اسلام 56 دیسوں میں پردیسی پھرتا ہے - گنبد خضرا سے آواز آ رہی ہے
میرا اسلام پردیسی ہے - وہ اسلام جس کے لیے میرے حسینؑ نے خانوادہ قربان کر دیا - جس
اسلام کے لیے میرا علی اصغرؑ قربان کر دیا - وہ اسلام پھر پردیسی ہو گیا ہے - وہ میرا نظام پھر پردیسی ہو گیا -
میری امت مظلوم ہے - اے امتیو تم کیا سوئے ہو کیا عمرے کرتے ہو - کیا حج کرتے ہو - کیا مستحبات
اور عملیات جگاتے ہو اگر تم نے میرے اسلام کو اور میری امت کو غلامی سے نجات نہ دلائی -
تمہارے باقی سارے کام رد کر دیئے جائیں گے - اٹھو میری امت کے غریبوں کو جگا دو - تا کہ
~~[illegible]~~ - امرا کے در و دیوار ہلا دو -

(signature)

٤ — ١ — ٢٠١٩
٢٨ — ٤ — ١٤٤٠

٧ — ٠٨ — ٢٥ — PM
بروز جمعۃ المبارک —

اللہ پاک کا شکر ہے کہ ہمیں آج کی بابرکت اور باسعادت محفل نصیب ہوئی۔ عظمتِ اسلام
ہی عظمتِ مصطفےٰ ہے ۔ اور عظمتِ محمدؐ ہی عظمتِ اسلام ہے ۔ اسلام کا موضوع ہی حضورؐ
کی ذات ہے صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اور حضور علیہ السلام کے سوا باقی سب کچھ موضوع ہے ۔ پہلا معنی
مضمون کے بارے میں ہیں اور دوسرا موضوع جسمانی میں گزرت کے ہیں ۔ زبان پاک سے جو نکلا وہ بھی دین
وما ینطق عن الھوٰی ---- جو زبان سے نکلا اللہ نے اس کو وحی فرمایا ۔ اور خواہش نفس
کی مطلق نفی فرما دی ۔ جب اپنی طرف سے بولنا ہی کچھ نہیں ہے ۔ جو بولا وہ مولا کا بولا ہو گیا ۔
جو کیا اللہ کا فعل قرار پا گیا ---- جو بولا اللہ کا کلام ہوا ۔ وما رمیت اذ رمیت ۔
جس ہاتھ کو پکڑ لیا ۔ وہ اللہ کا پکڑنا ہو گیا ۔ فرمایا ان الذین یبایعونک ---- آپ جب جو لوگ آپ
کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں ۔ انما ۔ کلمہ حصر ہے ۔ یعنی کسی کو مغالطہ نہ رہے ۔ کہ کس کے ہاتھ میں
ہاتھ دے رہے ہو ۔ وہ اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے رہے ہو ---- ید اللہ فوق ایدیھم ۔ جس کو اپنی غلامی میں
لے لیا وہ اللہ کا مطیع بن گیا ---- من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ---- جو رسول کا غلام ہو گیا وہ اللہ کا بندہ
ہو گیا ۔ جو رسول کا نافرمان ہو گیا ۔ وہ اللہ کا نافرمان ہو گیا ۔ بخاری شریف میں ہے کہ جس نے
حضرت محمدؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی ۔ جس نے حضرت محمدؐ کی نافرمانی کی اس
نے اللہ کی نافرمانی کی ---- مَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ---- وَمَنْ عَصٰی مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ
محمدٌ فرقٌ بین الناس ۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وہ ذات ہے جس نے انسانوں میں
فرق کر دیا ہے کہ مومن کون ہے اور کافر کون ہے ۔ حق کیا ہے باطل کیا ہے ۔ خیر کیا ہے شر کیا
ہے ۔ صدق کیا ہے کذب کیا ہے ۔ یہ سب کا امتیاز ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ۔ یہ بھی
فرما دیا کہ اللہ کو مانو ۔ رسول کو مانو ۔ اور شرک چھوڑ دو ۔ اور آخرت پر ایمان لاؤ ۔ اسلام پر ایمان
لے آؤ ۔ انہوں نے عرض کیا کہ دلیل کیا ہے ۔ فرمایا میری ذات ۔ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ ۔ افلا تعقلون ----
لوگوں نے کہا کہ ہمیں 360 بت تو نظر آتے ہیں ۔ ہمارے ہاتھ سے تراشے ہوئے چھوٹے
خدا ۔ جن کو آپ جھٹلا رہے ہیں ۔ وہ تو نظر آتے ہیں ۔ آپ ان دیکھے خدا پر ایمان لانے
کی دعوت دیتے ہیں ۔ اس کے ہونے کی کوئی دلیل بھی تو ہو ۔ فرمایا مجھے دیکھ لو ۔ بس دلیل یہی ہے ۔
قد جاءکم برھان من ربکم ---- دلیل قاطع یہی ہے ۔ اب آخرت دیکھی نہیں ۔ ایمان لانے کی دعوت

KHURRAM PAPER PRODUCTS

دیتے ہیں۔ کوئی دلیل فرمایا مجھے دیکھ لو — آپ فرماتے ہیں۔ فرشتہ آتا ہے وحی آتی ہے کہ اس کی دلیل۔
ہم نے نہ لانے والے کو دیکھا ہے۔ نہ بھیجنے والے کو دیکھا ہے۔ نہ کلام کو سنا ہے۔ اس کی دلیل فرمایا۔
مجھے دیکھ لو — آپ ہم سے اپنے باپ دادا کا مشرکانہ دین۔ ملفوظہ ۵ ۔ چھڑوا کر ایک نئے دین
کی دعوت دے رہے ہیں۔ (۶-۱۵) اور کہتے ہیں کہ ہم ایک دین پر جمع ہو جائیں۔ اس کی صداقت
کی دلیل تو لائیں۔ فرمایا مجھے دیکھو — یاد رکھو لیں باقی سب دعوے ہیں۔ دلیل صرف نفس ذات مصطفیٰ
ہے۔ ہ دین ہمہ اوست = قل انما انا بشر مثلکم والی آیت عظمت مصطفیٰ
پر بڑی دلیل ہے۔ اور قرآن مجید کا ایک ایک لفظ اور حرف حضور علیہ السلام کی عظمت پر
دلالت کرتا ہے۔ سارا قرآن عظمت رسول پر دلالت کرتا ہے۔ ہر سورت حضور کی صورت
پر دلالت کرتی ہے۔ اور سچ بات تو یہ ہے۔ سورۃ جزواً دلالت کرتی ہے۔ اور پورا
قرآن مل جائے تو عظمت رسول کا ایک ورق ہے — اور صحابہ کرام کا ملفوظہ یہی تھا۔ کہ حضور
علیہ السلام کے چہرے کو دیکھنا قرآن کے ورق کو دیکھنا ہے — تشبیہ دیتے تھے۔ جیسے کھلا ہوا
قرآن دیکھ رہے ہیں تو قرآن غیر مخلوق ہے۔ اور حضورؐ مخلوق ہیں۔ صحابہ تشبیہ قرآن کی دیتے
تھے۔ علیل تھے۔ صدیق اکبر جماعت کروائیں۔ پیر کے دن۔ افاقہ ہوا۔ میرے امتی
کیسے نماز پڑھیں — منظر دیکھا نماز کا۔ انس بن مالک روایت کرتے ہیں۔ صحابہ صفوں
میں کھڑے ہیں — نماز میں کھڑے ہیں نماز جاری ہے — یہاں تک حجرے کا پردہ اٹھا دیا۔
سرکار مسکرائے۔ صحابہ کو دیکھا — صحابہ نے دیکھا۔ کہ کھلا ہوا قرآن ہے — فان وجہہ
ورقۃ المصحف — اسی لئے کھلا قرآن کہتے تھے۔ کہ غیر سے تشبیہ نہ دیتے — ریاض الجنۃ
کو دیکھ لیں — بائیں جانب سرکار کا روضہ پاک ہے۔ صحابہ نماز میں کھڑے تھے۔ میری
یا آپ کی نماز نہیں ہے۔ صحابہ کی نماز ہے کہ — نگاہیں سجدہ گاہ پر ہیں۔ استغراق کی
حالت ہے — بائیں تکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا — اس حال میں جب
پردہ اٹھتا ہے — تو صحابہ کرام پردے کی آواز سنتے ہیں۔ چہرہ پاک کا عکس — تین
دن سے نگاہیں مشتاق تھیں — جب آواز سنی پردے کی تو بے ساختہ چہرے پھر گئے۔
قبلہ ادھر ہو گیا۔ چہرے ادھر پھر گئے۔ اور دیدار رسول کی اشتیاق میں نماز کی حالت یہ ہو گئی۔ جماعت بھی

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

بھی بھول گئی اور جماعت کے تقاضے بھی بھول گئے چہرہ ادھر پھر گیا - اور بس تکتے ہی رہ گئے - قریب تھا کہ
ہمیں یہ خطرہ ہو گیا - کہ حضور کے دیدار میں غرق ہو کر کہیں نماز ہی نہ توڑ دیں - اور ایک روایت
میں تو آتا ہے کہ سارے ہی نے بیان کیا - بقول ہے سے پھسل گئے - اچھل گئے - یار کا چہرہ تین دن کے
بعد آنکھوں کے سامنے آیا - تو وجد میں آ گئے - اگر حضور کو ~~[illegible]~~ سمجھتے تو نماز کی حالت
میں یار کے چہرے کو نہ دیکھتے - وہ نماز کی حالت میں رخ بدل کر چہرہ دیکھ رہے ہیں - ہم نماز کی
حالت خالی خیال آنے میں مسئلہ سوچ رہے ہیں کہ نماز ہو گی یا ہو گی -

کیا حالت نماز میں ان کے چہرے پھیرے ہوں گے - تو دل میں کشمکش نہ ہوئی ہو گی - مسئلہ کیا
ہو گا قبلہ ادھر ہے یہ عشق کہتا ہو گا قبلے کا قبلہ ادھر ہے - عقل کہتی ہو گی چہرہ پھیر گیا تو نماز
ٹوٹ جائے گی - دوبارہ پڑھنی ہو گی -

نگاہوں کی قضا میں کب ادا ہوا - نماز میں قضا ہوں پھر ادا بھی ہوا -

آقا کا چہرہ نظر آیا ہے نماز تو پھر پڑھ لیں گے - نگاہ کی قضا تو نہیں ہو گی - اور یہ بھی بات
عشق سمجھاتا ہو گا - قبلے کو چھوڑ کر اور طرف پھر جائیں تو نماز ٹوٹتی ہے - مگر قبلے سے بھی چہرہ
پھیر اور آگے قبلے کا بھی قبلہ ہو تو نماز ٹوٹتی نہیں نماز کمال حاصل کرتی ہے - یہ مقتدیوں کا
حال ہے - ان کے صحابہ مقتدی تھے - ذرا امام کا حال بھی دیکھ لو - سیدنا صدیق اکبرؓ آواز سنی -
اور عجیب سماں قائم ہو گیا - ان کو خیال گیا کہ آقا باہر تشریف لے آئے ہیں نماز کیلئے - مصلے
کو چھوڑ کر پچھلی صف پر تشریف لانے لگے - نماز میں مصلیٰ چھوڑ دیا - مقتدی بھی مچل گئے اور امام
نے مصلیٰ بھی چھوڑ دیا - (۳۰ ــ ۲۶) مقتدی سمت بدل گئے اور امام مصلیٰ چھوڑ گیا - حضور علیہ السلام
نے دیکھا تو فرمایا بس یہ دیکھنا تھا - دیکھ لیا - تم اپنی نماز مکمل کر لو - یہ نہیں فرمایا نماز کا اعادہ کر لو -
مقتدی رخ بدل گئے امام نے مصلیٰ چھوڑ دیا - نماز کیا رہی - یہ بھی فرما سکتے تھے نماز کا اعادہ کر لو -
دوبارہ پڑھ لو - دوبارہ پڑھنے کا حکم تب دیتے جب حضور علیہ السلام خود بھی جانتے یہ نماز ٹوٹ
گئی ہے - اتموا صلاتکم - رسول نے مہر تصدیق ثبت کر دی - کہ اول سے آخر تک چہرہ مصطفیٰ
کی طرف رہے تو تب بھی نماز کامل ہے - علامہ نے بلال کو کہا
تمہیں کو دیکھتے رہنا نماز کی تیری - نماز میں بھی ہے - فرمایا نماز کو پورا کرو -

KHURRAM PAPER PRODUCTS

میں عرض کر رہا تھا کہ کتنا وقت ہے۔ وہ اپنی نماز میں حضور علیہ السلام کو تکتے رہتے ہیں۔ دھیان نہیں گیا ہوگا ۔۔۔ سمت نہیں بدلی ہوگی ۔۔۔ خیال نہیں گیا ہوگا۔ مستغرق نہیں ہوئے ہوں گے دل و جان۔ دماغ، فکر، سوچ، عمل سب کچھ غرق ہو گیا دیدارِ یار میں۔ اور آقا فرما رہے ہیں کہ نماز ہو رہی ہے جاری رکھو۔ اور ہم یہ سوچتے پھرتے ہیں کہ اگر خیال حضور علیہ السلام کی طرف چلا گیا تو نماز ہوئی یا نہ ۔۔۔ ہم نے نماز کی حقیقت کو ہی نہیں سمجھا۔ اور ہم نے توحید کی حقیقت کو ہی نہیں سمجھا۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور علیہ السلام کے چہرے کو قرآن سمجھتے۔ اور وجود کو اسلام سمجھتے۔ صحابہ کرام کا عقیدہ یہ تھا۔ چہرہ مصطفیٰ کو قرآن سمجھتے۔ اور وجودِ مصطفیٰ کو اسلام سمجھتے ۔۔۔ اس لئے عظمتِ اسلام عظمتِ مصطفیٰ ہے ۔۔۔

جو میں نے آیت تلاوت کی یہ حضور علیہ السلام کی عظمت پر دلالت کرنے والے مقامات میں سے ایک مقام ہے ۔۔۔ مقام نبوت کو سمجھاتی ہے یہ آیت۔ ہم نے اس آیت کو تو فقہ جھگڑا بنالیا ہے ۔۔۔ جیسے حضور کا خیال آنے کو جھگڑا بنالیا ہے۔ اور اتنا بھی خیال نہیں کیا۔ کہ جب نماز میں سلام جو کیا جا رہا ہے۔ السلام علیک ایہا النبی ۔۔۔ سارے جھگڑے ہی ختم ہو گئے ۔۔۔ رب کائنات نے اپنی نماز میں جب اپنے حبیب پر سلام ہی رکھ دیا۔ تو کیا جھگڑے کی کوئی بات رہ گئی ہے۔ اپنی نماز میں اپنے حبیب پر سلام رکھ دیا ۔۔۔ کہ کہو سلام ہو آپ پر اے نبی۔

کہ یہ جان کر کہ حضور اللہ کی بارگاہ میں موجود ہیں۔ اور میں سرکار کی بارگاہ میں سلام عرض کر رہا ہوں ۔۔۔ تب بھی دھیان تو اسی بارگاہ میں گیا نا ۔۔۔ کہ خدا کی بارگاہ میں یار کو حاضر جانا ۔۔۔ اور یہ محسوس کر کے رسائی نصیب آقا کے صدقے سے مل رہی ہیں ۔۔۔ جب یہ ادراک اور معرفت ہو جائے۔ تو پھر کیسے سلام ہو آقا آپ پر۔

اپنے دل کی طرف توجہ کر کے کہو۔ کہ اے آقا آپ پر سلام ہو ۔۔۔ ہم نے عظمت کے جھگڑے بنا رکھے ہیں۔ آقا سامنے ہیں اور غلام سلام عرض کر رہا ہے۔ خواہ سامنے مدینہ کے تصور میں میں خواہ سات سمندر پار ملکوت میں ہیں۔ (صحابہ کا عقیدہ) کہ جس نماز میں

M T W T F S S
Memo No
Date / /

خیال یار نہیں وہ نمازیں ہی نہیں ۔
اور اس آیت کو بھی ہم نے معاذاللہ جھگڑے کا موضوع بنا لیا ہے ۔ قل انما انا بشر
یوحیٰ الی ۔ اس آیت میں کوئی جھگڑا نہیں ہے ۔ کہتے ہیں ۔ دیکھا کہ اس آیت میں ہے
کہ حضور بشر ہیں ۔۔۔ آپ کہتے ہو کہ نور ۔۔۔ یہ نور بشر کا جھگڑا بن گیا ۔۔۔
کہ نور اور بشر میں جھگڑا ہی نہیں ہے ۔۔۔ یہ ہمارے دماغ کا تضاد ہے ۔ یہ ہمارے
اندر کا ایک فتنہ ہے ۔۔۔ یہ جہالت ہے کم علمی ہے ۔۔۔ کہ بشر کا الٹ نور نہیں
ہے ۔۔۔ اور نور کا عکس بشر میں ہے ۔۔۔ یاد رکھ لیں ۔۔۔ دو متضاد چیزیں ہوں گی
جیسے دن اور رات ۔ آپ کہیں گے نا (دن ہے یا رات ہے) یہ دونوں جمع نہیں
ہو سکتے ۔۔۔ ہم کہیں گے درست بات ہے ۔۔۔ آپ کہیں گے ۔ دھوپ ہے یا سایہ ۔
دونوں بیک وقت نہیں ہو سکتے ۔۔۔ آپ کہیں گے کڑوا ہے یا میٹھا ہے ۔۔۔ ان
کا آپس میں ٹکراؤ ہے ۔ اس طرح نور اور بشر کا تضاد نہیں ہے ۔۔۔ یہ متضاد چیزیں
نہیں ہیں ۔۔۔ یہ تو اس طرح ہے کہ جیسے کہیں کہ فلاں کا باپ اور میرا استاد ہے ۔ کیا جھگڑا
ہوا اس میں ۔ باپ کی نسبت اولاد سے ہے اور استاد کی نسبت شاگردوں سے
ہے ۔۔۔ ایک ہی شخص اولاد کے لیے باپ ہے ۔ اور شاگرد کے لیے استاد ہے ۔
یہ نسبت ہے نور اور بشر میں جیسے باپ اور استاد کی ۔۔۔ بشر ہونا حضور
کیلئے ۔ بارہ ربیع الاول کی نسبت سے ہے ۔۔۔ اور نور ہونا اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی نسبت
ہے ۔ بشر تو اس وقت سے شروع ہو رہی ہے ۔ جب مکہ میں تشریف لائے
اور نور ہونا اس وقت ۔۔۔ سے ہے جب بشر بھی نہ تھا ۔ یہ عالم ارواح کی نسبت ہے ۔
یہ خلقت روحی ہے وہ خلقت نوری ہے ۔۔۔ یہ خلقت مادی ہے ۔ وہ خلقت بالا کی ہے
یہ خلقت زیریں ہے ۔ وہ خلقت اولیٰ ہے ۔ یہ خلقت ثانیہ ہے ۔۔۔ وہ اور نسبت سے ہے یہ
اور نسبت سے ہے ۔ تو نور اور بشر میں کوئی جھگڑا نہیں ہے ۔۔۔ دونوں شانیں کمال
ہیں ۔ بشریت بھی حضور کی شان ہے ۔ نورانیت بھی حضور کی شان ہے ۔ ہم سرکار کی شانوں میں دو
شانیں نہیں پاتا ۔ مصطفیٰ اگر ان دونوں سے بڑھ کر بہت کچھ ہیں ۔ تو ایک ہی ہستی کی دو شانوں میں جھگڑا

KHURRAM PAPER PRODUCTS

کیسا۔ بصارت سے سننا۔ ایک بصیرت سے دیکھنا۔ تو سننے اور دیکھنے میں کیا جھگڑا۔ چکھنے اور سننے میں کیا جھگڑا۔ بولنا اور سننا میں کیا جھگڑا۔ سننا بھی میسر ہے بولنا بھی میسر ہے۔ انسان کے پاس علم بھی ہے طاقت بھی ہے۔ کہ اللہ پاک نے ایک ہی انسان کے اندر بہت سی خوبیاں رکھی ہیں۔ بس آقا میں نور کی شان بھی ہے بشریت کی شان بھی ہے۔ مگر سارا کچھ فقط نہ نورانیت ہے۔ نہ سارا کچھ فقط بشریت ہے۔ اگر سارا اس میں ہو یہ سارا کچھ بشریت ہے۔ معراج کی رات فیصلہ لے لیں۔ کہ پورا عالم بشریت بیت المقدس میں کھڑی ہے۔ اور حضور علیہ السلام سب کے سب سے اوپر جا رہے ہیں۔ بشریت کی دنیا تکتی رہ گئی۔ اور ذات مصطفےٰ اوپر چلی گئی اور اگر خیال ہے کہ سارا کا سارا ان نورانیت میں محصور ہے۔ تو دیکھ لو کہ ساری نورانیت سدرۃ المنتہیٰ پر کھڑی تکتی رہ گئی۔ مصطفےٰ اوپر چلے گئے۔

نوریوں کے سردار کی پرواز سدرۃ المنتہیٰ تک ہے۔ اور مصطفےٰ اوپر تشریف لے گئے۔ جبرائیل امین سب عالم نور کے پیشوا ہیں۔ سرکار فرماتے ہیں جبرائیل آگے بھی چلو نا۔ کہتے ہیں نہیں آگے نہیں جا سکتا۔ اللہ کا نور میرے نور کو جلا دے گا۔ تو نورانیت بھی سدرۃ المنتہیٰ پر کھڑی ہے آقا آگے جا رہے ہیں۔ اور عظمت مصطفےٰ، شان مصطفےٰ، مقام مصطفےٰ کو لوگ بشریت کے پیمانے پر مت تولا کریں۔ نہ فقط نورانیت کے پیمانے میں تولا کریں۔ بشریت کا پیمانہ بشریوں کے لیے ہے۔ نورانیت کا پیمانہ نوریوں کے لیے ہے۔ مصطفےٰ بشریوں کے لیے بھی ہیں۔ مصطفےٰ نوریوں کے لیے بھی ہیں اور ان دونوں سے بڑھ کر مصطفےٰ قاب قوسین کے لیے بھی ہیں۔

ثم دنیٰ فتدلیٰ۔ فکان قاب قوسین۔ وہ تو قاب قوسین پر بھی ہیں۔ جہاں فاصلے ہی ختم ہو گئے۔ بشر کا خلاف ہے ملک۔ اور نور کا الٹ بشر نہیں۔ نور کا الٹ اندھیرا ہے۔ نور کا الٹ ہے ظلمت۔ اور بشر کا الٹ فرشتہ ہے۔ تو آقا نہ فرشتہ ہیں نہ ظلمت ہیں۔ ادھر سے نور ہیں ادھر سے بشر ہیں۔ اور بشریت اس لیے تا کہ آپ سے عالم بشر فیض پا سکیں۔ ہم جیسے فیض پا سکیں۔ نورانیت اس لیے کہ نور بھی فیض پا سکیں۔ وہ تو سب کے نبی ہیں نا۔ نوریوں کے بھی نبی اور بشریوں کے بھی نبی۔ جنوں کے بھی نبی۔ اور حیوانوں کے بھی نبی۔ وہ تو ہر ایک کے نبی ہیں۔ جیسے ہم جا کے دربار نبی پر حاضری دیتے ہیں۔ اس طرح اوپر

M T W T F S S

Memo No

Date / /

ستر ہزار ستر ہزار فرشتوں کی بھی ٹولیاں آتی ہیں ۔ صبح سے شام تک اپنے پر حضور کے گنبد پر لگاتے ہیں اور نور کی حرارت لیتے ہیں۔ اپنے آپ کو منور کرتے ہیں اور صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں۔ شام کو وہ چلے جاتے ہیں اور دوسری ستر ہزار کی جماعت آتی ہے۔ اور جس جماعت کو ایک بار آنے کا شرف ملتا ہے دوسری بار نہیں ملتا۔ تو نوری بھی فیض پاتے ہیں اور بشری بھی فیض پاتے ہیں۔ ساری شانیں محبوب میں جمع کیں اس لئے کہ ہر ایک تو مل سکے۔ فرمایا قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ۔ یہ مقام نبوت کا بیان ہے۔ پہلے خلقتِ نوری کا ذکر فرمایا بعد خلقتِ بشری کا جو 12 ربیع الاول کو ہے۔ خلقتِ نوری اور ولادتِ بشری۔ خلقت اور ہے ولادت اور ہے۔

خلقت نوری کا ہے۔ ولادت بشر کا ہے۔

نبوت کی دو سمتیں ہیں۔ ایک سمت ہے مثلیت اور ایک شانِ فضیلت۔ کچھ شانیں مثلیت کی ہوتی ہیں اور کچھ فضیلت کی ہیں۔ مثلیت کی شان اس لئے تاکہ تعلق مع الخلق ہو۔ کہ وہ مخلوق میں سے ہے۔ یہ اگر نہیں ہو سکتا۔ معلوم نہیں ہو سکتا جب تک اس میں مثلیت کی شانیں نہ ہوں۔ اور فضیلت کی شان اس لئے تاکہ نبی کا تعلق مع الحق ثابت ہو سکے۔

دونوں شانوں کو اس لئے بیان فرمایا کہ مثلیت کی شان سے سیرت معلوم ہوتی ہے۔ نبی کی مثلیت میں اس شان رکھی جاتی ہیں جو دوسرے انسانوں سے ملتی جلتی ہیں۔ مماثلت اور مشابہت ہوتی ہے۔ ان باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ نبی انسان ہے۔ ان باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ انسانوں میں سے ہے۔ نبی تو انسانوں کو اسوۂ عطا کرنے کے لئے آتا ہے۔ انسانوں کو سیرت طیبہ عطا کرنے کیلئے آیا ہے۔ انسانوں کو سنت مبارکہ عطا کرنے کے لئے آیا ہے۔ اگر مثلیت نہ ہو تو نبی کی زندگی کی پیروی نہ کی جا سکے۔ فرمایا۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ نبی کی ذات میں تمہارے لئے نمونہ کامل ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ۔ اگر اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو۔ تو میری پیروی کرو۔ میرے نقوشِ قدم پہ چلو۔ میرے طرزِ حیات کو اپناؤ۔ جیسے جیسے میں نے کیا ویسے ویسے تم بھی کرو۔

میری زندگی کیا عجب ہے سر کا بندگی کا بھی عجب ہے۔

جہاں مل گیا ترا نقشِ پا وہیں کعبہ بنا لیا۔

مثلیت اس لئے رکھی جاتی ہے کہ نبی کا نقشِ پا دکھائی دے سکے۔ اور نبی کی سیرت قابلِ عمل بن سکے۔

KHURRAM PAPER PRODUCTS

اگر تثلیث نہ ہو۔ فرشتوں میں تثلیث نہیں ۔ پیارے انسانوں کیلئے ۔ اس لئے کسی فرشتے کو نبی نہیں بنایا۔
فرشتوں کی سیرت میں یہ باتیں نہیں کہ میدان میں پتھر کھائے اور دندان زخمی کرائے ۔ اور جب نبی پتھر کھا کر
رخسار خود زخمی نہ کرائے ۔ تو حسین کیلئے کربلا میں سنت کیسے بنے گی ۔

سب کی خاطر اذیت برداشت کرنا پتھر کھانا ۔ ہجرت کرنا ۔ تیر کھانا ۔ تلوار کھانا ۔ شہید ہونا
مصیبتیں جھیلنا ۔ زندگی کے سارے مشاہدے ۔ امت کے لئے سنت کیسے بنے ۔ یہ سارا کچھ نبی کے لئے نہ بنا ہو۔
نبی کی امامت پر تب حکم ہوتا ہے جب اس میں شامل تثلیث رکھی گئی ہے ۔ اور فرشتوں کو اس
شان سے خالی رکھا ۔ اس لئے ان کو منصب نبوت عطا نہ کیا ۔ ادھر ہم تفسیر میں کچھ اور بتاتے
ہیں ۔ اور حضور کی عظمت کا رنگ ہی نرالا ہے ۔ یہ تثلیث ہے تاکہ وہ غلاموں میں بیٹھ سکے ۔ وہ غریبوں
کی جا کے گھروں میں مزاج پرسی کر سکے ۔ کوئی مائی فوت ہو گئی مدینہ کی غریب پتہ چلا کہ کوئی اس
کا پرسان حال اس کا وارث کوئی نہیں ہے ۔ صحابہ کو ساتھ لے لیا ۔ گھر اس کو پوچھنے چلے گئے ۔
وہاں جا کر بی بی بڑی معذرت کر کے آقا میرے پاس تشریف لائے ۔ اور فرمایا جب یہ فوت ہو جائے
تو مجھے اطلاع کرنا ۔ اس کا کوئی وارث نہیں یہ غریب ہے ۔ امیروں کا جنازہ ہر کوئی پڑھنے
جاتا ہے ۔ اس غریب کا جنازہ محمد خود پڑھائے گا ۔ رات کے آدھے پہر وہ فوت ہو گئی ۔
صحابہ کرام نے سمجھا حضور کو کیا تکلیف دینی ہے ۔ جنازہ پڑھا کے دفن کر دیا محلے والوں کو
خبر نہ تھی ۔ صبح میرے آقا نے پوچھا کہ اس بی بی کا کیا بنا ۔ عرض کیا یا رسول اللہ وہ فوت ہو گئی ۔
فرمایا تکلیف عرض کی اس کو دفن کر دیا ۔ فرمایا میرے صحابہ چلو وہ غریب ہے محمد اس کی قبر پر جنازہ پڑھائے
گا ۔ حدیث پاک میں صحیح بخاری میں ہے ۔ تثلیث اس لئے تھی کہ غریبوں کے گھر بھی جا سکے ۔
تثلیث اس لئے تھی کہ غریبوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا بھی کھا سکے ۔ ایک دیوانی خاتون ۔ تاجدار کائنات
کی بارگاہ میں آگئی ۔ اور آ کے عرض کرتی ہے آقا چلئے میرے ساتھ اس کی دماغی صحت ٹھیک نہیں ۔
حدیث پاک میں صحیح بخاری میں ہے ۔ عرض کی چلئے میرے ساتھ میرے کچھ کام ہیں کر دیں ۔ میرے آقا نے اس
وقت نعلین نہیں پہنی تھی ۔ پاؤں مبارک ننگے تھے ۔ دیوانی اٹھ کھڑی ہوئی ۔ آقا کو جوتا بھی نہیں پہننے
دیا ۔ سارے کائنات کا تاجدار ننگے پاؤں چل رہا ہے ۔ اس دیوانی نے حضور کو مدینہ کی گلی گلی میں پھرایا
ایک بازار میں لے جا کر بٹھا دیا ۔ اور کہا میرے یہ کام کر دیجئے ۔ میرے آقا بازار میں بیٹھ کر اس بی بی کے کام

کرتے رہتے - مثلیت نہ ہوتی تو اپنے کرم غیر نبیوں پر نہ ہو سکتے - وہ تو اونچے ہی کا رشتہ - غیر نبیوں تک
کہاں اترے - خالی فضیلت ہوتی تو اپنے اونچے ہی رہتے - مثلیت نبی کو اس لیے دی - کہ
سیرت طیبہ اس اشاعت کے قابل بن سکے - اور مثلیت اس لیے دی کہ شہر مدینہ کی گلیوں
میں - غیر نبیوں کے دھوپوں کے بیٹھے ہوئے گھروں کے اندر بیٹھ کر اُن کی دلجوئی کر کے ان کے ساتھ
کھانا کھائیں - اور فضیلت اس لیے دی - کہ عرش کے اوپر بیٹھیں - فضیلت اس لیے
دی کہ قاب قوسین تک جائیں - فضیلت اس لیے دی تاکہ عظمت معلوم ہو - مثلیت اس
لیے دی تاکہ تواضع معلوم ہو - فضیلت اس لیے دی تاکہ حضور کو دیکھ کر امت کو ادب کا سبق
ملے - مثلیت اس لیے دی تاکہ شرک کی نفی ہو - فضیلت اس لیے دی تاکہ آقا کو کوئی
اپنے جیسا نہ سمجھے - مثلیت اس لیے دی کہ کوئی خدا نہ جانے - فضیلت اس لیے
دی کہ کوئی خدا سے جدا نہ جانے -

تم ذات خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانیے کیا ہو -

مثلیت اور فضیلت کو جمع کر دیا - اور بشریت کیلئے - فضیلت اس لیے کہ قاب قوسین پر
بیٹھے - مثلیت پھر غیر نبیوں کے دستر خوان پر بیٹھیں - فضیلت جتنی بڑی ہو - اور مثلیت
جتنی بڑی ہو دونوں میں جتنی وسعت ہوگی مقام اتنا اونچا ہوگا -

اب اس کو ایک مثال کے ذریعے سمجھنے کی ضرورت ہے - کہ آپ مثلاً کسی شخص کو
ملنے کے لیے گئے - رات کو دروازہ کھٹکھٹایا - وہ باہر نکلا - اس نے آپ سے کہا کہ کیا کام
ہے - آپ نے کہا جی درخواست ہے کہ جس کا کام ہے دستخط کروانے ہیں - اس نے کہا لاؤ بھئی -
(۱۰-۵۴) وہ سیدھا کھڑا رہا - اس نے درخواست پر دستخط کر دیئے - اور کام کر دیا - اور ساتھ ہی
کہا کہ یہ وقت آنے کا نہیں ہے - دن کے وقت دفتر میں آیا کرو - کام بھی کر دیا - اور کہا - رات آرام کرنے
کا وقت ہے - دن کو دفتر میں آیا کرو - کام ہو گیا بعد آپ گھر چلے گئے -

کچھ دنوں کے بعد آپ کو دوبارہ کام پڑا - اور وہ کام ایم این اے سے نہیں اس سے بڑے وزیر سے تھا
تھا - اور آج نہ ایم این اے ہے - اور نہ وزیر اعلیٰ - منسٹر سے کام پڑا - اس
سے بیس بڑا تھا - پھر اسی وقت رات کو اس کے گھر گئے - وہ دروازہ کھولا کیسے آئے - تو آپ نے

M	T	W	T	F	S	S

Memo No
Date / /

رات کے وقت کیسے تکلیف فرمائی۔ اب وزیر بول رہا ہے۔ اس کا حوصلہ ہوا۔ کہا جی ایک کام تھا۔
اور آپ کو تکلیف دی آ گئے۔ اس نے کہا میں دروازہ کھولتا ہوں۔ ~~اس نے کھولا~~ اس نے ڈرائنگ روم کھولا۔
آپ کو بٹھایا صوفے پر۔ آپ نے درخواست نکالی۔ اس نے کہا جی تھوڑا سا صبر کریں۔ آپ ٹھنڈا
پئیں گے یا گرم۔ رات کو بارہ ایک کا ٹائم۔ کہا جی میں نے تکلیف دی پہلے ہی۔ کیوں آپ مجھے شرمسار
کرتے ہیں۔ اس نے کہا جی میں آپ کا بھائی ہوں۔ ٹھنڈا مشروب اپنے ہاتھ سے لا کر پلایا۔ پلا کے
جب فارغ ہوئے اب پوچھا کیا کام تھا۔ اس نے درخواست دی۔ اس نے درخواست پر دستخط کر دیئے۔
اور اسے تو جاتے ہوئے یہ بھی کہا۔ کہ جب بھی کام پڑے دن ہو یا رات جھجک نہ کیا کریں میں آپ کا
بھائی ہوں۔ آپ کا خادم ہوں آپ کی خدمت کیلئے آپ کو ہر وقت اجازت ہے آ جایا کریں۔ آ گیا۔
گھر واپس۔ اس کا خوف و خطر بھی گیا۔ بڑی تسلی سے گھر پہنچا۔

آگے راستے میں قاری صاحب مل گئے۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ گئے تھے وزیر کے پاس۔ جی پہلے
آپ اس ایم این اے کے پاس بھی گئے تھے آپ نے آکر سنایا تھا۔ کیا تھا ماجرا۔ آپ بہت بڑے افسر
منسٹر کے پاس گئے تھے۔ تو بتائیں اس کو کیسا پایا۔ ملنے والا آدمی یہ جواب دیتا ہے کہ سنا
تو تھا کہ بڑا آدمی ہے۔ مگر بڑوں والی بات تو کوئی نہیں دیکھی اس میں۔ وہ تو میرے جیسا ہی تھا۔
وزیر (بیمار طرح) ہی تھا۔ بھائی۔ کیوں بڑوں والی بات نہ دیکھی۔ اس نے اپنے ہاتھ سے لا کر جوس
پلایا۔ صوفہ خود کھینچ کے میرے سامنے کیا۔ کام بھی کیا۔ اور اسے تو خود اپنی زبان سے کہا۔
میں آپ کا خادم ہوں۔ میں آپ کا بھائی ہوں۔ میں آپ کی خدمت کیلئے جب کام ہو تو آپ آ جایا
کریں۔ اور اس کے میرے ساتھ تو بات کی۔ اور بڑوں والی بات تو کوئی نہیں کی۔ یعنی گردن بھی
اکڑی ہوئی نہیں تھی۔ ماتھے پر بل بھی نہیں تھے۔ جاتے ہوئے ذرا رعب بھی نہیں دکھایا۔ اس نے تو انتہا
کی شفقت کی انکساری کی محبت کی پیار کیا۔ تو اگر آپ یہ کہیں کہ بڑی بات نہ دیکھی۔
تو آپ انا للہ وانا الیہ راجعون نہیں پڑھیں گے۔ اس پر۔ آپ کہیں گے۔ کہ اس کی اس سے بڑی
بات بڑائی کیا ہوئی۔ اس نے بڑا ہو کر۔ مجھ سے میرے جیسا ہو کر پیش آیا۔

ارے نادان اس سے بڑی بڑائی کیا ہے۔ کہ بڑا تو بہت تھا۔ چاہتا تو مجھے بھگا دیتا۔
بڑی بات نہ سنتا۔ اتنا بڑا تھا جو چاہتا کر دیتا۔ اور تو ڈر رہا تھا کانپ رہا تھا۔ وہ بڑے

جیسا ہو کر پیش آیا۔ اپنے مقام سے اتر کر تیرے پاس آ بیٹھا۔ نادان تو کہتا ہے کہ بڑائی کوئی نہیں۔ پھر تو نے بڑائی کا مفہوم ہی نہیں سمجھا۔ وہ جس کی گردن اکڑی نہیں جو تیرے جیسا بن کے تجھ سے ملا۔ اس میں بڑائی نہیں۔ تو ابھی چھوٹا ہے۔ تجھے ابھی عظمت کی خبر ہی نہیں۔ ہو تو ایسا اونچا مگر جب چھوٹوں سے ملے تو اُن جیسا ہو کے ملے۔

ارے نادان اس نے ہمارا ڈر دور کرنے کیلئے۔ اپنے آپ کو ہمارے جیسا بھائی اور خادم کر کے اک مناسبت پیدا کر دی ہے۔ اور آپ کے ذہن میں یہ خیال آ گیا کہ بڑوں والی بات کوئی نہیں۔

تاجدارِ کائنات ساری عظمتیں آقا کی قربان۔ عظمت ہو قربان۔ ساری بڑائیاں آقا کی بڑائی پر قربان۔ وہ عظیم تو اتنے کہ سارے نیچے رہ جائیں۔ وہ بڑے تو اتنے کہ قاب قوسین پر جا بیٹھیں۔ وہ بڑے تو اتنے کہ ملائکہ قدسیوں کی عظمت بھی اُن کو چھو نہ سکے۔ وہ بڑے تو اتنے کہ سدرۃ المنتہیٰ سے گزریں تو فرشتے اُن کی ایک جھلک دیکھنے کو ترسیں۔ وہ بڑے تو اتنے کہ جس مکہ کی زمین پر قدم رکھیں تو خدا اس مکہ کی گلی کی قسم کھائے۔ وہ بڑے تو اتنے کہ جس مزار پر فرشتے نور کی خیرات لینے کے لیے آئیں۔ وہ بڑے تو اتنے جدھر نگاہ کریں درخت جڑوں اکھاڑ کے قدموں میں چلے آئیں۔ وہ بڑے تو اتنے کہ پتھروں پر توجہ دیں۔ اور پھر کلمہ پڑھنے لگیں۔ وہ بڑے تو اتنے چمکتے چاند کو اشارہ کریں اس کا سینہ چیر جائے۔ وہ بڑے تو اتنے کہ ڈوبے سورج کو اشارہ کریں۔ وہ پلٹ کر واپس عصر پر آ جائے۔ وہ بڑے تو اتنے کہ مرے پر توجہ کر کے ٹھوکر مار کر زندہ کر دیں۔ وہ پلٹ کر زندگی میں آ جائے۔ وہ بڑے تو اتنے کہ چاہیں تو کائنات کا رُخ بدل کے رکھ دیں۔ چاہیں تو دیکھنے والوں کو ایک اشارے سے نابینا کر دیں۔ وہ بڑے تو اتنے کہ پیدائش سے پہلے اُن کا نور چمکے تو شام تک محلات روشن ہو جائیں۔ وہ بڑے تو اتنے کہ فرشتے بھی ان کے قدم پر فخر کریں۔ اور عرش بھی ان کے قدم پر۔

اور بڑائی یہ ہے۔ کہ اتنے بڑے ہو کر جب غلام سے ملتے ہیں کہ ڈر نہ کر میں تمہارا بھائی ہوں تمہارے ہی جیسا ہوں۔ وہ اتنا کرم کرتا کہ بعد دوری کا نہ رہے۔

بیٹھا ہے چٹائی پہ مگر عرش نشین ہے۔

پھر اصل عظمت یہ ہے۔ کہ ہم اس پر خیال کریں کہ وہ ہمارے جیسا ہے۔ اتنے بڑے تو نہیں تھے مگر ہمارا

KHURRAM PAPER PRODUCTS

جیسے ہی تھے۔ اگر ہم یہ خیال کریں تو ہماری سوچ اور فہم پر انا للہ وانا الیہ راجعون ہونا چاہیئے —
تو منصب نبوت یہ ہے۔ کہ فضیلت اتنی ہو اور مثلیت ایسی ہو (۵۰-۱۴-۱) یہ دونوں
شانیں جمع فرما دی ہیں — قرآن مجید نے دونوں کو جمع فرما دیا — جب مثلیت مع الخلق میں
آتا ہیں۔ تو تواضع میں انکساری میں۔ بولتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں ما ادری الخ — یہ مثلیت کے
مقام پر آقا کا کلام ہے۔ عبدیت اور بندگی کے مقام پر کلام ہے کہ لوگو میں نہیں جانتا میرے ساتھ
کیا ہوگا — کل رہا ہوں میرے ساتھ کیا ہوگا — یہ ہے مثلیت کا کمال۔ اور فضیلت اب کیا فرما
رہا ہے — عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا — میرے حبیب قیامت کے دن ساری مخلوق
کھڑی تیری منتظر ہی ہوگی — اور عرش بریں پر رب کی کرسی کے دائیں جانب تیری کرسی ہوگی۔ لوگ پوچھیں
گے یہ کرسی کس کی ہے جواب آئے گا یہ مصطفیٰ کی کرسی ہے — یہ مقام محمود ہوگا۔ اور وہاں کھڑے
ہو کر حضور سب کی شفاعت فرما رہے ہوں گے۔ خود فرما رہے ہیں ما یفعل بی میں کل رہا ہوں
خدا جانے میرے ساتھ کیا ہوگا — مثلیت ایسی کہ اپنے انجام کا بھی ذکر کرتے ہیں ڈر رہے ہیں — اور فضیلت
ایسی کہ رب فرمائے۔ کہ جب عرش کی دائیں جانب کھڑا ہو کر دنیا کو بخشوا رہا ہوگا۔
سرکار نے مقام مثلیت پر بیان فرمایا۔ اور ادھر مقام فضیلت پر بیان فرمایا — یہ عبدیت کے
مقام پر عشق بنتا تھا — محبوبیت کے مقام پر رب کا بننا بنتا تھا — مثلیت ایسی کہ فرمائے۔ لو کنت
اعلم الغیب — میں غیب نہیں جانتا — فضیلت ایسی کہ رب فرمائے وما ھو علی الغیب بضنین۔
جو پوچھو غیب کی بات میرا محبوب بتاتا ہے — عبدیت کے مقام پر تواضع کا تقاضا یہی تھا۔
شان مثلیت کا تقاضا یہی تھا۔ کہ سرکار یہی فرمائے — اور ادھر محبوبیت کے مقام پر اللہ کی محبوب
کے مقام پر اظہار یہی تھا — فلا یظہر علی الغیب احدا الا من ارتضی من رسول۔ ہاں غیب کوئی نہیں جانتا اللہ جانتا ہے
مگر جس رسول کو چن لے اس کو عطا فرماتا ہے۔ مثلیت میں کیسی تھا ارسلنا فیکم منہم۔ جس طرح یہ رسول
تم میں آئے۔ تم میں سے آئے۔ مثلیت میں یہ کہا جائے۔ فضیلت یہ کہا جائے یتلوا علیکم آیاتنا۔
— تعلموا — میری آیات سنا کر تمہیں منور کرے۔ نگاہ سے تمہارے تزکیے کرے۔
جہالتیں دور کر کے تمہیں کتاب کا علم عطا کرے۔ اور کائنات جو کچھ نہیں جانتی وہ رسول عطا فرمائے۔
مثلیت یہ کہ تم سے آئے تم میں آئے۔ فضیلت میں فرمایا جائے لقد جاءکم رسول من انفسکم —

فضیلت ہی ہے کہ لم یزل علیه ما عنتم ۔۔۔ رؤف رحیم ۔ ہے تو تم میں سے مگر عالم یہ ہے کہ
تم مغرب میں ہو اور رسول مشرق میں مدینہ میں ہو۔ تم لندن میں بیٹھے ہو۔ مگر تمہیں تکلیف
ہوتی ہے کانٹا چبھتا ہے درد مصطفےٰ کو ہوتا ہے۔ پریشان تم ہوتے ہو۔ دل مصطفےٰ کا تڑپتا ہے۔
بھٹکتے تم ہو درد کو مصطفےٰ کو ہوتا ہے۔ تم مشرق میں ہو میرا محبوب مغرب میں ہے۔ اور میرا محبوب
تمہارے ہر حال سے واقف ہے۔ ویکون الرسول علیکم شهیدا۔ تمہاری بھلائی کے لیے حریص
ہے۔ ہم نے فضیلت و مثلیت کو جدا کر دیا۔ اور مقام نبوت کی معرفت نہ حاصل کی۔
نبوت نہ فقط فضیلت کا نام ہے۔ نہ خالی مثلیت کا نام ہے۔ خالی مثلیت کا ہونا بھی
کوئی کمال نہیں۔ اور خالی فضیلت کا ہونا بھی کوئی کمال نہیں۔

کمال یہ ہے کہ دودھ بہت ہو اور برتن میں سما جائے۔ کمال یہ ہے سمندر کوزے
میں سما جائے۔ خالی سمندر ہونا کیا کمال ہے۔ اور خالی کوزہ ہونا کیا کمال ہے۔ کمال تو یہ
ہے کہ ہو سمندر اور سما کوزے میں جائے۔ (۲۶-۱۲-۱) وہ رب کا مظہر۔ وہ رب کا جمال
وہ رب کی صنعت کا شاہکار۔ وہ رب کا حسن۔ وہ رب کا شاہکار ربوبیت وہ کمال الوہیت
حسن ربوبیت۔ حسن الوہیت مظہر ربوبیت۔ وہ خدا کے بعد ساری کائنات کا سب کچھ۔
سمندر ہو کو کوزے میں سما جائے۔ عظیم ہو تو مثلیت میں سما جائے۔ کمال یہ ہے۔ اس کمال
کا نام نبوت ہے۔ جس نے اس نکتے کو نہ سمجھا وہ گمراہ ہو گیا۔ تو چار طبقے ہو گئے۔ اس
نکتے پر ٹھوکر کھانے والے تین۔ اور نکتے کو صحیح پا جانے والا ایک۔
(۱) ایک طبقہ اس نکتے پر کافروں کا ہوا۔ دوسرا[۲] طبقہ اس نکتے پر مشرکین کا ہوا۔ تیسرا[۳]
طبقہ اس نکتے پر منافقین کا ہوا۔ چوتھا[۴] طبقہ اس نکتے پر مومنین کا ہوا (۲۷-۱۲-۱)

(B)

یاد رکھیں۔ (۱) ایک طبقہ کافروں کا ہے مثلیت اور فضیلت کے جمع ہونے پر کافروں نے مثلیت کا
اقرار کیا۔ اور فضیلت کا انکار کر دیا۔ یعنی اپنے جیسا بشر مانا۔ اور اپنے جیسا نہ ہونا
نہ مانا۔ اور کافر ہو گئے۔ اور جنہوں نے اس کے برعکس فضیلت کو مانا۔ اور مثلیت کو نہ مانا وہ
مشرک ہو گئے۔ میں نچوڑ عرض کر رہا ہوں پورا عقیدے کا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

KHURRAM PAPER PRODUCTS

جب نبی آتے اور کافروں کے سامنے دعوت رکھتے۔ اور ثبوت پیش کرتے ۔ تو کافر جواب میں کہتے ما انت الا بشر مثلنا ۔۔۔ ہم تو ایمان نہیں لاتے آپ تو ہمارے جیسے بشر ہی ہیں۔ ماھذا بشر مثلکم ۔ اے لوگو یہ تو ہماری طرح کا ایک بشر ہے۔ ہم اس پہ ایمان کیوں لائیں۔ جو فقط اپنے جیسا بشر دیکھتے۔ مثلیت مانتے مگر فضلیت کا انکار کرتے وہ کافر ہو گئے۔ اور مشرک کون ہوئے۔ جنہوں نے برعکس فضلیت کا اقرار کیا۔ اور مثلیت کا انکار کیا۔ جیسے یہودی بولے وقالت الیہود عزیر ابن اللہ ۔ یہودی بولے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔ عیسائی بولے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں۔ کیوں انہوں نے مردوں کو زندہ کرتے دیکھا۔ مثلیت کو نہ دیکھا۔ پھونک مار کے مٹی کے بنے ہوئے اڑتے ہوئے پرندوں کو دیکھا۔ مثلیت کی نشانی کو نہ دیکھا ۔ ہاتھ پھیرا مادر زاد اندھے اور کوڑھی شفایاب ہو گئے۔ یہ فضلیت دیکھی مثلیت نہ دیکھی ۔ تو خالی فضلیت پہ نگاہ کی ۔ مثلیت کا انکار کیا۔ مشرک ہو گئے۔ خدا یا خدا کا بیٹا بنا بیٹھے۔ اور جنہوں نے خالی مثلیت کا اقرار کیا۔ اور فضلیت کا انکار کیا وہ کافر ہو گئے۔ وہ گستاخی کر بیٹھے۔ یہ تو تھا اقرار اور انکار کے دائرے میں ۔

اگلے دو طبقے آئے۔ ان دونوں کا اقرار تھا۔ انکار کسی شے کا نہیں۔ مگر فرق کیا نکلا۔ تیسرا طبقہ منافق کا۔ جنہوں نے انکار تو کسی کا نہ کیا۔ نہ فضلیت کا نہ مثلیت کا۔ فضلیت کو بھی مانا۔ اور مثلیت کو بھی مانا۔ منافق وہ ہوئے جنہوں نے فضلیت کا فقط اقرار کیا۔ اور مثلیت پہ اصرار کیا۔ فضلیت کو فقط مانتے رہے۔ اور مثلیت پہ ساری تقریریں کرتے رہے۔ مثلیت پہ سارا زور لگاتے رہے۔ جب فضلیت کی بات ہوئی تو کہا۔ ہم بھی مانتے ہیں تو ہم انکاری نہیں۔ ہم بھی شان مانتے ہیں۔ ہم بھی حضور کی سیرت مانتے ہیں رحمت مانتے ہیں۔ تصرف مانتے ہیں معجزات مانتے ہیں۔ جب فضلیت کی بات ہوئی کہا ہم بھی مانتے ہیں۔ فضلیت کا فقط اقرار کیا۔ مگر زور سارا مثلیت پر لگا دیا۔ تقریر جتنی کی زور سارا بشر مثلکم رکھا ۔ کتابیں لکھیں مثلیت ثابت کی۔ درس پڑھائے مثلیت ثابت کی۔ سوالنامے دیئے مثلیت ثابت کی۔ زور سارا مثلیت پہ دیا۔ فضلیت کا اقرار رہا۔ مثلیت پہ اصرار رہا ۔ یہ لوگ منافق ہو گئے۔ اور مومن سچے صادق مومن وہ ہوئے۔ جنہوں نے مثلیت کا فقط اقرار کیا۔ اور زور سارا فضلیت پہ لگا دیا۔ فقط عقیدے میں یہ بات رکھی۔ کہ حضور کی بشریت حق ہے۔ کہ جو حضور کی بشریت

M T W T F S S

Memo No

Date / /

کا انکار کرے وہ کافر ہو جائے گا۔ یہ قرآن کی نص سے ثابت ہے۔ جو نبی کا سراپا بشریت قرآن نے
بیان فرمایا متعلق ہے۔ جب یہ بات عقیدے میں آگئی۔ کہ حضور کی بشریت ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔
کتابیں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کسی صحابی کا عقیدہ نبی کی بشریت کا انکار کا نہیں ہے۔ کسی ولی کا۔
کسی عالم کا جو حضور کی بشریت کا انکاری ہو۔ بشریت پہ فقط اقرار کافی تاکہ بندہ اسلام پر
رہ سکے۔ نص قرآنی کا انکار ہے۔ تقریروں کی کوئی ضرورت نہیں۔ واعظوں کی کوئی ضرورت نہیں۔
مثلیت کو ثابت کرنے کا۔ جب وعظ کریں تو ہمیشہ موضوع فضیلت کا ہے۔ زور
لگائیں تو فضیلت پر۔ تقریر کریں تو فضیلت پر۔ تحریر کریں تو فضیلت پر۔ درس ہو گا
تو فضیلت پر۔ مثلیت پہ فقط اقرار کافی ہے۔ اصرار سارا فضیلت پر ہو۔
کیونکہ صحابہ کرام اور ابوجہل اور ابولہب جیسے کافروں میں فرق یہ تھا۔ مثلیت ابوبکر نے
بھی دیکھی۔ اور مثلیت ابوجہل نے بھی دیکھی۔ اور ادھر فضیلت ابوبکر و عمر نے بھی دیکھی۔
اور فضیلت چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا۔ یہ بھی ابوجہل و ابولہب نے بھی دیکھا۔ مگر
فرق یہ تھا۔ ابوجہل و ابولہب دونوں چیزیں دیکھتے۔ ابوبکر عمر عثمان علی یہ بھی دونوں چیزیں دیکھتے
مگر دونوں طرف جب مجمعے بنتے ان کی تقریروں کا موضوع مثلیت ہوتا۔ ابوبکر و عمر علی کا موضوع
فضیلت ہوتا۔

آقا کے دو جہاں کا پیکر بشری آقا کا جسم اقدس۔ آقا علیہ السلام کا وجود مبارک۔
ابوبکر و عمر عثمان و علی نے بھی دیکھا۔ ابوجہل و ابولہب نے بھی دیکھا۔ حضور کے عاشقوں نے
بھی دیکھا اور کافروں نے بھی دیکھا۔ مگر فرق یہ تھا۔ جب کافر دیکھتے آقا کا جسم پاک بشری کہتے
دیکھو جیسے ہمارا جسم ہے ویسے ان کا جسم۔ ان کی نگاہ مصطفیٰ کے جسم پر
رہتی۔ اور جب صحابہ عاشق دیکھتے اسی جسم کو ان کی نگاہ اس جسم پہ مکھی کے
نہ بیٹھنے پر اسی۔ کافر دیکھتے تو جسم دیکھتے۔ عاشق دیکھتے تو جسم کا سایہ نہ ہوتا
دیکھتے۔ وہ جسم تو تھا ہی اس پر بیٹھنے کی کیا ضرورت۔ بشریت کا پیکر تو تھا ہی۔ اس
پر بیٹھنے کی کیا ضرورت تھی۔ عاشق دیکھتے تو دیکھتے کمال ہے۔ جسم ہے مگر سایہ نہیں ہے۔
وجود بشری ہے مگر مکھی نہیں بیٹھتی۔ آقا دو جہاں کا کھانا کافر بھی دیکھتے عاشق بھی دیکھتے۔ مگر کافر

KHURRAM PAPER PRODUCTS

دیکھتے تو کہتے دیکھو۔ ہماری طرح کھاتا ہے رسول تو جب صحابہ کھانے کو دیکھتے تو کھانا کھاتے ہوئے پہلے تسبیح پڑھتا کر شکر ہے مولا کہ جیسے شرکے محبوب کھا رہے ہیں۔ صحابہ کھانے کی تسبیح کو دیکھتے۔ گلیوں میں چلتا پھرتا کافر ہی دیکھتے۔ اہل عاشقین صحابہ ہی دیکھتے۔ مگر کافر گلیوں میں چلتا پھرتا دیکھتے کہ ہماری طرح چلتا پھرتا ہے رسول۔ عاشق جب خرامے ناز کرتا حضور کو دیکھتے۔ تو فضاؤں کا معطر ہونا دیکھتے۔ حضور کا پسینہ کافر ہی دیکھتے کہ دیکھو جسم سے پسینہ نکلتا ہے۔ ابوبکر و عمر علی عثمان دیکھتے تو کہتے دیکھو ساری کائنات میں اس جیسی خوشبو کہیں نہیں ہے۔ ایک ہی چیز دونوں دیکھتے۔ مگر ان کے دیکھنے کا زاویہ اور ہوتا۔ صحابہ کے دیکھنے کا زاویہ اور ہوتا — وہ اسی مشابہت میں مثلیت تلاش کرتے۔ صحابہ اسی مشابہت سے فضیلت تلاش کرتے۔

شب معراج جب صبح واپس پلٹے۔ رات کو پلٹے اعلان کر دیا۔ کہ میں رات ہی کے تھوڑے سے حصے میں کعبہ بیت المقدس اور سدرۃ المنتہیٰ اور پھر قاب قوسین سے ہو کے آیا ہوں۔ جب بیان ہو گیا کہ مکان کا سفر میں تھوڑے وقت میں طے کر واپس آگیا ہوں۔ کافر اچھل پڑے کود پڑے۔ کہ آج نبی کے صحابہ پھنس گئے۔ ابوجہل ابولہب دل بھر لوگ جمع کرتے۔ کہ آج پھنس گئے صحابہ آج۔ ان کے پاس جواب نہیں ہے۔ معاذ اللہ استغفر اللہ اتنی بڑی بڑھ مار دی اتنا بڑا دعویٰ کر دیا۔ بدبخت یوں سوچتے۔

دوڑے صدیق اکبر کے دروازے کو جاکے کھٹکھٹایا۔ ابوبکر صدیق باہر آئے۔ ابوجہل نے کہا ابوبکر آؤ آج تم پھنس گئے۔ کہا کیسے مسکرا رہے ہو۔ کہا۔ تمہارے دوست تمہارے نبی تمہارے پیغمبر نے آج ایک انوکھا دعویٰ کر دیا ہے۔ کہتا ہے کہ میں رات کو سویا اتنا سا پہر بھی گیا بیت المقدس گیا نماز پڑھائی آسمانوں پر گیا۔ جنت دیکھی۔ اور سدرۃ المنتہیٰ پر گیا۔ اور پھر چڑھ کے واپس آگیا۔ تھوڑے سے حصے میں سارا سفر کر کے واپس آگیا۔ کہ بھلا اس کو مانتی ہے عقل۔ ابوجہل نے کہا۔ اس کا خیال تھا۔ کہ آج ابوبکر کا ایمان متزلزل ہو جائے گا۔ صدیق اکبر بولے ابوجہل نادان تجھے پتہ ہی نہیں تو پوچھتا ہے عقل مانتی ہی نہیں ہم نے اس یار کے ساتھ جھوٹ والا سودا ہی نہیں کیا۔ ہم نے تو سودا ہی عشق کا کیا ہے

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی۔

ہمارا تو سودا ہی اور ہے۔ مغرب کفار جمع ہو گئے۔ کہنے لگے کوئی دلیل بتاؤ۔ حدیث میں آتا ہے۔
دلیل بتائے گئے۔ قافلے بتائے گئے۔ کافروں کو فرمایا میں نے تین قافلے دیکھے۔ ایک قافلہ جو
جو صبح طلوع صبح کے وقت پہنچ جائے گا۔ ایک قافلہ نصف النہار بعد میں پہنچ جائے گا۔ ایک
قافلہ میں نے دیکھا غروب سے پہلے پہنچ جائے گا۔ تو پہلے قافلے کا انتظار ہونے لگا۔
جس نے صبح پہنچنا تھا۔ ابوجہل کافروں کو جمع کر کے۔ وہ تثلیث تلاش کرنے والے۔ ان کو جمع
کر کے پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا۔ یہ تک رہا ہے کہ سورج نکلے۔ اور قافلہ نہ آئے۔ اور ہم ڈھنڈورا
پیٹیں دین کو مسلمان ہار گئے (معاذ اللہ) ان کے نبی کا دعویٰ غلط ہو گیا — وہ سورج
کا طلوع دیکھ رہا ہے۔ ابوبکرؓ سارے عاشقوں کو جمع کر کے دوسرے پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے ہیں۔
وہ قافلے کا طلوع دیکھ رہے ہیں۔ طلوع سے پہلے قافلہ آ جائے۔

یہ بتا رہا ہوں مثال ایک ہے قافلے کا آنا۔ اور سورج کا چڑھنا۔ کافر طلوع دیکھنا چاہتے
ہیں کیونکہ اور عاشق صحابہ قافلے کا آنا دیکھنا چاہتے ہیں۔ طلوع سے پہلے آ جائے۔ واقعہ
ایک ہے۔ یہ فضیلت کی تلاش میں بیٹھے ہیں۔ اور کافر تثلیث کی تلاش میں بیٹھے ہیں۔
بس تکتے رہے وقت گزر گیا۔ سورج کے طلوع کا وقت گزر گیا۔ حیران ہیں دونوں —
تکتے تکتے اچانک سورج کی ٹکیا نے سر نکالنا شروع کیا۔ ابوجہل بولا وہ دیکھو سورج
طلوع ہو گیا۔ اس کی بات ختم نہ ہوئی تھی۔ ابوبکر صدیقؓ کی آواز آئی کہ قافلہ بھی آ گیا ہے
دوستو بات ایک ہی ہے۔ مگر ایمان اور کفر کا فرق یہ ہے۔ منافقت اور ایمان کا فرق یہ ہے
کہ فضیلت تلاش کرتا ہے۔ اصرار فضیلت پر کرتا ہے۔ تثلیث کا فقط اقرار کرتا ہے۔ منافق تثلیث
پر اصرار کرتا ہے۔ فضیلت کا فقط اقرار کرتا ہے۔

والد گرامی نے بات سنائی کہ ایک مناظرہ تھا۔ حضور کے علم کے موضوع پر۔ دو عالم ان کے
شاگرد بڑی بڑی جانشین جمع ہیں — جیسے مناظرہ ہوتا ہے۔ ساری رات ایک عالم بھی بیٹھا ہے۔
کتابوں کے تھیلے [illegible] کے انبار لگے ہیں۔ دوسرا عالم بیٹھا ہے۔ انبار لگے ہیں۔ اور اپنے اپنے
مناظرے کی تیاری جاری ہے۔ ساری رات بیت گئی۔ حوالے جمع ہو گئے۔ صبح دونوں میدان
میں آ گئے۔ ایک نے حوالے تلاش کیے کہ حضور کو علم تھا۔ اس کا بھی علم تھا۔ اس کا بھی علم تھا۔ حضورؐ

اللہ نے حضور کو سارا علم عطا کیا تھا۔ دوسرا عالم اس حوالے میں ساری رات بیٹھے تھے۔ کسی چیز
کا بھی علم نہ تھا۔ اس کا بھی علم نہ تھا ـــ وغیرہ۔ پہلے والا عالم تلاوت کے بعد کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا۔
لوگو۔ مناظرے سے پہلے ایک بات سن لو۔ بات یہ ہے کہ میں بھی حضور علیہ السلام کا امتی ہوں یہ
بھی امتی ہوں۔ یہ بھی کلمہ گو ہے میں بھی کلمہ گو ہوں۔ ساری رات میں نے بھی گنوائی۔ جاگتا ہوں نیند
نہیں کی ـــ اس نے بھی نیند نہیں کی ـــ میں نے بھی ساری رات حدیث کی کتابیں دیکھی ہیں۔
اس نے بھی ساری رات کتابیں دیکھی ہیں ـــ مگر فرق فقط یہ تھا۔ میں ساری رات اپنے نبی کا
علم تلاش کرتا رہا۔ یہ ساری رات نبی کی لاعلمی تلاش کرتا رہا۔ میں ساری رات یہ حوالے تلاش
کرتا رہا ـــ کہ پتہ چل جائے کہ کہیں لکھا ہو کہ میرے نبی کو یہ بھی معلوم تھا۔ یہ بھی معلوم تھا وغیرہ ـــ یہ ساری
رات حوالے تلاش کرتا رہا۔ کہیں سے یہ عبارت مل جائے کہ یہ علم نہیں تھا۔ یہ علم نہیں تھا ـــ
بولئے نبی کا امتی ہونے کا وفادار ہونے کا حق اس نے ادا کیا ـــ یا میں نے ادا کیا ـــ رات اس کی
اچھی بیتی یا میری اچھی بیتی ـــ یہ کمزوریاں نکالتا رہا ہے میں فضیلت نکالتا رہا ہوں ـــ یہ مثلیت
تلاش کرتا رہا۔ میں فضیلت تلاش کرتا رہا ـــ بس اسی پہ مناظرہ ختم ہو گیا ـــ

فرمایا: قل انما انا بشر مثلکم ـــ اس میں مثلیت ہے بس فقط نفسِ بشریت میں
تم جیسا ہوں ـــ تم بھی بشر ہو میں بھی بشریت رکھتا ہوں ـــ مگر یہ مثلیت کا باب تھا۔ اسی
آیت کے اگلے حصے۔ یوحیٰ الیّ یہ فضیلت کا باب ہے ـــ فرق یہ ہے کہ تمہارا پیکر بشری کلام کا متحمل نہیں۔
مگر میرا پیکر بشری میں سوتے جاگتے بیٹھے ہر وقت خدا کا کلام نازل ہوتا ہے۔

جس پیکر بشری میں خدا کا کلام اترے ـــ جس کلام کو پہاڑ اٹھا نہ سکے۔ سمندر اٹھا نہ
سکے۔ کائنات کی کوئی مضبوط ترین شے اٹھا نہ سکے۔ میرا وجودِ بشری اس کلام کا متحمل
ہو رہا ہے ـــ دیکھو تو اس وجود کا عالم کیا ہے۔ اور تمہارے وجود کا عالم کیا ہے۔ دوستو یہی بات
جب کو میں نے منافقت اور ایمان کا فرق کہا ـــ یہی ہدایت اور گمراہی کا نکتہ ہے۔ ابلیس شیطان اسی
نکتے سے بنا ـــ وہ توحید کا منکر نہ تھا۔ اس کی عبادت کی کمی نہ تھی۔ تقویٰ کی کمی نہ تھی۔ زہد کی کمی نہ تھی۔
کسی شے کی کمی نہ تھی ـــ فقط ایک یہ نکتہ تھا۔ اس کی نگاہ نبی کی مثلیت پر رہی ـــ وہ برباد ہو گیا۔ شیطان ہو گیا۔
بارگاہ الوہیت سے راندہ گیا ـــ فرشتوں کی نگاہ نبی کی مثلیت پر نہ تھی۔ فضیلت پر تھی ـــ وہ جھک گئے۔

M T W T F S S   Memo No ________
Date / /

تو نوری کا ہو گئے - قرآن مجید گواہ ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا تھا - انی خالق بشرا من صلصال من حماء مسنون
آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت کہ میں ایک پیکر بشری کو بنا رہا ہوں - جیسی مٹی سے جو سیاہ
رنگ کی ہو گی - اور فرشتوں نے بھی دیکھا تھا کہ پیکر بشری تیار ہو رہا ہے - ابلیس نے بھی دیکھا تھا کہ پیکر
بشری تیار ہو رہا ہے - پیکر بشریت دونوں نے دیکھا - فرشتوں نے بھی دیکھا - ابلیس نے بھی دیکھا۔
رب نے ایک بات اور فرمائی - فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی - فقعوا لہ سجدین - کہ پیکر
بشری بنا رہا ہے - مگر جب اسے مکمل کر لو - اس کا تصفیہ ہو جائے - اس کو سارے مراحل
گزار کر مکمل کر لو - اور ونفخت فیہ من روحی - اور اس کے اندر اپنا نور پھونک دوں - اپنا فیضان انڈیل دوں
اس کے اندر رکھ دوں - تب فقعوا لہ سجدین پھر تم سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا - پیکر بشری کا بھی
بیان فرمایا - پھر اس کے اندر اپنا نور پھونک دینا بھی بیان فرمایا - مثلیت بھی آ گئی فضیلت
بھی آ گئی - مثلیت اور فضیلت کا جامع پیکر بنا کر حکم دیا کہ اسجدوا لآدم - آدم کو سجدہ کرو۔
دو ردعمل ہو گئے - فرشتوں نے مثلیت سے نگاہ ہٹا لی - فضیلت پر نگاہ رکھ دی - وہ سجدے
میں گر گئے - شیطان نے فضیلت سے نگاہ ہٹا لی - مثلیت پر نگاہ رکھ دی - فرشتوں کی نگاہ ونفخت فیہ
من روحی پر گئی - اس کے اندر رب نے اپنا نور اپنا فیض پھونک دیا ہے - فرشتے اندر چمکنے والے نور
کو دیکھتے رہے - سجدے میں گر گئے - شیطان اندر کے نور کو دیکھنے کی بجائے باہر کے پیکر بشری کو دیکھتا
رہا - اکڑ گیا - رب نے پوچھا - شیطان میرے حکم کے باوجود تو نے سجدہ کیوں نہ کیا - ابلیس
بولا - لم اکن لاسجد لبشر - اے مولا یہ بشر ہے - میں اس بشر کو سجدہ کیسے کرتا - خلقتنی
من نار وخلقتہ من طین - مجھے تو نے آگ سے بنایا - اسے مٹی سے بنایا - اپنا اور آدم کا تقابل
کرنے لگا - اس کی بشریت بیان کرنے لگا - بشریت حضرت آدم کی اللہ نے بھی بیان کی تھی - انی خالق
بشرا - اللہ پاک نے خود بیان کی تھی - میں پیکر بشری بنا رہا ہوں - اس پیکر کو فرشتوں نے بھی
دیکھا تھا مگر اچھالا نہیں - بشریت کو مانتے تھے - مگر اس کو اچھالتے نہ تھے - اصرار نہیں کیا اچھالا نہیں
شیطان نے دیکھا اچھالنے لگا - یہ بشر ہے اس کو سجدہ کیسے کروں - رب کائنات نے فرمایا - ابلیس
یہ بشریت تو فرشتے بھی دیکھ رہے ہیں تو بھی دیکھ رہا ہے - میں بھی دیکھ رہا ہوں - مگر انہوں نے بشریت
اور مثلیت کو اچھالا نہیں - فضیلت دیکھی سجدے میں گر گئے - وہ میرے مقرب ہو گئے - تو نے مثلیت پر نگاہ

رکھی ۔ تو دفع ہو جا میری بارگاہ سے تو شیطان تک مردود بنا دیا گیا ۔ تو تثلیث پر اصرار کرنے سے
شیطان مردود ہو گیا ۔ اور فضلیت پر اصرار کرنے سے فرشتے مقرب ہو گئے ۔ یہ شیوہ فضلیت
کو نہ دیکھنا ۔ تثلیث کو دیکھنا یہ شیطانیت ہے ۔ قرآن مجید اس پر گواہ ہے ۔ سورۃ نساء میں
فرمایا گیا ۔ اللہ کی اور اس کے رسول کی نسبت کو بیان فرمایا ۔ توجہ طلب بات یہ آیت کریمہ ۔ واذا قیل لھم تعالوا
الی ما انزل اللہ والی الرسول رایت المنافقین یصدون عنک صدودا ۔ جب انہیں کہا جاتا ہے ۔ کہ آؤ
اللہ کے نازل کردہ حکم کی طرف قرآن کی طرف اللہ کے احکام کی طرف ۔ دوسری دعوت دی
جاتی ہے ۔ والی الرسول اور آؤ مصطفیٰ کی طرف جھکو جاؤ خدا کے حکم کے سامنے ۔ اور مصطفیٰ کی دہلیز
کے سامنے ۔ (۴ ـ ۶۱) قرآن کہتا ہے رایت المنافقین یصدون عنک صدودا ۔ آپ دیکھیں
گے کہ ان منافقوں کی پہچان یہ ہے کہ میرے حکم کے سامنے جھکنے سے نہیں کتراتے جب میری بارگاہ
اور میری دہلیز میں سر خم کرنے سے کترا جاتے ہیں ۔ یصدون عنک صدودا ۔ وہ لوگ جو
رب کی بارگاہ میں جھکتے مگر رسول کی بارگاہ کے واسطے کو قابل نہیں ٹھہراتے ۔ ان کا رب کی
بارگاہ میں جھکنا بھی خدا کی بارگاہ میں منافقت شمار ہو گا ۔ دعوت الی اللہ اور دعوت
الی الرسول میں فرق کیا ۔ اس نے نفاق کر لیا ۔ اور جس نے دعوت الی الرسول کو دعوت الی اللہ
جانا ۔ وہ صاحب ایمان ہو گیا ۔ اور اس سے آگے قرآن مجید کی اگلی آیت مفصل فرمایا
وکیف اذا اصابتھم مصیبۃ بما قدمت ایدیھم ـــــ قرآن مجید کہتا ہے پھر ان کا حال
کیا ہو گا ۔ منافقوں کی بات ہو رہی ہے ان کا حال کیا ہو گا ۔ جب ان پر ان کے اپنے کرتوتوں
کی وجہ سے ان پر مصیبت آئے گی ۔ اور شرارتوں اور بد اعمال کی وجہ سے ان پر مصیبت
آئے گی ۔ اور جب مصیبت میں پھنس گئے ۔ جاءوک پہلے کہتے تھے ہم رسول کی بارگاہ میں کیوں
جائیں ۔ رسول کی دہلیز پر کیوں جھکیں رسول کی طرف رجوع کیوں کریں ۔ ہم سیدھا خدا کی طرف
کیوں نہ جائیں ۔ ہم واسطے کو نہیں مانتے ہم اس کو کونے میں سیڑھی پر نہیں چڑھتے ۔
سیدھا چھت پر جاتے ہیں ۔ رسول کا واسطے کو نہیں مانتے سیدھا رب کی بارگاہ کو
مانتے ہیں ۔ ہم رسول کی طرف کیوں جائیں ۔ سیدھا خدا کی طرف جائیں گے ۔ رب نے کہا میرے
رسول کی طرف گئے بغیر میری طرف آنا چاہتے ۔ جو میرے رسول کا بنے بغیر میرا بننا چاہتا ہے ۔

اُسکو بتا دو ہم اُسکو منافق جانتے ہیں ۔ جو مصطفےٰ کا نہیں وہ خُدا کا نہیں ۔ اور فرمایا
جب مصیبت میں پھنس جاتے ہیں ۔ جاؤ ذرا میری دہلیز پہ نہ جھکنے والے جب مصیبت
میں پھنستے ہیں تو میری بارگاہ میں آتے ہیں ۔ دوڑے دوڑے آتے ہیں میری بارگاہ میں
لیکر قسم باللہ قسمیں کھاتے ہوئے آئیں گے ۔
ارشاد ہوا لوگو جب مصیبت میں پھنس کر حبیب کی طرف آنا ہے ۔ یہی سبق ۔
عمر بھر حضرت دیتے رہے سبق ہم
آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے ۔ ☆
کل نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان گیا ۔
اگر کل مصیبت میں پھنس کر میری ادھر آنا ہے ۔ بہتر ہے کہ آج پہلے ہی اس بارگاہ کا اعتراف
کر لیا جائے ۔ اس کا حکم دیا میں ولو انہم اذ ظلموا انفسہم ۔ فرمایا لوگو اگر تم جانوں
پر ظلم کر بیٹھو گناہ کر بیٹھو نافرمانی کر بیٹھو کہ تمہیں خیال آئے کہ رب کو منوانا ہے ۔ اگر
مجھے منانے کا خیال ہے ۔ تو میرے مصطفےٰ کی بارگاہ میں جایا کرو ۔ میرے محبوب کے قدموں میں آ جایا کرو
میری دہلیز پر سر خم تسلیم کر لیں ۔ محبوب کی بارگاہ میں کیا کریں ۔ میرا اللہ سے معافی
مانگیں ۔ باری تعالیٰ اگر یہاں بلا کر ہی معافی دینی ہے آپ سے منگوانی تھی ۔ تو گھر بیٹھے ہی
معافی مانگ لیتے ۔ مجھے یہاں بلایا ۔ میرے حبیب کی خدمت میں آ جاؤ ۔ ادھر جھکا کر کہ
میں کیا مجھ سے معافی مانگو ۔ خود تو فرمایا ہے ۔ اجیب دعوۃ الداع ۔
ہر ایک کی سنتا ہوں ۔ اتنا سفر کیوں کروایا ۔ ادھر کیوں بلایا ہے ۔ فرمایا سفر اس لیے کروایا
تا کہ ان کو سمجھایا ۔ کہ مصطفےٰ کی طرف جانا اور ہے اور خدا کی طرف جانا اور ہے ۔ اسی فرق
کو منانے کے لیے سفر کرایا ہے ۔ کہ سن لو جب تک میرے حبیب کی طرف سفر نہ کرو گے ۔ خدا کی
طرف سفر ہو ہی نہیں سکتا ۔ جب تک حبیب کی طرف رجوع نہ کرو گے ۔ میری طرف رجوع ہو
نہیں سکتا ۔ جب تک میرے محبوب کی غلامی کا پٹہ گلے میں نہ ڈالو گے ۔ میری بارگاہ کی بندگی ہو
نہیں سکتی ۔ جب تک میرے حبیب کے نہ ہو گے ۔ میرے نہیں بن سکتے ۔ باری تعالیٰ آکر بعد
معافی مانگ کر معاف کر دے گا ۔ اب معاف کر دے گا ۔ فرمایا نہیں اب تم چھپا کر جاؤ ۔ نہیں اپنے

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S — Memo No ____ Date / /

حبیب کی بارگاہ میں بلایا تھا تم آ گئے ۔ دہلیز پر جھکانا تھا تم جھک گئے ۔ تمہاری اکڑی ہوئی گردن
کو حبیب کی دہلیز پر جھکانا تھا ختم ہو گئی ۔ اور پھر تم نے آ کے مجھ سے معافی بھی مانگ لی ۔
بس اب چپ کر کے کھڑے ہو جاؤ ۔ اب ایک کام اور رہ گیا ہے وہ مجھے کر لینے دو ۔ باری تعالیٰ
وہ کام کون سا رہ گیا ہے ۔ فرمایا تمہارے کام ہو گئے تم نے یہاں آ کے حاضری بھی دے لی ۔ اور میرے محبوب
کی بارگاہ میں آ کر مجھ سے معافی بھی مانگ لی ۔ اب رک جاؤ فاستغفر لهم الرسول مجھے اپنے
حبیب کا شکوہ ابھی تو تک لینے دو ۔ وہ بھی تمہاری سفارش کرتا ہے یا نہیں کرتا ۔ میرا حبیب
بھی تمہاری شفاعت کرتا ہے یا نہیں کرتا ۔ وہ بھی تمہاری سفارش میں دو بول بولتا ہے یا نہیں ۔
میرے محبوب مجھے دو بول بھی سن لینے دو ۔ فاستغفر لهم الرسول حضور بول پڑے ۔ سفارش
کر دی ۔ عرض کی مولا اب جانے دے ۔ بس ساری معافیاں ہو گئیں ۔ توابا رحیما ۔ مجھے اپنی عزت کی
قسم اگر حبیب تمہاری شفاعت میں دو بول ہی بول دے ۔ تو تمہاری ساری خطائیں معاف کر دوں گا ۔
توبہ قبول ہو گئی ۔ اور خالی توبہ ہی قبول نہیں ہو گی ۔ آئے تھے معافی مانگنے جاؤ گے ۔ رحمت سے جھولیاں بھر کر
توابا رحیما ۔ توبہ بھی قبول ہو گی رحمت کی خیرات بھی ملے گی ۔ اس لیے کہ تم نے میرے محبوب کی عظمت
کے سامنے سر جھکا دیا ۔ تو دوستو ۔ ایمان اور اسلام حضور کے سامنے سر خم تسلیم کرنا ہے ۔
ہمیں عظمت اسلام میں عظمت نبوت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

QARI MUHAMMAD ABBAS
Naqashbandi Chishti
09 OCT 2019
Chak 365/E ... Vehari

Abbas

11—1—2019 جمعۃ المبارک
۵—۵—۱۴۴۰
۴—۴۴—۵۱—PM

ولیوں کی پہچان

فوجداعبیداً ۔۔۔ علماء کہف = محترم المقام مشائخ عظام جملہ علمائے کرام خانوادۂ تصوف
وطریقت کے جملہ خلفاء و صاحبزادگان ۔ مسلک حق اہل سنت و جماعت کے علماء و نمائندگان ۔
اور گداگران حضور داتا گنج بخش ۔ امام الکاملین برہان الواصلین ۔ امام العارفین سیدنا داتا گنج
بخش حضور الہجویری ۔ کے عرس مبارک کی اس تقریب میں ہم سب کو حاضری کی توفیق اور شرف
اللہ رب العزت نے عطا فرمائی ہے ۔ اور یہ ایک نعمت ہے سعادت ہے ۔

چند ضروری باتیں سورۂ کہف کی تلاوت کی گئی آیت کریمہ کے ایک حصے کی روشنی میں ۔ عرض کرنا
چاہتا ہے ۔۔۔ ہماری ایک نسبت ہے ۔ ہمارے عقیدے کا ایک بنیادی عنصر ۔ بنیادی لازمہ بنیادی
رکن ہے ۔ اللہ کی توحید اور نبی کی نبوت و رسالت ان کے حقوق کی ادائیگی کے بعد اہل بیت اطہار
خلفاء راشدین اور صحابہ کرام ان کی عزت و احترام اور پھر اولیائے کرام کے ساتھ نسبت و
عقیدت اور ان ۔۔۔ توسل اور ان ۔۔۔ انتساب نسبت کا تعلق اولیاء کرام کی اوپر کی
چادروں تک پہنچتی جاتی ہیں ۔ اس بارے میں قرآن و حدیث کے کچھ ضروری امور عرض کرنا
چاہتا ہوں ۔ اور اس سے تصوف کی حقیقت بھی واضح ہو جائے گی ۔

میں نے آیت کریمہ کا ایک حصہ تلاوت کیا ۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ سیدنا
موسیٰ علیہ السلام مع واقعہ کی تفصیل میں نہیں جا رہا ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے اذن اجازت امر سے حضرت خضر
علیہ السلام کی ملاقات اور ان کی تلاش میں نکلے ۔ حضرت خضر علیہ السلام یا خضر ۔
دونوں نام ہیں ۔ ان کی تلاش میں نکلے ۔ یہ اللہ کے نبی ہیں ۔ اور سیدنا خضر علیہ السلام
قول مختار اہل علم کی اکثریت کے قول مختار کے مطابق ولی ہیں ۔ اب ایک بات توجہ
طلب ہے ۔ ولی اگر کوئی عمل کرے ۔ تو یاد رکھ لیں ۔ وہ باعث خیر و برکت عمل ثابت ہوتا ہے مگر
وہ شریعت میں حجت نہیں بنتا ۔ شریعت میں حجت نبی کا عمل بنتا ہے ۔ نبی کا عمل
سنت نبوی ہوتا ہے ۔ اور وہ شریعت میں حجت ہوتا ہے ۔ حضرت خضر علیہ السلام
ایک ولی ہیں ۔ اور موسیٰ علیہ السلام ایک جلیل القدر رسول اور نبی ہیں ۔ ایک نبی ولی کی تلاش

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S
Memo No
Date / /

میں نکلا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ولی کی تلاش میں جانا۔ انبیاء کی سنت ہے۔ یہ ایک
شرعی حجت ہے۔ جو قرآن کی نص سے ثابت ہے۔ کہ ولیوں کی تلاش میں جانا نبیوں
کی سنت ہے۔ اب جو شخص اس نکتے کا انکار کرے اسے نہ قرآن کی خبر ہے نہ سنت
کی خبر ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نکلے ہیں۔ اپنے خلیفہ حضرت یوشع بن نون کو ساتھ
لے لیا ہے۔ ایک مچھلی کاٹ کر بھون کر پکا کر راستے میں کھانے کے لئے تیار کر کے رکھ لی
ہے۔ اور چل پڑے اور راستے میں ایک مقام آیا مجمع البحرین۔ جہاں دو دریا آپس میں
ملتے تھے۔ تھوڑی دیر وہاں آرام فرمایا۔ اس کے بعد اٹھے آگے چل دیئے۔ آگے چلے تو آپ کو
طلب ہوئی کھانے کی۔ اس طلب کے پیش نظر آپ نے حکم فرمایا حضرت یوشع بن نون کو
کہ یوشع وہ ہمارا کھانا جو مچھلی پکی تھی وہ لاؤ۔ تاکہ کھا لیں۔ اس وقت حضرت یوشع عرض کرتے
ہیں۔ یہ سب بات قرآن مجید کا متن ہے۔ آیات قرآنی ہے تفسیر نہیں ہے۔ یہ الفاظ ہے
عرض کرتے ہیں۔ یا حضرت۔ اللہ نے مجھے بھلا دیا تھا۔ جس جگہ ہم رکے تھے جس جگہ دو دریا
آپس میں ملے۔ اب جو دو دریا آپس میں ملے۔ وہ دو دریا تو زمین پر تھے۔ مگر عارفانہ۔ صوفیانہ
تفسیر کے مطابق جہاں اللہ کا ولی ملا۔ یہ وہ مقام تھا جہاں دو دریا آپس میں ملے تھے۔
یہ اشارہ اس امر کی طرف تھا۔ کہ ولی وہ ہوتا ہے جہاں دریائے شریعت اور دریائے
طریقت دونوں ملیں۔ تو اس میں سے ولایت نکلتی ہے۔ ایک اشارہ تھا۔ یہ عرفانی
تفسیر کے اصول کے تحت۔ عرض کیا وہاں جب رکے تو مچھلی تو وہاں زندہ ہو کر تلی ہوئی
بھنی ہوئی مچھلی زندہ ہو کر برتن سے نکل کر بھاگ گئی تھی۔ اور سرنگ بنا کر پانی میں چلی
گئی تھی۔ مجھے بتانا یاد نہیں رہا۔ آپ نے جب بات سنی تو وہ جو مقام تھا۔ جہاں مردہ
تلی ہوئی بھنی ہوئی پکی ہوئی۔ مچھلی زندہ ہو کے بھاگ گئی تھی۔ اب تفسیر جو اس مقام پر میں کر رہا
ہوں۔ تو آپ نے جو سنا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنا فتویٰ دیا۔ یہ قول پیغمبر
ہے۔ آپ نے فرمایا یوشع جہاں تلی ہوئی بھنی ہوئی پکی ہوئی مچھلی مردہ تھی نا۔ جو زندہ ہو کے بھاگ
گئی تھی۔ آپ نے فرمایا ذلک ما کنا نبغ فارتدا علی ـــــ بس یہی تو جگہ ہے۔ جس کی تلاش
میں نکلے تھے۔ تو قرآن مجید نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ علامت ولایت یہ ہے کہ جہاں

موت کو حیات مل جائے وہاں ولایت کا قدم ہوتا ہے ۔ یہ قرآن کا عجیب ذکر فرمایا ۔ ذٰلک ما کنا نبغی ـــ میں نے ابتداء میں لفظ بولا تھا ۔ کہ ولی کی تلاش میں نکلنا سنتِ پیغمبر ہے کیا وہ قرآن کی نص سے معلوم ہو گیا فرمایا ۔ یہ وہ جگہ ہے ہم جس کی تلاش میں نکلے تھے ۔ اور تلاش میں نکلے تھے حضرت ۔ ولی العصر کی تلاش میں نکلے تھے ۔ اور فرمایا جہاں مردہ مچھلی کو زندگی مل گئی جہاں موت حیات میں بدل گئی ۔ جہاں مردہ زندہ ہو گیا ۔ وہاں ولی العصر رہتا ہے ۔ اور وہاں پہنچے اور یہ بھی یاد رکھ لیں ۔ نہ حضرت نے نہ کوئی پھونک ماری تھی ـــ نہ دم کیا تھا ۔ نہ مس کیا تھا صرف وہاں رکے تھے تو اس پانی کے جہاں جس پانی سے حضرت علیہ السلام وضو کرتے تھے جس پانی کو مس کرتے تھے ۔ اس پانی کے چھینٹے اس مچھلی پر پڑے تھے ۔ جس فضا میں خضر علیہ السلام سانس لیتے ہیں ۔ وہ ہوا اس مچھلی کو لگی تھی ۔ وہ فضا اور ہوا پانی مچھلی کو لگی ۔ جس سے موت سے مردہ کو زندگی مل گئی ۔ تو قرآن کی نص سے معلوم ہوا ۔ کہ یہ ولی کی کرامت ہے کہ مردوں کو زندہ کرتا ہے ۔ اور اگر بنی اسرائیل کا ولی محض اپنی سانس کی برکت سے موت کو حیات میں بدل دیتا ہے تو امت محمدی کا ولی کا کیا مقام ہو گا ۔

پھر آپ وہاں پہنچے ۔ تو قرآن مجید میں آتا ہے فرمایا ۔ فوجدا عبدا ۔ اس ایک بات پا لیا ۔ جس کی تلاش میں نکلے تھے ۔ ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ خاص تھا ۔ حضرت اس کو پا لیا اور اس بندے کی خصوصیت کیا تھی ۔ ہم نے اسے خاص خزانہ رحمت سے رحمت عطا کی تھی رحمۃ من عندنا ۔ جب فرمایا کہ رحمت ۔ تو رحمت تو اللہ کی ہوتی ہے ۔ یہ جو عندیت ہے ۔ یہ خزانہ خاص رحمت خداوندی ہے کہ اس رحمت کا حصہ دیا تھا ۔ وعلمنٰہ ــ علما ۔ اور اپنے خاص خزانہ سے علم لدنی عطا کیا تھا ۔ تو ولی کو اللہ کے رحمت کے خزانہ سے رحمت خاصہ ملتی ہے ۔ اور اس کے خزانہ خاص سے علم لدنی ملتا ہے ۔ اور اس کی برکت و علامت یہ ہے کہ موت و حیات میں بدلتی ہے ۔ مردہ دل زندہ ہوتے ہیں ۔ اس کی برکت سے ۔ اب یہ جو میں نے عرض کیا ۔ من لدنا علما ۔ اس کی تفسیر اب حدیث پاک کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم ۔ متفق علیہ حدیث ہے ۔ اس مشہور کتاب التفسیر میں آئی ہے ۔ جو آقا علیہ السلام نے زبانی کہی ۔ جس کو امام بخاری

Memo No
Date / /
M T W T F S S
KHURRAM PAPER PRODUCTS

امام مسلم نے متفقاً تخریج کی۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا بیان۔ کہ خضر علیہ السلام نے موسیٰ
علیہ السلام سے کہا۔ علم لدنی لینے آئے تھے۔ انہوں نے کہا تھا۔ انی اعلم من اللہ علماً کا ینبغی
سے کہا اے موسیٰ علیہ السلام مجھ علم وہ ہے جو اللہ نے مجھے عطا کیا ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ علم
آپ بھی لے لیں۔ اور کچھ علم وہ ہے جو اللہ نے آپ کو عطا کیا ہے۔ اور ضروری نہیں کہ وہ علم میں
بھی لے لوں۔ اس حدیث پاک میں آقا علیہ السلام نے اس امر کی تشریح کر دی۔ کہ نبی کو
جو علم بالوحی نصیب ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی علم ہے۔ جو بلاواسطہ جبرائیل عطا ہوتا
ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ خاص سے بلاواسطہ عطا کرتا ہے۔ جو علم اللہ بذریعہ جبرائیل عطا
کرے پیغمبر کو وہ علم وحی ہے۔ جو علم بغیر فرشتے کے براہ راست عطا کرے۔ جو باطن میں ہو وہ
علم لدنی ہے۔ اس کے علاوہ علم لدنی اس علم کے علاوہ ~~اس علم~~ اس کا اپنا وجود ثابت
ہوا۔ کہ اولیاء کو علم لدنی ہوتا ہے۔ انبیاء کے لئے بھی ہوتا ہے اور اولیاء کے لئے بھی ہوتا ہے۔
مگر علم بالوحی کے علاوہ علم لدنی مستقل ایک باب ہے۔ وہ خواہ نبی ہو یا نبی نہ ہو۔ محقق
ولی ہو۔ علم لدنی نبی اور ولی ہر ایک کے لئے عام ہے۔ اولیائے کرام کو اللہ پاک یہ خزانہ عطا کرتا ہے
یہ علم باطن کا خزانہ ہے۔ حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ اور حدیث اپنی سند
میں مرفوع ہے۔ مرفوعاً حضور علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میں
نے جبرائیل سے پوچھا۔ کہ اے جبرائیل علم باطن کیا ہے۔ جبرائیل امین نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ
رب العزت نے یہ مجھے بتایا ہے۔ علم باطن ایک راز ہے۔ جو میرے اور میرے دوستوں کے درمیان ہوتا ہے۔
اس راز پر کسی غیر کی رسائی نہیں ہوتی۔ حدیث پاک ہے۔ جس سے تصوف نکلا۔ آقا علیہ
السلام نے فرمایا۔ اور یہ حدیث حضرت حسن بصری نے مرفوعاً بیان کی اور دوسری حدیث دارمی میں
حضرت انس بن مالک سے مرفوعاً روایت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ علم دو قسموں کا ہوتا ہے۔
ایک علم وہ ہے جو زبان سے جاری ہوتا ہے۔ وہ ہے علم شریعت ہے۔ یعنی ابن آدم پر حجت ہے۔
وہاں سے واجب فرائض سنتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اور جو علم دل سے اجراء ہوتا ہے۔ وہ علم
جو اس کو سالم لئے ہوتا ہے وہ حقیقت میں علم نافع ہے۔ اگر علم سے کسی کو نفع نصیب ہوتا ہے
وہ علم باطن قلب سے نصیب ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے روایت کیا۔ انہوں

نے فرمایا۔ کہ قرآن مجید کو اللہ نے سات قراءتوں میں نازل فرمایا۔ ہر ہر حرف کا ایک ظاہر ہے۔ اور ایک باطن ہے۔ کسی کو ظاہر ملا کسی کو باطن ملا۔ مگر سیدنا علی ابن ابی طالب کو کائنات کے حضور نے باب مدینۃ العلم بنایا۔ ان کی جھولی میں حضور نے سارا باطن اور سارا ظاہر بھی ڈال دیا — اور ان سے باب ولایت کو کھولا — اور وہاں سے طرق سلاسل جاری کیے۔ یہ جو علم لدنی ہے جو علم باطن جس کے حامل وارث اولیاء ہوتے ہیں۔ جو علم ظاہر جو علم الوحی تھا۔ وہ تاجدار کائنات کی رحلت ﷺ کے بعد اس کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ختم نبوت کے بعد باب نبوت و رسالت بند ہو گیا۔ قیامت تک علم ظاہر علم الوحی وہ ہے جو تاجدار کائنات نے امت کو دیا۔ اور اس علم الوحی کا فیض اللہ نے امت کے اولیاء کی طرف منتقل کر دیا۔ چونکہ علم الوحی کا فیض جو علم الباطن ہے۔ جو ظاہر ہے۔ علماء مفسرین۔ مجتہدین۔ اساتذہ۔ متکلمین۔ قرآن یہ مصطفےٰ کے علم ظاہر کے حامل رہے۔ جس کو قرآن نے کہا یتلوا علیکم آیاتہ۔ کچھ تلاوت آیات کے وارث بنے۔ کچھ ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ کچھ تعلیم حکمت کے وارث بنے۔ کچھ نور و اسرار کے وارث بنے۔ مگر یہ سارا وراثت کے بعد فرمایا ویزکیھم۔ فرمایا یہ رسول تمہارے میلے کچیلے باطن کو نگاہ سے تزکیہ فرما دیتا ہے۔ تمہارے من میں فیض منتقل کر دیتا ہے۔ تمہارے باطن کی تاریکی نگاہ مصطفےٰ سے نور میں بدل جاتی ہے جو مصطفےٰ کی مجلس میں بیٹھتا ہے۔ وہ نگاہ کے فیض سے نور ہو جاتا ہے۔ جو مصطفےٰ کی نگاہ کا فیض پاتا ہے۔ اس کا ظاہر و باطن منور ہو جاتا ہے۔ جس کی راتیں مصطفےٰ کی مجلس میں پڑی رہیں تو رات کے اندھیروں میں وہ راتیں چمکنے لگتی ہے۔

اس علم ظاہر کے ساتھ جو پوشیدہ علم باطن ہے۔ اس کے حامل و وارث تلاوت قرآن کے وارث حفاظ بنے قراء بنے — تعلیم کتاب کے وارث علماء بنے۔ حکماء بنے مفسرین بنے — (۲۱—۳۷) مجتہدین بنے۔ آئمہ بنے اعلام بنے۔ تعلیم حکمت کے وارث حکماء بنے فقہاء بنے مگر تزکیۂ نفس و علم سالم تکوین العلوی کے باطن کے وارث حضور داتا گنج بخش کا طبقہ بنا۔ یہ سلک علم مشرہ لعنت کو مانیں علم ظاہر کو مانے۔ اور علم تصوف کی نفی کر دی۔ اس نے تصوف کی اہل سنت کی اولیاء کی علماء کی صوفیاء کی نفی ناشکری کی۔ اس نے قرآن کی نفی کی ہے۔ اس نے علوم محمدی کی نفی کی ہے۔ اور اس نے ~~[illegible]~~ پیغمبرانہ کی نفی کی ہے۔ و تزکیہ اس کا حصہ تھا۔ مگر کوئی دشمنی۔ طریقہ ~~[illegible]~~۔

حضرت بہلول رحم

طریق تصوف علماء بڑے ہوئے مگر اس طریق زہد۔ طریق تصوف طریق سلوک طریق احسان
کی وادیاں عبور کئے بغیر کوئی امام نہیں بنا۔ سب اماموں کے امام۔ جن کے در سے ہر ایک
کو امامت ملی۔ اور جن کے علم کے فیض سے مذاہب نکلے۔ وہ امام اعظم سیدنا امام ابوحنیفہ
ہیں۔ وہ حضور داتا گنج بخش کے بھی امام ہیں۔ پوری امت کے امام ہیں۔ اس علم تصوف اور علم
باطن کی بات کر رہا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں۔ وہ شیخ طریقت بھی تھے۔ امام اعظم ابوحنیفہ
پہلے مرید ہوئے پھر مراد اور شیخ ہوئے۔ اور جس طرح امت کے امام علم تھے۔ اسی طرح
امام طریقت و معرفت بھی تھے۔ آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ کے اساتذہ میں چار
ہزار اساتذہ اور شیوخ ہیں جن سے آپ نے پڑھا۔ ان ہزاروں اساتذہ میں ایک
استاذ بہلول مجذوب بھی ہیں۔ آپ ان کی سیرت کی کتابوں کو دیکھیں۔ حضرت
بہلول مجذوب بھی امام اعظم کے اساتذہ میں ہیں۔ باقی جس سے بھی پڑھا آپ نے
حدیث پڑھی۔ علم ظاہر پڑھا۔ سب کچھ پڑھا۔ مگر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ بہلول مجذوب
سے کیا جا کے پڑھتے تھے۔ ان سے اسانید پڑھتے تھے۔ ان سے علم تفقہ پڑھتے
تھے۔ ان سے علم الاحکام پڑھتے تھے۔ وہ بہلول مجذوب جو دریائے دجلہ کے کنارے
مکان بناتا تھا۔ اور وہ تو فقہی کتابیں پڑھا نہیں سکتا۔ امام جعفر صادق کے بھی شاگرد
ہیں امام۔ سیدنا امام الباقر کے بھی شاگرد ہیں۔ سیدنا امام حسن مثنیٰ کے شاگرد ہیں۔
امام زید بن علی کے شاگرد ہیں۔ جو کل اہلبیت کا خزانہ امام اعظم کے پاس ہے۔ میں جو
نکتہ سمجھانا چاہتا ہوں وہ ایک مجذوب کے بھی شاگرد ہیں۔ یہ وہ مجذوب ہے جو دریائے
دجلہ کے کنارے مٹی کے گھر بناتے تھے۔ ہارون الرشید کی بیوی نے پوچھا کہ کتنے میں دو گے فرمایا
دس درہم ہیں۔ دس درہم لے کے مکان گرا دیا۔ جا تو جنت میں مکان الاٹ ہو گیا۔ ہارون
الرشید نے مذاق اڑایا ہوگا۔ کہ اس طرح مکان ملتے ہیں جنت میں کہا ایسے بات کی۔ کہ
کسی غریب کو دیئے ہوں گے۔ اس نے کہا کہ چلو میرے کام پیسے تھے۔ رات کو جا کے دیکھا اس
نے خواب میں کہ جنت میں محل ہے۔ اندر داخل ہونے لگا ہارون الرشید تو فرشتوں نے پکڑ
لیا۔ اور کہنے لگے کہاں؟ یہ میری بیوی کا گھر ہے۔ زبیدہ خاتون کا۔ کہا اندر جا رہا ہوں۔ انہوں نے

یہ پاکستان نہیں ہے یہ جنت ہے۔ جس کا گند ہے وہ گھر جائے گا۔ جب کھینچا رستوں سے تو آنکھ کھل
گئی۔ بیوی کو اکثر بابا کا مذاق کرتا تھا۔ آج اسی بابا کے پاس پھر سے چلو۔ بہلول مجذوب کے پاس آئے۔
ہارون الرشید نے کہا بابا بہلول مکان بیچتے ہو کہا بیچتا ہوں۔ کتنے کا فرمایا دس ہزار دینار کا۔ کہنے لگے
اتنی مہنگائی۔ کل تو دس درہم کا بیچتا تھا۔ آج دس ہزار دینار۔ حضرت بہلول نے فرمایا۔ کل کے گاہک
بن دیکھے لے گئے ہیں۔ آپ تو رات دیکھ کے آئے ہیں سودا ـــ ارے یہ بہلول مجذوب جس کا سودا
دیکھنے دکھانے کا ہے۔ امام اعظم نے علم باطن بہلول مجذوب سے پڑھے۔ بہلول مجذوب سے سند
عشق ملی۔ طریقت ملی۔ سند معرفت ملی ـــ انہوں نے مرید کو مراد بنا دیا۔ پھر یہ امام اعظم۔ شیخ
ابوالقاسم قشیری۔ رسالہ قشیریہ میں لکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے علم طریقت آپ کی سند
طریقت بیان کی ہے رسالہ قشیریہ۔ اور حضرت جنید بغدادی سند یا داؤد طائی۔ نے علم طریقت
امام ابو حنیفہ سے حاصل کی ـــ (۷۰ ـ ۲۷) انہوں نے علم اور طریقہ بھی امام اعظم ابو حنیفہ سے
لی۔ تو آئمہ تصوف نے بھی اپنی طریقت کی سند بھی امام اعظم تک پہنچائی ہے۔ آگے آ جائیے۔
ملا علی قاری بیان کرتے ہیں۔ کہ امام مالک نے فرمایا۔ اب دوسرا امام۔ جس فقہ شریعت
کا علم حاصل کیا۔ مگر تصوف کا علم حاصل نہ کیا۔ وہ زندیق ہو گیا۔ وہ فاسق ہو گیا۔ اور جس نے تصوف
کا علم سیکھا۔ اور شریعت سے بے بہرہ رہا۔ وہ زندیق ہو گیا۔ امام مالک فرماتے ہیں حق اس کو ملا جس
نے جھولی میں شریعت میں بھی فقہ بھی اور علم معرفت دونوں کو جمع کر لیا۔ آگے چلئے۔
امام اجلونی۔ کشف الشفاء میں سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ کہ امام شافعی
نے فرمایا۔ تیسرے امام۔ فرمایا۔ میں تمہاری دنیا کی تین چیزوں کے ساتھ محبت کرتا ہوں۔ لوگوں کے
ساتھ لطف [illegible] کے ساتھ معاملہ کرنا۔ حسن خلق کے ساتھ معاملہ کرنا۔ لوگوں کے ساتھ نرمی
اور مبادی احسان کے ساتھ معاملہ کرنا۔ اور تیسرا یہ ہے کہ اہل تصوف کے طریقے کی اقتداء کرنا۔
امام شافعی نے اہل تصوف کے طریق کی پیروی کرنے کو دنیا کی تین محبوب ترین چیزوں میں شمار
کیا۔ (۱۵ ـ ۲۹) چوتھے امام احمد بن حنبل رض محدث حنبلی فرماتے ہیں۔ امام حنبل نے فرمایا۔ میں
نے تصوف والے صوفیاء سے بہتر دنیا میں کوئی طبقہ نہیں دیکھا۔ اتنا اعلیٰ ارفع طبقہ صوفیاء
کا دیکھا ہے۔ امام احمد بن حنبل سے مجلس میں کسی نے کہا۔ حضرت آپ نے کہا کہ یہ افضل اقوام

KHURRAM PAPER PRODUCTS

ہیں۔ یہ سماع کرتے ہیں اور رقص کرتے ہیں۔ تو پتہ چلا کہ صوفیا کا وجد اس وقت سے ہے۔ آج کی
بات نہیں ہے۔ تو پھر کیسے افضل ہو گئے۔ تو وہاں جائیں امام احمد بن حنبلؒ کے جواب پر انہوں
نے فرمایا۔ وہ وجد کرتے ہیں رقص کرتے ہیں۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں فرمایا اُن کو چھوڑ دو ان کے حال پر
وہ اپنے مولا کی معیت میں خوشی مناتے ہیں۔ فرمایا وہ ایک لمحہ ان کے معبود حقیقی کے ساتھ ہوتا
ہے۔ تو سماع ان کے قلب و باطن میں اپنی تاثیر کے ساتھ اترتا ہے۔ اس وقت وہ واردات
میں ہوتے ہیں۔ اس وقت وہ مشاہدات میں ہوتے ہیں۔ ان کا جسم فرش پر ہوتا ہے۔
ان کی روح عرش پر ہوتی ہے۔ وہ اپنی آنکھوں سے اللہ کے انوار و تجلیات کے سمندروں
میں غوطہ زن ہوتے ہیں۔ حجابات اُن کے اٹھا جاتے ہیں۔ اس وقت وہ حالت محو میں ہوتے
ہیں۔ وہ تجلی ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے۔ تو اس وقت اپنی اس دنیا سے
نکل کر وجد کرتے ہیں رقص کرتے ہیں۔ فرمایا اس لمحہ ان کو یار کے ملاقات کی خوشی کر لینے
دو۔ (۲۵۱-۲۳۱) ضمناً بات آ گئی علماء کرام بیٹھے ہیں اہل علم ہیں۔ ان کے کام نکتہ آ جائے
گا عرض کر دوں۔ یہ تصوف کے سب طرق ہیں۔ کسی میں سماع بھی ہے کسی میں وجد بھی ہے۔
کسی میں نہیں ہے۔ تو ذکر میں بھی وجد ہے۔ یہ جو فرمایا۔ الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی
جنوبھم۔ کہ مولا کے بندے وہ ہیں جو ذکر کرتے ہیں حالت قیام میں بھی۔ کھڑے ہو کر بھی۔ بیٹھ کر
بھی ذکر کرتے ہیں۔ اور اپنے پہلوؤں پر بھی ذکر کرتے ہیں۔ کبھی ذکر میں کھڑے ہوتے ہیں کبھی ذکر میں بیٹھتے
ہیں کبھی پہلوؤں کے بل لوٹتے ہیں۔ ہر ہر پہلو میں خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ اس لئے جو لوگ اللہ کے ذکر
میں پاتے ہیں۔ ذکر کا معنیٰ ہے پالینا۔ داتا صاحب کا عرس حضور کے میلاد کو ڈنکا بجاتا
ہے۔ نقارہ بجاتا ہے۔ کہتے ہیں عاشقو میری شادی کا دن ہے۔ اور میرے مصطفیٰ کی ولادت
کا دن آ رہا ہے۔ اس میلاد مصطفیٰ کے لئے۔ امام ابن کثیر کا حوالہ دے رہا ہوں۔ اہل علم کے کام آنے والی
چیز ہے۔ اور امام ابن کثیر جو آپ کے اور ہمارے طبقے کے امام المفسرین نہیں ہوتے۔ ہاں ہم میں سے
یہ تو لوگ پڑھے بغیر فتوے لگاتے رہتے ہیں۔ جو نہیں پڑھتے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے ہیں۔ دل سے
سمجھ رکھا ہے نام سے ہیں۔ امام ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ثانی جلد میں لکھا ہے کہ سلطان صلاح
الدین ایوبی۔ اس کے بہنوئی۔ وہ جو ہیرو ہیں۔ بیت المقدس کی صلیبی جنگوں کے اور جنگ

M T W T F S S

Memo No ______

Date / /

کے نام پر امت مسلمہ فخر کرتی ہے۔ اس خاندان کا طریقہ حضور کے میلاد منانے کا۔ سلطان کے بہنوئی سعید المظفر۔ وہ میلاد مناتے تھے۔ تو پانچ ہزار بکرے کرتے۔ دس ہزار مرغیاں کرتے۔ ہزاروں لاکھوں وہاں آتے۔ امام ابن کثیر نے لکھا ہے۔ کہ وہ حضور کے میلاد کے دن اتنی خوشی مناتا۔ لاکھوں لوگ علماء صوفیا آتے۔ حضور کے میلاد کی تقریبات میں ایک تقریب محفل سماع بھی ہوتی تھی۔ ظہر سے فجر تک۔ عشاروں کا وقفہ کے ساتھ وہاں سماع ہوتا۔ اور بادشاہ خود صوفیا کے ساتھ وجد اور رقص بھی کرتا تھا۔

یہ تصوف یہ ولایت علم باطن کا۔ یہ آگے جا کے اپنے کمال کو پہنچتا ہے۔ یہ علم باطن۔ ظاہر کا تقاضا ذات کی نفی نہیں ہے۔ اور علم تصوف اور علم باطن۔ اس کا تقاضا ذات کی نفی ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ متفق علیہ حدیث بخاری و مسلم کی۔ جبرائیل امین نے آکے عرض کی سوالات پوچھے۔ تیسرا سوال احسان کا کیا۔ فرمایا احسان یہ ہے۔ کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے۔ گویا تو اس کے جلوے کو تک رہا ہے۔ ایمان کا مضمون بیان ہو چکا تھا۔ اسلام کا بیان ہو چکا تھا۔ ایمان کے عقائد نکلے۔ اس سے علم کلام نکلا۔ علماء کا متکلمین کا۔ اور صاحبان عقیدہ کا موضوع حل ہو گیا۔ پھر پوچھا ما الاسلام۔ حضور نے اعمال احکام اسلام بیان کیے۔ اس سے احکام نکلے فقہ نکلی۔ تو احکام شریعت فقہ اس کا مضمون اسلام کے تحت بیان ہو گیا۔ عقائد اسلامیہ کا مضمون ایمان کے تحت بیان ہو گیا۔ اگر عقائد اور اعمال ان مضامین کے مکمل ہونے تک دین مکمل ہو جاتا تو جبرائیل امین تیسرا سوال نہ کرتے۔ عقائد بھی ہو گئے اعمال بھی ہو گئے۔ تو حضور فرما دیتے باقی کیا رہ گیا ہے دین مکمل ہو گیا۔ تو پوچھا حضور تیسری چیز ہے احسان۔ وہ کیا ہے فرمایا۔

ایمان عقیدہ جو دل کی تصدیق کے ساتھ زبان کا اقرار ہے۔ ان ساری حقیقتوں کا۔ اسلام ان حقیقتوں کا عملی جامہ پہنا کر اپنی زندگی کو دین پر ڈھال لینے کا نام ہے۔ اور احسان فرمایا نہ احسان عقیدہ ہے نہ عمل۔ احسان قلب باطن میں وارد ہونے والی کیفیتوں کا نام ہے۔ اور تصور اس کی تکمیل کا نام ہے۔ جو تصور شیخ کرتے ہیں پوچھتے ہیں۔ کہ تصور کہاں سے نکل آیا۔ تصور متفق علیہ حدیث سے نکل آیا۔ فرمایا اللہ کی عبادت یوں کرو۔ تمہارا تصور یہ ہو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر گویا نہ فرماتے۔ گویا کہ کر فرما دیا کہ تم تصور کرو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ تو تصوف کا سارا سبق تصور سے شروع ہوتا ہے۔ فیصلہ ایک تفسیر جو عالمانہ ہے۔ اور ایک تفسیر عارفانہ ہے۔

اور عارفانہ تفسیر بھی امام قسطلانی۔ اور امام عسقلانی جیسے محدثین نے روایت کی ہے۔ یہ ہاتھ میں ہے
کہ ہم نے پکڑ لی ہے۔ آئمہ حدیث نے بیان کی ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے۔ اس طرح عبادت کرو
کہ گویا اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ اگر فان لم تکن۔ اگر تم اللہ کو نہ دیکھ سکو۔ تو یوں خیال کرو کہ وہ تمہیں
دیکھ رہا ہے۔ یہ تو علمی تفسیر ہے۔ اب ایک عارفانہ تفسیر ہے صوفیا کی۔ وہ امام عسقلانی
بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں اس میں جو کان آیا ہے۔ کان یکون۔ یہ تامہ بھی ہوتا ہے ناقصہ بھی
ہوتا ہے۔ اگر یہ ناقصہ ہو تو پھر تو مکمل ہوتا ہے جملہ جا کر فان لم تکن تراہ پر۔ کہ تم اگر اسے نہ دیکھ
سکو۔ فانہ یراک۔ تب سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ معنیٰ لیں تو یہ کان تامہ نہیں ناقصہ
ہے۔ کان یکون کا معنیٰ یہ ہے کہ تم اگر اسے نہ دیکھ سکو۔ امام عسقلانی فرماتے ہیں مکمل شارح بخاری۔
کہ کان کاملہ تامہ بھی ہوتا ہے۔ اگر کان کو کاملہ لے لیں تامہ لے لیں۔ ناقصہ نہ لیں۔ تو فان لم تکن۔
پر جملہ مکمل ہو جاتا ہے۔ جب صوفیاء کی بات ہوتی ہے، وہ ناقص کو کامل بنانے والے ہیں۔
یہ تو ناقص کو تمام بناتے ہیں۔ جب کاملوں کا ترجمہ کرتے ہیں تو یہ ہے اگر اللہ کو نہ دیکھ سکو۔
فرمایا۔ کس طرح دیکھو گے فرمایا فان لم تکن۔ اگر خود ظاہر ہو گے تو وہ دکھائی نہ دے گا۔ اگر خود نہ رہو
تو اللہ کو دیکھ لو گے۔ جب اپنی ذات کی نفی کرتے ہیں اور خودی کو مٹاتے ہیں۔ تو وادی بقا
میں داخل ہوتے ہی حجابات اٹھتے ہیں۔ جو خود نہیں رہتا صوفی اور وہ بندے کی نفی کرواتے ہیں۔
یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ عمر فاروق سے مروی ہے۔ یہی حدیث حضرت انس بن مالک
سے۔ سرور کائنات نے فرمایا کہ دنیا میں عمل یوں کر گویا کہ اسے دیکھ رہا ہے۔ تیسری سند حضرت
ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ۔ اس سے مروی ایک اور حدیث ہے۔ ہر وقت اس کی خشیت پیدا کر وہ اللہ
تجھے دیکھ رہا ہے۔ اور زید بن ارقم نے فرمایا۔ تو سراپا ایسا ہو جا۔ کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے۔
یہ صوفیا اولیاء یہ ان کا سراپا ظاہر و باطن کا ایسا ہو جاتا ہے۔ ان کا ظاہر و باطن۔ اٹھنا بیٹھنا کلام
ہر لمحہ ہر ساعت ایسے ہو جاتے ہیں کہ یہ اپنے مولا کو تک رہے ہیں۔ اس کی نگاہ میں ہے۔ جب اپنے
آپ کی نفی کر دیتے ہیں۔ تو پھر اس کی نگاہ میں رہتے ہیں۔ یہ فناء کی وادیوں سے گزر کر
بقا کی وادیوں میں جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ان سے کسی مرید نے
پوچھا حضور فناء اور بقاء کیا ہے۔ فرمایا کہ جو میرا جنازہ پڑھانے آئے گا۔ اس سے پوچھ لینا۔

(۴۳ ۔ ۴۶)

جب آپ کے جنازے کا وقت آیا۔ آپ نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ وہ پڑھائے جس کی عمر بھر
کی تہجد کی ایک نماز بھی قضا نہ ہوئی ہے۔ سب نگاہیں سر جھکائے کھڑے تھے۔ کسی کو جرأت نہیں ہو رہی
تھی مصلے پر آئے۔ ایک نقاب پوش اہل اللہ آگے بڑھے۔ نماز کھڑے ہو کر پڑھائی۔ رخصت
ہونے لگے۔ دامن سے لپٹ گئے تاکہ کہنے لگا حضرت میرے شیخ نے فرمایا تھا۔ کہ جو میرا جنازہ پڑھائے
اس سے فنا و بقا کا مسئلہ پوچھ لینا۔ پر تو بتا جائیں کہ فنا و بقا کیا ہے۔ آپ نے چہرے
سے نقاب اتارا۔ جب دیکھا تو باقی باللہ خود تھے۔ فرمایا جس کا جنازہ پڑھا ہے وہ فنا
ہے۔ جو پڑھا کے جا رہا ہے وہ بقا ہے۔

جب انسان اپنی ذات کی نفی کرتا ہے۔ تو جو فنا ہونے والا تھا۔ اس کی تو نفی ہو گئی
اب جو بچا وہی باقی ہے۔ تو ساری مخلوق اس کی تابع ہو جاتی ہے جیسے بیڑہ فانی
نہیں رہتا —— داتا صاحب کو ۹۰۰ سو سال گزر گئے۔ بڑے لوگ مرے۔ اور ان وفات
پانے والوں کو مرحوم کہنے والو —— جو مرتا ہے مردہ ہو جاتا ہے۔ مگر ۹۰۰ سو سال سے ہزارہ
زندہ ہو گئے —— ہزاروں ہوئیں ان کی حیات کے قدموں میں قربان ہو گئیں۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں
نے زندگی میں انا کو فنا کر دیا تھا۔ حضور داتا علی ہجویری کشف المحجوب میں فرماتے ہیں۔
حضرت شیخ ابو بکر اہیم کا واقعہ ہے۔ شیخ ابو اسحاق ابراہیم روایت کرتے ہیں۔ کہ
میں اپنے اوائل احوال میں۔ روحانی ترقی کے شروع شروع کے زمانے میں حضرت شیخ
المسلم مغربی کی زیارت کو گیا۔ مغرب میں۔ فرماتے ہیں جب آگے داخل ہوا۔
آپ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ نے الحمد شریف شروع کی تھی۔ فرماتے ہیں جب میں نے
سنا۔ قرأت کو لہجے کو تجوید کو۔ مخارج کو تو میں نے دیکھا۔ کہ غلط پڑھ رہے ہیں۔
عربی مخارج کے اعتبار سے۔ تو میری طبیعت تھی۔ کہ لمبا سفر کر کے شدت شوق
سے آیا سفر اور محنت برباد گئی۔ وہاں سے ہٹ گیا۔ فرات کے کنارے گیا صبح کی
نماز پڑھنے کے لیے وضو کرنے کے لیے گیا۔ جب وضو کر کے پلٹا تو شیر سو رہا تھا۔ میں آیا اس کا
جاگ پڑا۔ اتنے میں دوسرا شیر جاگ پڑا۔ دو شیر دھاڑتے ہوئے میرے پیچھے ہو لیے۔ دوڑ
کے میں شیخ ابو مسلم مغربی کے حجرے کے سامنے آ کے پناہ لی۔ شیر ان کا شور سن کر۔

M | T | W | T | F | S | S

Memo No
Date / /

اور میری آہ وزاری سن کے باہر نکلے۔ جب دیکھا کہ شیر منہ پھاڑے کھڑے ہیں۔ آپ مسکرا پڑے آگے بڑھے شیروں نے جو آپ کو دیکھا تو سر جھکا کے کھڑے ہو گئے۔ اور آپ آگے بڑھے اور دونوں شیروں کے کانوں سے پکڑ لیا۔ کان مروڑ کر ایک تھپڑ مارا اور کہا اللہ کے کتو میں نے کہا نہیں کہ میرے مہمانوں کو تنگ نہ کیا کرو۔ تو شیر سر نیچے کر کے دم دبا کے بھاگ گئے۔

تو میں نے پوچھا حضرت یہ کیا ماجرا ہے۔ فرمایا تم مخلوق کے لئے عمر بھر اپنا ظاہر بناتے رہتے ہو۔ اس لئے مخلوق سے ڈرتے ہو۔ ظاہر بناؤ سنگار کرتے ہو۔ اس لئے خلق سے ڈرتے ہو۔ اور ہم نے خالق کے لئے اپنا باطن سنوار لیا ہے ظاہر کو فنا کر دیا ہے۔ اس لئے مخلوق ہم سے ڈرتی ہے۔ سیارا تابع ہو جاتی ہے۔ اس لئے جنہوں نے اس وادی میں سفر نہیں کیا۔ ان کو پتہ نہیں ہے کہ ہم اس کیوں ہیں۔ یہ ہم میں اللہ والوں کا ذکر ہے۔ یہ ذکر کو اس لئے ختم نہیں کر سکتے۔ کہ حضور داتا گنج بخش کا ذکر اللہ کی عزت کی قسم یہ ولیوں کا ذکر نہیں یہ خود خدا کا ذکر ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل میں حدیث ہے کہ امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں روایت کی۔ مسند البزار نے روایت کی۔ امام بیہقی نے روایت کی مجمع الزوائد نے تمام آئمہ محدثین نے روایت کی۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ ان اولیائی من عبادی۔ واحبائی من خلقی۔ الذین یذکرون بذکری۔ واذکر بذکرھم۔ فرمایا۔ میرے بندوں میں میرے اولیاء ہوتے ہیں۔ اور میری مخلوق میں میرے محبوب ہوتے ہیں۔ میرے محبوبوں اور ولیوں کی پہچان یہ ہے۔ اگر میرا ذکر کیا جائے تو ان کا ذکر ہو جاتا ہے اور اگر ان کا ذکر کیا جائے۔ تو میرا ذکر ہو جاتا ہے۔ تو خدا کا ذکر ان کی یاد دلاتا ہے۔ اور ان کا ذکر خدا تک پہنچاتا ہے۔ اس لئے ولیوں کے عرس۔ داتا داتا۔ غوث غوث کے نعرے لگانے والو۔ یہ بندوں کا ذکر نہیں ہے۔ ان کا ذکر ہے تو خود خدا کا ذکر ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں اس پر قائم و دائم رکھے۔

19—1—2019
۱۳—۵—۱۴۴۰—۴—۲۔ PM

QARI MUHAMMAD ABBAS
Naqashbandi Chish... Suharverdi
Chak 365... District Vehari

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی منانا

ورفعنا لک ذکرک = حضور علیہ السلام کی ولادت کا دن امت مسلمہ کے لیے عید کا دن ہے۔ عید کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہوتی ہے عید شرعی۔ وہ عید واجب ہوتی ہے۔ اور دوسری قسم ہے عید فرحت۔ عید مسرت اور عید تشکر۔ یہ مستحب اور مستحسن ہوتی ہیں۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ میلاد النبی کا دن اسے عید کہنا یا عید سمجھنا۔ اس لیے درست نہیں۔ کہ اسلام میں صرف عیدیں دو ہیں۔ اور وہ ہیں عید الفطر۔ عید الاضحیٰ۔ ان دو عیدوں کے ہوتے ہوئے ~~بعض اصحاب کسی~~ تیسری عید کو عید کہنا بھی جائز نہیں ہے۔ اور گفتگو کی ابتداء اس نکتے سے کرتا ہوں۔ سنن ابی داؤد میں حدیث ہے۔ سنن نسائی میں ہے۔ سنن ابن ماجہ میں حدیث ہے۔ صحاح ستہ میں حدیث صحیح ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حدیث کے راوی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ جمعہ کا دن عید ہے۔ اللہ نے اسے مسلمانوں کے لیے عید مقرر کیا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ صرف دو عیدیں ہونے کا تصور کہاں گیا۔ آقا علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جمعہ کا دن بھی ہماری عید ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ دو عیدوں کے علاوہ بھی اسلام میں عید کا تصور ہے۔ وہ دو عیدیں واجب ہیں۔ وہ عیدیں احکام اور مناسک کی ہیں۔ اور یہ عید تعلق و محبت کی عید ہے۔ یہ فرحت اور مسرت کی عید ہے۔ اس لیے میں نے اس کو عید فرحت و مسرت اور تشکر کا نام دیا ہے۔ اور وہ دو عیدیں عید شرعی ہیں واجب ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آقا علیہ السلام نے یوم جمعہ۔ تو یہ ہماری عید کا دن ہے۔ کیوں فرمایا۔ اس کا جواب بھی حدیث پاک میں ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ بھی ابو داؤد سنن میں صحاح ستہ کی حدیث ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ جمعہ تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ سب دنوں سے افضل کیسے ہو گیا۔ اس لیے کہ اس دن آدم کی ولادت ہوئی تھی۔ آپ کے ماں باپ تو نہیں تھے آپ کی پہلی تخلیق عمل میں آئی تھی۔ یہ بات حدیث پاک سے طے ہے۔ تو دوستو۔ جو دن سیدنا آدم کی پیدائش کا ہو۔ وہ ہو جائے یوم عید اور افضل دن۔ اور جو دن ولادت مصطفیٰ کا ہو۔ اس پہ تو جمعہ قربان

ہو جائیں ۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش جسم کو علیحدہ بنا دیا ۔ حضرت آدم اور حضور کا آپس میں تعلق
ہے ۔ سیدنا فاروق اعظم نے اور سیدنا عبداللہ بن عباس نے روایت کیا ہے ۔ تعلق اور نسبت دیکھئے ۔
آدم علیہ السلام جب جنت سے زمین پر اتار دیئے گئے ۔ تو طویل مدت تک آپ گریہ و بکا میں
رہے روتے میں رہے ۔ اور پھر آپ نے ایک روز اللہ کی بارگاہ میں دعا کی اور توبہ کی ۔ اور جب توبہ
کے لئے ہاتھ اٹھائے تو عرض کیا ۔ اللھم اغفرلی وتقبل توبتی بحق محمد نبی آخر الزمانی ۔ اے اللہ مجھے
معاف کر دے ۔ اور میری توبہ قبول کر دے ۔ محمد مصطفی جیسے آخری نبی تشریف لانے والے ہیں اس
کے صدقے اور وسیلے سے معاف کر دے ۔ جب یہ دعا کی ۔ یہ حدیث بیہقی میں ہے کہ تو اللہ
تعالی نے فرمایا اسے آدم تو یہ توبہ قبول کر لوں گا معاف بھی کر دوں گا ۔ مگر یہ بتا کہ تجھے اس محمد کی خبر
کیسے ہوئی ہے ۔ تو آدم علیہ السلام نے عرض کیا باری تعالی ۔ جب تو نے مجھے پیدا کیا ۔ اور جنت میں
رکھا ۔ اور میں نے اپنا سر اٹھا کر جنت کو دیکھا ۔ تو میں نے عرش کے ہر پائے پر ۔ اور جنت
کے ہر درخت کے پتے پر ۔ اور محلات جنت کے ہر دروازے پر ۔ یہ لکھا دیکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
میں اس دن سمجھ گیا تھا ۔ کہ یہ کوئی خدا کا بڑا ہی محبوب ہے ۔ کہ جنت کے ایک ایک شے پر
جس کا نام اس نے اپنے نام کے ساتھ جوڑ کر لکھ دیا ہے ۔ تو میں نے اس دن جان لیا تھا ۔
اور وہ جاننا میرے کام آ گیا ۔ تو میں نے حضور کا واسطہ دے کر تم سے معافی مانگ لی ۔
تو اللہ تعالی اس سبب سے معافی عطا فرما دی ۔ یہ نسبت تھی ۔ تو بتا رہا ہوں کہ
آدم علیہ السلام کا حضور سے ایک نسبت ہے ۔ اور پھر جب حضرت حوا کی پیدائش
ہوئی تو اللہ رب العزت نے چاہا کہ حضرت آدم و حوا کے درمیان نسبت زوجیت قائم کر دی جائے ۔
حضرت حوا کو حضرت آدم کی بیوی بنا دیا جائے ۔ تو فرمایا کہ منشا ہے کہ آپس میں نکاح کرتے
ہیں ۔ تو آدم علیہ السلام نے عرض کیا باری تعالی ۔ نکاح تو حوا سے میرا ہو جائے گا ۔ تو
مہر کیا ادا کروں ۔ اللہ پاک نے فرمایا تم دونوں مل کر میرے مصطفی پر 20 مرتبہ درود پڑھ لو ۔
حضرت آدم و حوا نے مل کر حضور پر 20 مرتبہ درود پڑھا ۔ اور مہر حضور اور نکاح ہوا ۔
حضور پر اس درود و سلام کے نتیجے میں ۔ وہ ان کی اولاد اور ہم سب پیدا ہوتے پھر رہے ہیں ۔
یہ ساری کائنات حضور کے مہر کی اولاد ہے ۔ سب نبی ولی سب انسان اولاد ہے جس

نکاح کا جو نکاح حضور پر درود سلام سے منعقد ہوا۔ اگر ہم اولاد بھی درود سلام والے نکاح کی ہوتا۔ تو
اس درود سلام سے دوری ہمیں زیب نہیں دیتی ہے۔ ہر آدم علیہ السلام کا آقا علیہ السلام سے
تعلق ہے۔ تو سمجھانا مقصود یہ ہے۔ جن کے توسل سے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ ان کی
پیدائش کا دن افضل الایام اور یوم العید ہو جائے۔ اور جس دن آقا علیہ السلام کی اپنی ولادت
ہو۔ اس دن کی افضلیت کا عالم کیا ہوگا۔

اس لیے کل جمعوں کی اور کل افضل دنوں کی فضیلتیں یوم میلاد النبی کی فضیلت میں جمع ہو جاتی ہیں۔
آپ اس میلاد پاک کی خوشیاں منا رہے ہیں۔ اس میلاد کا جشن منا رہے ہیں۔ چونکہ
جمعہ پیدائش حضرت آدم کا دن ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اس جمعے کے دن مجھ پہ کثرت
سے درود سلام پڑھا کرو۔ پیدائش حضرت آدم کی ہے۔ اور درود سلام مجھ پہ کثرت سے پڑھا کرو۔
اس لیے جب مجھ پہ کثرت سے درود سلام پڑھو گے تو نہ صرف میرا سینہ ٹھنڈا ہوگا بلکہ ٹھنڈک
آدم علیہ السلام تک جائے گی۔ جن کا نکاح درود سلام سے منعقد ہوا تھا۔ جن کا انعقاد زوجیت
اس درود سلام پر منعقد ہوا تھا۔ تو گویا کل نبیوں کے سینے ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ جمعے کے دن حضور
علیہ السلام پر سلام پڑھنے سے ہر جمعہ۔ اب جمعہ کی الگ سے کوئی فضیلت نہ تھی۔
اس کی فضیلت صرف حضرت آدم کی پیدائش سے بنی۔ باقی فضیلتیں اس کے
بعد میں ملائی ہوئیں۔ تو اصل فضیلت تھی خلق آدم۔ دیکھو آدم علیہ السلام کے دن کو
اللہ نے دن ارشاد بنایا ہے۔ جشن منوا رہا ہے۔ اب اس دن اللہ رب العزت ممبر سجا دیتے
ہیں۔ لوگ گھروں میں نہاتے ہیں۔ جمعہ کا دن ہو تو نہایا کرو۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ کپڑوں میں اکرام کے
میلاد کا دن ہے۔ جس کے پاس خوشبو ہو وہ خوشبو لگایا کرے۔ اور صبح جمعے کے مسجدوں میں
آیا کرو۔ کہ مسجد کا اجتماع ہے۔ ممبر پر خطبے ہوں۔ سب کاروبار معاش بند کر دیے جائیں۔
تو سارے کائنات میں اللہ رب العزت نے اپنے پیغمبر کی ولادت کا اہتمام کرایا ہے۔
اجتماع کی شکل میں۔ اور اس دن فرمایا مجھ پر درود سلام پڑھا کرو کہ اس دن بطور خاص
جو مجھ پر درود سلام پڑھتا ہے۔ اس کا درود سلام ڈائریکٹ مجھ تک پہنچتا ہے۔ (۲۰-۱۵)
اس کا سلام براہ راست مجھ تک پہنچتا ہے۔ تو صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو براہ راست درود وسلام آپ تک پہنچتا ہے۔ کیا آپ کے وصال کے بعد بھی پہنچتا رہے گا۔ فرمایا
ہاں۔ وصال کے بعد بھی پہنچتا رہے گا۔ کیونکہ (حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء) اللہ نے
زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام کی روحیں
سلامت رہتی ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے جسم بھی سلامت رہتے ہیں۔ اب ذہنوں
میں یہ بات بھی آسکتی ہے کہ اگر درود وسلام براہ راست حضور تک پہنچتا ہے۔ اور
آقا علیہ السلام سنتے ہیں۔ تو فرشتہ پہنچانے کے لئے کیوں مقرر کر رکھا ہے۔ ایک سوال
ذہنوں میں آتا ہے۔ ہاں یہ فرشتہ اس لئے مقرر نہیں کر رکھا کہ حضور تک پہنچتا نہیں ہے۔
صرف اسی کے ذریعے پہنچ سکتا ہے۔ اس کے مقرر کئے جانے کی وجہ یہ نہیں ہے۔
اس کے مقرر کئے جانے کی وجہ فقط یہ ہے۔ پہنچتا تو براہ راست ہے۔ مگر۔ بارگاہ رسالت
کا ادب ہے کہ کوئی خادم ادب کے ساتھ پیش کرے۔ یہ اسی طرح مقرر کر رکھا ہے
ایک فرشتہ محبوب کے لئے۔ رب نے اپنے لئے دو مقرر کر رکھے ہیں۔ جیسا کہ آپ کا ہر عمل
براہ راست دیکھتا ہے۔ مگر براہ راست دیکھنے کے باوجود دو فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔
وہ وہاں پہنچاتے ہیں کہ میرے بندے نے یہ کیا ہے یہ کیا ہے۔

تو جب فرشتے اللہ کو پیش کرتے ہیں ہمارے اعمال تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ
خدا خود نہیں جانتا۔ اس لئے فرشتے پہنچاتے ہیں۔ نہیں وہ خود جانتا ہے مگر بارگاہ
جب بڑی ہوتی ہے۔ تو لاکھ جانتا ہو بادشاہ [illegible] کے آداب دربار یہ ہوتے ہیں کہ وہ
پیش کرتے ہیں۔ اس طرح کی بارگاہ تو مصطفیٰ کی ہے۔ سب کائنات کے درود خود
سنتے ہیں۔ مگر۔ ادب مصطفیٰ یہ ہے کہ خود خدام پیش کریں۔

تو اللہ نے جو قانون حضور کے لئے بنا رکھا ہے محبوب کے لئے وہی قانون اپنے لئے بنا رکھا
ہے۔ اللہ کو بھی فرشتے پیش کرتے ہیں نامۂ اعمال۔ ادھر تو ایک ہے مگر اپنے لئے دو ہیں۔
اللہ کو پیش کرنے کے لئے دو ہیں۔ حضور کو پیش کرنے کے لئے ایک ہے۔ اگر دو فرشتوں
کے پہنچانے کے باوجود وہ دیکھتا ہے۔ تو اسی طرح ایک فرشتے کے پہنچانے کے باوجود مصطفیٰ سنتے
ہیں۔ ان فرشتوں کے مقرر کرنے سے مراد سننے یا نہ سننے سے نہیں۔

M T W T F S S
Memo No ______
Date / /

حضرت جامی کا سلام -

اس کا تعلق آداب بارگاہ سے ہے ۔ کہ کوئی پلٹ کر بے ادبی نہ کرے ۔ اس لیے آقا علیہ السلام نے فرمایا
مشرق و مغرب تک اس کائنات میں کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام پڑھے اور میں اس کا
جواب نہ دوں ۔ فرمایا کہ جو شخص مجھ پر سلام پڑھتا ہے ۔ اللہ نے مجھ میں میری روح واپس لوٹا
دی ہوئی ہے ۔ حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا خود جواب دیتا ہوں ۔ آقا علیہ السلام ہر ایک کے سلام
کا جواب دیتے ہیں ۔ حدیث صحیح سے ثابت ہو گیا ۔ ہر شخص کے سلام کا جواب دیتے ہیں
ان کے جواب دینے میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ فرق یہ ہے کہ کوئی سنتے ہیں اور کوئی سن نہیں سکتے
حضرت شیخ عبدالرحمٰن جامی آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں ستر مرتبہ حاضر ہوئے ۔ افغانستان
عراق سے چل کے جاتے تھے ۔ اور آخری بار جب سلام عرض کر کے پلٹے ۔ تو اندر سے آواز آئی
تھی ۔ جامی خوش رہنا اور اگلی بار پھر آنا ۔ جب سترویں بار حاضر ہو کے سلام عرض کیا
تو جواب آیا کہ جامی خوش رہنا ۔ پھر پلٹ کے فرمایا پھر نہ فرمایا ۔ حضرت جامی رو پڑے ۔
سے تو خدام نے عرض کیا حضرت رو کیوں رہے ہیں ۔ کہنے لگے آخری حاضری تھی بس اس کے بعد ختم ہے
جب میں اگلی بار آنا ہوتا تھا ۔ تو حضور فرماتے تھے کہ پھر آنا ۔ اب تو خوش رہنا کی دعا کی ہے ۔ پلٹ
کے آنا نہیں فرمایا ۔ اور حضرت جامی گئے اور وفات پا گئے ۔ اور ایسے لوگ بھی ہیں ۔
آج بھی ہیں اور قیامت تک ہوں گے ۔ کہ وہ نماز میں تشہد کے وقت جب آقا علیہ السلام کی بارگاہ
میں سلام عرض کرتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ تو ایسے لوگ
ہیں اللہ کی عزت کی قسم اور تاجدار گنبد خضرا کی قسم سلام عرض کر کے اس وقت تک
اگلا کلمہ نہیں پڑھتے ۔ جب تک مصطفیٰ کی بارگاہ میں جواب نہیں آتا ۔ یہ تو تعلق کی بات ہے
اگر ہم نہ سن سکیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آقا علیہ السلام نے جواب نہیں دیا
قرآن مجید میں کئی جگہوں پہ انبیاء علیہم السلام کے میلاد کا ذکر فرمایا ۔ میلاد کہتے ہیں ولادت
کو ۔ یوم میلاد ۔ تو جس دن نبی کی ولادت ہوئی ۔ وہ یوم میلاد ہے ۔
سورۃ مریم کو پڑھئے ۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ سلام علیہ یوم
ولد ۔ ویوم یموت ۔ ویوم یبعث حیا = اور سلام ہو یحییٰ پر ۔ اس کے میلاد
کے دن ۔ اور اس کی یوم وفات کو ۔ اور اس کی یوم بعثت ثانیہ پر ۔ سلام ہو یحییٰ پر

KHURRAM PAPER PRODUCTS

جس دن اس کی ولادت ہوئی۔ جس دن اس کا وصال ہوگا۔ اور جس دن وہ دوبارہ اٹھایا
جائے گا ـــ تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کی مکمل زندگی میں ـــ تین دنوں کو چن لیا۔ یہ بتائیے
کیا ـــ ان تین دنوں کے علاوہ اللہ پاک نے اپنے نبی کی زندگی میں سلامتی نہیں بھیجا۔
ہر روز بھیجتا ہے۔ پیغمبر کی زندگی کے ہر دن وہ سلامتی بھیجتا ہے۔ اور اپنی رحمت بھیجتا ہے۔ اور
برکت بھیجتا ہے۔ ہر دن بھیجتا ہے تو پھر ان تین دنوں کے انتخاب کا مطلب کیا ہوا؟
مطلب یہ ہوا کہ اللہ رب العزت نے اعلان کر دیا کہ یوں تو پیغمبر کی زندگی کا ہر دن میری
سلامتی کا دن ہے مگر ان سب دنوں میں خصوصیت کا جو دن ہے۔ جس دن میرے پیغمبر کا میلاد
ہوا ـــ یوم ولد ـــ بعض لوگوں کے ذہنوں میں اکثر خیال آتے کہ ولادت کے دن کی خاص
اہمیت آپ کیوں مناتے ہیں۔ یہ تو انگریزوں نے بنا رکھا ہے برتھ ڈے۔ ولادت کا دن اور
پیدائش کا دن۔ پیدائش کے دن کی کوئی خاص اہمیت اسلام میں نہیں ہے۔ اگر
کسی کے ذہن میں نادانی اور کم علمی کے باعث یہ خیال آئے تو اسے ـــ دور کر لینا چاہیے کہ پیدائش
کے دن کی اہمیت تو خدا نے مقرر کر رکھی ہے۔ یہ کہہ کر کہ سلام علیہ یوم ولد۔ سلام ہو
میرے اس دن یحییٰ پر جس دن میلاد ہوا ـــ یوم میلاد۔ یہ بات ہو گئی۔
اچھا پھر یہ بات ہو گئی۔ پھر کوئی کہے کہ وفات کے دن بھی تو اہمیت مناتے ہو۔
یہ تو اللہ نے اہمیت کر دی ہے فرمایا یوم یموت اور اس دن بھی سلام ہو جس دن ان
کی وفات ہو گی۔ تو گویا اللہ والوں کے دو دن خاص ہو گئے۔ ایک میلاد کا دن اور ایک
وفات کا دن ـــ اب اسی سورۃ مریم میں آگے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے کلام۔ آپ خود
عرض کرتے ہیں باری تعالیٰ کی بارگاہ میں۔ والسلام علیّ ـــ ویوم ولدت۔ ویوم اموت ویوم
ابعث حیا ـــ اور سلام ہو مجھ پر جس دن میرا میلاد ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے
فرمایا۔ سلام ہو یحییٰ پر جس دن میلاد ہوا۔ تو گویا میلاد کے دن سلام پڑھنا۔
اللہ کی سنت ہو گئی ـــ اللہ سلام بھیج رہا ہے۔ سلام علیہ یوم ولد۔ تو گویا پیغمبر کے
یوم میلاد پر سلام پڑھنا۔ اللہ کی سنت ہو گئی۔ اور پھر اگلی آیت میں پیغمبر کے یوم میلاد
پر سلام پڑھنا پیغمبر کی سنت ہو گئی ـــ حضرت عیسیٰ کی اپنی ـــ فرماتے ہیں خود سلام

M T W T F S S

Memo No ______
Date / /

تمہارا ہر دن میلاد

ہو مجھ پر جب میرا میلاد ہوا — تو گویا میلاد کے دن نبیوں پر سلام پڑھنا۔ خدا کی بھی
سنت ہے اور انبیاء کی بھی سنت ہے۔ دوسرے نبیوں کی بات تھی تو اُن کی ولادت کا میلاد
کا ذکر تو اللہ نے صرف سلام سے کیا۔

تو جب حضور کی بات آئی — فرمایا محبوب ﷺ اُن کے تو ولادت کے دن تو صلوٰۃ و سلام
پڑھتا ہوں۔ تیری زندگی کا ہر دن یوم میلاد بنا رکھا ہے۔ ان اللہ و ملائکتہ یصلون —
تیرے اوپر میں فرشتوں کو ہر وقت ایکشن کیے رکھتا ہوں۔ تیرے اوپر صبح و شام
لمحہ بہ لمحہ ہر لحظہ ہر گھڑی ہر ساعت ہر دن ہر یوم محبوب مصطفیٰ تیرا ہر دن یوم میلاد
ہے — تجھ پر درود سلام بھیجتا ہوں — تو باری تعالیٰ حضور کی ولادت کی بات کیا
ہو گی بلکہ اُن کے ولادت کے دن سلام پڑھتا تھا — فرمایا محبوب تیرے ولادت کے دن
کی قسم کھاتا ہوں — فرمایا لا اقسم بھذا البلد — فرمایا میں شہر مکہ کی قسم
کھاتا ہوں۔ باری تعالیٰ کیوں۔ وانت حل بھذا البلد۔ میرے حبیب میں اس شہر مکہ کی قسم
اس لئے کھاتا ہوں کہ یہ تیری جائے سکونت ہے — اور فرمایا ووالد وما ولد۔ صرف شہر سکونت
ہی نہیں بلکہ تیرا شہر ولادت بھی ہے۔ اس شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں۔ دو نسبتوں سے
کہ تیرا شہر سکونت ہے اور تیرا شہر ولادت ہے — فرمایا ووالد وما ولد۔ اور دونوں کی
قسم کھائی تھی تو اسی تک — اور جب جب تمہارا کی بات آئی — فرمایا قسم ہے محبوب
اس والد کی۔ ہر اس والد کی جو آدم سے لے کر اسماعیل تک تیرے آباؤ اجداد
کی نسل میں نور آیا۔ جس جس کی پشت میں تیرا نور منتقل ہوتا چلا آیا —
اور تیرے آباؤ اجداد کو بھی جس جس کو تیری نسبت والدیت عطا ہوئی۔ محبوب تیرے
سے جو نسبت رکھتے — تیرے ہر والد کی قسم

کسی نے کہا کہ والد سے مراد حضرت ابراہیم ہیں۔ میں نے کہا کوئی اعتراض نہیں۔
کسی نے کہا اس سے مراد حضرت آدم ہیں۔ تو میں نے کہا۔ اس میں بھی کوئی اعتراض نہیں۔
کسی نے کہا اس سے مراد اسماعیل ہیں — کوئی کہے کہ حضرت عبداللہ ہیں۔ —
اس کا جو تنوین ہے اس نے فرمایا ووالد۔ تنوین دو فائدے دے رہی ہے۔ عموم کا۔

KHURRAM PAPER PRODUCTS

بھی اور تکریم کا بھی ہے کہ محبوب تیرے آباؤ اجداد کا ہر فرد لائق تعظیم ہے۔ وَوَالِدٍ۔ پر
تنوین جو ہے یہ تکریم کے لئے بھی ہے اور دوسرا فائدہ دے رہی ہے عموم کے لئے کہ کوئی شرط
نہیں کہ اس والد سے مراد کوئی ایک رکھا جائے۔ ایک کر لو تب بھی اس کی قسم۔ اور
حضرت عبداللہ سے لے کر حضرت آدم تک سب کے لئے ہے تو سب کی قسم۔

وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ۔ محبوب قسم ہے والد کی۔ اب اس پر کوئی جتنا چاہے اپنے دماغ
کو گھما لے۔ حضور سے ہٹ نہیں سکتا۔ جو بھی والد ہے تو مصطفیٰ کا ہی ہے۔
خواہ والد کہہ لیں۔ خواہ دادا کر لیں۔ خواہ پردادا کہہ لیں۔ چالیس پشت ادھر
کر لیں۔ کسی اور کے والد کی قسم نہیں۔ قسم ہے تو والدِ مصطفیٰ کی ہے۔

کوئی ہے اس میں حضور کے والد کا کہاں ذکر ہے۔ میں مانتا ہوں۔ اچھا چلیں آپ
بتا دیں کہ حضور کے والد کی قسم نہیں تو کس کے والد کی قسم ہے۔ کیا اللہ لوگوں
کے والد کی قسم کھاتا پھرتا ہے۔ وہ تو اپنے اس شہر کی کعبے کی وجہ سے قسم نہیں
کھاتا۔ اس نے کہا۔ شہر مکہ کی قسم میرے کعبے کی وجہ سے نہیں کھائی کہ میرا گھر ہے مصطفیٰ
کے گھر کی وجہ سے کھائی ہے یہاں میرا گھر بھی ہے۔ فرمایا حبیب اس مکہ شہر میں
دو گھر ہیں۔ حرم میں آؤ تو میرا گھر ہے۔ سارا جہاں میرے گھر کے طواف کے لئے آتا ہے۔
صحن کعبہ سے نکل کر آمنہ کی گلی میں چلے جاؤ تو وہاں تیرا گھر ہے۔ تو میرے حبیب میں نے
مکہ کی قسم کھائی ہے۔ گھر میرا بھی ہے نہیں کھائی۔ اپنے گھر کی وجہ سے نہیں۔ وانت حل
تیرا گھر اس شہر میں ہے۔ تیرے گھر کی وجہ سے قسم کھائی ہے۔ تو شہر
کی قسم تو کھا رہا ہے مصطفیٰ کے گھر سے۔ تو والد سے کس کی قسم کھا رہا ہے
۔ اللہ کا اپنا والد تو ہے نہیں۔ لم یلد ولم یولد ہے۔ نہ اس کا والد ہے
نہ اس کا ولد ہے۔ نہ باپ نہ بیٹا۔ کوئی انکار کرے تو اس کو کہو کہ وہ بتا دے
کہ کس کے گھر کی قسم ہے۔

سنئیں ۹۔ اگر قسم ہوتی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی۔ صرف انہی کے لئے۔ تو انہی
کا نام لے لیا جاتا کہ قسم ہے ابراہیم کی۔ قسم ہے موسیٰ کی۔ قسم ہے اسماعیل

قسم ہے آدم کی ۔ اگر قسم ان کی وجہ سے ہوتی ۔ تو ان کا نام لیتے ۔ اور والد کوئی ہوتا
کیونکہ ہے ۔ اگر کسی کا بیٹا ہی نہ ہو ۔ تو کوئی اس کو والد کہتا ہے ۔ والد کون بناتا ہے ۔
ماں باپ کی طرف سے بیٹا بنا ۔ بیوی کی نسبت سے شوہر بنا ۔ بہنوں کی نسبت سے
بھائی کہلایا ۔ پھپھیوں پھوپھیوں کی وجہ سے بھتیجا کہلایا ، خالاؤں کی نسبت سے
بھانجا کہلایا ۔ تو باپ بنا ہے تو وہ کس نے بنایا اسے ۔ وہ بچے نے بنایا ۔ بیٹا ہوا تو والد
ہوا ۔ ولد ہوا تو والد ہوا ۔ تو قسم کھا رہا ہے کسی نبی کا نام لے کر نہیں ۔ اور قسم
ہے کسی والد کی ۔ وَوَالِدٍ ۔ کون سا والد نبی ہے تو ہم بیٹھ سوچ بیٹھے کہ والد مصطفیٰ
کے سوا ہمیں اور کوئی نظر نہیں آیا ۔ مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کیوں نہ ہوں ۔ بے شک
وہ والد ہیں مصطفیٰ کے ۔ اور اس میں ایک اشارہ وہ بھی ہے کہ جب حضرت ابراہیم
نے کعبہ تعمیر کر لیا ۔ تو جوں جوں دیواریں اونچی ہونے لگیں تو پتھر اٹھا کے لے آئے ۔ اس پتھر پر کھڑے
ہو گئے تو ساتھ کہ پتھر بھی اونچا ہوتا جاتا تھا ۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اوپر کھڑے
ہو گئے سیدنا اسماعیل علیہ السلام سامان تعمیر کا مہیا کرتے رہے ۔ کعبہ تعمیر ہو گیا ۔ تو آپ
کے جو قدم تھے ۔ تو پتھر کا سینہ پگھل گیا ۔ اور آپ کے دونوں قدم اس پتھر کے سینے پر نقش
ہو گئے ۔ نقش ہو گئے ۔ اب اس پتھر پر کھڑے ہو کے کعبہ کی تعمیر مکمل کر لی گئی ۔ تو عرض
کیا ربنا تقبل منا ۔ انک انت السمیع العلیم ۔ جب آپ دونوں نے مل کر
دیواریں کھڑی کر لیں کعبے کی ۔ تعمیر مکمل ہو گئی تو عرض کرنے لگے ۔ باری تعالیٰ ہماری محنت مزدوری قبول
فرما ۔ اور کچھ نہیں مانگتے بس ایک ہی اجرت مانگتے ہیں ۔ اس مزدوری میں وہ عطا کر دے
پتھر پر کھڑے ہو کر دعا کر رہے ہیں اللہ پاک نے فرمایا اے ابراہیم کیا مانگتے ہو ۔ عرض کی ۔ ربنا
وابعث فیہم رسولا من انفسہم ۔ مسلمۃ لک ۔ باری تعالیٰ ہم مانگتے
ہیں ۔ یہ جو امت مسلمہ آ رہی ہے ۔ یہ ہماری نسل سے پیدا کر ۔ باری تعالیٰ نے کہا ہاں اے ابراہیم
چلو ٹھیک ہے جا ہے لگا ہو ۔ اصل بات کیا ہے ۔ عرض کی بات یہ ہے مولا ۔ کہ وابعث فیہم ۔
الکلیم ۔ باری تعالیٰ اس کعبے کی تعمیر پر اگر کوئی اجرت اور مزدوری ہماری بنتی ہے ۔ تو یہ مزدوری
کر دینا ۔ کہ مجھے اس محمد کا باپ بنا دے ۔ کہ میری نسل سے اس آخر الزمان نبی کو پیدا کر دے ۔

تو آپ نے کعبہ تعمیر کر کے حضور کا والد ہونا بہ اجرت میں مانگا۔ کہ حبیب محمدؐ کا والد کر دے یار

جیسے تو یوں لگتا ہے کہ کسی کی سمجھ میں بات آئی ہو کہ نا آئی ہو؟ کسی نے اس نکتے کو جوڑ کر لکھا ہو یا نہ لکھا ہو۔ مگر میرے فہم و ادراک میں۔ اور معرفت میں نقش ہے کہ یہ جو عرض کیا تھا باری تعالیٰ کو میں نے میرے کعبے کی مزدوری کی۔ اگر کوئی اجرت بنتی ہے تو یہ دے دے۔ کہ حبیب محمدؐ کا والد کر دے۔ میری نسل میں محمدؐ پیدا کر دے۔ اللہ نے قبول کر لی۔ کہ حضرت ابراہیم کی نسل میں حضور آ گئے۔ جب پیدا ہو گئے۔ تو فرمایا قسم ہے اس والد کی۔ اس دعا کا جواب ہے۔ قسم ہے اس والد کی جو دعا مانگ کر مصطفیٰ کا والد بنا تھا۔ جو ہمارا کعبہ تعمیر کر کے۔ اجرت مانگ کر مصطفیٰ کا والد بنا تھا۔ ابراہیم۔ تو قسم ہے اس والد کی۔ وما ولد دوسرے کی قسم ہو گیا۔ فرمایا والد کی قسم تو ولد کی وجہ سے ہوئی ہے نا۔ لوگ تو کہتے ہیں کہ جس کا میلاد ہوا۔ تو ما ولد جس کا میلاد ہوا۔ اس والد کی قسم جس نے مزدوری میں والد ہونا مانگا۔ اور اس محمدؐ کی قسم۔ جس کا میلاد ہوا اور اس نے ابراہیم کو والد بنا دیا۔ تو حضور کے میلاد کی قسم کھائی۔ شہر میلاد کی قسم کھائی۔ حضور کی نسبت سے والد کی قسم کھائی۔ تو اللہ رب العزت نے میلاد کا تذکرہ کتنے حسین پیرائے میں کیا ہے۔

اور پھر جو خاص بات ہے وہ یہ کہ وہ قدموں کے نشان کبھی نہ مٹے۔ پیغمبر کا معجزہ ہوتا ہے۔ جس [illegible] پتھر پہ پیغمبر قدم رکھتا ہے وہ پگھل جاتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اس پوری سرزمین میں ہر وقت چلتے وہ ساری زمین پتھریلی تھی۔ ساری زندگی میں صرف ایک پتھر پر قدم رکھے تھے۔ اور کسی پتھر پر قدم نہیں رکھے ہوں گے۔ چلتے پھرتے ہزاروں لاکھوں۔ ابراہیم علیہ السلام عراق سے چلے (... ۲۰) تو پتھروں پہ قدم رکھنے لگے۔ دمشق آگے رہے تو پتھروں پر قدم۔ حلب میں گئے۔ القدس فلسطین میں رہے پتھروں پہ قدم۔ شام کی سرزمین۔ وہاں سے چل کے اس وادی مکہ پہنچے۔ حضرت ہاجرہ و اسماعیل کو چھوڑا تو پتھروں پہ چلتے رہے۔ اور آتے جاتے رہے پتھروں پر قدم۔ پتھر اٹھاتے رہے چلتے رہے۔ ہزاروں لاکھوں پتھروں پر آپ نے

M T W T F S S
Memo No
Date / /

قدم رکھتے تھے۔ مگر کسی پتھر پر قدموں کے نشان باقی نہ رہتے۔ اور ہر پتھر پگھلتا ہوگا یا نہیں۔ یہ پیغمبر کا معجزہ ہے۔ جہاں قدم رکھتے تھے پگھل جاتا۔ لاکھوں قدم رکھے گئے۔ اور لاکھوں پتھر پگھلے ہوں گے۔ اور لاکھوں پتھروں کے سینوں پر حضرت ابراہیمؑ کے قدموں کے نشان نقش ہوئے ہوں گے۔ مگر آج کائنات میں وہ نقش نہیں ملتے۔ ایک پتھر پر قدموں کا نشان محفوظ ہے۔ باقی نقش مٹا گئے۔ پتھر جم گئے۔ نقش مٹ گئے بھلا دیئے گئے۔ ایک نقش کعبے کے سینے میں پڑا ہے۔ وہ نہیں مٹا۔ کیونکہ اگر ان قدموں کے نشانوں کی نسبت صرف خلیل کی طرف ہوتی تو یہ بھی مٹ گئے ہوتے۔ اس کی نسبت تو محمد ﷺ سے تھی ـــــ کیونکہ یہ وہ پتھر تھا جس پر کھڑے ہو کر اللہ سے حضور کو مانگا تھا۔ یہ صرف دعائے خلیل نہ تھی۔ دعائے ولادت مصطفیٰ تھی۔ تعمیر کعبہ کے بعد دعائے میلاد مصطفیٰ تھی۔ اللہ سے حضور کا میلاد مانگا تھا۔ کہ مولا مصطفیٰ کا میلاد میری نسل میں کر دے۔ اس پتھر پر کھڑے ہو کر حضور کی ولادت مانگی تھی۔ تو اس پتھر کے قدموں کا جو نشان ہے۔ اس کی نسبت صرف ابراہیم علیہ السلام کی طرف نہ تھی۔ بلکہ ولادت مصطفیٰ سے تھی ـــــ تو چار ہزار سال گزر گئے۔ سب پتھروں کے نشان مٹ گئے۔ مگر وہ نشان نہ مٹا چونکہ اس پتھر پر کھڑے ہو کر حضور کی ولادت کی دعا مانگی تھی۔

رب کائنات نے کیا کیا۔ قسم کھانے والا دل کی۔ اس رب نے جس پتھر پر ابراہیمؑ کے قدموں کے نشان لگے۔ حکم دیا کہ میرا گھر ہے کعبہ توحید کا مرکز ہے۔ سارے پتھر چن چن کر باہر پھینک دو۔ تین سو ساٹھ پتھر پڑے تھے۔ بت بنے ہوئے۔ جھوٹے بنے ہوئے 360 تھے۔ سارے کے سارے اٹھا کے پھینک دیئے۔ جب اس کی باری آئی اس پر بھی نشان ہیں قدموں کے اس کو بھی پھینک دیں۔ فرمایا نہیں اس پر تو مصطفیٰ کی یادگار ہے۔

صحن کعبہ جو مرکز توحید ہے۔ اس سے سارے پتھر نکال دیئے گئے ہیں مگر ابراہیمؑ کے قدموں کا نشان کا پتھر ثبت کر دیا گیا ہے۔ اور طرّہ یہ کہ صرف محفوظ ہی نہیں رکھا۔ فرمایا اس گھر کا طواف کرو۔ اور جب طواف کر لو۔ تو کعبے کی سمت کھڑے ہو کر دو نفل پڑھو۔ کہ تمہارے اور کعبے کے درمیان ابراہیم کے قدموں کے نشان آ جائیں۔ اس پتھر کو سامنے کر لو۔ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی ـــــ مقام کہتے ہیں عربی زبان میں کھڑے ہونے کی جگہ کو۔ یہ ابراہیم

KHURRAM PAPER PRODUCTS

طرف ہے۔ جہاں قدم رکھ کر کھڑا ہوا جائے اس کو مقام کہتے ہیں۔ فرمایا جس جگہ میرا ابراہیم قدموں کے بل کھڑا ہوا تھا۔ اس پتھر کو اپنے سامنے رکھ لو۔ اور پھر میری عبادت کرو۔ اتنی تکریم دی۔ اور ایک بات اور کر دی۔ جو آپ نے کبھی نہیں سنی ہو گی۔

نہ مجھ سے نہ کسی اور سے۔ پہلے میں نے کسی خطاب میں غالباً میں نے بیان نہیں کی۔ یہ جو پتھر نشان لگا ہے قدموں کا۔ اسے محفوظ رکھا گیا۔ ایک حکمت وجہ بتا دی کہ یہ جو نشان ہے یہ یادگار ہے دعائے ابراہیم کی۔ دعائے ولادت مصطفیٰ کی یادگار رہا ہے۔ اور دوسرا سبب یہ ہے، تاریخ مکہ کی کتب میں آتا ہے۔ اور قریش بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام آ گئے۔ ہم حضرت ابراہیم کے قدموں کے نشان پتھر کو دیکھتے تھے۔ جب حضور علیہ السلام آ گئے۔ وہ چلتے اور ہم نے ان کے قدم دیکھے۔ قریش مکہ کہتے ہیں خدا کی قسم وہ پتھر کے قدموں کے نشان ابراہیم کے نہیں بلکہ مصطفیٰ کے لگتے تھے۔ اتنی مشابہت تھی۔ قدوم ابراہیم کو قدوم مصطفیٰ سے۔ کہ جب حضور قدم رکھتے تھے۔ چلے جاتے تو نشان پڑتے تو ایڑیاں انگلیاں تلوا پاؤں کا جب نقش پڑتا تو ایسے لگتا جیسے مقام ابراہیم کا نقش ہے۔ وہ دیکھتے ہیں مقام ابراہیم تھا۔ اور اس کے عکس قدوم مصطفیٰ تھا۔ قدمین مصطفیٰ تھا۔

اب وہ معلوم نہیں کہ اس کے قدم سمجھ کے چار ہزار سال سے سنبھال کے رکھا۔ یا یار کا نقشہ سنبھال کے رکھا۔ کیا خبر ہے۔ یہ جو مقام ابراہیم ہے۔ یہ عکس قدوم مصطفیٰ ہے۔ اس لئے آج تک کعبہ نے سنبھال رکھا ہے۔ اور نہ اس وقت جرأت ہوئی کہ کوئی نکال پھینکے اور نہ آج شرک شرک کہنے والوں کو جرأت ہے۔ کہ قدموں کے نشان کو وہاں سے نکال دیں۔

ہر شئے بگاڑ دی۔ ہر شئے توڑ دی مگر عکس قدمین مصطفیٰ کو نہیں نکال سکے۔ کعبے میں ٹھہرا رہتا ہے کہ ہر کوئی اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ اس کے بغیر طواف بھی نہیں ہوتا۔ یہ نشان ہے دعائے میلاد مصطفیٰ کا ہے۔ تو کیا مطلب ہوا۔ کہ اس نے آج تک محبوب کے میلاد کی یاد منا رکھی ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ جو سارا حج ہے یہ حضور

کہ ان قدموں کے نشان کی تقریبات ہیں - یہ پھر امتشر رہا ہے جس کی سمجھ میں آجائے
مان لے - نہ آئے تو جھگڑا نہیں۔ سودا یہ ہے کہ سارا حج مصطفےٰ کے قدموں کی تقریبات ہے۔
تقریب عکس قدمین مصطفےٰ ہے — (۴۸ - ۵۰) جس یاد ہے مصطفےٰ کے میلاد کی
بس اس کے اردگرد پھیرے لگواتا ہے — اب کپڑے اتار دو۔ یہ شلوار قمیض - وہ اپنے
گھروں میں پہن کے اتار دو — اجلی ستھری نئی دو چادریں پہن کے آجاؤ - تاکہ لباس بھی
کوئی پرانا میلا نہ ہو - پیار کا عکس جو دیکھنے آتا ہے —

ناخن بھی نہ کاٹو - بال بھی نہ ترشواؤ - خوشبو نہ لگاؤ - باری تعالیٰ عجیب لگیں تو کہا عاشق
تو بنانا چاہتا ہوں — دیوانوں کی طرح چلے آؤ - عمامہ ٹوپی سنت ہے - فرمایا سب کچھ اتار دو - ٹوپیاں
اتار دو، جُبّے اتار دو - اسی طرح آجاؤ - باری تعالیٰ کیوں - فرمایا - ٹوپیاں عمامے سر پہ عزت کی علامت
ہے - یہاں اپنے سر عزتیں جھکا کر جھک کر آؤ - مصطفےٰ کی بارگاہ ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ادائیں کیا
ہو گئی ہیں اسلام میں اور اداؤں کو نبھانا کیا ہوتا ہے یہ عاشقی کیا ہوتی ہے۔ تقریبات کیا ہوتی ہیں
نادانوں تمہیں کیا خبر - حج سارا ہی تقریبات ادا کا نام ہے - پھر آگے چلے جاؤ - زوال
سے مغرب تک وہاں کیا کریں - جو تمہارا من چاہتا ہے۔ کوئی خاص سورتیں پڑھنی ہیں کوئی تسبیح
کوئی خاص قسم کے نفلوں کی تعداد ہے کوئی نہیں — کوئی خاص وظیفے ہیں کوئی نہیں - جو چاہو
پڑھ لو - اور اگر کسی کو کچھ نہیں آتا تو نہ سہی - تو باری تعالیٰ کرنا کیا ہے عرفات ہیں۔ فرمایا بس اس
جگہ آکے جمع ہو جاؤ - کیوں ہو جاؤ - بھئی تم کو خبر نہیں ہے - جب آدم کو اتارا تھا سر اندیپ میں۔ حوا
ادھر اتری - دونوں ایک دوسرے کو تلاش کرتے کرتے - اس میدان میں آئے تو ایک دوسرے کو مل گئے
اس میدان میں جمع ہو گئے - تو عرفات - میں ایک دوسرے کو پہچان گئے - عرفات ہی نام ہی پہچاننے
کا ہے — بس یہ آدم و حوا کی ملاقات — کی یاد ہے - بس تم بھی اسی میدان میں آکے بس وقت
گزار لو - آدم کی یاد میں ہی تمہارا حج ہے — (۵۰ - ۵۱)

سے شرم دی دید ہوئے عرشیاں دا حج ہو گئے - جس جگہ آدم و حوا ملے تھے - اس
جگہ تم بھی آجاؤ — یہ تمہارا حج ہو گیا - پھر منیٰ میں آجائے اچھے بھلے سمجھدار - وہاں ستونوں
پہ پتھر کے کنکر اٹھا لو - اور مارو شیطانوں کو — کوئی غیر مسلم اگر آپ سے پوچھو

لے کہ یہ شیطان کھڑے ہیں۔ آپ سمجھا کے کہ نہیں تو کنکریاں کیوں مار رہے ہیں۔ کنکریاں شیطان کو اسماعیل نے اس لئے ماری تھیں کہ وہ روک رہا تھا۔ کہ آپ کے والد آپ کو ذبح کرنے جا رہے ہیں۔ تو آپ نے کنکریوں سے بھگا دیا۔ اب کون سا اسماعیل جا رہا ہے۔ اور کون ابراہیم ذبح کرنے جا رہا ہے۔ کون سا شیطان روکنے آ رہا ہے۔ اور کس کو کنکریوں سے بھگایا جا رہا ہے۔ کیوں مارتے ہیں۔ بولتے ہیں کوئی عقل کے پاس جواب

سے عقل قربان کن بہ پیش مصطفےٰ ۔ عقل کے پاس جواب نہیں۔ عشق کے پاس جواب ہے۔ جب عقل لاجواب ہو جائے وہاں عشق جواب دیتا ہے۔ مجنوں کتے کے تلوے چوم رہا ہے۔ عقل والوں نے پوچھا پاگل ہو۔ پلید شئے ہے کتا۔ اس کے تلوے چومنا کوئی عقل کی بات ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے کب کہا ہے کہ عقل کا کام کر رہا ہوں۔ میں تو عشق کا کام کر رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ کتے کے تلوے اس لئے چوم رہا ہوں۔ تمہیں کیا خبر۔ یہ کبھی لیلیٰ کی گلی سے گزرتا ہے۔ اصل میں اس کی گلی کی خاک چوم رہا ہوں۔ یہ نسبت ہے۔ کہ آپ کنکریاں مار رہا ہے۔ قربانی کر دیتا۔ احرام کھول دیا۔ زیارت کیا چلو یہ حج ہو گیا۔ سعی صفا مروہ کا کر رہے ہیں۔ بھاگ رہے ہیں۔ کوئی ورد وظیفہ دعا تلاوت کوئی سورۃ کسی شئے کی پابندی نہیں ہے۔ جتنی دعائیں آتی ہیں پڑھ لیں۔ کچھ نہیں آتا۔ درود پاک ہی پڑھتے رہیں۔ وہ بھی نہیں آتا۔ کچھ بھی نہیں پڑھنا۔ بس دوڑ پڑیں حج ہو جائے گا۔ حج پڑھنے پڑھانے کا نام نہیں ہے۔ حج کسی کی یاد منانے کا نام ہے۔

وہ وہاں جا کے یاد مناتا ہے۔ اور ہم سال مصطفےٰ کے میلاد کی یاد مناتے ہیں۔ یاد منانا یہ اسلام کا مغز ہے۔ جو کہے اسلام میں یاد منانا کوئی شئے نہیں ہے۔ اس کو خبر ہی نہیں کہ اسلام کیا ہے۔ ارے یہ جو ~~پانچ~~ نمازیں پڑھتے ہیں یہ بھی یاد ہے کسی کی۔ حضرت آدم کی جب توبہ قبول ہوئی۔ تو صبح کا وقت تھا۔ انہوں نے قبول توبہ کے طور پر شکرانے کے دو نفل پڑھے۔ اس کی یاد میں یہ نماز فجر بن گئی۔ یہ آدم علیہ السلام کے نفلوں کی یاد ہے۔ یہ فجر کی نماز ہو گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ حضرت اسحاق عطا فرمایا۔ ظہر کا وقت تھا۔ آپ نے بیٹے کے ملنے کے شکرانے کے چار نفل پڑھے۔

تو ابراہیمؑ کا شکرانہ ہماری نماز ظہر بن گئی۔ حضرت عزیرؑ سو سال کے بعد زندہ ہو کے
اٹھے کر دیکھا کہ سو سال بعد زندگی ملی تو شکرانے کے چار نفل پڑھے۔ تو عزیرؑ کی یاد ہماری
عصر کی نماز بن گئی — اور حضرت ایوب علیہ السلام مدتوں بیمار و علیل رہے۔ روایتیں مختلف
ہم تک آتی ہیں۔ مختلف ابتلاء ہونے کے حوالے سے۔ مدتوں بیماری کے بعد صحت یاب ہو کے بڑے کمزور
تھے۔ شام کا وقت تھا مغرب کا وقت تھا۔ انہوں نے چار رکعت نفل شکرانے کے پڑھے۔ کمزور
اتنے تھے کہ کمزور اتنے تھے کہ تین پڑھ سکے۔ چوتھی رکعت پر کھڑے نہیں ہو سکے۔ بیٹھ گئے۔ رب
نے کہا۔ میرے محبوب میں چوتھی رکعت میں کھڑے ہونے کی طاقت نہ تھی۔ قیامت تک امت محمدی
تین ہی پڑھے۔ یہ یاد ایوب بن گئی۔ رہ گئی عشاء کسی نے نہ پڑھا تھا۔ شکرانے کے
نفل۔ وہ مصطفیٰ نے پڑھے۔ تو نماز عشاء یاد مصطفیٰ ہو گئی۔ پانچوں نمازیں جو اللہ کی
عبادت ہے۔ یہ نبیوں کی یادیں ہیں۔ ہم کو نماز ہی ان کی یادیں منانا ہیں [illegible]
ہے کیا گیا ہے۔

بخاری و مسلم کی حدیث ہے متفق علیہ حدیث ہے۔ کہ آقا علیہ السلام گھر میں تشریف
فرما ہیں — انصار کی کسی زمانے لڑائی ہوئی تھی۔ فتح یاب ہوئے۔ غزوہ ہوا فتح ہوئی۔ حضرت
عائشہؓ کی خدمت میں انصار کی دو بچیاں آئیں۔ ہاتھوں میں دف لے۔ ام المومنین حضرت
عائشہؓ کی خدمت دف لے کر ترانہ گا رہی ہیں آقا کے گھر میں۔ ام المومنینؓ سن رہی
ہیں اوپر سے سیدنا صدیق اکبرؓ تشریف لے آئے۔ آقا ایک کونے میں تشریف رکھے۔
بچیوں کو روکا۔ اچھا — آقا نے آواز دی ابوبکرؓ رہنے دیا۔ فرمایا جانے دے۔
ہر کسی کی عید ہوتی ہے۔ فرمایا آج ہماری عید ہے۔ انہیں دف بجا لینے دو۔ اب ہماری عید ہے
تو ہر قوم کا ایک جشن ہوتا۔ تو اسی طرح یہ مہینہ ہمارا جشن ہے۔ کوئی یوم پاکستان مناتا
ہے۔ کوئی کوئی دن — کسی کو کوئی پرابلم ہوتی ہے کوئی یوم قائداعظم مناتا ہے۔ کوئی چودہ
اگست مناتا ہے۔ کوئی مارچ میں جاپان کو عید جلوس مناتا ہے۔ فرمایا ہر قوم کی عید ہوتی
ہے۔ میں کہتا ہوں کہ لوگوں کی لاکھوں عیدیں ہوتی ہیں۔ ہمیں فخر ہے ہمارا عید کا دن یہ ہے۔
تو آقا خود بھی اپنی نعت سنتے تھے۔ اور آپ نے خود حضرت حسان بن ثابتؓ کا نام حسن کا

212

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

ہے نا — کہ شاید میں ایک نعت خوان کی غلط فہمی دور کر دوں۔ حضور کے ۱۴۳ صحابہ نعت
خوان تھے۔ کیا کیا عالم تھا۔ حضور کے نعت خوانوں کا۔ اس میں سے ایک واقعہ آپ کو سناتا
چلا ہوں۔ حضرت نابغہ جعدی — نعت گو شاعر ہوئے۔ اللہ وہ پہلے بیگانہ گزر گئے —
سے ۲ سو الفاظ و شعر تھے۔ حضور نے دعا کی — دانت کبھی خراب نہ ہوں گے۔ تو حضور
علیہ السلام نعت خوانوں پر کرم کرتے۔ معروف نعت قصیدہ بردہ — امام شرف
الدین — ابوالعباس امام بوصیری کا مزار ہے کہ وہ فرماتے ہیں اگر آقا کا چہرہ میری تصور سے
اوجھل ہو جائے۔ تو اس لمحے میں خود کو کافر سمجھتا ہوں — ہر وقت حضور کے دیدار کے
عالم میں رہتے تھے۔ حضرت امام بوصیری کو فالج ہو گیا تھا۔ — القصیدۃ المحمدیۃ
زیارت ہوئی — قصیدہ سنایا —

فلک کے نظارو، زمیں کی بہارو، سبھی عیدیں مناؤ حضور آ گئے ہیں
اٹھو غم کے مارو، چلو بے سہارو، خبر یہ سناؤ حضور آ گئے ہیں

QARI MUHAMMAD ABBAS
Naqashbandi Chishti Qadri Suharverdi
02 APR 2009
Chak 365/E.B Burewala District Vehari
Mob:033...

۱ — ۲ — ۲۰۱۹

جمعۃ المبارک

۲۶ — ۵ — ۱۴۴۰ھ

۲ — ۲۱ — ۱۲ — PM

۲۸۹ لا اقسم بھذا البلد ﴿ محترم المقام، فضیلۃ الشیخ ـــ پیر طریقت، رہبر شریعت۔
دیگر مشائخ عظام، علمائے کرام ـــ آج کی مبارک رات مطابق آئی ـــ
آقا علیہ السلام کی ذات مبارک جامع الاوصاف ہے۔ تمام وصف، تمام صفتیں، تمام کمالات
تمام فضائل اور تمام مناقب اور حسن و خوبی کی تمام حقیقتیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذات مصطفیٰ میں
جمع فرما دی ہیں۔ جس طرح حضور کی ذات جامع اوصاف ہے، اسی طرح حضور علیہ السلام
کا ذکر جامع الاذکار ہے۔ کوئی ذکر اللہ کی مخلوق میں کسی کا ذکر اس شان و مرتبہ کا حامل
نہیں ـــ اس ایک ذات کا ذکر کیا جائے اور اس میں سارے محمود ذکر آ جائیں، سارے مطلوبہ
ذکر آ جائیں ـــ آقا علیہ السلام کا ذکر جامع الاذکار ہے کہ حضور علیہ السلام کے ذکر میں
سب کا ذکر ہے۔ آج کی رات ذکر مصطفیٰ میں وقف ہے۔ چونکہ ذکر مصطفیٰ میں وقف
ہے تو اس لئے ذکر خدا میں بھی وقف ہے۔ ذکر مصطفیٰ میں ذکر خدا بھی ہے۔ ذکر مصطفیٰ میں
ذکر اہلبیت اطہار بھی ہے ـ ذکر مصطفیٰ میں ذکر صحابہ و خلفاء راشدین بھی ہے، اور ذکر
مصطفیٰ میں ذکر اولیاء و صالحین بھی ہے ـ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے ذکر کو وہ جامعیت
اور وہ کلیت عطا کی ہے کہ اگر حضور علیہ السلام کا ذکر کر لیا جائے، تو سارے اذکار کا
اجر بیک وقت مل جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا، سورۃ الرعد
میں آیت نمبر ۲۸ ہے ـ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ـ خبردار اللہ کے ذکر سے دل اطمینان
پاتے ہیں ـــ اب اس آیت کریمہ میں جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد بن جبر رضی اللہ عنہ
بیان فرماتے ہیں ـــ اور حضرت مجاہد وہ ـ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے تلامذہ اور ان
سے روایت کرنے والے ہیں ـــ وہ روایت کرتے ہیں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے
ہیں ـ جس کو امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں تخریج کیا ہے ـ امام ابن جریر نے تفسیر طبری
میں تخریج کی ـــ امام جلال الدین سیوطی نے الدر المنثور میں تخریج کی ـ امام ترمذی جامع
ترمذی کے ـــ ابواب تفسیر القرآن میں بیان کرتے ہیں، کہ اگر کوئی روایت قرآن مجید کی تفسیر
کی کوئی روایت حضرت مجاہد سے جو تابعین ـــ مروی ہو، تو فرماتے ہیں
کہ ان کی تفسیر نہ سمجھی جائے، یہ خود تفسیر مصطفیٰ سمجھا جائے ـ اس لئے وہ کوئی بات

اپنی طرف سے نہیں کہتے ۔ وہ جلیل القدر صحابہ سے سن کر روایت کرتے ہیں ۔ اور
جلیل القدر صحابہ اپنی طرف سے نہیں کہتے وہ فہم مصطفیٰ پر قائم کر کے اپنی بات کہتے ہیں ۔
تو اس لئے جب وہ تفسیر بیان کر دیں تو یہ گمان نہ کیا جائے ۔ کہ انہوں نے یہ تفسیر اپنی رائے
سے بیان کی ہے ۔ یہ تفسیر ہے عن الصحابہ عن النبیؐ سے ۔ یہ میں نے اصول کی بات سمجھائی ۔
اصول تفسیر میں جس کو امام سیوطی نے ابواب الاتقان القرآن میں بیان کیا ۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے دل اطمینان پاتے ہیں ۔ اُن سے پوچھا گیا کہ اللہ کا
ذکر کیا ہے ۔ فرماتے ہیں ذکر اللہ ھو محمد ﷺ محمد مصطفیٰ کی ذات ہی اللہ کا ذکر ہے ۔
حضور کی ذات گرامی ھو اللہ کا ذکر ہے ۔ اس لئے کہ اگر حضور علیہ السلام کا ذکر کیا ۔
تو از خود وہ ذکر اللہ ہو گیا ۔ اور یہی وہ تفسیر ہے جس کو قاضی عیاض نے عطا سے اور
سیدنا امام جعفر الصادق سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے ورفعنا لک ذکرک
کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے فرمایا ۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حدیث قدسی ہے ۔ جب
اللہ نے فرمایا کہ محبوب ہم نے آپ کا ذکر آپ کی خاطر بلند کر دیا ۔ تو پوچھا گیا یا رسول اللہ
حضور کے ذکر کو بلند کئے جانے کا معنی کیا ہے ۔ جس کو امام جعفر الصادق نے بیان فرمایا ۔
گھر کی بات گھر والوں سے پوچھو ۔ امام جعفر الصادق وہ امام ہیں ۔ کہ جو امام اعظم ابو حنیفہ
کے بھی شیخ ہیں ۔ امام ابن عطا نے بیان فرمایا ۔ حضور کا ذکر بلند کئے جانے کا معنی اللہ نے سمجھایا
ہے ۔ کہ اے محبوب ومن ذکرک ذکرنی ۔ کہ جس شخص نے محبوب آپ کا
ذکر کر لیا ۔ بس اس نے میرا ذکر کر لیا ۔ ومن ذکرک بالرسالہ ۔ ومن ذکرک بالربوبیہ
جس نے آپ کی رسالت کا ذکر کر دیا ۔ اس نے حقیقت میں میری ربوبیت کا ذکر کر
لیا ۔ فرمایا اللہ پاک نے اے میرے محبوب میں نے آپ کے ذکر کو اپنے ذکر سے کہ وہ
اتصال وہ نسبت اور وہ عین یک دیگر ہو جانے کا مقام عطا کر دیا ہے ۔ کہ ذکر مصطفیٰ کو
ذکر خدا بنا دیا ہے ۔ کہ کوئی آپ کا ذکر کرے گا ۔ اس کے نامہ اعمال میں ذکر خدا کرنا لکھا جائے
۱۳ - ۲۱ ۔ جو آپ کی نبوت و رسالت کا ذکر کرے گا ۔ اس کے نامہ اعمال میں میری توحید و
ربوبیت کا ذکر کرنا لکھا جائے گا ۔ جو ساری رات شان مصطفیٰ بیان کرتا رہے گا ۔ اس کے نامہ

M T W T F S S — Memo No — Date / /

ایمان میں لکھا جائے گا کہ وہ ساری رات اللہ کا ذکر کرتا رہا ہے۔ یہ تو ہوا حضور علیہ السلام کا ذکر جامع الاذکار ہونے کے ناطے سے کہ حضور کا ذکر اللہ کا ذکر ہے۔ تو یاد رکھیں کہ یہ عقیدہ اگر کوئی رکھے کہ حضور اللہ ہیں۔ وہ کافر و مشرک ہو جائے گا۔ اس کے لیے ایمان میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جو چاہے تفسیریں اور تاویلیں کرتا پھرے۔ یہ عقیدہ توحید کے خلاف ہے۔ مصطفیٰ خدا نہیں ہیں — خدا مصطفیٰ نہیں ہیں — اور خالق و مخلوق، عابد و معبود۔ اس کے فرق کو نہیں مٹایا جا سکتا — لہٰذا حضور تو خدا نہیں۔ یہاں تک تو بات طے ہے مگر۔ اس آیت کریمہ نے بتایا ہے کہ حضور تو خدا نہیں مگر حضور کا ذکر ذکر خدا ضرور ہے۔ ذکر میں وحدت کر دی۔ حضور تو خدا نہیں مگر حضور کی محبت محبت خدا ہے۔ حضور تو خدا نہیں مگر حرمت مصطفیٰ۔ حرمت خدا ہے۔ حضور خود خدا نہیں مگر تعلق بالمصطفیٰ۔ تعلق باللہ ہے۔ حضور خود خدا نہیں مگر بیعت در بیعت مصطفیٰ، بیعت در بیعت خدا ہے۔ حضور خود تو خدا نہیں مگر اطاعت مصطفیٰ اطاعت خدا ہے۔ معصیت مصطفیٰ، معصیت خدا ہے۔ قربت مصطفیٰ قربت خدا ہے۔ ادب مصطفیٰ — گستاخی مصطفیٰ — توجہ مصطفیٰ یہ توجہ الی اللہ ہے۔ اور دعوت الی المصطفیٰ، دعوت الی اللہ ہے۔

جیسے میں نے عرض کیا۔ کہ حضور کا ذکر ذکر الٰہی ہے۔ اللہ کا ذکر ہے۔ اب اسی طرح حضور کے ذکر کو بھی عالم خلق میں بھی شان حاصل ہے۔ عالم خلق میں آقا علیہ السلام کا نام اسم محمد ﷺ۔ اس کی شان علم الموافقت میں بھی ہیں۔ اور علم المناسبت میں بھی ہیں۔ اور علم الاعداد میں بھی ہیں — علم الموافقت کے اعتبار سے۔ غور کرنا ضروری ہے۔ کہ لفظ محمد ﷺ اس کے چار حروف ہیں — میم — حا — میم — دال — اور ادھر اللہ نے اپنے اسم ذات کو بھی چار حروف پر رکھا ہے۔ الف — لام — لام — ہا — لفظ اللہ کے بھی چار حروف۔ اور لفظ محمد کا بھی چار حروف — لفظ اسم اللہ بھی بے نقطہ۔ اسم محمد بھی بے نقطہ۔

اس کو علم الموافقت کہتے ہیں — اور یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذات کے ذکر کی مناسبت سے ہیں — اور جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو۔ حضور علیہ السلام اور اپنے ذکر کو کلمہ طیبہ میں۔ جمع کیا اپنی توحید کا عنوان بنایا لا الٰہ الا اللہ — کے بارہ حروف ہیں۔ اور بغیر واؤ عاطفہ کے

KHURRAM PAPER PRODUCTS

واؤ نہیں ڈالا ۔ کیونکہ واؤ عاطفہ تغائر کے لئے آتی ہے ۔ جب دو کو غیر ثابت کرنا
ہو تو واؤ عاطفہ لاتے ہیں ۔ اور غیریت کو مٹانا ہو تو واؤ عاطفہ ہٹاتے ہیں ۔ فرمایا لا الہ الا اللہ
و محمد رسول اللہ نہیں کہا ۔ اگر کوئی یہ کہہ دے تو کلمہ اسلام میں تحریف ہو جائے گی ۔

رب کائنات نے اتصال قائم کیا ہے ۔ تغائر دوری کو چاہتا ہے ۔ اتصال قربت
کو چاہتا ہے ۔ فرمایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ نہ لا الہ الا اللہ کے پورے کلمہ میں کوئی نقطہ ہے ۔ نقطہ
عیب کو ظاہر کرتا ہے ۔ اور نہ محمد رسول اللہ کے پورے کلام میں نقطہ رکھا ۔ کہ نقطہ عیب کو ظاہر کرتا
ہے ۔ فرمایا جیسے میں اور میری شان ہر عیب سے پاک ہے ۔ ویسے میرا محمد اور محمد کی
کی رسالت اور اس کی شان ہر عیب سے پاک ہے ۔

لا الہ الا اللہ کے بارہ حروف ہیں ۔ آج ہم بات کریں گے علم المواقف ۔ چار
اور علم المناسبت کی بات کریں گے بارہ سے ۔ اس لئے کہ ہمارا سٹیج پر چار کو ماننے والے
بھی ہیں ۔ اور بارہ کو بھی ماننے والے بھی ہیں ۔ تو ہم چار اور بارہ کی بات کریں گے ۔

یہ جو تحریک ہے جو چار اور بارہ والوں کو اکٹھا کرتی ہے ۔ اور ایک بناتی ہے ۔ تو فرمایا لا الہ الا اللہ
کے بھی بارہ حروف ۔ اور محمد رسول اللہ کے بھی بارہ حروف ۔ اب میرے پاس نہ بلیک بورڈ ہے ۔
کہ لکھ کے ہر کے گن کے بتاؤں ۔ نہ وقت اجازت دیتا ہے ۔ میں تو بیان کر رہا ہوں گھر جا کے کاپیوں
پر لکھ کے گنتی کر لینا ۔ اللہ اور محمد کو چار چار حروف میں رکھا ۔ یہ چار والے ہو گئے ۔
اور لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کو بارہ اور بارہ میں رکھا ۔ یہ بارہ والے بھی ہو گئے ۔ پتہ یہ چلا کہ حضور
کی امت سارا فیض پر حاوی ہے ۔ اور پتہ چلا کہ چار کو بھی مصطفیٰ کا فیض ہے ۔ اور بارہ
کو بھی مصطفیٰ کا فیض ہے ۔ اب جو اگلی بات سمجھنے والی ہے

کہ حضور علیہ السلام کی خلافت ظاہری کا چشمہ بھی حضور سے چلا ۔ بتا رہا ہوں کہ کیسے
خلفائے راشدین کا ذکر حضور کا ہی ذکر ہے ۔ اور اہل بیت اطہار کا ذکر ہے خدا کا بھی ذکر
ہے ۔ اور کل مخلوق کا بھی ذکر ۔ ذکر مصطفیٰ جامع ذکر ہے ۔ آقا علیہ السلام کے چشمہ خلافت
کے فیض سے دو خلافتیں چلیں ۔ خلافت ظاہری اور خلافت باطنی ۔ جس طرح سے اسلام کا
تفوق دنیا پر قائم ہو ۔ اور اقدار دین مستحکم نافذ ہوں ۔ اور خلافت باطنی جس کے ذریعے ولایت

اور امامت ~~[illegible]~~ میں روحانی فیض اور ولایت کا تسلسل چلے - چار خلفاء بنائے آقا علیہ السلام
نے - سیدنا ابوبکر — عمر ابن الخطاب - عثمان ابن عفان - علی ابن ابی طالب - عدد چار کا رکھا - یہ علم الموافق
ہے - یہ لفظ محمد کی مطابقت ہے - لفظ محمد کے چار حرف تھے - تو خلافت ظاہری میں بھی
چار فرد بنائے — پھر ان چار فردوں — ہر ایک کے جو نام ہیں - ان کو علم المناسبت
میں ہر ایک کا نام پھر پھر بارہ حرفوں پر مشتمل ہے - خلفاء چار ہیں - اور ہر خلیفہ کے نام کے حروف
بارہ ہیں — ابوبکر الصدیق - یہ بارہ حرف ہیں — عمر ابن الخطاب - اس کے بھی بارہ حرف
ہیں — اسی طرح عثمان ابن عفان — علی ابن ابی طالب تو پتہ چلا کہ ہر ایک میں بارہ ہیں -

اور پھر آقا علیہ السلام سے دوسری خلافت باطنی چلی - ولایت اور امامت باطنی میں اس
میں بھی چار نفوس قدسیہ مقرر کیے — اولاً وہی چار نفوس بنائے - علی ابن ابی طالب - دوسری
فاطمۃ الزاہراء - تیسرے حسن - اور چوتھے حسین - امامت کا اختلاف مٹانے والے حسن -
اور کربلا کی ملامت بن جانے والے حسین — یہ چار نفوس قدسیہ منبع ولایت بنے - علی ابن طالب
کے بھی بارہ حروف - فاطمۃ الزاہراء کے بھی بارہ حروف - مُصلحُ الامۃ حسن - اس لقب کے ساتھ بارہ
حروف - اور شہیدُ الاسلام حسین اس کے بھی بارہ حروف - چار نفوس قدسیہ اہلبیت کے
چشتی و علی راسبھم محمد رسول — اس کا سر ہے پھر محمد رسول اللہ بارہ حروف -

اور پھر یہ جب سلسلہ چلایا - ولایت و امامت باطنی کا - قیامت تک جو منبع
منابع بنائے جس سے ہر ولی کو فیض ہر دور میں ملتا رہے گا - جب ان نفوس کو منتخب
کیا - تو اہلبیت کے امام بھی بارہ بنائے — مولا علی مرتضیٰ سے شروع کیا اور
مہدی علیہ السلام پر ختم کیا - وہ بھی بارہ نفوس بنائے - تو جب حضور کا ذکر آگیا - تو اس کی بارہ
میں آئمہ اہلبیت کا بھی ذکر آگیا — چار نفوس اہلبیت کا بھی ذکر آگیا - خلفاء راشدین
کا بھی ذکر آگیا - حضور کی امت کے سرتاجوں کا بھی ذکر آگیا - اور حضور کا بھی ذکر آگیا - اور حضور
کے مالک و مولا کا بھی ذکر آگیا — (~~[illegible]~~) ۳۳ — ۳۶

اس کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو اگلی بات کی - آپ کہیں گے - یہاں تک تو
بات ہو گئی خدا کی بھی - صحابہ کی بھی اہلبیت کی بھی — ہم کہاں گئے - تو کیا حضور کے ذکر میں ہمارا

M T W T F S S

Memo No ______

Date / /

ذکر بھی آتا ہے ــــ ہمیں بھی اس میں سے حصہ ملتا ہے یا نہیں ــــ ہاں ــــ

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ــــ رب کائنات نے جب انسان کو بنانے کا فیصلہ کیا۔ تو

ہیئت انسانی ۔ انسان کو شکل وہ دی۔ اگر محمد اسم محمدؐ ۔ صورت حرفی میں ہو۔

تو سر سے پاؤں تک انسان شکل محمد ہو جاتا ہے ۔ چونکہ احسن تقویم

بنانا تھا ــــ اور ساری کائنات کا اشرف المخلوقات بنانا تھا ــــ اور ساری کائنات میں

افضل وارفع واعلیٰ بنانا تھا ــــ تو اس احسن تقویم کو شکل بھی وہ عطا کی ۔ جس کی مماثلت

ہیئت اسم محمدؐ کے ساتھ ہو جائے ۔ حضورؐ کے اسم کے حروف ہیں میم حا ۔ میم

اور دال ــــ میم کو لکھے تو گول سر کی مانند ہے ــــ انسان کے سر کو محمد کی

میم کا آئینہ دار بنایا ــــ محمد میں میم کے بعد آتا ہے (حاء) ۔ انسان کے دونوں کندھے جسم

کے اسم کے حاء بنا دیئے ــــ اور پھر محمدؐ میں میم دو بار آتا ہے ــــ میم دوسری بار

مشدد آیا ہے ۔ اور میم گولائی کی علامت ہے ۔ پھر صدر اور بطن اسم محمد کی دو میم

بنا دیا ــــ انسان کی دو ٹانگیں ہیں اس کو دال کی شکل بنا دیا ــــ

اگر انسان کھڑا ہو تو ہیئت حرفی ہے ۔ حرفوں کی ترتیب بنائیں تو وجود انسانی

مکمل ہو جاتا ہے ۔ اور اگر انسان بیٹھا ہو قعود اور جلوس میں ہو۔ آپ تشہد کی شکل میں بیٹھ جائیں ۔

سر کو جھکا کر ۔ ہاتھ رانوں پر رکھ کر ۔ دونوں گھٹنے آگے رکھ کر ۔ پاؤں پیچھے کر کے ۔ تو لفظ محمد صورت

لفظی میں بن جاتا ہے ــــ سر میم بن جاتا ہے ۔ کندھے حا رہتے ہیں ۔ اور نیچے صدر اور بطن

میم اور پاؤں کی شکل محمد کی دال ہو جاتا ہے ــــ بیٹھ جائیں تو اسم محمد بشکل لفظی میں

انسان بنتا ہے ۔ پھر کمال انسانی شکل سجدہ ہے ــــ انسان کی کمال سجدہ میں ہے

اگر سجدہ میں ہو تو غور فرمائیں ۔ تو سر النقش اسم محمدؐ لگتا ہے ــــ

انسان کھڑا ہو تو اسم محمد کا صورت کا مجموعہ لگتا ہے ۔ اور اگر انسان سجدہ میں

ہو تو لفظ محمد کی ہیئت لگتا ہے ۔ تو گویا لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ۔ کی شکل

ہر لفظ محمد ۔ محمد کا مجموعہ لگتا ہے ۔ محمدؐ کا تصور ہو گیا ۔ محمد کا خیال آگیا ۔ اور محمد کے خیال میں خود

کو گم کر لیا ۔ تو اس میں ذکر خدا بھی آگیا ۔ ذکر صحابہ بھی آگیا ۔ ذکر اہل بیت بھی آگیا ۔ اور ذکر انسان

احسنِ تقویم میں آ گیا ــــ تو یہ بات یہاں ختم نہیں ہو گی۔ یہ تھا علم موافقت اور علم مناسبت کی بات۔

اب آقا علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے تمام انبیاء و رسل کا خلاصہ بھی بنایا ہے۔ سب کی رسالتوں کا کمال بھی بنایا ــــ ساری کائنات کا کمال۔ جمادات ہوں نباتات ہوں۔ حیوانات ہوں۔ ساری مخلوقات و موجودات کا کمال حتیٰ کہ جن و ملائک سب کا کمال انسان میں ہے۔ احسنِ تقویم ہے۔ رب کائنات نے اپنے حسن و کمال کے جلوے۔ اور اپنی ربوبیت و قدرت کے جلوے ساری کائنات میں منتشر کر دیئے۔ الحمد للہ رب العالمین۔ سارے عالموں میں عالم ملائکہ میں عالم جنات میں۔ عالم جمادات میں عالم نباتات میں عالم حیوانات میں۔ ساری کائنات میں اللہ نے اپنی حسن ربوبیت کے جلوے بکھیر دیئے ہیں۔ اور اس کے حسن ربوبیت کے بکھرے ہوئے جلوے۔ جب اس نے اُن کو ایک وجود میں سمیٹنا چاہا۔ تو ان بکھرے ہوئے جلووں کو وجودِ انسان میں سمیٹ دیا۔ اس لیے اس کو احسنِ تقویم کہا ــــ کائنات کے سارے حسن۔ انسانیت میں آ گئے۔ اور انسان کے سارے کمالات جب ان کو سمیٹا۔ تو رب کائنات نے انہیں پیکرِ نبوت میں جمع کر دیا۔ اور کائنات نبوت کے سارے کمالات اور معجزات اور سارے خوارق اور سارے فضائل اور سارے مناقب۔ جمع کیے تو پیکرِ رسالت میں ان کو مجتمع کر دیا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش نبی بنا دیے ــــ یہ خلاصہ ہے کل انسانیت کے کمالات کا۔ اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء۔ ساری کائنات انسانی کا خلاصہ ہیں۔ اُن کو جب جمع کیا۔ تو پیکرِ رسالت میں جمع کیا۔ وہ تین سو چودہ بنا دیئے۔ رسول ۳۱۴ بنا دیئے ــــ سوا لاکھ نبیوں میں سے ۳۱۴ رسولوں میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک کل انبیاء کرام کے کمالات ۳۱۴ رسولوں میں جمع ہو گئے۔ اور ان تین سو چودہ رسولوں کے سارے کمالات جب جمع کیے۔ اور وہ منتہائے معراج کو پہنچے۔ تو ان کو وجودِ محمد بنا دیا ــــ بتا رہے ہیں کہ دلوں میں اللہ پاک نے اسم محمد کو لکھ دیا ہے (۲۴-۴۴)

اب علم الاعداد اس کی تائید کرتا ہے۔ علم البسط کے مطابق بحث کر رہا ہوں۔ لفظ محمد ۴ حروف آیا ہے میم۔ پھر ح پھر میم۔ پھر دال = پہلی بار میم ایک بار آیا۔

KHURRAM PAPER PRODUCTS

دوسری بار میم مشدد ہے تو دو بار آیا ہے ۔ لکھیں تو لکھا جائے گا ۔ میم ۔
میم میں بھی دو میمیں ہیں ۔ اس کے بعد حا ۔ (ح - ا) اور اس کے بعد پھر میم م ۔
م ی م ۔ اور یہ میم مشدد ہے ، میم دو بار ہے ۔ پھر چوتھا حرف ہے دال ۔
اس کو کہتے ہیں اعداد بسیط کا علم ۔ ایک ہوتا ہے جس کو م ح م د حرف
کے طور پر لکھتے ہیں ۔ اور پھر جب ہر حرف کو لفظ کے طور پر لکھیں ۔ تاکہ اس کا مخرج
مکمل ہو جائے ۔ کہ اس کو پڑھنا کیسے ہے ۔ تو پھر یہ اعداد بسیط بن جاتے ہیں ۔ تو میں نے
آپ کو اعداد بسیط کے طور پر لکھ کر سمجھا دیا ہے ۔ اس کے جب اعداد جمع ہیں ۔

پہلا میم ، میم = 40+10+40 = 90 = حا = 8+1 = 9 میم ، میم = 180
پھر دال = 30+1+4 = 35 = تمام کو جمع = 90 + 9 + 180 + 35 = جب ان حروف
کو اعداد بسیط کے حوالے سے جمع کیے تو کل عدد بن گئے (۳۱۴) ایک لفظ
محمد ۔ اس کے عدد بنے 314 = لفظ محمد کے اعداد بتا رہے ہیں کہ میرے محبوب
تنہا ذات تو ایک ہے ۔ پورا نام محمد ہے ۔ ایک محمد میں تین سو چودہ رسول جمع
B ہیں ۔ محمد میں ابراہیم بھی ہے ۔ موسیٰ ۔ داؤد ۔ عیسیٰ ۔ محمد میں 314 رسول
جمع ہو گئے ۔ 314 میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی جمع تھے ۔ اور سوا لاکھ نبیوں میں کل کائنات
جمع تھی ۔ اور انسان میں کل مخلوقات جمع تھی ۔ باقی رہ گیا فقط ایک خالق ۔ ادھر رہا
خالق ۔ باقی دوسرے اینڈ پر خالق کے سوا جو کچھ ہے ۔ وہ مخلوق ہے ۔

جیسے مولانا اشرفی صاحب نے بتایا ۔ عرش و قلم مخلوق ہے ۔ لوح و قلم مخلوق
ہے ۔ جنت و دوزخ مخلوق ہے ۔ جن و ملائک مخلوق ہیں ۔ ملاء اعلیٰ مخلوق ہے ۔ جبروت و ملکوت
مخلوق ہیں ۔ عالم ناسوت مخلوق ہے ۔ شجر و حجر اللہ کے سوا جب اس نے کیا ۔
انما اذا اراد شیئا ۔ فیکون ۔ تو کن سے پہلے صرف اللہ تھا ۔ اور جب کن
ہو گیا ۔ تو کن کے بعد جو کچھ ہے وہ مخلوق ہے ۔ کن کہنے والا اللہ ہے ۔ اور کن کے نیچے میں جو
کچھ ہو گیا ۔ جو کچھ ظہور پذیر ہو گیا ۔ جو کچھ آج تک ظاہر ہو چکا ۔ اس اللہ کے سوا سب کچھ
مخلوق ہے ۔ اور ساری مخلوق کا خلاصہ انسان ہے ۔ انسان کا خلاصہ نبوت ہے ۔ نبوت کا خلاصہ

M T W T F S S

Memo No
Date / /

رسالت ہے۔ رسول 314 ہیں۔ اور 314 سارے رسول ایک محمد میں گم ہیں۔ (۲۳-۵۱)
تو جب ذکر محمد کر دیا تو ذکر رسول ہو گیا۔ ذکر انبیاء ہو گیا۔ ذکر خلائق ہو گیا۔ ذکر ملائک
ہو گیا۔ اور ذکر مکمل ہو گیا۔ تو حضور کے ذکر کی دو جہتیں ہو گئیں۔ ایک تو حضور کا ذکر خود
اللہ کا ذکر ہو گیا۔ اور خود اللہ کے ذکر کا ذکر ہو گیا۔

آپ پوچھیں کہ اللہ تو سمجھ میں آ گیا۔ تو اللہ کا ذکر کیا ہے۔ اللہ کا ذکر ایک ہے۔ اور
وہ ذکر مصطفیٰ ہے۔ ان اللہ وملائکتہ یصلون ۔۔۔ اللہ ذکر مصطفیٰ کرتا ہے۔ ورفعنا لک
ذکرک ۔ اللہ ذکر مصطفیٰ کو بلند کرتا رہتا ہے۔ بسا اوقات ہم نادان لوگ ،
ذکر کیا ہوتا ہے۔ بیان شان کو ذکر کہتے ہیں۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا
کہ محبوب میں تمہاری شان بیان کرتا ہوں۔ یہ نہیں کہا ۔ اس نے فرمایا میں ہر وقت
تمہاری شان بلند کرتا رہتا ہوں۔ شان تو وہی تھی مصطفیٰ کی جو اس نے وقت
تخلیق عطا کر دی ۔ وہ تو ہو گئی شانِ مصطفیٰ ۔ اب جب رب کائنات نے اپنی شان
کے لائق مصطفیٰ کو شان عطا کی ۔ تب سے ورفعنا لک ذکرک ہم ہر وقت تمہارا
ذکر بلند کرتے رہتے ہیں۔ یعنی تمہاری شان بیان نہیں شان کو اونچا کرتے رہتے ہیں۔ شان
تو سادی تھی۔ مگر جب سے رب نے مصطفیٰ کو شان دی ہے۔ اُن کو ہر وقت وہ بلند کرتا جا رہا ہے
کب سے بلند کرنے لگا ہے۔ جب سے خدا ہے۔ اور جب سے اس نے اپنے محبوب مصطفیٰ
کو بنایا ہے۔ شان سے نوازا اس وقت سے وہ شان بلند کر رہا ہے۔
اس وقت سے بلند کر رہا ہے جب وقت بھی نہ تھا۔ جب بلندی کے پیمانے بھی نہ
تھے۔ فہم و فراست بھی نہ تھی۔ اس حضور کی شان و عظمت کو ہم اپنے دماغ محدود
سوچوں کے ساتھ ماپنے کی کوشش کریں تو اس سے بڑی نادانی کوئی ہو گی۔
جس کو خدا بلند کر رہا ہے۔ اس کو ہم کس پیمانے سے ماپنا چاہتے ہیں۔
اس لیے اگر ہم نے ماپا۔ بیان کیا۔ خاموش رہو ان میں سے افضل گولڑوی نے کہا۔

اگر خاموش رہوں میں تو تو ہی ہے سب کچھ
جو کچھ کہا تو تیرا حسن ہو گیا محدود

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S

Memo No ______
Date / /

لوگوں ہم تو نعتیں پڑھتے ہیں۔ کیا ہماری نعتوں سے حضور کی شان بیان ہو سکتی
ہے۔ ہم تو خطاب کرتے ہیں۔ کیا ہمارے خطاب سے حضور کی شان بیان ہو سکتی
ہے۔ وہ ہمیں تو فرمایا ہے ورفعنا لک ذکرک ہم نے آپ کا ذکر آپ کے لئے بلند
کر دیا۔ اور ہمیں فرمایا ہے وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ ہر لمحہ کی گھڑی پہلے سے اونچی
ہے۔ حضور پر آنے والی گھڑی میں اونچے ہوتے گئے۔ ہو رہے ہیں ہوتے رہیں گے۔ ہمیں تو
معرفت ہی نہیں ہے کہ ہم حضور کی شان کیا ہے۔ اور بھلا جبرائیل جیسے کوئی لیں۔
جن کو کچھ معرفت ہو گی۔ وہ حضور کی شان بیان کرنے لگے گا۔ تو وہ لب کھولیں گے۔
حضور کے ذکر میں جو شان پہلے تھی وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ وہ تو اور شان بلند ہو گئی ہو گی۔
اس لئے اگر کوئی مخلوق میں چاہے بھی تو شان بیان نہیں کر سکتا۔ اس لئے آقا علیہ السلام
کی عظمتوں کو رفعتوں کو قدروں کو منزلتوں کو مقاموں کو۔ آقا علیہ السلام کی شانوں کو نہ
ناپنا چاہئے نہ تولنا چاہئے نہ زیر بحث لانا چاہئے یہ ورائے وہم و گمان
ہے۔ ہم میلاد کا ذکر کیا کریں گے۔ ذاکر میلاد مصطفیٰ خود خدا ہے۔ یہ تو
تھا۔ کہ حضور کے ذکر کی فضیلت کیا ہے۔ ہم حضور کا ذکر کیوں کرتے رہتے ہیں یہ دل لگانا
عشق۔ ہر وقت حضور کا ذکر کرتے ہیں کیوں کرتے ہیں۔ ابھی تک تو یہ بات بتائی کہ
اس ذکر میں پر ذکر ہے۔

~~ذکر کا~~ اب ہے رات شب میلاد مصطفیٰ کی۔ تو آئیے دیکھیں کہ حضور کے
میلاد کا ذکر کیا ہے۔ کہ ذاکر میلاد مصطفیٰ خود خدا ہے۔ اہل علم غور سے سن
لیں۔ مسالک میں مکاتب فکر میں۔ مختلف ذوق اور علمی تحقیقات رکھنے والے علماء۔
میں میلاد مصطفیٰ کا کیسے منایا جائے۔ اختلاف اگر ہیں ہے تو ہوا ہے۔ تو وہ کیسے
پر ہوا ہے۔ میلاد پر کوئی اختلاف نہیں۔ میلاد کے منانے پر نہیں ہے۔ اس
لئے کہ حضور کا میلاد خود خدا نے منایا ہے۔ کہ حضور کے میلاد کا ذاکر خود خدا ہے
اور یہ طریقہ ہوتا ہے کیسے کا۔ کہ کیسے منایا جائے۔ تو یہ ایک علمی چیز ہے۔ ہر دور کے
اندر ایک تقاضے ہوتے ہیں۔ طریقے ہوتے ہیں۔ آقا علیہ السلام نے بھی منایا۔ صحابہ کرام نے

نے بھی منایا۔ تابعین نے بھی منایا۔ تبع تابعین نے بھی منایا۔ آئمہ مجتہدین نے بھی منایا۔ اور چودہ صدیوں سے عالم اسلام مناتا چلا آ رہا ہے۔ یہاں ایک علمی نکتہ سمجھا دوں۔ اہل علم کے کام آئے گی۔ اور عامۃ المسلمین کو سمجھ میں آ جائے۔ رب کائنات نے فرمایا۔ وذکرھم بایام اللہ ۔ قرآن مجید میں یہ آیت کہ یہ آئی ۔ اے محبوب ان کو اللہ کے دنوں کی یاد دلائیں۔ یہ اللہ کے دنوں کو یاد کرایا کریں۔ اور اللہ کے دنوں کو منایا کریں۔ سورۃ ابراہیم میں یہ شعر حضور کی آمد اور قرآن کے اترنے کی نعمت بیان کی۔ سورۃ ابراہیم کی ابتداء حضور کے ذکر سے کی۔ اسی سورۃ میں آگے تمام انبیاء کی آمد کا ذکر کیا۔ پہلی آیت میں مصطفیٰ کی آمد کا ذکر کیا۔ اگلی آیت میں سب رسولوں کی آمد کا ذکر کیا۔ وما ارسلنا من رسول الا ۔ جس رسول کو بھیجا ہم نے اس قوم کی زبان میں بھیجا ہے۔ سب رسولوں کو بھیجنے کا ذکر کیا۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے آنے کا ذکر کیا۔ ولقد ارسلنا موسیٰ بایٰتنا ۔ اور ہم نے حضرت موسیٰ کو بھیجا نشانیاں دے کر کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نور کی طرف لے کر جائیں۔ مصطفیٰ کے بارے میں فرمایا، لتخرج الناس من الظلمت الی النور۔ ساری کائنات انسانی کو اندھیروں سے نکال کر ۔ یہ آیت کریمہ اعلان ہے۔ کہ رہبر نبی کی بعثت محدود زمانے اور محدود علاقے کے لئے تھی۔ مگر جب بعثت مصطفیٰ کا وقت آیا۔ تو حدیں اٹھا دی گئیں۔ زمانوں کی حدیں نہ رہیں۔ علاقوں کی حدیں۔ ساری کائنات جن و انس تک مصطفیٰ رسول ہو گئے۔ سب رسولوں کا ذکر کرے۔ پانچویں آیت میں فرمایا۔ وذکرھم بایام اللہ ۔ اور انہیں اللہ کے دنوں کی یاد دلایا کریں تاکہ اللہ کے دنوں کو منایا کریں۔ امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر ہے۔ تفسیر طبری بھی ہے۔ وذکرھم بایام اللہ کیا ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے دن۔ کون سے دن ۔ سارے دنوں کا خالق اللہ ہے۔ فرمایا دو طرح کے دن ہیں اللہ کے ایام رحمت اور ایام زحمت۔ وہ دن جن میں اللہ نے اپنی نعمتیں اتاریں۔ انبیاء پیدا کئے ملائکہ پیدا کئے۔ زمین و آسمان پیدا کئے۔ مائدہ اتارا۔ من و سلویٰ اتارا۔ بخشش کی نجات دی۔ قوموں پر کرم کیا۔ نبی پیدا کئے۔ رسول بھیجے ہدایت دی۔ قوموں کا بیڑا پار کر دیا۔ جن دنوں میں اللہ کی نعمتیں اتریں وہ ایام رحمت ہیں۔ اور وہ دن جن میں اللہ کا عذاب اترا قوم ثمود پر قوم عاد پر۔ قارون و فرعون پہ عذاب اترا۔ جس دن میں غرق ہو گئے۔ بدر ہے ...

KHURRAM PAPER PRODUCTS

بستیاں الٹ دیں۔ تباہی ہوئی برباد ہوئے۔ وہ ایام زحمت ہیں۔ تو فرمایا اللہ کے ایام دو طرح
کے ہیں۔ جن دنوں میں عذاب آئے وہ بھی یاد دلائیں۔ تاکہ لوگوں میں خوف پیدا ہو۔ اور
جن دنوں میں اللہ کی نعمتیں آئیں۔ اور نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت وہ ایام جن میں خدا کے نبی اور
رسول آئے۔ کیونکہ اللہ کے رسولوں کی آمد کا ذکر ہے۔ وہ سب سے بڑے ایام رحمت ہیں۔ ان کو
دنوں کی یاد دلائیں تاکہ لوگوں کے دلوں میں شوق پیدا ہو۔ شوق اطاعت۔ شوق اتباع۔
شوق تقوی۔ شوق پیروی کا دیں۔ تو اللہ کے ان دنوں کی یاد دلانا۔ کیونکہ رحمت عذاب پر
غلبہ رکھتی ہے۔ جن دنوں میں اللہ کی رحمت اتری۔ ان دنوں کی یاد منانا۔ اللہ کے ہاں زیادہ محبوب
ہے۔ یہ تو قرآن مجید کا حکم ہے۔ اب جو بات کہنا چاہتا ہوں بڑی اہم۔ وہ یہ ہے
کہ منانا ہر کوئی ہے۔ طریقے جدا جدا ہیں۔ اب ایک علمی نکتہ ہے پختہ ہے۔ ناقابل تردید
ہے۔ کوئی شخص دنیا میں علمی طور پر اس نکتے کی تردید نہ کر سکے گا۔

منانا ہے اللہ کے ایام۔ اور ایام بعثت انبیاء۔ اور ایام ولادت انبیاء سب
سے بڑے ایام اللہ ہیں۔ اب یہ صرف خیال پیدا ہوتا ہے۔ بعض ذہنوں میں یہاں
الجھن آتی ہے۔ صرف اسی طرح منائیں جس طرح صحابہ نے منایا ہے۔ یہاں ایک الجھن پیدا
ہوتی ہے اس کو الجھن دور کرنا چاہتا ہوں۔ صرف اس طریقے سے منائیں جب صحابہ نے
منایا۔ وہی حق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔

کہ جو طریقہ صحابہ نے اپنایا۔ وہ حق ہے۔ مگر یہ کہنا وہی حق ہے یہ ناحق ہے؟ دو باتوں
میں فرق ہے۔ صحابی کا ہر عمل حق ہے۔ صحابی کا کوئی عمل باطل نہیں ہو سکتا۔ مگر حق کا حصر عمل
صحابہ میں نہیں ہے۔ مگر یہ کہنا کہ جو نہیں کیا وہ حق ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ ناحق اور باطل ہے۔
اس کی مثال سمجھاتا ہوں سمجھ جائیں گے۔ مثلاً۔ میں کہوں کہ دودھ مشروب ہے۔ تو یہ حق ہے۔
کہ دودھ مشروب ہے۔ کہ مشروب صرف دودھ ہی ہے۔ دوسرا یہ ہے
اور دودھ کے سوا کوئی دوسرا مشروب نہیں ہو سکتا۔ یہ بات غلط ہوگی۔
جیسے اپیل کا جوس ہے؟ مثلاً اگر کوئی کہے کہ انسان جاندار شے ہے یہ حق ہے۔ انسان
ہی ہے جاندار ـــــ یہ غلط ہے۔ حیوان بھی جاندار ہوتے ہیں پرندے بھی ہوتے ہیں۔ درخت بھی جاندار

وغیرہ سے کہ جو عمل صحابہ سے ثابت ہو۔ اس کے حق ہونے میں شک ہو ہی نہیں سکتا۔
وہ مسئلہ ہو گیا۔ مگر یہ کہنا غلط ہے۔ جو عمل صحابہ سے ثابت نہیں وہ حق نہیں۔ اگر یہ کہہ
دیا تو پھر امام ابو حنیفہ بھی غلط ہو گئے۔ امام مالک بھی غلط ہو گئے۔ وغیرہ۔ امام محدثین بھی غلط ہو گئے۔
سب غلط ہو گئے یہ سب صحابہ کے بعد تھے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ خیر القرون قرنی۔ اگر یہ
خیال آئے کہ جب حضور کے میلاد کا ہم مناتے ہیں۔ کیونکہ یہ کہ صحابہ کے زمانے میں نہیں منایا جاتا
تھا۔ حضور نے فرمایا: خیر القرون قرنی۔ سب سے بہتر زمانہ میرا ہے۔ حضور کا زمانہ کب ختم ہو گیا۔
دس ہجری کو۔ جب آقا علیہ السلام کا وصال ہوا۔ پہلا زمانہ عہد رسالت کا ختم ہوا۔ بعد ان لوگوں
کا زمانہ جو میرے زمانے کے لوگوں سے ملے۔ عہد تابعین کا زمانہ۔ 150 ہجری سے آگے نہیں
چلے۔ تبع تابعین کا زمانہ 175 ہجری تک ختم ہو گیا۔ تمام ریکارڈ کو سنا جا سکتا ہے۔ 1-15

یہ سوچنا کہ جو عمل صحابہ اور تابعین کے دور سے ثابت نہیں۔ معاذ اللہ وہ غلط ہے۔ جو اس
دور سے ثابت ہو وہ اعلیٰ حق ہے۔ کوئی چیز اس کو رد کرے۔ اور کثرت والی کو چھوڑ دیا جائے
اسے قبول کیا جائے گا۔ مگر شریعت کے اصول کے ساتھ ٹکراؤ نہ ہو۔ اور امت جس کو
بہتر سمجھ کے طریقے وضع کرتی ہے۔ وہ سارے سنت رسول کے مطابق حق ہیں۔ آقا علیہ السلام
نے فرمایا۔ جس کو روایت کیا امام احمد بن حنبل نے امام حاکم نے مستدرک میں۔ امام بیہقی
نے سنن الکبریٰ میں۔ امام ابن کثیر نے بھی لیا۔ ابو درداءؓ حدیث کے راوی ہیں۔ اصول کی یہ
کی بات بتا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے قرآن میں جس چیز کو لکھ دے حلال کر دے۔ وہ حلال ہے۔
جس کو حرام لکھ دے۔ وہ حرام ہے۔ اور جس چیز کو نہ حلال لکھا جائے۔ نہ حرام لکھا جائے۔ قرآن
حدیث اور صحابہ جس معاملے میں خاموش رہیں۔ اسے قبول کر لیا کرو۔ اس پر عمل کر لیا
کرو۔ اس لئے اگر خاموش رہا ہے۔ وہ بھول کر خاموش نہیں ہوا۔ جان بوجھ کر خاموش
ہوا ہے۔ اس لئے خاموش ہوا ہے تاکہ امت کے لئے حلت میں وسعت پیدا ہو جائے۔
اپنے اپنے ادوار میں جب نئے زمانے آئیں۔ صرف شریعت کا حرام کا ارتکاب نہ ہو۔
اگر کسی ملک کا یوم منایا جائے۔ معلوم ہے۔ اگر کسی ملک کے بانی کا یوم منایا جائے

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S

Memo No ______

Date / /

دھوم دھام سے کسی کی تخت نشینی منائی جائے دھوم دھام سے جو پہلے طریقہ نہ تھا۔ تو دنیا کے حکام، سلاطین ریاستوں اور مملکتوں کے وجود میں آنے کی خوشیاں اگر دھوم دھام سے منائی جائیں۔ اور ایسے زمانے آئے۔ پھر جب مصطفےٰ کی ولادت کا وقت آئے۔ تو سب جشنوں سے بڑھ کر جشن منایا جائے۔ اس لئے رب نے جس خاموشی کا راستہ عطا کر دیا ہے۔

حضرت ابو ثعلبہ روایت کرتے ہیں۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ پاک نے تم پر فرائض مقرر کر دیئے اُن کو ضائع نہ کرو۔ حدیں مقرر کر دیں۔ اُن کو مت توڑو۔ اور بعض چیزوں کو منع کر دیا، حرام کر دیا کہ اُن کے قریب نہ جاؤ۔ اور بعض چیزیں [illegible]۔ قرآن و حدیث میں اللہ اور اس کے رسول نے خاموشی رکھ لی۔ اب اُن کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ تاکہ امت مصطفےٰ کے لئے رخصت رہے۔ خدا نے جس پر خاموشی رکھی ہے۔ یاد رکھو اللہ کو نسیان نہیں ہے۔ جب خاموشی ہوتا ہے تو ہمیں کھلی چھٹی دیتا ہے، رخصت دیتا ہے۔ اُن پر بحثیں نہ کیا کرو۔ جس کا جی چاہے وہ کر لیا کرے۔ جس کا جی نہ چاہے وہ نہ کرے۔

تو جس پر عمل صحابہ میں، عمل تابعین میں۔ اور عمل تبع تابعین میں خاموشی ملے۔ خاموشی بھی شریعت کا ایک حکم ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم فرمایا۔ یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اللہ کی اطاعت کرو۔ اور رسول کی اطاعت کیا کرو۔ جب یہ حکم آ گیا رسول کی اطاعت کرو۔ تو جب رسول کچھ کہے۔ تو رسول سے یہ نہیں پوچھئے کہ کیا یہ بات قرآن میں ہے یا نہیں۔ جب رسول نے فرما دیا۔ خدا کا حکم رسول سے اوپر ہے۔ جس نے رسول سے پوچھا۔ کہ بتائیے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ نہیں۔ قرآن میں ہے یا نہیں۔ قرآن میں ہو تو تب عمل کرتا ہوں۔ جس نے رسول سے یہ پوچھا۔ وہ پوچھتے ہی کافر ہو گیا۔ کیوں۔ کہ رسول کا حکم ماننا ہی تو خدا کا حکم ہے۔ اس نے فرمایا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ یہی تو خدا کا حکم ہے۔ اور اگلی بات صحابہ کا عمل۔ وہ رسول کا عمل تصور ہوتا ہے۔ اگر کوئی عمل صحابہ کے عمل سے ثابت ہو جائے۔ تو علم حدیث میں اس کو بھی

کو بھی حدیث کہتے ہیں۔ جب صحابی سے عمل ثابت ہو جائے تو صحابی سے یہ نہیں پوچھے گا کہ رسول نے کہا ہے یا نہیں۔ اگر صحابی کا عمل ثابت ہو جائے تو تصور کر لیا جائے گا کہ رسول کا عمل ہے۔ کیونکہ صحابی رسول کے عمل کے خلاف نہیں کرتا۔ اسی طرح جس طرح رسول خدا کے احکام کے خلاف نہیں کرتا۔ اسی طرح تابعی اور تبع تابعی کا عمل ثابت ہو جائے تو وہ صحابی کا عمل ہے۔ و اطیعوا الرسول کی تابعیت میں آ جاتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا واولی الامر منکم۔ اور تم میں سے جو اولی الامر ہو ان کی بھی اطاعت کیا کرو۔ اولی الامر کون ہیں۔ کیا اس سے مراد کوئی قرآن ہے۔ خدا ہے۔ وہ اطیعوا اللہ میں تھا۔ ~~کیا اطیعوا الرسول~~ کیا رسول ہیں۔ صحابہ بھی وہ اطیعوا الرسول کے تحت تھے۔ اولی الامر وہ ہیں جو اس دور کے بعد آ گئے۔ اور جن کو امت میں ائمہ ہونے کا درجہ ملا ۔۔۔ امت میں جو علماء نے ائمہ نے جو طریقے وضع کیے آقا کے میلاد منانے کے خوشیاں منانے کے۔ امت کے ایمان کو جلا بخشنے کے۔ وہ کتاب و سنت کے تابع تھے۔ اس لیے ان پر عمل کرنا عین حق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا اقسم بھذا البلد۔ فرمایا میں شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں۔ لا کے کئی معانی ہیں۔ لا زائدہ ہے۔ جیسے فرمایا لا اقسم بیوم القیامۃ۔ اس کا معنی ہے کہ میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں۔ لا اقسم بھذا البلد۔ میں اس شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں تاکید فرمائی۔ دوسری تفسیر کی رو سے۔ جس کو امام حسن بصری اور امام اعمش نے اخذ کیا امام ابن کثیر نے بھی روایت کیا۔ کہ بعض صحابہ اور حسن بصری اس لا کو لاقسم بھی پڑھتے تھے۔ لام جب آ جائے مضارع پر تو تاکید پر ہوتی ہے۔ فرمایا لا بھی قسمیہ ہے۔ آگے بھی قسم ہے۔ فرمایا قسم در قسم کھاتا ہوں اس شہر مکہ کی۔ تیسرا۔ ارشاد فرمایا عربوں کا طریقہ تھا کہتے تھے۔ لا واللہ لیفعلن کذا۔ یعنی بڑی قسم میں تاکید کرنا چاہتے تو لا لازمی لاتے تھے۔ تو فرمایا رب نے ارادہ فرمایا کہ شہر مکہ کی قسم کھاؤں۔ بڑی تاکیدوں کے ساتھ کھاؤں۔ اور وہ اس لیے کھاؤں۔ جب لا کے ساتھ قسم کھائی جائے تو کوئی اسے رد نہیں کر سکتا تھا۔ تو کوئی یہ نہ کہے کہ رب ہو کر شہر مکہ کی قسم کیوں کھاتا ہے۔ فرمایا لا اقسم بھذا البلد۔ فرمایا سارے گمان نکال دو۔ رب ہو کر اس شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں۔ ایسی

KHURRAM PAPER PRODUCTS

قسم کھاتا ہوں کہ قیامت تک کوئی اس کو رد نہ کر سکے گا۔ اور چوتھا معنیٰ بڑا خاص اور
اہم ہے۔ امام اخفش وہ روایت کرتے ہیں کہ لا بمعنیٰ الا ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے۔
یہ استفہام انکاری واقع ہو رہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس کا معنیٰ ہے۔ اللہ پاک یہ فرما رہا ہے
اے لوگو۔ کیا میں شہر مکہ کی قسم نہ کھاؤں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ استفہام انکاری
کے ساتھ سوال قائم کر دیا۔ آگے بات آتی ہے۔ کیوں۔

چھٹا معنیٰ یہ ہے جو اس کو کہا گیا۔ کہ لا نفی صحیح کے لیے بھی ہے۔ اس کا معنیٰ ہے،
کہ میں اس شہر مکہ کی قسم نہیں کھاؤں گا۔ مولا کب۔ اب تو کھا رہا ہے۔ محبوب جب
تو اس شہر سے چلا جائے گا۔ جب تک تو یہاں ہے اس شہر کی گلی کوچے کی قسم
کھاتا ہوں۔ اور جب تو یہاں سے چلا جائے گا۔

رب کائنات نے چاہا کہ میں میلادِ مصطفیٰ کا ذکر کروں۔ اور اس نے ذکر میلاد
کی ابتداء مولودِ مصطفیٰ سے کی۔ شہر میلاد سے کی۔ جب مصطفیٰ کے میلاد کی بات
کروں تو سب سے پہلے اس شہر کی بات کروں جس کو مولودِ مصطفیٰ ہونے کا شرف ملا۔
جس شہر کو میں نے مصطفیٰ کے میلاد کیلئے منتخب کیا۔ شہر تو بڑے تھے۔ مگر میں نے
شہر مکہ کو چنا۔ کیوں چنا۔ فرمایا۔ وانت حل بھذا البلد۔ واؤ سبب کے لئے
ہے۔ اور حال کے لئے بھی ہے۔ حالانکہ لوگ کہیں گے اس مکہ کی بڑی فضیلتیں ہیں۔ ہر کوئی
اس شہر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ فولوا وجوھکم شطرہ = وللہ علی الناس حج البیت
ساری کائنات کے لوگ اس شہر مکہ میں حج کرنے آتے ہیں شاید اس وجہ سے قسم کھا رہا
ہے۔ شاید۔ واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا۔ میں نے اس شہر مکہ کو جائے امن
بنایا ہے۔ شاید اس کے جائے امن کی وجہ سے قسم کھاتا ہے۔ فرمایا نہیں۔
مقام ابراہیم ـــ ان الصفا والمروۃ ـــ حجر اسود۔ طواف حج بیت اللہ ـــ
آدم کا تعمیر شدہ کعبہ ـــ مرجع خلائق ضرور ہے۔ باری تعالیٰ یہ ساری فضیلتیں مکہ کی ہیں۔
مناقب ہیں۔ تو پھر بتا دے قسم کھاتا کیوں ہے۔ فرمایا سن لو۔ یہ سارے فضائل مکہ کے اپنی جگہ
ان میں سے کسی فضیلت کے باعث قسم نہیں کھاتا۔ اگر کھاتا ہوں۔ تو صرف اس لیے۔

وانت حل بھذا البلد - کہ مصطفیٰ اگر اس شہر میں ہے۔ تیری اقامت اس شہر میں ہے۔
اور دوسرا سبب حِلّ کا یہ بیان فرمایا۔ ابن آدم عقبی نے فرمایا اس وجہ سے محبوب۔
شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ تو یہاں ہوتا ہے نیک اعمال کرتا ہے۔ تیری نیکیوں کی وجہ
کعبہ کا درجہ بلند ہوتا ہے۔ اور میں تجھ سے راضی ہوتا ہوں۔ اس شہر مکہ میں کوئی
کسی کو قتل نہیں کر سکتا۔ ~~تو جس کو چاہے سزا دے دے میں تیرا گناہ معاف کر دوں گا~~
~~اس لیے اس شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں۔ پہلے بیان کر دیا ہے۔~~

محبوب یہ تیری شان ہے۔ جب تو مکہ فتح کرے گا جس گستاخ کا چاہے گا خون بہا دے
گا۔ تیرا کوئی عمل بھی اس مکہ کی زمین پر گناہ شمار نہ ہو گا۔ اس وجہ سے میں اس شہر مکہ کی
قسم کھاتا ہوں۔ مولد مصطفیٰ کی قسم کھا کر پھر آگئے ووالد وما ولد۔
اب چونکہ جب میلاد کا ذکر ہوتا ہے۔ حضورؐ کے آباؤ اجداد سے ہوتا ہے۔ نسب مصطفیٰ
سے ہوتا ہے۔ فرمایا محبوب پہلے قسم ہے اس شہر کی جہاں تیری ولادت ہوئی۔ اب قسم
ان آباؤ اجداد کی ہے جن کی مبارک صلبوں میں تیرا نور منتقل ہوتا چلا آیا۔ اور فرمایا۔
ووالد وما ولد = حضرت ابن عباس۔ مجاہد، قتادہ۔ ضحاک نے حسن بصری
نے امام طبری نے فرمایا کہ اس سے ایک معنی والد سے مراد حضرت آدم۔ وما
ولد سے مراد حضرت آدم کی ذریت پاک ہے۔ دوسرا معنی بیان فرمایا۔ والد
کون ہے ابراہیم اور اسماعیل۔ قسم ہے ابراہیم اور اسماعیل کی۔ ابراہیم کی قسم اس لیے
کہ اس نے یہ شہر تعمیر کیا تھا۔ اور اسماعیل کی قسم اس لیے کہ اس نے شہر کو بسایا تھا۔
اور قسم ہے آپ کے آباؤ اجداد ابراہیم و اسماعیل کی۔ وما ولد۔ اور قسم ہے ان کے بیٹے
محمد مصطفیٰ کی جس نے اس شہر کو آ کے عزت و توانائی عطا کی۔

اور ایک حدیث میں امام ماوردی روایت کرتے ہیں۔ کہ والد سے مراد حضور
ہی ہیں۔ وما ولد اور قسم ہے مصطفیٰ کی ساری آل اولاد و ذریت کی۔ اور خوش نصیب
امت کی۔ کہ حضور سب کے باپ ہیں۔ شہر مکہ کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے حضور کے میلاد
کی قسم کھائی۔ وضع کیا ہوئی۔ شہر مکہ کو حضور کا جو مولد بنایا۔ جائے ولادت بنایا۔

M T W T F S S
Memo No
Date / /

اس کا ایک سبب ہے جو آج کی گفتگو کا مغز ہے۔ ماحصل ہوگا۔ اس شہر مکہ کی قسم کھائی۔ اور شہر مکہ کو حضور کا میلاد کا شہر بنایا۔ قاعدہ یہ ہے۔ جس جگہ ولادت ہوتی ہے۔ جس مٹی سے ولادت ہوتی ہے وہیں مدفن بنتا ہے۔ وفیھا منھا خلقکم۔ وفیھا نعیدکم۔ جس جگہ سے خمیر بشری بنایا جاتا ہے۔ قبر وہیں ہوتی ہے۔ اگر کسی جگہ کسی کی قبر بنے تو سمجھا جاتا ہے۔ کہ اس کا بشری خمیر بھی اسی مٹی سے بنایا گیا ہوگا۔

یہ بات توجہ طلب ہے۔ اب قبر انور تو بنی مدینہ میں ولادت ہوئی مکہ میں۔ یا تو ولادت مدینہ میں ہوئی ہوتی۔ تاکہ اسی مٹی کے خمیر سے بنتے وہیں مدفن ہوتا۔ اور اگر ولادت مکہ میں ہوئی۔ یہاں کا خمیر تھا۔ تو گنبد خضرا بھی یہاں بنتا۔ ولادت کے لئے مکہ کا انتخاب وفات و مدفن کے لئے مدینہ کا انتخاب۔ یہ آج کی رات کی گفتگو کا نکتہ کمال ہے۔ اور نکتہ عظیم ہے۔ شہر مکہ کو کیوں منتخب کیا گیا حضور کے میلاد کے لئے۔ بات یہ ہے کہ آقا کو۔ ہر لحاظ سے اولیت دینا مقصود تھا۔ تخلیق میں بھی حضور کو شان اولیت عطا کی جانے والی تھی۔ کہ خلقت میں حضور اوّل ہوا۔ ساری مخلوق میں سے کسی کا نور حضور کے نور سے پہلے نہ بنا ہو۔ حضور کے ظہور سے پہلے کسی کا ظہور نہ ہوا ہو۔ حضور کی روح سے پہلے کسی کی روح نہ بنی ہو۔ حضور کی نبوت سے پہلے کسی کی نبوت نہ ہو۔ اور جس خمیر سے حضور کا پیکر بشری بنے۔ اس زمین سے پہلے کوئی زمین پیدا نہ کی گئی ہو۔ ہر لحاظ سے آقا کو شان اولیت عطا کرنی تھی۔ آقا علیہ السلام کی طینت بشری کی خلقت کے وقت سے پہلے۔ یہ داستان خلقت نور محمدی سے چلتی ہے۔ جب کائنات و موجودات میں کچھ نہ تھا۔ صرف خدا کی ذات تھی۔ تو رب کائنات نے نور مصطفے بنایا۔ ایک حدیث کو امام ابو سعد نیشاپوری نے روایت کیا جن کی وفات ۴۰۶ھ میں ہوئی شرف المصطفے میں حضرت سعید بن عمر انصاری نے روایت کیا۔ کعب احبار فرماتے ہیں۔ جب اللہ پاک نے ارادہ فرمایا حضور کے پیکر بشری اس کا خمیر بنایا جائے۔ حکم دیا جبرائیل امین کو کہ فرشتوں کو لے کر جا۔ اور زمین کے اس خطے پر جا جو زمین کا نور ہے۔ اس نور سے سفید نور کی مٹی لے آ۔ جبرائیل امین ملائکہ کو

M T W T F S S
Memo No ______
Date / /

کو لے کر آئے — حضور کے گنبد خضرا کی جگہ سے نورانی مٹی لے گئے۔ یہ اس وقت چمکنے والی مٹی تھی۔
اس میں سے سورج کی طرح شعاعیں نکل رہی تھیں — وہ مٹی لے کر آئے تو اسے سفید
موتی کی طرح چمکایا گیا۔ پھر جنت کی نہروں میں اسے نہلایا گیا۔ پھر اس نور کو رب کائنات
نے اپنے حجابات میں رکھا۔ اس کو امام ابن جوزی نے ~~سعدا~~ معتقلۃ الوفاء میں روایت کیا۔
امام یوسف شامی نے سبیل الہدیٰ میں روایت کیا۔ امام قسطلانی نے المواہب میں روایت کیا۔
امام ابی جملۃ نے بہجۃ النفوس میں روایت کیا۔ ابن سبع نے شرح الشفاء میں روایت کیا۔
جب اس نور کی مٹی کو چن لیا گیا — عبداللہ بن مبارک نے سفیان ثوری کا سے روایت کرتے ہیں۔
حضرت علی المرتضیٰ سے روایت ہے۔ نور محمد سب سے پہلے پیدا کیا۔ نور مصطفیٰ کو اپنے حجاب
قدرت میں بارہ ہزار سال رکھا۔ وہاں کا ایک سال ہزار سال کے دن کے برابر۔ حجاب عظمت
حجاب وغیرہ نشم المیب میں ہے۔ بارہ ہزار طویل مدت۔ جب نور
کو قدرت کے حجاب میں کیا تو اللہ تعالیٰ قدرت کا فیض ملا — سارے حجابات کے مین علم کر دیا
تو پھر نور کو لوح پر ظاہر کیا — سب کچھ لکھ دیا جو پہلے ہو گیا یا ہونے والا تھا۔ جو پہلے لکھا۔
وہ ذکر مصطفیٰ تھا — پہلے ہی گزارا جا میں جنتی وسبعی روضہ —

پھر اس مٹی کو اسے چمکتے ہوئے نور میں سفید موتی کی طرح چمکایا گیا۔ اور پھر جنت کی نہروں میں اسے
غسل دیا گیا۔ پھر اس نور کو رب کائنات نے اپنے حجابات میں رکھا۔ اس کو امام جوزی نے
~~مستعہ~~ معتقۃ الوفاء میں روایت کیا۔ امام یوسف شامی نے سبیل الہدیٰ میں روایت کیا۔ امام قسطلانی
نے المواہب میں روایت کیا۔ امام اسماعیل نے شفا الصدور میں ~~شفا~~ روایت کیا۔ جب اس نور
کی مٹی کو جب چن لیا گیا۔ پھر اس حدیث کو عبداللہ بن مبارک سفیان ثوری کا سے روایت کرتے
ہیں۔ عبداللہ بن مبارک امیر المومنین فی الحدیث — حضرت امام سفیان ثوری امیر المومنین فی الحدیث۔
ان سے روایت کرتے ہیں۔ وہ امام جعفر الصادق سے روایت کرتے ہیں۔ امام جعفر الصادق
اپنے والد امام الباقر سے روایت کرتے ہیں۔ یاد کر لیں۔
امام جعفر الصادق کا مقام اہل سنت کے نزدیک حدیث میں کیا ہے۔ طرفین حوالہ

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S

Memo No ______

Date / /

طرف لوگوں کو مغالطہ ہے - بعض لوگ کہتے ہیں کہ آئمہ حدیث نے امام بخاری مسلم ترمذی وغیرہ
انہوں نے آئمہ اہلبیت کی احادیث روایت نہیں کیں - کسی نے آپ کو مغالطہ کیا - فقط امام
باقر - جو اس حدیث کے راوی ہیں - جو دین اہل بیان کرنے والا اعلیٰ ـــ صحاح ستہ -
بخاری مسلم ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ نسائی - صرف صحاح ستہ اور موطا امام مالک مسند
احمد - اور مسند دارمی - صرف ان کتب احادیث میں جو چوٹی کی کتب ہیں - 244
احادیث سیدنا امام الباقر علیہ السلام سے مروی ہیں ـــ یہ حدیث کی طالب علمانہ بات کہہ دی
ہے یاد رکھ لیں ـــ بخاری مسلم سمیت ان سب سے بڑی امہات الکتب حدیث
میں 244 حدیثیں - امام محمد الباقر سے مروی ہیں ـــ اور آئمہ نقاد آئمہ جرح و تعدیل
میں سے کسی ایک امام نے بھی امام باقر پر جرح نہیں کی ـــ کسی ایک نے بھی ان کو غیر ثقہ
نہیں کیا -

امام جعفر الصادق جو راوی حدیث ہیں - صرف صحاح ستہ میں - 168 احادیث
سیدنا امام جعفر الصادق ـــ مروی ہیں - بشمول بخاری و مسلم کے - جو لوگ یہ سمجھتے
ہیں - اہل سنت کے آئمہ نے آئمہ اہلبیت سے حدیثیں نہیں لیں - وہ غلط فہمی کو دور کر لیں -
سینکڑوں احادیث ایک ایک امام سے مروی ہیں ـــ کوئی کتاب حدیث کی معتبر ہو ہی نہیں سکتی -
جو آئمہ اہلبیت کی روایات سے خالی ہو - حدیث ہو یا فقہ تفسیر ہو یا معرفت -
اماموں کو امامت بھی اہلبیت کے در سے ملی ـــ ولیوں کو ولایت ـــ فقیہوں کو فقاہت بھی -
یہ امام جعفر الصادق حدیث کے راوی ہیں - جعفر امام محمد الباقر - امام علی زین العابدین - حسین -
عن علی ابن ابی طالب - عن النبی ﷺ = تو سیدنا علی سیدنا شیر خدا روایت کر رہے ہیں -

(مصنف عبدالرزاق جلد اول ۶۳ حدیث نمبر ۶۳) میں نے وہ معروف حدیث نہیں
پڑھی جو ہر وقت آپ پڑھتے اور سنتے ہیں ـــ حضرت جابر والی روایت - میں دوسری روایات
دے رہا ہوں - سیدنا علی ؓ فرماتے ہیں - اللہ تعالیٰ نے نور مصطفیٰ کو اس وقت پیدا کیا - جب نہ زمین تھی -
نہ آسمان تھا - نہ عرش تھا - نہ کرسی تھی نہ لوح تھا - نہ قلم تھا - نہ جنت تھی - نہ نار تھی -
اور میرا اس وقت پیدا کیا جب انبیاء میں ـــ کوئی نبی پیدا نہ ہوا تھا - نہ کسی نبی کی روح تھی -

سب سے پہلے موجودات میں نقشِ اول نورِ مصطفےٰ تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے نورِ مصطفےٰ بنایا اور اپنے حجاب
قدرت میں رکھا ۔ بارہ ہزار سال تک ۔ اور یہ بارہ ہزار سال آپ کے اور ہمارے شمار کے نہیں
ہیں ۔ وہ بارہ ہزار سال ہیں ۔ جب قیامت کا ایک دن ۵۰ ہزار سال کا ہوگا ۔ جو ایک دن پچاس
ہزار سال کا ہے ۔ تو سال کتنے دن کی دورانیے کی مدت کا ہوگا ۔ اور بارہ ہزار سال کی مدت کا
دورانیہ کتنا ہوگا ۔ یہ عالم ناسوت کے دن نہیں ہیں ۔ یہ اس وقت کے سال ہیں جب چاند
سورج طلوع و غروب آفتاب بھی پیدا نہیں ہوئے تھے ۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے حجاب عظمت میں حضور کو رکھا ۔ حجاب ظلمت ۔ رحمت ۔ سعادت
کرامت ۔ منزلت ۔ ہدایت ۔ نبوت ۔ رفعت ۔ ہیبت ۔
شفاعت ۔ جب بارہ مرتبہ طویل مدت رب کائنات یکے بعد دیگرے اپنے حجابات میں
نورِ مصطفےٰ کو اپنے فیض میں رکھتے رہے ۔ کیوں رکھتے تھے تاکہ ہر حجاب میں وہ اپنا فیض دے سکیں ۔
(۲ ۔ ۰۰ ۔ ۴۰) حجاب قدرت میں رکھا تاکہ نورِ مصطفےٰ کو قدرت الٰہیہ کا فیض مل گیا ۔ حجاب
عظمت میں رکھا ۔ عظمت خدا ۔ رحمت خدا ۔ سعادت ۔ کرامت ۔ ہدایت رفعت ۔
ہیبت ۔ پھر شفاعت کا فیض ملا ۔ جب اللہ پاک نے اپنے سارے فیض محبوب کو عطا
کر دیئے ۔ تو پھر حضور کو اور اسم کو لوح پر ظاہر کیا ۔ اور جب قلم بنا ۔ اور تو تھا ہی کچھ نہیں ۔
تو جب قلم نے لکھا لوح پر تو سب سے پہلے ذکر اس کا کیا ہوگا ۔ کتب کا کون وما یکون ۔
پھر قلم نے لوح پر جو کچھ ہو چکا تھا وہ بھی لکھ دیا ۔ جو ہونے والا تھا وہ بھی لکھ دیا ۔ اور جو ہونے
والا تھا ۔ یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے ۔ مگر کتب ما کان جو پہلے ہو چکا تھا وہ بھی لکھ دیا ۔
خدا کو تو لکھا نہیں سکتا ۔ قلم خدا کو تو احاطہ تحریر میں لا نہیں سکتا ۔ وہ ما کان و ما یکون
سے ماوراء ہے ۔ لکھا تو موجودات مخلوقات کو ہی ۔ قلم نے جو پہلا نقش لکھا وہ
ذکر مصطفےٰ تھا ۔ تو لوگو ۔ ہم اس ذکر کے لئے جمع ہیں ۔ جو سب سے پہلے قلم نے
لکھا تھا ۔ اس کے بعد اسے اظہرہٗ علی العرش ۔ حضور کو عرش پر ظاہر کیا ۔ اور جب ارواح
بنے ۔ تو پھر روح پر ظاہر کر کے صلب آدم میں رکھا ۔
اب جو بات تو مطلب ہے وہ یہ ہے ۔ (۱۲ ۔ ۰۲ ۔ ۲)

کہ مدینہ سے مٹی لی ۔ خمیرِ بشری کیلئے ۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آقا نے اس کی تشریف فرمائی ۔
ما بین بیتی ۔۔۔ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جتنی جگہ ہے وہ جنت کے باغات میں سے
تو کیا جنت نور ہے یا مادی ہے ۔۔۔ تو جہاں آقا کی قبر انور ہے یہاں سے مٹی لی گئی ۔ تو آقا نے
فرمایا یہ جنت ہے ۔ تو جنت خود نور ہے ۔۔۔ رب کائنات نے جس مقام کو جنت بنانا تھا ۔
چاہیے اسے اس زمین کے خطے میں رکھا ۔ تا کہ مصطفیٰ کے پیکرِ بشری کیلئے بھی جو مٹی لی جائے وہ
مٹی بھی نور ہے ۔۔۔ اے نور و بشر کے جھگڑے کرنے والو ۔ جو حضور کی بشریت کا انکار کر دے
وہ کافر ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ وہ قرآن کی نص کا منکر ہے ۔ حضور کی بشریت مقدسہ کا انکار جائز نہیں ہے ۔
بشریت حق ہے ۔ سوچیں ۔۔ کہ مصطفیٰ کی بشریت ہے کیا ۔ یہاں جھگڑا ختم ہو گیا ۔
آقا نے فرمایا کہ میری بشریت کا خمیر جس جگہ سے لیا گیا یہ جنت کا باغ ہے تو جنت
نور ہے ۔ تو جس خمیر سے مصطفیٰ کی بشریت بنی وہ بھی نور ہے ۔ اگر بشریت مصطفیٰ
کی اصل جب نور ہے ۔ تو پھر نورِ مصطفیٰ کی اصل کیا ہو گی ۔۔۔

اب سوال یہ ہوا ۔ کہ ولادت تو مکہ میں ہو گئی تھی ۔ تو مدفن مدینہ کیوں بنا ۔ اور مٹی وہاں
سے لئے جانے کا ذکر ہے ۔ ولادت یہاں پہنچے جانے کا ذکر ہے ۔ اس کی وجہ سن لیں کتب میں اور قابل
توجہ ہے یہ بات جس کو امام زرقانی نے بیان کیا ۔ امام قسطلانی نے بیان کیا ۔ امام رازی نے امام قرطبی نے
صاحب تاریخ مکہ نے امام طبری نے آپ سینکڑوں کتب تفاسیر کی دیکھ لیجئے ۔ اس آیت
کو پڑھ کر تحت ۔ طوعا او کرھا کے ۔ سورۃ فصلت آیت ۱۱ اور اول بیت وضع
للناس ببکۃ مبارکا ۔ ان دو آیتوں کی تفسیر سے آپ کو ایک نکتہ ملے گا ۔ کہ مکہ حضور کی ولادت
کے لئے منتخب کیوں کیا ۔۔۔ سبب یہ تھا ۔ کہ تمام کتب میں آتا ہے ۔ کہ کان عرشہ علی الماء کہ
جب زمین ظاہر نہ تھی ۔ سارا پانی تھا ۔۔۔ اور اللہ کا عرش پانی پر تھا ۔ اور زمین کا کوئی ذرہ معرضِ
وجود اور ظہور میں نہ آیا تھا ۔ سب سے پہلے جب اللہ پاک نے زمین کو پیدا کرنا چاہا ۔ تو اس
کے عرش کا نور تھا ۔ جو پانی پر پڑ رہا تھا ۔ سب سے پہلے مقام جو اللہ کے عرش کے نیچے سے
ظاہر ہوا ۔ اور پانی ہٹا ۔۔۔ اور جھاگ کی طرح زمین کی ایک جگہ ابھری وہ شہر مکہ تھی ۔ مکہ کل کائنات
ارضی کی ابتدا ہے ۔ کائنات ارضی کا اول مقام مکہ ہے ۔ اس لئے قرآن اس کو ام القریٰ

M T W T F S S

Memo No

Date / /

کہتا ہے۔ سارا شہر سارا وطن سارے قریے گاؤں سب بلید میں ظاہر ہوئے۔ اس کائنات کا پہلا
وجود جو ظاہر ہوا وہ مکہ تھا۔ اور پہلا پہاڑ جو ظاہر ہوا۔ جبل ابوقبیس تھا۔ اور نور کی طرح
وہاں شعاعیں نکل رہی تھی۔ یہ حرم کعبہ کا ارد گرد کہ جبل ابوقبیس پر محلہ بنو ہاشم حرم کعبہ
کا گرد و نواح جہاں سجدہ ۲ منہ کا گھر ہے۔ یہ سارا خطہ وہ ہے۔ کہ سب سے ظاہر ہوا
اور زمین بنی (۵۶۔۷۔۲) جھاگ کی طرح اس کے نیچے نیچے ساری زمین پھیلائی گئی۔
حدیث پاک میں آتا ہے اور امام زرقانی نے روایت کیا۔ امام قسطلانی نے المواہب میں۔ کہ جب
اللہ پاک نے حضور پاک جب زمین و آسمان نہ تھے۔ کہ میری اطاعت کرو تو زمین کے جس ٹکڑے سے آواز
آئی کہ اللہ میں تیری اطاعت کرتی ہوں۔ یہ وہ ٹکڑا تھا جہاں مصطفیٰ کی ولادت ہوئی ہے۔ وہ خطہ
ارضی جہاں کعبۃ اللہ بنا ہے۔ جہاں جبل ابوقبیس نکلا ہے۔ زمین کے جس خطے نے ندا دی
اللہ کو اطاعت کی ~~[illegible]~~ اور ظاہر ہوا زمین کا وہ خطہ کائنات ارضی میں اولیت کی شان پا گیا۔
یہ وہ خطۂ ارضی تھا۔ اس لئے رب کائنات نے زمین کا وہ خطہ کائنات میں وہ اول خطہ تھا۔
جس نے اطاعت کا اعلان کیا تھا۔ رب نے چاہا کہ اس خطے کی مٹی کو اول کائنات میں وجود
مصطفیٰ میں خمیر مصطفیٰ بنایا جائے۔ تاکہ بشریت میں بھی حضور کو اولیت نصیب ہو جائے۔
چونکہ جس خمیر سے اس مصطفیٰ کا وجود بنا۔ وہ اول الارض ہے۔ ام القریٰ ہے اس
لئے مصطفیٰ کا لقب بھی امی نبی رکھا گیا۔ امی کہتے ہیں جو اول کائنات ہو۔ جو سب سے پہلے
ہو۔ جو نور بنا تب بھی اول تھا۔ ظہور ہوا تب بھی اول تھا۔ بشری خمیر پہلے کے لئے خمیر اٹھا
وہ بھی اول تھا۔ جس کا شہر بھی اول تھا۔ اس لئے مکہ کو ام القریٰ کہا۔ اترنے والے قرآن کو ام الکتاب
کہا۔ اور خود مصطفیٰ کو نبی امی کہا۔ کہ وہ نبی جو ہر لحاظ سے اول ہی اول ہے۔
شیخ شہاب الدین سہروردی روایت کرتے ہیں۔ کہ جس جگہ اس زمین نے
آواز دی۔ اس کو پھر کعبہ بنا دیا۔ پھر پانی میں اللہ نے ہوا چلائی۔ ساری کائنات کہ پانی۔
ہلچل پیدا ہوئی۔ حدیث میں آتا ہے۔ شیخ سہروردی نے بیان کیا۔ روح البیان نے بیان کیا۔
امام تاریخ مکہ نے بیان کیا۔ کہ جب پانی میں ہلچل پیدا ہوئی۔ جب کائنات ارضی پر کچھ نہ تھا۔
پہلا طوفان آیا۔ تو جس مٹی نے آواز دی تھی۔ کہ یا اللہ میں اطاعت کرتی ہوں۔ ایک مکان تھا۔

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S

Memo No

Date / /

اور ایک مکین۔ مکان کو کعبے کے لئے رکھ لیا ولادت کے لئے رکھ لیا۔ جس مکان نے آواز دی تھی۔
جب پہلا طوفان آیا۔ اس طوفان میں مٹی بہہ کر مدینے پہنچ گئی۔ امام قسطلانی امام زرقانی۔
امام سمہودی کو پڑھیئے۔ درج البیان دیکھئے۔ وہ مٹی جس نے سب سے قول اعلان
کیا تھا۔ وہ پانی میں بہہ کر اس مقام پر جا پہنچی جہاں گنبد خضراء ہے۔ تو مٹی وہاں کا حصہ بن
گئی۔ ولادت میں بھی اولیت مصطفیٰ کو دے دی۔ اور وہی مٹی جس نے سب سے پہلی اطاعت
کی تھی۔ اس کو مدینہ بھیجا تاکہ کسی اور مٹی میں مدفن نہ ہو۔ مدفن بھی اسی مٹی میں ہو جو اول ہے۔
تاجدار کائنات کی اولیت مسلّم ہے۔ نور بنا تو حضور ام الانوار ہو گئے۔ سب نوروں
کا اول ہو گئے۔ روح بنی تو ام الارواح ہو گئے۔ سب روحوں کا اول ہو گئے۔ نبی بنے تو آقا
ابو الانبیاء ہو گئے۔ اور جب پیدا ہو گئے تو نبی الامی ہو گئے۔ آقا ہی ہر شان میں اول
ہی اول رہے۔ تو یہ آقا علیہ السلام کا مدفن بنا۔ ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ اتنی تکلیف
کیوں کی۔ اگر اسی مٹی میں مدفن بنانا تھا۔ تو وہاں سے بہا کے مدینہ کیوں لے جایا گیا۔ یہیں
رکھتے رہتے۔ ولادت بھی یہیں ہوئی۔ مزار بھی یہیں بن جاتا۔ یہ غیرت الٰہی کو گوارہ
نہ تھا۔ اس لئے کہ یہاں اس نے کعبہ بنانا تھا۔ کعبہ کیلئے لوگوں نے ہر طرف سے چل کے آنا تھا۔
اس کی غیرت محبت نے کہا۔ میرے گھر ہر طرف سے لوگ حج کرنے آئیں گے۔ مصطفیٰ کا
مزار بھی یہاں ہو۔ تو ضمناً انکی میں میرے کی زیارت کے لئے چلے جائیں گے۔ تو میری زیارت ضمنی
ہو جائے گی۔ حج اصل ہو جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ حج یہاں رہے زیارت وہاں رہے۔
تاکہ جو یہاں آئے میرے لئے آئے جو مدینہ جائے تو ان کے لئے جائے۔
الگ اس لئے رکھا تاکہ حج بیت خدا رہے۔ اور زیارت مصطفیٰ جدا رہے۔ کوئی
گڈ مڈ نہ کر دے۔ کہ نیت کر کے جائیں تو الگ نیت ہو کر۔

جس طرح اس نے ہر لحاظ سے اولیت دی۔ جب ولادت کا فیصلہ کیا۔ تو دن بھی منتخب
کیا پیر کا اور تاریخ منتخب کی 12 ربیع الاول۔ اور آقا علیہ السلام کی ذات میں چار دن ہیں
خاص۔ ایک حضور کی ولادت کا۔ ایک غار حرا میں حضور کی بعثت کا۔ جب قرآن اترا۔ تیسرا
ہجرت مدینے کا۔ اور چوتھا حضور کے وصال کا۔ قربان جاؤں مولا۔ تیری حکمتوں پر۔ لوگ سمجھے

سے ظاہر ہیں ۔ رب کائنات نے جب مصطفیٰ کے میلاد کا فیصلہ کیا ۔ تو دن 12 ربیع الاول کا رکھا ۔ اور پیر کا رکھا ۔ اور جب مصطفیٰ پہ وحی اتاری غار حرا میں ہم کلام ہوا تو پھر دن پیر کا رکھا ۔ جب مصطفیٰ نے ہجرت کی اور مدینہ داخل ہوئے تو 12 ربیع الاول پیر کا دن تھا ۔ اور 63 برس کے بعد جب وصال کا وقت آیا ۔ اور پیر کا دن اور 12 ربیع الاول ۔ کیا یہ سب کچھ اتفاقیہ امر تھا کہ اتفاقاً 12 ربیع الاول کو پیدا ہوئے ۔ اتفاقاً ۔ سب کچھ ۔ ایک ہی مہینہ ایک ہی دن ایک ہی تاریخ ۔ جب مدینہ پہنچے امام بخاری صحیح بخاری میں لکھتے ہیں ۔ پیر کا دن 12 ربیع الاول کا دن تھا ۔ دن طلوع ہو چکا تھا ۔ اور امام مسلم روایت کرتے ہیں (۲-۱۲-۰۲) دن چڑھا نہیں تھا ابھی رات ختم ہو رہی تھی ۔

امام بخاری نے کہا امام عسقلانی نے کہا ۔ امام سہیلی نے کہا ۔ حافظ ابن کثیر نے کہا ۔ حافظ ابن قیم نے کہا ۔ امام عینی نے کہا ۔ ہر ایک نے اتفاق کیا کہ جب مدینہ میں آئے تو 12 ربیع الاول کا دن اور پیر کا روز تھا ۔ اب سوال ہوا امام بخاری نے کہا ۔ 12 ربیع الاول کا دن تھا ۔ امام مسلم نے کہا ۔ رات گزر گئی تھی دن چڑھ رہا تھا ۔ میں نے دونوں روایتوں کو جمع کر دیا ۔ یہ نہ رات رہی تھی نہ دن آیا تھا گیارہ بارہ کی درمیانی رات جس وقت ہم بیٹھے ہیں ۔ یہ رات جا رہی تھی 12 ربیع الاول کا دن آ رہا تھا ۔ یہ وقت اس لیئے جمع کیا ۔ کہ جب مصطفیٰ کا نور آمنہ کی گود میں آیا تھا رات جا رہی تھی 12 کا دن آ رہا تھا ۔ مہینہ بھی وہی تھا ۔ تاریخ بھی وہی تھی ۔ دن بھی وہی تھا وقت بھی وہی تھا ۔

پھر جب وصال ہوا پھر وہی وقت دن مہینہ تھا ۔ سوال پیدا ہوتا ہے یہ اتفاق کیوں تھا ۔ رب کائنات کو معلوم تھا ۔ کہ میرے محبوب کی امت میں دو طرح کے ذوق کے لوگ ہوں گے ۔ ہر کوئی اپنے طریقے پر محبوب سے محبت کرتا ہو گا ۔ علمی اختلاف ہو گا ولادت اور مدینہ میں ایک وقت میں اس لیئے جمع کیا ۔ کہ جب حضور مدینہ آئے ۔ مدینے کی عورتیں چھتوں پر چڑھ گئیں بچے گلیوں میں آ گئے ۔ جوان باہر نکل آئے ۔ اس کیلئے صحیح بخاری باب مکتب النبی ۔ مسلم شریف باب ہجرۃ المدینہ ۔ چھتوں پر چڑھ گئے گلیاں بھر گئیں عورتوں نے دفیں اٹھا دیں ۔ جب مصطفیٰ کی آمد ہوئی جلوس نکلے ۔ بچیاں دف پر یا محمد یا رسول اللہ ۔ گلی گلی میں یا محمد یا رسول اللہ کے نعرے لگ رہے

KHURRAM PAPER PRODUCTS

تھے ۔ بچیاں گا رہی تھیں ۔ طلع البدر علینا ۔ ہر طرف نغموں کی آواز آ رہی تھی ۔ گونج تھی ۔
دفیں بج رہی تھیں ۔ آمد مصطفیٰ پہ ترانے گا رہے ۔ صحابہ جلوس لے کے نکلے ۔ ابو داؤد دیکھ لیجیے ۔
فتح الباری ۔ آمد مصطفیٰ پر ناچنے لگ گئے ۔ ہر سال آپ کے مسجد نبوی میں رقص کرتے تھے ۔
بخاری مسلم ترمذی ابو داؤد ۔ ابن حبان بزار ۔ طبرانی بیہقی ہر ایک میں آتا ہے ہر سال
آمد مصطفیٰ کی یاد میں مسجد نبوی میں رقص کرتے تھے ۔ اور اپنی حبشی زبان میں ترانے پڑھتے تھے ۔ حضور
نے پوچھا ما یقولون کیا کہتے ہیں ۔ صحابہ نے عرض کیا ۔ کہ محمدٌ عبدٌ صالحٌ ۔ اس طرح حضور کا ترانہ
گاتے ۔ حدیث بیہقی شریف میں ہے ۔ بنو نجار کے قریب حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر کے
ادھر بچیاں نکل آئیں ۔ اور گانے لگیں حضور کی آمد کے نغمے ۔ خوش نصیب ہیں ہم کہ مصطفیٰ ہمارے
پڑوسی ہو گئے ۔ حدیث میں ہے کہ حضور کھڑے ہو گئے ۔ فرمایا کیوں گا رہی ہو دفیں بجا رہی ہو ۔ انہوں
نے کہا خدا کی قسم ہم آپ سے محبت کرتی ہیں ۔ اللہ کی عزت کی قسم تاجدار کائنات نے حدیث
میں ہے جواب دیا ۔ اللہ گواہ ہے تم مجھ سے محبت کر کے گا رہی ہو ۔ میرا دل تم سے محبت کرتا
ہے ۔ اللہ کو معلوم تھا دو ذوق ہوں گے ۔ کچھ لوگ حضور کا 12 ربیع الاول کو میلاد سمجھ کے منائیں
گے ۔ جشن کریں گے اس لیے 12 ربیع الاول ان کے لیے یوم میلاد رہے ۔ اور وہ میلاد کا
جشن مناتے رہیں ۔ اور معلوم تھا کچھ لوگ ایسے ہوں گے ۔ اپنی طبیعت اور علمی ذوق کی وجہ سے
جشن بطور میلاد نہیں منائیں گے ۔ اگر بطور میلاد نہ منائیں ۔ تو آمد مدینہ کا جشن تو صحابہ
نے منایا تھا ۔ وہ صحابہ کی سنت سمجھ کر ہی منا لیں گے ۔ 12 ربیع الاول کو ولادت ہو ۔ اور بارہ
ربیع الاول کو مدینہ پاک کے انصار صحابہ و صحابیات جشن منائیں رقص کریں ترانے گائیں ۔
پر سنت صحابہ مدینہ ہو ۔ تو فرمایا کہ لوگو ! میرے محبوب کا دن ہے 12 ربیع الاول جشن منایا کرو ۔
جی چاہے تو میلاد سمجھ کے مناؤ ۔ جی چاہے تو سنت آمد مدینہ سمجھ کے مناؤ ۔ مگر جشن مناؤ ؟
12 ربیع الاول کو اللہ نے سب تاریخیں جمع کر دیں ۔ وصال کا دن بھی 12 کو رکھا ۔ وہ اس لیے ؟
کہ وصال کے دن کا غم نہیں حضور نے فرمایا حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم ۔ موت اوروں کے لیے
ہوتی ہے میں وصال کے بعد بھی زندہ ہوں گا ۔ اور قیامت تک زندہ رہوں گا ۔ اور امت کے درود و سلام مجھ پر
پیش ہوتے ہیں ۔ شفاعت کرتا ہوں اور آقا علیہ السلام نے فرمایا ان اللہ حرم علی الارض ——

M | T | W | T | F | S | S

Memo No

Date / /

اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔ وصال حضور کے لیے تھا۔ کہ خدا سے
ملاقات ہو گئی — اور ولادت اور میلاد امت کے لیے تھا کہ فائدہ ہو۔ حاضر ہیں محترم۔ یہ تاجدار
کائنات کی ولادت تھی جو ذکر کی بات تھی ہو گئی۔ یہ وقت ہے مبارک سے ثبت نور ازلی۔ محبوب
رب العالمین پیکر بشری میں مولود عظیم بن کر حضرت آمنہ کی گود میں آ گئے۔ رحمت للعالمین بن کے آئے
ساری کائنات کو اندھیروں سے نکال کر روشنی تک پہنچانے کے لیے آ گئے۔ آؤ! اس دن میلاد
مصطفے کی خوشیاں بھی مناؤ۔ جشن بھی کرو۔ مگر حضور کی محبت کا تقاضا کہ دائمی غلامی میں آ جاؤ۔ کہ
حضور کی اطاعت کو زندگی کا شیوہ بنا لو۔ حضور کی اتباع کو نماز کو پرہیز کو تقویٰ کو پرہیزگاری
کو اللہ کی بندگی کو عبادت کو حضور کی سنت سمجھ کر زندگی کو اوڑھنا بچھونا بنا لو۔ حضور علیہ السلام
کو اس سے خوشی نہ ہو گی جو محبت کا دعویٰ کرے۔ اور عمل مصطفے کے عمل سے جدا رکھے۔ آؤ!
ظاہر میں بھی حضور کے غلام بن جاؤ۔ باطن میں بھی حضور کے غلام بن جاؤ۔ ظاہر میں بھی حضور کی محبت کے دم
بھرو۔ اور باطن میں بھی حضور کی محبت کے دم بھرو۔ باری تعالیٰ ہمارے حال پر کرم فرمائے۔

DARBAR ...
Naqashbandi Chishti ... Suharwardi
19 APR 2019

9 — 2 — 2019

3 — 6 — 1440

12 — 59 — 52 — AM

بقیہ

مرج البحرین یلتقیٰن

جامعہ المنتظر ماڈل ٹاؤن لاہور

مرج البحرین یلتقیٰن ___ الرحمان ۲۷ ___ یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان = عزیز محبانِ اہلبیت اور عزادارانِ حسینؑ۔ اللہ کا شکر ہے کہ آج ذکرِ حسینؑ کی عظیم نسبت سے آپ سے جامع المنتظر میں ملاقات ہوئی۔ ذکر کی نسبت باپ سے ہے۔ اور جگر کی نسبت آنے والے بیٹے سے ہے۔ میں نے جو آپ سے کہا کہ محبانِ اہلبیتؑ خوش نصیب ہیں وہ لوگ ہیں جنہیں اہلبیت اور امام عالی مقام امام حسینؑ کا محب ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ ہیں جنہیں حسینؑ کی غلامی کا شرف حاصل ہے۔ میں یہ کہتا تا ہوں۔ کہ میں نے جرأت اپنی زندگی میں نہیں کی۔ کہ خود کو حسینؑ کا غلام کہوں یا حسینؑ کا محب کہوں۔ میں تو اس کوشش میں ہوں کہ اگر مقبولیت ہو جائے تو ایک سگِ حسینؑ بن سکوں۔ اہلبیت کا سگ بن سکوں۔ بنسبت سگانہ نصیب ہو جائے۔ اگر اتنی نسبت مل جائے۔ تو اس سے بڑھ کر کچھ نہیں چاہتا۔

آج میں نے سورۃ الرحمٰن کی دو آیتیں تلاوت کیں۔ میری طبیعت میں جھگڑا نہیں ہے۔ میری طبیعت میں مناظرہ اور مجادلہ نہیں ہے۔ ایک سودا ہے قرآن کی معرفت کا دیتا ہوں۔ اگر پسند آجائے تو لے لو ___ اور اگر کسی کو پسند نہ آئے۔ تو جھگڑا نہیں میرا سودا مجھے واپس کر دیں۔ ہم کسی اور طالب اور گاہک کو دے دیں گے۔ مگر سودا یہی ہے ہمارے پاس ___ قبل اس کے کہ میں تفسیر کی طرف آؤں۔ میں عرض کروں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ فرماتے ہیں۔ قرآن سات حروف یعنی قسموں کی قرأتوں اور معانی پہ اترا ہے۔ اور قرآن مجید کے ہر لفظ کے ہر ہر حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ علی ابن طالب عندہٗ من الظاہر والبطن ۔ قرآن کے ہر حرف کا ایک ظاہر معنیٰ ہے ایک باطن معنی ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ علی المرتضیٰ پہ وہ ذات ہے کہ سارا قرآن کا کل ظاہر اور کل باطن اُن کی گود میں ہے ___ تو آج وہی جو علوم معارف قرآن کا

خزانۂ العظیم ہے جس کو مدینۃ العلم کا دروازہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور جو حکمت مصطفٰی کے خزانے کا دروازہ ہے۔ اور دروازے کی تعریف یہ ہے۔ کہ جو صحن میں جانا چاہے۔ اور خزانے کو پانا چاہے۔ اس پر لازم ہے کہ دروازے سے گزرے۔ اور جو دروازے سے گزرنا پسند نہ کرے۔ کوئی اور راستہ تلاش کرے یا ڈاکو ہے یا چور ہے۔

اس لئے کوئی پسند کرے یا نہ کرے علم مصطفٰی کے خزانے تک پہنچنے کے لئے۔ ایسا دروازہ علی المرتضٰی ہے۔ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ ہم بھی اسی مدینۃ العلم کے باب سے خیرات لے کے اس آیت کریمہ کی تفسیر کچھ کرتے ہیں۔

ارشاد فرمایا باری تعالٰی نے مرج البحرین ——— دو سمندر اکٹھے ہیں اور مل کر بہنے لگے۔ یلتقیٰن اور ایسے ملے جیسے ملنے کا حق ہوتا ہے۔ اور پھر دوئی نہ رہی۔ بینھما۔ برزخ لا یبغیٰن ——— ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے۔ جس کی وجہ سے ایک دوسرے پر تلخی حاصل نہیں کرتا۔ تو دونوں کا اکٹھا چلنا عدل کے ساتھ ہے۔ اعتدال کے ساتھ ہے۔ اور فرمایا تم اللہ کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ پھر فرمایا یخرج منھما اللولو والمرجان۔ اور جب یہ دو سمندر آپس میں مل گئے۔ تو ان میں سے دو چیزیں نکلیں۔ ایک لؤلؤ موتی۔ اور ایک مرجان۔ ان دونوں کے ملنے سے موتی اور مرجان نکلے۔ اور تم اللہ کی کون کون ——— موتی اور مرجان کے بارے میں تھوڑا سا کر دوں۔ موتی سیپ کے اندر تیار ہوتا ہے۔ اور سمندر کی لہریں لگتی رہتی ہیں۔ تو سیپ کے اندر کی سطح۔ اگر آپ نے نہیں دیکھی تو پنساریوں کی دکان سے خالص سیپیاں اور موتی لے کے دیکھیں میں نے تو دیکھا ہوا ہے۔ اندر کی سطح اور موتی۔ پہچان یہ ہے خالص لؤلؤ کی موتی کی ——— اگر اس میں سبز جھلک آئے تو یہ خالص موتی ہے۔ اگر سبز جھلک نہ آئے تو یہ موتی بناوٹی ہے۔ تو لؤلؤ نکلا وہ موتی جس میں سے سبز جھلک آتی ہے اور مرجان نکلا۔ اور مرجان کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ فرمایا ایک سبز موتی نکلا ایک سرخ مرجان نکلا۔ اب آج گفتگو یہ ہے کہ وہ سمندر کون ہیں۔ وہ پردہ کیا ہے۔ اور موتی اور مرجان کیا ہیں۔ اگر آپ عام تفاسیر کو پڑھیں تو دو دریا، دو سمندر تو عام مفسرین کہتے

241

Memo No
Date / /

ہیں۔ کہ ایک کھارے سمندر کا پانی ہے۔ اور ایک میٹھے پانی کا سمندر ہے۔ کھارا اور میٹھے پانی سے مراد استعارا ہے۔ کھارا طاقت کی طرف اشارہ ہے۔ میٹھا نرمی و لطافت کی طرف اشارہ ہے۔ پانی کا کھارا پن اس کی قوت تموج اور اس کی جرأت و شجاعت کا اشارہ کرتا ہے۔ اور میٹھا پانی اس کی ملاہٹ اس کی لطافت اور اس کی نرمی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ایک سمندر شجاعت و ولایت ہے۔ دوسرا سمندر عصمت و طہارت ہے۔ سمندر بحر شجاعت و ولایت کا نام علی ہے۔ اور بحر عصمت و طہارت کا نام فاطمہ ہے۔ فرمایا مرج البحرین۔ دو سمندر مل گئے۔ قربان جاؤں ان ذوات مقدسہ پر کہ جو نوری تالے اور دریا نہ تھے سمندر تھے۔ اور بحر بے کنار تھے۔ بینھما برزخ لا یبغیٰن۔ کہ اللہ نے ان کو ملایا اور ایک پردہ اور آڑ رکھی جس پر ایک دوسرے پر تغلّب نہیں کرتا۔ عدل و اعتدال کے ساتھ ملاپ اور پیار کے ساتھ چلتے ہیں۔ وہ برزخ رشتہ نکاح ہے۔ برزخ پردہ۔ مرج البحرین۔ مرج فعل ہے۔ بحرین فاعل ہیں۔ فعل اور فاعل دو گر ہیں۔ اس کی نسبت مخلوق کی طرف ہے۔ جب پردہ نکاح کی بات ہے تو اس میں کوئی فعل ہے نہ فاعل ہے۔ بینھما برزخ۔ اشارہ اس امر کی طرف ہے۔ کہ لوگو عالم خلق میں ان کا نکاح نہیں ہوا۔ ان کا نکاح وہاں اوپر ہوا ہے۔

ان کو ملایا زمین پر نہیں گیا۔ ان کو رب کائنات نے آسمانوں پر ملایا ہے۔ عرش معلیٰ پر ملایا ہے۔ ملاء اعلیٰ پر ملایا ہے۔ اور پھر ان کا میلاپ زمین پر اتارا گیا ہے۔ اب تھوڑا تھوڑا ذکر کرتے جائیں اور لؤلؤ اور مرجان تک پہنچیں۔ بحرین میں بحر شجاعت و ولایت ہے۔ یہ ہے ذات علی۔ آج کیا تاریخ ہے ۲۱ مارچ سن ہجری ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ بعد میں آغاز کیا گیا اس کا ہجرت ہو چکی تھی مگر آغاز بعد میں ہوا ہے ——— مجھے بتایا گیا ۲۱ مارچ سن عیسوی میں بھی آج کا دن تھا۔ جب تاجدار کائنات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کا ایک عظیم ہجوم لے کر حجۃ الوداع سے واپس پلٹتے ہوئے مقام غدیر خم پر رکے۔

۲۱ مارچ کو مجھے مولا علی نے بھیجا ہے ——— جس کی ولایت کا ڈنکا بجانا ہے کیا

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔ غدیر خم کے مقام پر ٹھہر گئے۔ اور آقا علیہ السلام نے اس مقام پر خطبہ
ارشاد فرمایا۔ لوگوں سے کہا۔ انی تارک فیکم الثقلین — پہلے آپ نے یوں بھی فرمایا
کہ لوگو۔ جوں جوں انبیاء آتے رہے ہیں۔ ہر نبی آنے والے کی عمر پہلے سے کم ہوتی چلی گئی۔ یہ فرمایا
ارشاد فرمایا لوگو۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میرا بھی وقت رخصت آ گیا ہے۔ پہلے یہ اشارہ
دیا۔ اس کے بعد اللہ کی حمد و ثنا کی اور ثناء — اور ارشاد فرمایا میں تمہارے اندر دو چیزیں دو
میراثیں دے رہا ہوں۔ دو عظیم نعمتیں۔ دو نسبتیں۔ چھوڑ کے جا رہا ہوں۔ اگر تم ان کو تھام
لو گے۔ تو لن تضلوا ۔ کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک نسبت اللہ ہے اور دوسری نسبت
رسول۔ فرمایا دونوں نے تمہیں ایک ایک نسبت تمہیں دی ہے۔ ایک دولت اللہ نے دی ہے۔
ایک دولت فرمایا میں رسول دے رہا ہوں — نہ اللہ کی دی ہوئی نعمت کو چھوڑنا۔ اور نہ رسول
کی عطا کردہ نعمت کو چھوڑنا — آپ نے فرمایا کہ دو نعمتیں دے رہا ہوں۔ ایک کتاب اللہ
اللہ کی کتاب جو اللہ نے بھیجی اور اہل بیت کی عترتی — اور جو میں دے رہا ہوں نسبت وہ میری
اہلبیت اور میری عترت ہے۔ ان دو کو تھام لینا۔ ان دونوں کو تھام کر جوڑے رکھو گے تو کبھی
گمراہ نہیں ہو گے۔ یہ ارشاد فرما کر تاجدار کائنات نے سیدنا علی المرتضیٰ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ایک
مجمع ہے صحابہ کرام کا — درختوں کا سایہ ہے۔ اوپر سے چادر تان کے کھڑے ہیں۔ سخت
دھوپ ہے۔ نماز ظہر ادا کرنے کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا۔ مولی علی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور ہاتھ
اٹھا کر تاجدار کائنات نے پوچھا۔ مجمع صحابہ کرام اور اہلبیت پاک حاضرین سے پوچھا۔
تین بار سوال کیا — کیا تم جانتے ہو کہ میں مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں۔
زیادہ حق دار ہوں — ان پر حاکم ہوں۔ مالک ہوں تین شہادتیں لیں — صحابہ کرام
نے عرض کیا یا رسول اللہ بلی بلی — حق ہے حق ہے حق ہے۔ یہ تین بار پوچھا یہ ولایت محمدی
کا اعلان تھا۔ ولایت محمدی کا تخت سجا ہے۔ مومنوں کی جانوں پر۔ یہ بیان کرنے
کے بعد حضرت علی شیر خدا کا ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ میری ولایت
پر ایمان لانے والو۔ میری ولایت پر شہادت دینے والو۔ میری ولایت کی عظمت
سر کرنے والو — جو میری ولایت کو اپنی جان پر مانتا ہے۔ (۲۶-۴۹)

وہ مستی کے جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا علی ہے۔ علی ولیکم من بعدی۔ میرے
بعد علی تمہارا ولی ہوگا۔ اور یہ ارشاد فرما کر تاجدار کائنات نے ہاتھ اٹھا دیئے۔ عرض کیا
اے اللہ یہ میرا علی ہے۔ اور یہ میرا ولی ہے۔ اے اللہ تو بھی اس کا ولی بن جو علی کو ولی مانے۔
اس حدیث میں مسلم میں ترمذی میں۔ اہلسنت و جماعت کی سینکڑوں کتب صحاح
ستہ اور دیگر کتب سے تحقیق کر کے تو تخریج کر کے صرف یہ ایک حدیث کنت علی
فعلی مولاہ ——— اس کے تمام طرق سے بیان۔ السیف الجلی۔ چمکتی ہوئی تلوار۔ علی منکر ولایت علی
جو علی کی ولایت کا منکر ہے۔ اس کی گردن پر چمکتی ہوئی تلوار ہے ——— ؟
اس حدیث کے مضمون نے یہ تین ولایتوں کا اعلان کیا۔ اے اللہ تو اس کا ولی بن۔ جو اس کو
ولی مانے۔ تو ایک ولایت علی اللہ ولی ہے۔ دوسرا فرمایا من کنت مولاہ جس کا میں
ولی ہوں یہ دوسری ولایت محمدی ہے۔ پہلی ولایت ولایت الہیہ۔ دوسری ولایت محمدیؐ۔
اور تیسری فعلی مولاہ۔ تیسری ولایت علی ہے ——— اور تینوں کو جوڑا
اس اسلوب سے کہ جو ولایت علی کا منکر ہے۔ وہ ولایت محمدی کا منکر ہے۔ جو ولایت
محمدی کا منکر ہے۔ وہ ولایت خدا کا منکر ہے۔ جو ولایت مرتضیٰ کا منکر ہے۔ وہ ولایت
مصطفیٰ کا منکر ہے۔ اور جو ولایت مصطفیٰ کا منکر ہے۔ وہ ولایت خدا کا منکر ہے۔
اب پتہ چلا کہ ولایت مصطفیٰ بھی علی سے۔ اور ولایت خدا بھی علی سے۔ تو
جس نے مصطفیٰ کی بارگاہ تک جانا ہے وہ علی سے جائے۔ جس نے خدا تک پہنچنا ہے وہ
علی سے جائے۔ علی کے بغیر نہ مصطفیٰ ملتا ہے۔ نہ خدا ملتا ہے۔
کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ نے ذوق کی بات کر دی کہ اس کی دلیل کیا ہے۔ میں نہ مولوی ہوں
نہ ذاکر ہوں ——— کہ بغیر دلیل کے بات کرتا جاؤں۔ آقا علیہ السلام نے ہاتھ اٹھا کر
عرض کیا۔ اللھم وال من والاہ۔ پیغمبر کی دعا رد ہوئی ہے یا قبول۔ ؟
حضور نے دعا کی ہے اے اللہ تو اس کا ولی بن جس کا علی ولی ہو۔ عاد من عاداہ
جو علی کا دشمن ہو۔ اے اللہ تو اس کا دشمن بن۔ اور جو علی سے محبت کرے۔ تو
اس سے محبت کر۔ جو علی سے بغض رکھے۔ تو اس سے بغض رکھ۔ جو علی

کی مدد کرے۔ تو اس کی مدد کر۔ جو علی کا ہو تو اس کا ہو۔ یہ دعا نبی کی منگ لیا ہے ۔
تو اللہ کی قسم۔ اللہ اس کا ولی ہے۔ جس کا علی ولی ہے۔ اور جس نے علی کو ولی نہیں مانا۔
وہ ساری زندگی حج کرتا رہے۔ عمرے کرتا رہے۔ داڑھی رکھ لے۔ قبے جبے پہن لے۔ تبلیغیں کرے۔
مسجدیں بنائے مدرسے بنائے۔ وعظ کرے توحید بنائے۔ کلمہ ہو گا۔ تم نے سنا نہیں
نبی مصطفٰے کا اعلان غدیر خم کا اعلان ۔ رسالت سے نسبت اس کو ہے جس
کی نسبت ولایت علی سے ہے ۔ اور توحید سے بھی نسبت اس کو ہے۔
جس کی نسبت ولایت علی سے ہے۔ جو علی کا نہیں وہ کسی کا نہیں
۔ علی سے بغض بھی ہے اور حج کی خواہش بھی ۔
عبادتوں کا بھی کوئی اصول ہوتا ہے ۔
علی کی جائے ولادت سے انحراف تو کر
میں دیکھوں حج تیرا کیسے قبول ہوتا ہے ۔
سو جو علی کا نہیں وہ کسی کا نہیں اور جس کا مرتضٰی نہیں اس کا مصطفٰے نہیں۔ اور جس
کا مرتضٰی نہیں اس کا تو خدا بھی نہیں ۔ سنی طرف وہ ہے جس کا عقیدہ یہ ہے۔
سنیت اور شیعت کربلا میں ہیں۔ اور خارجیت دمشق کے تخت پر ہے ۔
نبی آخر آقا نے اعلان کیا۔ بحر ولایت کا وہ بحر ولایت ہو گئے ۔
حدیث سنو ایمان افروز زندگی میں نہیں سنی ہو گی ۔ جب پیارے آقا علیہ السلام
نے ولایت علی کا اعلان فرما دیا۔ تو سب سے پہلی مبارک باد مولا علی کو کس نے دی
رب کائنات کی قسم کتب حدیث۔ مصطفٰے نے ولایت علی کا اعلان کیا۔ سب
سے پہلی مبارک باد حضرت ابو بکر صدیق و فاروق اعظم نے دی۔ اور فرمایا انت مولای
و مولا کل مومن = آج کے دن علی تو میرا بھی مولا علی ہے اور ہر ایمان والے کا ۔
میں نے تو سمندر کی بات کرنا ہے موجوں کی بات نہیں کرنا۔ اگر موجوں میں چلا جاؤں (B)
تو زندگی گزر جائے گی ۔ ایک ایک موج بحر علی کا ہے پھر تو زندگی گزر جائے گی۔
حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ گھر بیٹھی ہیں۔ والد گرامی سیدنا ابو

بکر صدیقؓ کے پاس بیٹھے ہیں ۔ پوچھتی ہیں کہ ابا جان میں ہمیشہ دیکھتی ہوں ۔ جب
کبھی مجلس میں آپ اٹھتے بیٹھتے ہوں ۔ تو آپ ٹکٹکی باندھ کر حضرت علی کا چہرہ ہی دیکھتے رہتے
ہیں ۔ یہ بات گھر کے اندر ہو رہی ہے ۔ اور خود بابا نے راز بیان کو بتا دیا ۔ سیدنا صدیق اکبر
جواب دیتے ہیں بیٹی عائشہ اس رب کی عزت کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری
جان ہے ۔ میں نے اپنے کانوں سے سنا سمعت ۔ النظر الی وجہ علی ابن طالب ۔ فرمایا
میں نے رسول پاک سے سنا ہے ۔ اور آپ نے فرمایا کہ علی کے چہرے کو تکنا بھی عبادت ہے ۔
اگر کسی کو دور سے دیکھنے کا موقع ملے اور مولا علی اس طرف جا رہے ہوں ۔ چہرے پر نظر
نہ پڑ سکے ۔ تو اس کا کیا ہوگا ۔ کیا اس کو یہ سعادت ملے گی یا نہیں ۔
حضرت عائشہ کی دوسری روایت ۔ جو علی کا چہرہ نہ دیکھ سکے ۔ حضورؐ نے
فرمایا ۔ النظر الی علی عبادۃ ۔ اس علی کو دیکھنا بھی عبادت ہے ۔ (۴۶ ــ ۳)
جس نے علی کی پشت دیکھی عبادت ہے ۔ جس نے چہرہ دیکھ لیا عبادت ہو گئی ۔ تیسرا سوال
ہوا ۔ ام المومنینؓ سے یہ تو شرف ان لوگوں کو تھا ۔ جو اس زمانے میں تھے ۔ اور ہم جو آج رات
جامع المنتظر میں بیٹھے ہیں ۔ نہ چہرہ دیکھ سکتے ہیں نہ پشت مبارک دیکھ سکتے ہیں ۔ تو ہمیں بھی
کوئی ملے گا کہ نہیں اس بارگاہ سے خیرات ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی تیسری روایت ہے ۔ یہاں تمہیں بھی
اجر ملے گا ۔ فرماتی ہیں حضورؐ نے فرمایا ذکر علی عبادۃ ۔ خدا کی قسم جو علی کو دیکھ نہ سکے ۔ صرف علی کا ذکر
کر لے یہ بھی عبادت ہے ۔

ولایت علی ایک سمندر تھا ۔ مرج البحرین ۔ دوسرے عصمت وطہارت فاطمہ کا سمندر ملا ۔ اور
وہ فاطمہ کی عصمت وطہارت کا سمندر کیا ۔ احادیث کی کتابیں کھول کر پڑھ لیں بخاری شریف اٹھا لیں یا مسلم ترمذی
ہو یا نسائی ۔ ابو داؤد ہو یا ابن ماجہ مسند امام احمد بن حنبل ہو یا مستدرک طبرانی ہو بیہقی ۔ کوئی کتاب
اس سے خالی نہیں ۔ کیا ۔ جب کبھی سیدہ کائنات حبیب آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں آتیں ۔
یہ حدیث بھی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے ۔ حضرت ام سلمیٰ بھی سے صحابہ سے
روایت ہے ۔ مگر سب سے پہلی گواہ حضرت سیدہ صدیقہ ہیں ۔ فرماتی ہیں کہ ہم نے سارا عمر دیکھا ۔
جب سیدہ اپنے بابا کی بارگاہ میں آتیں تو خدا کی قسم مصطفیٰ کھڑے ہو جاتے ۔ اور حضرت سیدہ کے

M T W T F S S
Memo No
Date / /

کو پکڑ لیتے مصطفیٰ تو سیدہ کے ہاتھ کو بوسہ دیتے۔ اور اپنی مجلس میں فاطمہ کو بٹھا دیتے۔ اور فرماتے ہیں
سب لوگ کہ چلنے میں نرگس کا انداز فاطمہ سے بڑھ کر مصطفیٰ جیسا کا تھا۔ بقول زہرہ چلتیں
تو ایسے لگتا جیسے مصطفیٰ چل رہے ہیں۔ حضور کا چلنا لگتا۔ وہ بولتیں تو حضور کا بولنا لگتا۔
وہ کھڑی ہو جاتیں تو حضور کا کھڑا ہونا لگتا۔ اور ان کے کلام میں ترتیل ہوتا۔ ان کے چہرے کو دیکھتا۔
تو خدا کی قسم چہرہ مصطفیٰ لگتا۔ یہ عالم تھا۔ عصمت و طہارت کی وہ پیکر۔ وہ حدیث پاک میں ہے۔
یہ عصمت و طہارت کا سمندر بقول زہرہ کے۔ سیدنا عمر بن خطاب راوی ہیں۔ فرماتے ہیں خدا کی قسم
میں نے اپنے کانوں سے سنا۔ اور مجھے زندگی میں آج ابھی تک کسی دوسرے سے یہ روایت نہ ملی۔
فرماتے ہیں اللہ کی عزت کی قسم کہ جب ہم نے کبھی حضور علیہ السلام سے گفتگو کرنا ہوتی۔ اور آقا
سے خطاب کرنا ہوتا۔ تو ہم حضور سے پہلے یوں گویا ہوتے۔ فداک امی وابی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہو جا۔ ہم لوگ یہ کہہ کر آگے حضور علیہ السلام سے گویا
ہوتے۔ بات کرتے تھے۔ فرماتے ہیں ایک دن اچانک میں اس مجلس کے قریب تھا۔ اور میں نے اپنے کانوں
سے سنا۔ کہ مصطفیٰ امِ حضرت سیدہ سے مخاطب تھے۔ دھیان سے سنو اور روحوں اور کانوں
سے سنو۔ کوئی بات فرمانا چاہتے تھے۔ ہم حضور کو کہتے کہ میرے ماں باپ قربان ہوں۔ پھر کلام کرتے۔
آقا نے سیدہ سے خطاب کیا۔ اور فرمان فرمایا۔ اے امی فاطمہ۔ فرمایا۔ فاطمہ تجھ پر میرے ماں باپ
قربان ہو جا۔ ہے کوئی یوں کائنات میں جس طرح مصطفیٰ نے فاطمہ کے سوا کسی کو بلوایا ہو۔
ـــــ یہ وہ دوسرا پیکر عصمت و طہارت ہے۔ یہ در مل رہے ہیں۔ عصمت و طہارت کا
یہ پیکر فاطمۃ الزہرا۔ حدیث میں ہے۔ کثرت سے آتا ہے۔ کہ قیامت کا دن ہو گا۔ اللہ کی
عدالت سجی ہو گی۔ عام کسی بادشاہ کی عدالت نہیں ہے۔ مالک الملک بادشاہ یوم قیامت
ہے۔ اس کی عدالت ہو گی۔ سب دنیا موجود ہو گی۔ جب سیدہ کائنات سیدہ جنت سیدہ نساء
اہل جنت۔ سیدہ مومنین و مومنات اور سیدہ عالمین۔ جب اُن کی آمد کا وقت ہو گا۔ تو آواز آئے گی۔
منادی آواز دے گا۔ عرش کے اوپر سے آواز آئے گی۔ لوگو اپنے سر جھکا لو۔ اپنی آنکھیں جھکا لو۔ فاطمہ بنت
محمد مصطفیٰ آ رہی ہے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں سیدہ آئیں گی۔ اور لاکھوں
یہ اس سیدہ کی بیٹی زینب ہے۔ اس سیدہ یوم قیامت کی بیٹی زینب ہے۔ مرج البحرین حو

KHURRAM PAPER PRODUCTS

سمندر مل گئے۔ اور درمیان میں اللہ نے نکاح کا پردہ حائل کر دیا۔ تاکہ ایک دوسرے کے حقوق ادا ہوں۔
حدیث پاک میں ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ صحابہ کرام بیان کرتے ہیں حضرت جابر بن عبداللہ
فرماتے ہیں مسجد نبوی میں بیٹھے تھے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ علی یہ جبرائیل آیا ہے سامنے کھڑے
ہیں۔ انہوں نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ اللہ فرما رہا ہے کہ میں نے عرشوں پر علی اور فاطمہ کا نکاح کر دیا ہے۔ اب تم
زمین پر بھی کر دو۔ تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ علی اور فاطمہ کا راج صرف زمین پر ہی نہیں آسمان پر بھی
ہے۔ علی اور فاطمہ تمہارا وطن صرف فرش نہیں ایک وطن فرش ہے ایک وطن عرش ہے۔ ایک
نکاح ہو گئے آسمان پر کیا۔ تاکہ اہل سماء بھی شریک ہو جائیں۔ اب ایک نکاح فرش پر بھی
کر دو تاکہ اہل فرش بھی شریک ہو جائیں۔ یہ فضیلت ہے مولائے کائنات اور سیدہ کائنات
کی۔ اور سیدنا جبرائیل امین نے بتایا حدیث ہے کہ۔ جب علی وفاطمہ کا اوپر نکاح ہوا تو خطبہ نکاح نے پڑھا۔
جبرائیل امین کھڑے ہو گئے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے خطبہ نکاح پڑھا تھا۔ رشتہ اللہ نے کر دیا۔ باراتی کون
تھے۔ کل آسمانی کائنات کے چالیس ہزار فرشتے بارات میں شریک ہوئے۔ تم کیا جانو۔ نادانو۔
کہ علی وفاطمہ کون ہیں۔ اللہ نے فرمایا اب نکاح زمین پر بھی پڑھ دو۔ برزخ نکاح رکھ دیا گیا دو سمندروں
میں۔ سمندر ولایت اور سمندر عصمت وطہارت میں۔ ایک موتی نے جنم لیا۔ ایک مرجان نے
جنم لیا۔ باری تعالیٰ موتی کون ہے۔ فرمایا دیکھتا نہیں سبز جھلک آرہی ہے موتی سے۔ وہ حسن کا سبز
زہر کا رنگ بول رہا ہے۔ مرجان کا رنگ سرخ ہے حسین کا خون بول رہا ہے۔ مرجان حسین ہے۔
جب ولایت وعصمت طہارت دو سمندر ملے تو حسن لؤلؤ موتی بن کے وجود میں آیا حسین
مرجان بن کر وجود میں آیا۔ علی وفاطمہ کے ملنے سے حسن اور حسین کا آنا اس دنیا پر۔ یہ بیان
B -22-11- کرکے اب غور کرنا ہے فبای الاء ربکما تکذبان۔ میرے حسن حسین لؤلؤ کا انکار کرو گے۔
کیا نعمت علی کا انکار کرو گے۔ یا نعمت فاطمہ کا انکار کرو گے۔ یا نعمت حسن کا انکار کرو گے۔ یا نعمت
حسین کا انکار کرو گے۔ اور ان چاروں کے سر پر نعمت مصطفیٰ کا انکار کرو گے۔ یہ پنجتن
بن گئے۔ معنی سمجھانے کو لؤلؤ کہا۔ یہ تب کی بات ہے نہ تھی ابھی نزول لوح محفوظ میں تھا۔
قرآن دوبار اترا۔ ایک قرآن کی تنزیل ہے اور ایک قرآن کا انزال ہے۔ انزال ہے ایک رات
میں یکبارگی اترا۔ لوح محفوظ سے بیت العزت تک آسمانی دنیا تک۔ اور تنزیل جبرائیل امین

کے ذریعے محمد عربی پر اترا ۔ مکہ اور مدینہ کی سرزمین تک قرآن اترا ۔ آیات نہ بدلیں ۔ قرآن میں نہ کوئی رد و بدل ہوا ہے ۔ نہ کوئی ترمیم ہوئی ہے ۔ نہ کوئی اضافہ ہوا ہے ۔ نہ کوئی شوشہ بدلا گیا ہے ۔ نہ کچھ نکالا گیا ۔ نہ کچھ ڈالا گیا ۔ یہ علی و فاطمہ حسن حسین کی بات کے بعد تم کس کس نعمت کا انکار کرو گے ۔ جب یہ زمین پر اترا یہ آیات تب بھی تھیں ۔ جب لوح محفوظ پر تھا تب بھی تھیں ۔ یہ فیصلے کوئی یہاں کے نہیں ۔ یہ فیصلے وہاں کے ہیں ۔ رب کے کن کن فیصلوں کا انکار کرو گے ۔

اور حسن کو موتی کہہ کر زہر والی شہادت کا اشارہ دے دیا ۔ چونکہ لولو موتی سفید چمکتا ہے ۔ سبز رنگ کی زہر کا اشارہ دے دیا ۔ کہ حسن زہر سے شہید ہو گا ۔ اور اپنے نانا بابا علی کتاب سیرت کے باب کو مکمل کر دے گا ۔ اور حسین کو مرجان کہا ۔ سرخ ہوتا ہے ۔ حسین کے خونی شہادت کا ارشاد فرما دیا ۔ کہ کربلا میں حسین اپنے نانا کی اس شہادت کے باب کو مکمل کرے گا ۔ جس کی ابتداء غزوہ احد کے دن ہوئی تھی ۔ حسن نانا کی اس شہادت کو مکمل کرے گا ۔ جس کی ابتداء یوم خیبر کو ہوئی تھی ۔ وہ جو یہود نے زہر دیا تھا ۔ زہر چلا گیا مگر باب شہادت مکمل نہ کیا ۔ یا مصطفیٰ تیرا حسن اس کو مکمل کرے گا ۔ احد کے دن پتھر لگے ہونٹ کٹے دندان مبارک زخمی ہوئے شہید نہ ہوئے خون بہا غشی ہوئی ۔ شہادت جہری کا باب احد کے دن کھلنا شروع کر دیا ۔ وہ باب مکمل نہ کیا فرمایا محبوب کربلا کا دن آل حسین مکمل کرے گا ۔ اے حسین کی شہادت کو فقط حسین کی شہادت سمجھ کر اس کی اہمیت گھٹانے کی ناپاک کوشش نہ کرنا ۔ خدا کی قسم دیکھنے میں کربلا کے دن حسین کی شہادت ہے حقیقت میں شہادت مصطفیٰ کی ہے ۔ حسین کربلا کے دن نانا کی شہادت جہری کا باب مکمل کر رہا ہے ۔ حسن زہر کھا کر جگر کے ٹکڑے نکال کر حسن نانا کی شہادت سری کا باب مکمل کر رہا ہے ۔ آپ نے ایک درخت دیکھا ۔ درخت پر دو شاخیں لگیں شاخوں نے پھل اٹھائے ۔ لوگ پھل کھانے کے لیے آئے ۔ کوتاہ نظروں نے تھوڑا دیکھنے والوں نے یہ سمجھا کہ یہ پھل شاخوں کے ہیں ۔ حقیقت میں بولا ۔ کہ نظر تو شاخ پہ آ رہا ہے ۔ مگر پھل اس درخت کا ہے ۔ درخت شجر نبوت مصطفیٰ ہے ۔ ایک شاخ کا نام حسن مجتبیٰ ہے ۔ ایک شاخ کا نام حسین مرتضیٰ ہے ۔ حسن و حسین شجر مصطفیٰ کی دو شاخیں بنیں ۔ حسن کی شاخ پر سبز شہادت سری کا پھل

لگا۔ حسین کی شاخ پہ سرخ شہادت جیسا کا پھل لگا۔ یہ دو پھل آ گئے تو مصطفیٰ کی سیرت
کی کتاب مکمل ہو گئی۔ اس دن سمجھ آئی مصطفیٰ کے اس فرمان کی۔ حدیث پاک میں ہے صحابہ
کرام کہتے ہیں۔ کہ ایک جگہ کھانے کی دعوت تھی۔ آقا علیہ السلام کسی غلام کے ہاں ہم سب کو لے کے تشریف
لے جا رہے تھے۔ حدیث تو سب نے سنی ہے۔ مگر پس منظر نہیں سنا۔ صحابہ کا جلوس ایک گلی
سے گزر رہا۔ حسین چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ میرے مصطفیٰ بے خبر ہو گئے کہ میں کس
جیرت میں جا رہا ہوں۔ زمین پر بیٹھ گئے۔ دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ حسین آ جا۔ دو مرتبہ۔
حسین کبھی ادھر دوڑتا ہے کبھی ادھر دوڑتا ہے۔ شہزادہ لاڈ میں آ گیا۔ یہی تو لاڈ کے دن تھے۔
بعد میں اسی لاڈ کا بدلا دینا تھا۔ مصطفیٰ ہاتھ پھیلائے بیٹھے ہیں۔ حسین کبھی ادھر دوڑتے ہیں حسین
کبھی ادھر دوڑتے ہیں۔ صحابہ کھڑے منظر تک رہے ہیں۔ محب کا اور محبوب کا۔ مصطفیٰ محب
ہے اور حسین محبوب ہے۔ لوگو حسین میرے مصطفیٰ کا محبوب ہے۔
میرے مصطفیٰ نے محبوب کو دکھ نہ دیا۔ دیر تک بیٹھے پکارتے رہے پھر حسین آ گئے۔ میں
ترمذی شریف بتا رہا ہوں۔ مسند احمد بن حنبل۔ نسائی۔ تمام کتب حدیث میں ہے۔
ایک بازو حسین کے ٹانگوں پر رکھا۔ اور ایک بازو حسین کی گردن کے نیچے رکھا۔ حسین کو اس
طرح اٹھا کے کھڑے ہو گئے۔ اور منہ کے قریب لا کر چومنے لگے۔ پھر سینے سے چمٹا لیا۔
پھر اپنی زبان حسین کے منہ میں ڈال دی۔ صحابہ کرام کھڑے منظر دیکھ رہے ہیں۔ پھر صحابہ کرام
کو فرمانے لگے۔ فرمایا لوگو۔ حسین منی وانا من الحسین۔ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔
یہ پس منظر ہے حدیث کا۔ یہ بات تو ساری زندگی سمجھ میں آتی رہی۔ حسین مصطفیٰ سے ہیں۔
کہ جز کل میں سے ہوتا ہے۔ شاخ درخت میں سے ہوتی ہے۔ بیٹا باپ میں سے ہوتا ہے۔
حسین منی تو سمجھ میں آتا تھا۔ مگر کربلا کا دن آنے تک یہ سمجھ نہیں آیا تھا۔ کہ مصطفیٰ حسین
سے کس طرح ہے۔ ساٹھ ہجری میں کربلا کا معرکہ برپا ہوا۔ حدیث کے دو جز تھے۔ حسین مجھ
سے اور میں حسین سے ہوں۔ توجہ سے میری بات کو سننا۔ دل و دماغ کی تختی پر مرتسم
کر لینا۔ یہ میں وجدان کے ساتھ اور ایقان کے ساتھ کہہ رہا ہوں۔ خدا کی عزت کی قسم ساٹھ
ہجری کے پہلے تک حسین مصطفیٰ سے تھا۔ اور کربلا کے بعد مصطفیٰ حسین سے ہو گئے۔

کربلا میں ساٹھویں سال پہلے تک حسین مصطفےٰ سے تھا۔ 56 برس کی عمر حسین کی۔ جب کربلا میں آپ پہنچے 56 سال تک حسین مصطفےٰ سے تھا۔ اور کربلا سے لے کر آج تک قیامت تک مصطفےٰ حسین سے ہیں۔ اشارہ یہ تھا۔ مجھ سے مراد اسلام تھا۔ فرمایا حسین میرا وجود مجھ سے ہے۔ اور میرے دین کی بقا تجھ سے ہے۔ ے حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

اور گفتگو ختم کرنے سے پہلے قرآن مجید کی ایک آیت ذرا دھیان سے سننا۔ اور عمر بھر تعویذ بنا کے رکھ لینا۔ حسن مجتبیٰ بیان کرتے ہیں۔ اور حدیث صحاح ستہ کی کتاب جامع ترمذی ایک آیت کی تفسیر ابواب تفسیر القرآن۔ اور امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر امام جلال الدین سیوطی کی تفسیر الدر المنثور۔ اور امام ابن جریر کی تفسیر طبری۔ سب اٹھا کے دیکھ لو۔ امام حسن مجتبیٰ نے خبر دی۔ راوی صحابہ اور تابعین کہتے ہیں۔ کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا۔ کہ میرے منبر پر بنو امیہ بیٹھے ہیں۔ آقا علیہ السلام فرماتے ہیں جب میری آنکھ کھلی تو میں پریشان تھا۔ میری طبیعت پر بوجھ تھا۔ کہ میرا منبر اور یہ بیٹھیں گے۔ فرماتے ہیں اس بوجھ کو دور کرنے کے لیئے۔ اللہ نے یہ سورۃ القدر نازل کی۔ اور فرمایا انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ کہ مصطفےٰ یاد رکھیے ایک رات قدر والی بھلا ہے۔ ایک اس کا معنیٰ معروف بھی ہے جو مترجمین مفسرین نے بیان کیا۔ سر آنکھوں پر۔ اس کا کوئی انکار نہیں ہے۔ وہ حق ہے۔ میں نے آپ کو علی شیر خدا کی بات بتائی ظاہر معنیٰ بھی ہے۔ یہ دو باطنی معنیٰ بھی ہیں۔ فرمایا سورۃ القدر نازل ہوئی۔ اور اس میں اللہ پاک نے فرمایا لیلۃ القدر خیر من الف شہر کہ قدر کی رات ایک رات ہے کہ فرمایا مصطفےٰ وہ ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ ان تمام کتب تفاسیر اور احادیث میں صحابہ راوی تابعین کہتے ہیں کہ خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ زمانہ بیت جانے کے بعد ہم نے بنو امیہ کا نوے سال کا پورے دور حکومت دیکھا گیا تو وہ ہزار مہینے بنتے ہیں۔

دنیا کا تماشا ہے۔ اشارہ دیا مصطفےٰ گھبرانا نہیں اگر اس منبر کے تقدس کو پامال کرنے والے انشاء اللہ اگر وہ حکومت کریں گے۔ اور ہزار مہینے راج مان رہ کر آپ کی روح پاک کو تکلیف دیں گے۔ تو محبوب ان کی ہزار ماہ کی حکومت سے ایک رات بہتر ہے۔

حدیث تو یہاں ختم ہو گئی۔ حضور نے فرمایا بنو امیہ کی حکومت کے ہزار ماہ پر فخر تو بتا
دیا۔ مگر اس ایک رات کا راز بتایا۔ کہ وہ ایک رات بنو امیہ کے ہزار مہینوں سے افضل
کیسے۔ اگر تو عام ہزار ماہ ہوتے۔ اب یہاں سے میری وجدانی تفسیر ہے
اور وہ ایک رات کربلا والوں کی شب عاشور اس سے افضل تھی۔ کیوں افضل
تھی کہ یہ بخشو۔ اس سیدہ کائنات فاطمہ کی بیٹی سجدہ ریز ہے۔ سجدے میں ان کی آہ
و بکا تھی۔ آسمان تڑپ رہا تھا۔ قدسیان فلک تڑپ رہے تھے۔ عرش و فرش تڑپ
رہے تھے۔ سننے والے سنتے تھے کہ حضرت زینب کی آہ و بکا کی آواز سنتی۔ تو ننھی سی
سکینہ کی آواز آتی۔ مصطفیٰ کی شہزادیاں مناجات میں تھیں۔ التجا میں تھی صلوات
میں تھی۔ اشارہ ہے حسین مصطفیٰ اس شب عاشور کو دیکھ رہے تھے کہ حسین بڑی
آزمائش کا وقت ہے۔ میرے کندھوں کی سواری کی لاج رکھ لینا۔ علی شیر خدا کی آواز آرہی
تھی۔ بیٹا حسین میرے خون کی لاج رکھ لینا۔ کل بڑا بھاری وقت آنے والا ہے۔ سیدہ کائنات
فاطمۃ الزہراء کی آواز آتی تھی۔ بیٹا حسین تجھے گود میں لے کر میں چکی چلاتی تھی۔ میرے دودھ کی لاج
رکھ لینا۔ اور رب کائنات کی بارگاہ سے آواز آتی تھی حسین تجھے فرشتوں کے سامنے
دینی بندگی کا فخر بنا کے پیش کر رہا ہوں۔ میری بندگی کی لاج رکھ لینا۔ وہ رات وہ
شب عاشور فرمایا۔ ایک رات تم تخت پر تھے۔ بربادی کے تخت پر تھے ہلاکت
کے تخت پر تھے۔ لالچ کے تخت پر تھے۔ اور یہ حسین اور اصحاب حسین رحمت کے
تخت پر تھا۔ فرمایا وہ ہزار مہینوں کی سلطنت ایک طرف اور شب عاشور کی آخری
رات کی سلطنت ایک طرف۔ کیوں کہ اس رات کے بعد انہیں ساری کائنات
کے تخت کا مالک بنایا جا رہا تھا۔ خیر من الف شہر حسین کامیاب ہو گئے۔ سب
شہادتوں کے بعد جب جوان بیٹے کے سینے میں نیزہ چبھ گیا۔ اور آواز دی ابا جان امام حسین
علی اکبر کے پاس پہنچے ہیں۔ پوچھتے ہیں بیٹا کیسے محسوس ہو رہا ہے۔ عرض کی ابا جان ان بدبختوں
سے اور لڑنا چاہتا ہوں نیزہ تکلیف دے رہا ہے سینے سے کھینچ دے۔ حسین نے نیزہ کھینچا
خون کا فوارہ نکلا۔ امام ابن ملسا کر بیان کرتے محدث اور مورخ کہ جب حسین علی اکبر کو

جب پہنے گئے تھے 56 سال عمر تھی۔ سر اور داڑھی میں ایک بال بھی سفید نہ تھا۔ جب علی اکبر کا لاشہ اٹھا کے خیموں میں آئے ایک بال بھی سیاہ نہ تھا۔

جس نے حق کربلا میں ادا کر دیا
گھر کا گھر سب سپرد خدا کر دیا
اپنے نانا کا وعدہ وفا کر دیا
اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

جس کی زباں پہ نانا کا فرمان تھا۔
جس کے ہاتھوں میں رب کا قرآن تھا۔
جو سر کٹا کر جان اسلام پہ قربان گیا۔
اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

جس نے حق کربلا میں ادا کر دیا
گھر کا گھر سب سپرد خدا کر دیا
اپنے نانا کا وعدہ وفا کر دیا
اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

جس کے بچوں کو پیاسا رلایا گیا
جس کو بیٹے پہ بٹھایا ستایا گیا

منگل
۱۲-۰۲-۲۰۱۹
۰۶-۰۶-۱۴۴۰
۱۲-۵۸-۲۰- PM

...Naqshbandi Chishti ...
Chak 365/E.B Burewala ...
Mob:03...
02 APR 2019

جامع مسجد منہاج القرآن ماڈل ٹاؤن لاہور

۲۸۶ سورۃ کہف انک لن تستطیع معی صبرا ط ۔ امام جلال الدین سیوطیؒ تہذیب
الحقیقۃ العلیۃ ، تو امام جلال الدین سیوطیؒ علم حدیث کی دنیا کے وہ امام ہیں حافظ ہیں حدیث
کے بہت بڑے محدث بہت بڑے مفسر بہت بڑے فقیہ۔ بہت بڑے محقق۔ بہت بڑے
مؤرخ ۔ یہ اپنے زمانے کے نانویں دسویں صدی کا جز زمانہ ہے ۔ اس صدی کے مجدد ہیں ۔
اور اکابر اولیاء و صوفیاء میں سے بھی ہوئے ہیں ۔ جیسے ہمارے ہاں چار طریقے تصوف میں
معروف ہیں طریقہ قادریہ۔ چشتیہ۔ نقشبندیہ۔ سہروردیہ ۔ اب وقت گزرنے کے ساتھ
سہروردی طریقہ بہت کم رہ گیا ہے ۔ ناپید ہو گیا ہے ۔ پوری عرب دنیا میں طریقہ چشتیہ
معروف نہیں ہے ۔ جتنے بلادِ عرب ہیں وہاں طریقہ قادریہ ہے ۔ بڑی کثرت کے ساتھ اب طریقہ
نقشبندیہ بڑی کثرت کے ساتھ ہے ۔ طریقہ چشتیہ کو اللہ تعالیٰ بلادِ ہند میں مخلوق کو صراطِ
مستقیم پر چلانے کا ذریعہ بنایا ۔ عرب دنیا میں طریقہ شاذلیہ ہے ۔ اور طریقہ رفاعیہ بھی
ہے ۔ یہ بزرگ بھی حضور سیدنا غوث اعظم کے زمانہ کے آواخر میں یا تھوڑے بعد کے زمانہ میں ہوئے
تھے ۔ امام ابوالحسن شاذلی ۔ شیخ احمد سید رفاعی لیکن اب عرب دنیا میں طریقہ شاذلیہ
بڑی معروفیت رکھتا ہے ۔ امام جلال الدین سیوطی آپ کے لیے حیرانگی کی بات ہو گی ۔

امام صاحب چونکہ اہل تصوف میں سے تھے ۔ اور طریقۂ شاذلی تھے ۔ آپ
نے تصوف کے باب میں کتاب لکھی ۔ اس کتاب کا درجہ اور مقام بہت بلند ہو جاتا ہے ۔
کیونکہ یہ کتاب حضرت امام جلال الدین السیوطی نے لکھی ہے ۔ تصوف کو علم دین حقیقت
بھی کہا جاتا ہے ۔ اس علم کی جو اصل حقیقت ہے وہ قرآن مجید تو ہے ہی ۔ مگر اس کی بہت
سی تفصیل احادیث پر مبنی ہے ۔ آثار صحابہ اور تابعین تبع تابعین پر مبنی ہے ۔

امام جلال الدین سیوطی چہل حدیث روایت کرتے ہیں ۔ صوفیائے عرفاء اولیاء مقبولانِ
بارگاہ ایزدی ۔ اور محبوبانِ حضرت الوہیت ہوتے ہیں ۔ حضور علیہ السلام کی کچہری کے حضوری
میں بیٹھنے والے ۔ اور براہ راست بارگاہ مصطفوی سے اکتساب فیض کرنے والے ہوتے ہیں ۔

اور یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں - اور یہ علم ظاہر اور علم باطن کے جامع ہوتے ہیں - تصوف یہ علم صوفیا یہ علم ~~حدیث~~ حقیقت یہ اولیاء یہ اہل اللہ یہ ~~کاملین~~ ذاکرین عابدین یہ اللہ والوں پر بہت کتابیں اول وقت میں لکھی گئی - اتنی کثرت سے کتب لکھی گئیں کہ شاید علم حدیث کے علاوہ اسلام کی تاریخ میں سب سے زیادہ کتب تصوف اور اولیائے کرام کے موضوع پر لکھی گئی ہوں - علم حدیث کے بعد یہاں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رح یہ وہ بزرگ ہیں - وہ بیان کرتے ہیں اپنی کتاب عوارف المعارف میں یہ طریقت تصوف اور سلوک کے باب میں سبقاً پڑھائی جانے والی کتابوں میں سے ہے - جسے علماء کرام محدثین اور علماء اور اہل علم سبقاً پڑھاتے رہے ہیں - اس کے خطبے میں ایک حدیث لائے ہیں - یہ بیان کرتے ہیں کہ اس کتاب کے لکھنے کا اصل سبب کیا ہے - تصوف کی تعلیم کو عام کرنے کے لیے - وہ فرماتے ہیں کہ یہ اولیاء اللہ وہ مخلوق ہیں - جو جسمانی اعتبار سے ارضی مخلوق ہیں ~~مگر ان کے لیے~~ ان کی شکلیں فرشی اور خاکی ہوتی ہیں - مگر ان کی روحیں ان کا باطن اور ان کی روح عرشی ہوتے ہیں - اور ان کے نفوس وہ حضور الٰہی اللہ کی بارگاہ کی خدمت میں اور سیر میں رہتے ہیں - اللہ پاک کی قرب کی منازل ان کی سیر میں رہتے ہیں - اور نفوس اللہ کی خدمت کی منزل میں رہتے ہیں - اور روحیں اس کی محبت قربت میں ہمیشہ پرواز کرتی ہیں - اور لوگوں کو بندگی کا شغف اور رغبت دیتے ہیں - اور عبادت کی محبت ان ہی کے طفیل سے نصیب ہوا ہے - ان کے ذریعے قرآن کا اور تفسیر کا علم پروان چڑھا - کسی کے ذریعے حدیث کا علم پھیلا - کسی کے ذریعے فقہ کا شریعت کا علم پھیلا - کسی کے ذریعے حضور کی سیرت طیبہ کا علم پھیلا کسی کے ذریعے اخلاق کا علم پھیلا - کسی کے ذریعے جدید علوم اور افکار دین کے پھیلے - طبقات ہوئے تو زہاد یہ صوفیا - عرفاء اولیاء وہ لوگ ہوئے - کہ ان کے ذریعے حضور کی امت میں اللہ کی بندگی پھیلی - ذوق عبادت پھیلا - ان کے طریق زندگی نے بندوں کو طریقہ بندگی عطا کی - ان کے احوال حیات نے لوگوں کی جبینوں کو سجدوں میں گرنا سکھایا - راتوں میں ان کی آہ و بکا نے لوگوں کو آنسو گرانا سکھایا - ان کے دلوں کی تپش نے لوگوں کے دلوں کو تڑپنا سکھایا - ان کی شب بیداریوں نے لوگوں کو راتوں کے وقت پہلوؤں کو بستر سے جدا کرنا سکھایا - ان کی زندگی کے شب و روز نے لوگوں کو زہد عطا کیا - ورع عطا کیا تقویٰ عطا کیا - اللہ کی خشیت دی اللہ کی محبت دی - الغرض وہ سارے فضائل عبادات و

معاملات اخلاقیات کے۔ اور تعلق باللہ کی وہ ساری قدریں۔ جن پر اللہ اور اللہ کے رسول نے
زور دیا تھا۔ یہ جو علم لدنی عمل ہے۔ یہ جو ورثۂ دین ہے۔ ان صوفیا اور اولیاء کے ذریعے پھیلا
تو آج بھی صوفی اور شیخ اور ولی اور اہل اللہ وہ ہے جس کی ساری زندگی کے احوال اس طریق
پر ہو۔ گدی نشینی کا نام تصوف نہیں ہے۔ کیا۔ میں مر گیا میرا بیٹا گدی کا نشین ہو گیا۔
یہ وراثت ہے۔ وہ مرے گا اس کا بیٹا گدی کا نشین ہو گیا۔ یہ وراثت ہے۔ فلاں بزرگ
وفات پا گئے ان کا بڑا بیٹا پکڑ کے گدی پر بٹھا دیا۔ یہ وراثت ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جب
بنو امیہ کا حکمران فوت ہوا تو اس کا بیٹا گدی نشین ہو گیا۔ وہ فوت ہوا تو بیٹا وارث ہو گیا۔
اسی طرح ظاہری سلطنتیں وراثتوں میں چلتی رہیں خواہ وہ اہل تھے یا نہ تھے۔

ہماری دنیا میں اولیاء اللہ کے بعد ان کا ورثہ ان کی گدی نہ تھی۔ ان کا ورثہ اُن کا تقویٰ
تھا۔ ولایت تھی۔ ان کی گریہ وزاری تھی۔ ان کی معرفت تھی۔ ان کا اتباع سنت تھا۔ سباق
علی السنۃ تھا۔ اللہ کے حضور راتوں کو قیام کرنا ان کی وراثت تھی۔ سجدوں میں رونا۔ آہ وزاری
کرنا ان کی وراثت تھی۔ ہر وقت اپنے قلب و باطن کو بارگاہ مصطفیٰ سے معلق رکھنا۔ یہ
وراثت تھی۔ ہر وقت ان کی روحوں کا خدا کے حضور گڑگڑانا مناجات و دعا کرتے رہنا یہ وراثت
تھی۔ فوستن پر تکبر کسی سے نہ ہونا یہ وراثت تھی۔

نفوس کو طہارت سے پاک رکھنا یہ وراثت تھی۔ حرص سے اپنے کو پاک
رکھنا یہ وراثت تھی۔ تکبر سے پاک رہنا یہ وراثت تھی۔ عاجزی و انکساری وراثت تھی۔ اسی طرح
حضور علیہ السلام نے فرمایا ہم گروہ انبیاء ہوتے ہیں مال و دولت ہماری وراثت نہیں ہوتی علم ہمارا
وراثت ہوتا ہے۔ ہماری وراثت علم و معرفت ہوتا ہے۔ جب ہم نے دین کو کاروبار بنا لیا
ہے۔ پھر وہ سارے تصورات اپنی اصل سے ہٹ گئے۔ ہر کسی نے ہر شئے سے مال بنانا
شروع کر دیا۔ اصل تصوف وہ کتاب و سنت کا سباق ہے۔ تقویٰ توکل اخلاص عبادت یہ
زہد یہ ورع یہ عاجزی یہ انکساری یہ۔ اخلاق حسنہ یہ سباق ہے۔ اللہ کی رضا یہ۔ ایثار یہ قربانی
یہ اس پر سباق ہے۔ اصل تصوف یہ ہے۔ یہ جماعت تھی صوفیا کی۔

یہ بیان کر کے شیخ شہاب الدین سہروردی بیان کرتے ہیں یہ اہم ہے۔ کہ ان کی شہرت

مقبولیت کے جھنڈے اللہ تعالیٰ روئے زمین پر گاڑ دیتے ہیں۔ لوگوں کے دلوں میں اُن کی محبت ڈال دی گئی ہیں۔ یہ اُن کا مقام ہے۔ فرمایا اللہ کی روحیں ہر وقت عرش کے چاروں طرف طواف کرتی رہتی ہیں۔ ہماری مجلسوں میں گھروں میں بازاروں میں بات چیت کرتے ہمارے ساتھ نظر آتے ہیں۔ مگر روحیں اُن کی عرش الٰہی کا طواف کرتی ہیں۔ اُن کے دل نیکیوں کے حسنات کے برکات کے خزانوں سے معمور ہوتے ہیں۔ اُن کی خوشی دنیا کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں نہیں ہوتی۔ بلکہ اُن کو خوشی خدا کی حاضری میں ہوتی ہے۔ انہیں لذت اور شیرینی لذیذ کھانوں سے نہیں ہوتی۔ ان کو شیرینی تلاوت کلام مجید سے ہوتی ہے۔

اور محبوب کے کلام کے سماع میں ہوتی ہے۔ اُن کے چہروں سے اللہ کی معرفت کے آثار نظر آتے ہیں۔ اُن کے چہروں پر اللہ کے نور کی جھلک نظر آتی ہے۔ جب آپ لوگ اُن کو دیکھتے ہیں یہ وجہ ہے کہ اُن کو دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے۔

اللہ کی معرفت اُن کی تروتازگی کا اضافہ کرتی ہے۔ اور اُن کے اسرار باطنی کے اندر اضافہ کرتی ہے۔ ہر زمانے میں ایسے لوگ رہے دعوت الی اللہ دیتے ہیں۔ دین کی تشہیر دین کی اصلاح امت کی اصلاح ہر دور میں انہیں اہل حق سے ہوگی جن کا اپنا عمل اور حال اس طریق پر ہوگا۔

یہ جو لوگ ان کے حالات سے ناواقف ہیں۔ وہ جب غلط راستوں پر چلنے والوں اور غلط مدعیوں کو دیکھتے ہیں۔ نبوت کے بھی جھوٹے مدعی ہو گئے تھے۔ فرمایا اس طرح تصوف اور صوفیا کے راستوں پر بھی جھوٹے مدعی ہوتے ہیں۔ لباس اس طرح کا پہن لینے۔ جبہ پہن لینا۔ عمامے پہن لینے۔ اس وضع قطع کو اپنا لینا۔ تسبیح ہاتھوں میں رکھ لینا۔ آنکھوں کو موٹا موٹا سرخ جلال والا کر لینا۔ یہ ساری چیزیں اصل تصوف نہیں۔ یہ رسوم ہیں۔ اگر رسوم نیک نیتی سے ہوں تو مقبول ہیں۔ بد نیتی سے ہوں تو مردود ہیں۔ نیت یہ ہو کہ میں اس صف میں شامل ہو جاؤں۔ باطناً اور ظاہراً بھی اس کی صف میں شامل ہو جاؤں۔ تو مقبول ہیں اور اگر بدنیتی سے ہوں کہ لوگ مجھے اس طرح صوفی کامل سمجھنے لگیں تو مردود ہیں۔ اس نیت سے ہوں کہ باری تعالیٰ

مجھے بھی اُن میں شمار کرلے - اگر مولا کسی کے بیٹوں کو مقبول ہیں - اور اگر مخلوق کے لئے ہو لا کر لوگ
وضع قطع دیکھ کر کہیں کہ یہ ولی اور صوفی ہے - تو پھر مردود ہیں -

حضرت شیخ سہروردی فرماتے ہیں - پھر جب لوگ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جو جھوٹے
مدعی ہیں تو اُن کے اچھے طلبوں میں اہل بدگمانی پیدا ہو جاتی ہے - جو اللہ کی بارگاہ میں
جو مقبول ہیں ان کی شان میں طعن و تشنیع کرے - (۱۰۔۔۔ ۴ ۲) اور نتیجۃً ان پر
بدبختی مسلط ہو جائے گی - چونکہ اس راہ کے بغیر اصلاح باطن نہیں ہو سکتی - اصلاح
دین نہیں ہو سکتی - اس راہ کے بغیر احیاء و تجدید دین نہیں ہو سکتی - اس راہ کے بغیر
اصلاح احوال امت نہیں ہو سکتی - اس راہ کے بغیر پھر سے مٹتی ہوئی دین کی قدروں
کو زندہ نہیں کیا جا سکتا - کوئی تحریک تصوف روحانیت سے خالی ہو گی وہ کبھی بھی
دین کا احیاء اور دین کی تجدید نہیں کر سکتی - فتنوں کا شکار ہو جائے گی - اس
لئے ضروری ہے کہ اس چیز کو بار بار سمجھایا جائے - اور آپ کو اس راہ پر لایا جائے -
اس پر شیخ سہروردی فرماتے ہیں - کہ میں نے کثرت کے ساتھ اس پر لکھا ہے - تاکہ
لوگ ان کو جان کر اس طرف راغب ہوں - اور اہل اللہ کی جماعت میں شامل ہوتے
جائیں - اور یہاں پر انہوں نے حدیث نبوی لکھی ہے - کہ جماعت کے افراد میں کثرت
ہو - اللہ والوں کی جماعت بڑھے - ان کی تعداد زیادہ ہو - فرماتے ہیں کہ حضور
علیہ السلام نے فرمایا - کہ جس شخص نے کسی جماعت کی تعداد کو بڑھایا - وہ انہی میں
شامل کر دیا جائے گا - (مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ -) اپنے عمل سے اپنے علم
اپنی کوشش سے کسی جماعت کی تعداد کو بڑھایا - وہ خود بھی انہی میں شامل کر دیا
جائے گا - اس حدیث کو امام ابو یعلی نے اپنی مسند میں - المسند الکبیر میں
روایت کیا - عبداللہ بن مسعودؓ سے عبداللہ بن مبارکؒ نے بھی روایت کیا - یہ
حدیث اپنے خطبہ میں وہ لائے ہیں - کہ محنت کرنے کی ایک برکت یہ ہے - کہ جو محنت
کرے اور کسی جماعت کو بڑھانے پر محنت کرے گا - وہ اُن کے اندر شامل کر دیا جائے گا -
جو نا سمجھ فاجروں بے دینوں کی جماعت بڑھانے کی کوشش کرے گا - وہ بے دینوں میں شامل

کر دیا جائے گا ــــ اور جو دین داروں کی جماعت کو بڑھانے کی کوشش کرے گا۔ اللہ اسے اہل دین میں شامل کر دے گا۔ اور جو ہمیں آگے گا اللہ اسے اپنا دوست بنائے گا۔ جو ولیوں کی جماعت بڑھانے کی کوشش کرے گا اللہ اسے اپنے دوستوں میں شمار کرے گا۔ کیونکہ وہ خوش ہوگا۔ کہ اس نے میرے دوستوں کی جماعت کو بڑھایا ہے۔ لوگوں کو دعوت دے کر اللہ والوں کی جماعت میں داخل کرتا ہے۔

حضرت ابی بن کعب اس حدیث کے راوی ہیں۔ یہ بہت بڑے عظیم قاری تھے۔ بلکہ سید القراء تھے۔ صحابہ کرام نے اُن کو سید القراء قاریوں کے امام کہا ہے۔ اور عظیم مفسر بھی ہیں۔ اور جلیل القدر راوی اور محدث بھی ہیں۔ اور ان کا مزار دمشق میں ہے۔ بہت صحابہ کرام اور تابعین دمشق میں ہیں۔ ابی بن کعب روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا۔ فرمایا هل اتبعك على ــــ رشدا۔ یہ ارادہ خضر اگر میں تیار ہوں تو چلو کہ جو خاص علم لدنی خاص ہدایت جو تمہیں عطا کیا گیا ہے۔ اس میں سے کچھ حصہ مجھے بھی دے دو۔ حضرت خضر علیہ السلام کے بہت مقامات ہیں۔ جہاں طویل طویل زمانہ عبادت کرتے تھے۔ اور اولیاء اللہ اُن کو دیکھتے تھے۔ خضر اولیاء اللہ کے پاس آتے تھے۔ روہی کے علاقے کنارے دریائے سندھ کے کنارے پر بھی ہے ــــ اولیاء کرام نے وہاں حضرت خضر کو وہاں عبادت کرتے کثرت سے دیکھا ہے۔ اور بہت سے اولیاء کرام اب ہیں جن کے پاس حضرت خضر علیہ السلام ملاقات کے لئے آتے ہیں۔ اُن میں ــــ ایک حضرت شاہ جمال اللہ ملتانی بھی ہیں۔ اُن کا مزار ملتان میں ہے۔ خضر علیہ السلام ہر جمعرات کو اُن کے پاس تشریف لاتے تھے۔ اور جو درویش اور طالب علم ان کے پاس زیر تعلیم زیر تربیت ہوتے۔ جس نے اپنی تعلیم و تربیت کا نصاب مکمل کر لیا ہوتا۔ اور کامل بنا دیئے جانے کے قابل ہو جاتا کہ اسے کامل بنا دیا جائے۔ تو طریقہ شاہ جمال اللہ کا یہ تھا۔ یہ جمعرات کو حضرت خضر آتے تو وہ تو اس قابل درویش کو آپ کی خدمت میں پیش کرتے۔ اور نگاہ کر کے کامل کر دیتے۔ تو علم لدنی فیض خضری کے ذریعے عطا ہوتا۔ یہ جو مشہور ہے کہ سب کچھ نگاہ سے ہوتا ہے۔ نگاہ سے تب ہوتا ہے کہ وہ قابل ہو چکا ہو ــــ

M T W T F S S

Memo No

Date / /

پیر کی خدمت

یہ ایک ڈھکوسلہ چلتا ہے۔ کہ کاروبار کرنے والے مریدوں کو پھنسانے کے لئے کہتے ہیں
تاکہ کسی اور محنت کی ضرورت نہ پڑے۔ بس پیر کی نگاہ سے ہی سارا کچھ ہو جاتا ہے۔
تاکہ وہ ادھر ہی پھنسے رہیں۔ اور ان کی جیبیں بھرتے رہیں۔ اور ان کی خدمت کرتے
رہیں — یعنی سب کچھ نگاہ سے ہو جانے کو مشہور کرتے ہیں۔ اس کا استعمال
غلط کرتے ہیں تاکہ مرید بجائے ریاضت کرنے کے تقوی پرہیزگاری زہد و ورع اور شب بیداری
قیام اللیل اللہ اللہ ان تمام احوالِ روحانی کی طرف محنت کرنے ریاضت کرنے کی بجائے۔ وہ ادھر
ہی دھیان رکھے۔ بس اس پیر کی خدمت میں لگا رہے۔ اور اسی امید میں رہے کہ کسی کام
کی محنت ریاضت سے کچھ نہیں ملتا۔ کہ جب نگاہ ہوتی ہے سب کچھ ہوتا ہے۔
تو یاد رکھیں نگاہ ایسے نالائق پہ نہیں ہوتی کامل بنانے کے لئے قابل پر ہوتی ہے۔
قابل ہوگا تو کامل ہوگا۔ قابل ہوگا تو نگاہ والے اسے کامل بنائیں گے۔
عام لوگ کہتے ہیں کہ جی نگاہ سے ہی بیڑا پار ہو جاتا ہے۔ ان کا نفس اور شیطان
ان کو بہکاتا ہے۔ کہ زہد و تقوی کی محنتوں میں نہ پڑیں۔ نہ نماز کی پرواہ نہ روزے
کی پرواہ۔ نہ اللہ اللہ کی پرواہ — نہ رات کی محنت نہ رزقِ حلال کی فکر۔ ~~اور~~
اس پیر ہی کی خدمت میں اپنی مرضی کرتے پھرتے ہیں — اور ایک گمان میں رہیں۔ کہ بس ویسے ہی
بیڑا پار ہو جائے گا۔ ایسا شعور کاملین نے کبھی نہیں دیا — تاجر بن دیتے ہیں۔
کاملین نہیں دیتے (الا ما سعی) آج سے ہی محنت کرنا شروع کر دیں۔
کچھ نہ کچھ پالیں گے — تو موسیٰ علیہ السلام پوچھتے ہیں۔ کہ آپ سے کچھ لوں تو آپ
دیں گے — موسیٰ ہی پوچھ سکتے ہیں۔ غیر موسیٰ نہیں پوچھ سکتا — فرمایا انک لن
تستطیع معی صبرا۔ فرمایا کہ میرے کچھ کام ایسے ہیں کہ آپ دیکھ کر صبر نہ کر سکیں گے
اور اگر وہ صبر نہ کر سکے تو علم لدنی نہیں مل سکتا — علم لدنی درکار ہے تو صبر چاہئے۔
اب محنت کے بغیر پھل چاہتے ہیں — اب صبر تو ہے ہی نہیں ہے — مالی بیج بوتا ہے کو
پودے جو پیڑ بن آتا ہے شاخوں پر پھل لگنے کے اوقات تک — سالہا سال انتظار کرتا ہے۔
بیج بو کر پھل کے انتظار میں رہتا ہے۔ صبر کے بعد پھل ملتا ہے۔ مگر ہر سال بے چین ہو

جائے۔ کہ پچھلے سال ابھی پھل نہیں لگا۔ ابھی پھل نہیں لگا۔ جب ماں باپ بچہ پیدا
کریں۔ اور ماں باپ کہیں کہ ہم نے تو تجھے جنم دیا تھا۔ اب آپ بھی بچے کو جنم دیں ہمارے
پوتے بھی ہوں۔ یہ بچہ بڑا ہوگا۔ جوان ہوگا۔ پھر شادی ہوگی۔ پھر بچے پیدا ہوں گے۔ تو پوتا
پوتی پیدا ہوں تو ۲۰-۲۵ سال صبر کرتے ہیں نا۔ پیدا ہونے کے بعد اللہ کی معرفت
کا دوستی کا۔ تو ۲۵ سال بھی صبر نہیں کرتے۔ جتنا پوتے پوتی کے لئے کرتے ہو۔
کو فرمایا۔ کہ اے موسیٰ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا۔ کہ جو میرے پاس علم ہے۔ جو مجھے اللہ نے
عطا کیا ہے۔ اور جو خاص اللہ نے مجھے نوازا ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ سارے کا سارا
تو بھی جان لے۔ اور اسی طرح اے موسیٰ آپ بھی ایک علم پر ہیں۔ جو اللہ نے آپ کو عطا
کیا ہے۔ اور ضروری نہیں کہ وہ سارے کا سارا میں حاصل کرلوں۔ ممکن ہے کہ جو آپ کو
ملا ہو کچھ مجھے مل جائے۔ یہ ضروری نہیں یہ نصیب کی بات ہے۔ جو علم ظاہر پر ہوتے
ہیں۔ اور کچھ علم باطن پہ ہوتے ہیں۔ اور جو علم لدنی اللہ عطا کرتا ہے۔ یہ صوفیاء اور اولیاء
کی میراث ہوتی ہے۔ اور اس سے بندوں کو علم نافع نصیب ہوتا ہے۔

اگلی حدیث ہے اس کو حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا۔ اور حضرت حسن
بصری نے سے مروی ہے۔ اور یہ حضرت انس سے بھی مرفوعاً مروی ہے۔ یہ
امام ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں بھی روایت کیا ہے۔ اور امام دیلمی نے روایت کیا
المسند الفردوس میں۔ اور الترغیب والترہیب کے کتاب العلم میں۔ اور امام اصبہانی
نے روایت کیا ہے۔ اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ اور امام غزالی نے
بھی روایت کیا ہے۔ اور اسی کو خطیب البغدادی نے بھی بیان کیا ہے (۲۰-۱۴)
- تاریخ البغداد میں روایت کیا حضرت حسن انہوں نے حضرت جابر سے اور پھر آگے امام
بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ امام نووی نے فیض القدیر میں اور کنز العمال نے روایت کیا۔
اس حدیث کی اپنی سند طرق کے دی ہیں کہ اس کی متن لسٹ میں کوئی شک نہیں ہے۔
کہ علم دو قسموں کا ہے۔ ایک علم وہ ہے جس کا درخت دل کی زمین سے اگتا ہے
دل سے اگنے والے علم میں کتابیں نہیں ہیں۔ اس میں اساتذہ نہیں ہیں۔ اس میں

پڑھنا پڑھانا نہیں ہے۔ اس میں طریق ظاہری کی محتاج نہیں ہے۔ بے شک اولیاء کی صحبت سے آشنا ہے۔ ان کے فیض سے ان کی تعلیم و تربیت سے آتا ہے۔ مگر محض تعلیم و تربیت بھی کام نہیں کرتا۔ جب تک دل کی زمین پر محنت کا ہل نہ چلایا ہو۔ اور اس عشق زہد و ورع کا پانی نہ دیا ہو۔ جب تک دل سے پودا نہ اگے یہ ظاہری سارے طریق اس علم کو کامیاب کرنے میں کام نہیں کرتے۔ اور فرمایا نفع دینے والا یہی علم ہے۔ ہمارا رونا یہی ہے۔ ہم تفسیر دیا پڑھ گئے حدیثیں پڑھ گئے۔ درس نظامی پڑھ گئے علوم شرعیت کی کتابیں پڑھ گئے۔ مسند تدریس پر بیٹھ گئے واعظ کی تقریریں کی۔ کتابیں لکھیں عالم معروف ہو گئے سب کچھ ہو گئے۔ جو کچھ سنتے رہے ہیں۔ دماغ میں اتر جائے تو غنیمت ہے دل میں تو اتر نہیں سکتا۔ ہماری باتیں لوگوں کے دلوں کے دروازے پر دستک دیتی ہیں مگر دروازے نہیں کھلتے۔ لوگوں کے دلوں میں ہلچل نہیں پیدا ہوتی۔ لوگوں کے دلوں میں انشراح پیدا نہیں ہوتا۔ لوگوں کے دل اور باطن میں کیفیت منتقل نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ دل لوگوں کے دلوں کو علم تب منتقل ہو جب علم نکل دل سے رہا ہو۔

دلوں کے دروازے اس علم کے لیے کھلیں گے۔ جو شروع ہی دل سے ہوا ہے۔ جو کلام ہی دل سے نہیں ہے۔ اسے دوسروں کا دل کیسے قبول کر سکتا ہے۔ تو دلوں کے علم کو دل قبول کرتے ہیں۔ روحوں کے علم کو روح قبول کرتے ہیں۔ سینوں کے علم کو سینے قبول کرتے ہیں۔ اور اسرار کے علم کو سر قبول کرتے ہیں۔ اخلاق کے علم کو خلق قبول کرتے ہیں۔ باطن کے علم کو باطن قبول کرتے ہیں۔ اور اگر آپ کا اور ہمارا علم ظاہر ہے تو ظاہر دماغ کا کام ہے۔ ظاہر ہی قبول کرے گا جمع خرچ کرے جو مرضی کرے۔ یاد رکھیں کہ جو علم دماغ سے دماغ تک پہنچا۔ اس سے واہ واہ تو ہو جائے گی۔ مگر اس سے آہ آہ نہیں پیدا ہوگی۔

لوگو جب تک علم سے آپ کے دلوں میں آہ نہ آئے نگاہ نہ آئے گریہ نہ آئے تڑپنا نہ آئے۔ اس وقت تک زندگی کے احوال بدل نہیں سکتے۔ پھر اس کی تاثیر نہیں ہوگی پھر اس کی فیض منتقل نہیں ہوگی۔ طلباء فضلاء اس امر پر توجہ کریں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ

M T W T F S S
Memo No ______
Date / /

کہ ان کے علم نافع بن جائیں ۔ میں وہ جوانیاں دیکھنا چاہتا ہوں ہزاروں کی تعداد میں کہ جس
وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئیں تو دیکھیں تو روشن رنگ جائیں ۔ کیونکہ
دونوں کسی کی تلاش میں ہیں ۔ جب آپس میں ملیں تو دیکھیں کہ دونوں مشتاق سی
آپس میں مارے مارے پھرتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۴۲۰ ، ایک دوسرے کو دیکھنے کو محبوب یاد آ جائے ۔

سے عشق جنہاں دی ہڈی رچیا ـــــ اوہ نا کم اوہناں
سلھڑا وی اوہناں ساتے وچھوڑے وی اوہناں سانتے اوہناں کھلیارا اوہناں

یہ دنیا بربادی کی طرف جا رہی ہے ۔ زندگیاں دنیا کے کھیل کی طرف جا رہی ہیں ۔ لہذا نوجوانوں
بیدار جاؤ ۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا گو نفع دینے والا ہی علم ہے ۔ اور دوسرا علم جو زبان سے جاری
ہوتا ہے جو ہم سناتے رہتے ہیں ۔ یہ علم زبانی ہے دلیل ہے وہ ہماری بات ہے ۔ اس پر جواب طلبی ہوگی ۔
مؤاخذہ ہوگا ۔ محتسب ہوگی جزا ہوگی سزا ہوگی ۔ اور نفع دینے والا علم وہ ہے جو دل سے جاری
ہو ۔ جب دونوں کو جمع کریں گے تو خیر الکل ہو جائے گی ۔

اس روایت بیان فرمایا جس کو امام طبرانی نے بیان فرمایا ۔ کہ علم چھپا ہوا خزانہ ہوتا ہے ۔ اسے وہی
لوگ جانتے ہیں جو اللہ کو جاننے والے ہیں ۔ ہم جتنے بھی ہیں ہم اللہ کو جاننے کی تڑپ رکھتے ہیں ۔ جیسے
تمام ہر شے کو جاننا چاہتے ہیں ہر شے کو جانتے ہیں ۔ اگر نہیں جانتے تو اللہ کو نہیں
جانتے ۔

اور اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا صحیح میں باب الایمان والاسلام والاحسان ۔
اور عمر بن خطاب سے روایت ہے ۔ اور امام بخاری نے بھی روایت کیا حضرت ابو ہریرہ سے
سے بھی روایت کیا ہے ۔ تو بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے ۔ دو سوال کرنے کے بعد
جو تیسرا سوال احسان کے متعلق ہے ، تو جبرائیل امین نے پوچھا یا رسول اللہ ، احسان کیا ہے ؟
احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس حال میں کیا کر ۔ کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے ۔
اس کا حسن بشری آنکھوں کے سامنے ہے ۔ تو اس کے جلوؤں میں گم ہے ۔ عبادت اس حال
میں کرے کہ تو اس کے جلووں میں گم ہے ۔ اسے دیکھ رہا ہے ۔ اور اگر تو اس کو دیکھ نہ سکے ۔
تو کم سے کم تو شعور کی حالت نگرانی اور نگہبانی میں ہو کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے ۔ بخاری مسلم ت

KHURRAM PAPER PRODUCTS

روایت کیا۔ اب احسان کے معنی میں دو درجے بیان کئے۔ پہلا یہ کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔
اور دوسرا یہ کہ تو اس حال میں عبادت کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ تو احسان کا جو
پہلا اونچا درجہ ہے اس کا نام ہے مشاہدہ ——— اور دوسرے درجے کا نام ہے مراقبہ ———
یہ اس حدیث سے ماخوذ ہوا ہے۔ پہلا درجہ اونچا ہے جو مشاہدہ ہے۔ اور نچلا درجہ
احسان کا مراقبہ ہے ——— ہم نے کہا اگر احسان بننا ہے تو یا تو مشاہدہ میں
آئے اور مشاہدہ کے قابل نہیں تو کم سے کم مراقبہ میں تو آئے (۵۱ ـــ ۵۶)
اور مراقبہ میں یہ ہے کہ تیرے اوپر یہ کیفیت تو رہے کہ میرا مولا مجھے دیکھ رہا ہے۔ اور اگر یہ دھیان
ہر وقت آپ کے دل و دماغ میں جاری و ساری رہے، کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔ تو پھر ذہن
گناہ تو نہیں کرتا نا ——— جیسے بادشاہ دیکھ رہا ہو تو درباری کب خطا کرتا ہے۔
اور اس کا ایک معنی عارفانہ بھی ہے۔ یہ جو فرمایا کہ اسے عبادت کر کہ گویا تو اسے
دیکھ رہا ہے۔ فان لم تکن ۔ لیکن کان عربی زبان میں تامہ بھی ہوتا ہے اور ناقصہ بھی ہوتا ہے۔ اگر کان
ناقصہ ہو تو اس کو فعل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر کان کامل ہو تو پھر یہ خود اپنے
فعل اور معنی میں کامل ہوتا ہے۔ اس کو اپنی تکمیل کیلئے الگ سے فعل کی ضرورت نہیں ہوتا۔
اگر ناقصہ ہو تو تم سمجھ لیں کہ ناقصوں کا معنی ہے ۔ کیا ہے یہ ہم جب ناقصوں کا معنی ہوتا ہے،
فان لم تکن تراہ ـــ اگر تو اس کو نہ دیکھ سکے۔ تو کامل بنا تراہ کے مفہوم کے ساتھ۔
اس کا معنی یہ ہے کہ اگر تو اسے نہ دیکھ سکے تو کم از کم مراقبہ میں رہے۔ اس حالت
میں رہے کہ وہ بھی تجھے دیکھ رہا ہے۔ اور اگر کان تامہ لے لیا جائے۔ یعنی اسے اپنی تکمیل
کیلئے اسے کسی دوسرے فعل کی حاجت نہ ہو تو اپنے آپ میں مکمل ہو اپنی ذات میں
مکمل ہو تو اسے بنے گا اگر تو خود نہ رہے۔ تیری نفی ہو جائے۔ تیرا ہونا مٹ جائے۔ تیری
ذات تیرے اور اس کے مشاہدہ کے درمیان حجاب ہے۔ رکاوٹ ہے، حائل ہے۔
اگر تو خود نہ رہے درمیان سے اپنے آپ کو نکال دے۔ تو پھر تراہ ہے اسے دیکھ لے۔ پھر
تو اس کو دیکھ لے گا ـــ کچھ بھی ہوتا تو خدا ہوتا ـــ یہ تیرا ہونا ہی ہے جس نے تجھے اس حجاب
میں رکھا ہے ـــ پردے میں رکھا ہے۔ فان لم تکن تراہ ——— اور تو اپنی حقیقت کا پردہ ہٹا دے۔

تو اپنے ہونٹ کی دیوار گرا دیتا ہے۔ پھر وہ آشکار ہوتا ہے۔ پھر تو اسے دیکھنے لگتا ہے یہی منزل ہے۔ جب مراقبے کی راہ سے چلتے ہیں تو پھر مشاہدے کی راہ پر آتے ہیں۔ اور مراقبے سے پہلے مجاہدہ کرتے ہیں۔ اور مجاہدہ سے پہلے معائنہ کرتے ہیں اور معائنہ سے پہلے ملاحظہ کرتے ہیں۔ جیسے صبح سے شام تک ہمارا ایک ایک لمحہ کیسے گزرتا ہے۔ ہم کتنے اعمال اطاعت سے کرتے ہیں۔ اور کتنے گناہ کرتے ہیں۔ کتنی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ اور کتنی نافرمانی کرتے ہیں۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے پہلے ہمارے شیوخ ہمارے اکابر رات کو اس وقت تک سوتے نہ تھے (۳۰ — ۱ — ۱)۔ جب تک صبح سے شام تک اپنے کیے ہوئے اعمال کا حساب نہ کر لیتے۔ کتنا گناہ کیا۔ کتنی اطاعت کی۔ کتنی غفلت کی۔ کتنیاں نیکیاں کیں۔ کتنی بدی کی۔ کتنی فرمانبرداری کی۔ کتنی نافرمانی کی۔ کتنے لمحات اللہ کی عبادت و فرمانبرداری میں گزارے۔ سارے دن کا حساب لکھتے دو خانے بنا کر۔ درج کرتے۔ پھر دیکھتے کہ آج کا دن خسارے میں رہا یا نفع میں رہا۔ رات کو حساب کرتے اور پھر اس کے بعد پھر توبہ کرتے۔ پھر اگلے دن کیلئے اللہ کی توفیق طلب کرتے۔ جب صبح ہوتی تو کہتے کہ جو نقصان کل رہا آج اس کو پورا کرنا ہے۔ شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ ہمارے اکابر ایسا کرتے تھے۔ اور فرمایا جب ہمارا زمانہ آیا۔ اپنی بات کرتے ہیں کہ ہم نے اپنے شیوخ کے طریقے میں ایک شے کا اور اضافہ کر لیا۔ جو جو اعمال و احوال و اطاعت گناہ غفلت جو کچھ وہ کرتے تھے۔ اور حساب کر کے اس پر توبہ کرتے۔ وہ تو ہم سارا کام کرتے ہی ہیں۔ مگر جو اضافہ کر دیا۔ وہ یہ ہے۔ کہ خیالات بھی آتے ہیں۔ وہ بھی درج کرتا ہوں۔ کہ کیسا ایسا خیال بھی آگیا جو خدا سے دور لے جانے والا ہے۔ وہ خیال جو اللہ کی اطاعت سے دور لے جانے والا ہے۔ جو دنیا کا حرص بڑھانے والا ہے۔ جو روحانیت، فکر آخرت اور اللہ کی محبت سے دور کرنے والا ہے تو ایسا خیال بھی ایک سیکنڈ بھی کیسے چل گیا۔ ان خواطر کو بھی لکھ لیا ہے۔

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

کرواتے خطرات پیدا کرتے ہیں نفس ہے۔ اس خیالات سے بھی توبہ کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ مولا کریم ان خیالات سے بھی بچا لینا۔ تو اس کو محاسبہ کہتے ہیں۔ تو سب سے پہلے محاسبہ کرنا ہوتا ہے، پہلے محاسبہ کرتا ہے، پھر ملاحظہ کرتا ہے۔ ایک ایک شے کا۔ اس کے بعد معائنہ کرتا ہے۔ اور غور سے اس کے اسباب پر غور کرتا ہے۔ کہ کیسے ہوا۔ کب ہوا۔ کیوں ہوا۔ سبب کیا بنا۔ کیسے بچا جا سکتا تھا۔ جب معائنہ کرتا ہے پھر مراقبہ کرتا ہے۔ پھر اب سے اس کی جڑوں پر پہنچے گے۔ ازالہ کیسے کیا جائے۔ پھر اس کے اسباب کا خاتمہ کیسے کیا جائے۔

جب مراقبہ کامل ہو گا تو اس کے نتیجے میں۔ آپ مجاہدہ کی طرف جائیں گے۔ اب ریاضت میں پڑ گئے۔ شیخ سے استاد سے پوچھنا ہے۔ کہ اس کے لیے مجاہدہ کیسے اب کیا کیا اعمال کیے جائیں۔ جب مجاہدہ کامل ہو جاتا ہے تو پھر مشاہدہ نصیب ہوتا ہے۔ اور جب بندہ مقام مشاہدہ پر پہنچتا ہے۔ تو پھر مواجہہ نصیب ہوتا ہے کہ پھر مکاشفہ نصیب ہوتا ہے پھر مشاہدہ نصیب ہوتا ہے اس کے بعد پھر مکالمہ نصیب ہوتا ہے۔ پھر باقی کچھ نہیں رہتا۔

QARI MUHAMMAD ABBAS
Naqshbandi Chishti ...
09 APR 2019
Chak 265/E.B Burewala District ...

۴ — ۳ — ۲۰۱۹
۲۶ — ۷ — ۱۴۴۰
۳ — ۱۲ — PM پیر

۔۔ ۲۸۹ء ہم اللہ تعالیٰ کے اذن اور توفیق سے حضرت مولانا محمد طفیل الازھری صاحب کے اجتماع
میں جہلم میں ایصال ثواب کے لئے۔ اور اپنے عقائد، اعمال و احوال کی درستگی کے لئے۔ اور ان کی بخشش
اور بلندی درجات کے لئے جمع ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کا جمع ہونا۔ ان کی بخشش
اور بلندی درجات کے لئے بھی۔ اور آپ کے لئے اور ہم سب کے لئے۔ باعث برکت اور
باعث قبولیت بنائے۔ دو نکتے اس موقع کی مناسبت سے میں عرض کرنا چاہتا
ہوں۔ (۱) نکتہ تو موت اور زندگی کے تعلق سے ہے۔ (۲) اور دوسرا نکتہ شرح کے
لب لباب کا ہے جو کتابت اور خلاصے کے متعلق ہے۔ آخرت کی بخشش کے متعلق ہے۔
۔ حیات اور ممات زندگی اور موت۔ اور اس کا ادراک ہم میں سے کم لوگوں کو
ہوگا۔ کہ موت ایک عارضی اور غیر مستقل چیز ہے۔ اور حیات دائمی ہے اس کو بقا
ہے۔ اس سے بخشش تکرار جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ حیات کو دوام ہے۔ زندگی کو دوام
اور ثبات حاصل ہے۔ زندگی جب سے پیدا ہوئی ہے۔ اس کے بعد زندگی کو بقا ہے۔ اور موت فنا
ہے۔ زندگی کو فنا نہیں ہے۔ حیات کو فنا نہیں ہے موت کو فنا ہے۔ دونوں مخلوق ہیں مگر
زندگی اور موت کو پیدا کر دیئے جانے کے بعد اب حیات کا درجہ باقی کا ہے۔ اور موت کا
درجہ فانی کا ہے۔ فانی کبھی باقی کو ختم نہیں کر سکتی۔ لہٰذا موت نہ حیات کو کبھی ختم کرتی ہے۔ نہ
اس میں زندگی کو ختم کرنے کی صلاحیت ہے۔ نہ زندگی ختم کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ موت
کا کام ہی نہیں ہے زندگی کو ختم کرنا۔ زندگی کے طویل سفر میں۔ موت خود بھی ایک مرحلہ ہے۔ موت
زندگی کا ایک حصہ ہے۔ زندگی کا ایک جز ہے۔ موت زندگی کا ایک مرحلہ ہے۔ حیات موت
سے پہلے بھی ہے اور موت کے بعد بھی ہے۔ موت درمیان میں کہیں ایک مرحلے کے طور پر
وارد ہوتی ہے۔ آتی ہے اور چلی جاتی ہے۔ زندگی اس سے پہلے بھی تھی اور زندگی اس کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔
یہ بنیادی تصور تھا جو میں نے سمجھایا ہے۔

۲
قرآن کریم کی ایک آیت بطور دلیل پیش کرتا ہوں تاکہ بات ذہن نشین ہو جائے۔
اللہ تعالیٰ نے موت و حیات کا موازنہ کر دیا ہے۔ اور ان کی تعدادی حیثیت کو واضح فرمایا
ہے۔ ارشاد فرمایا کنتم امواتا فاحیاکم ـــــ ترجمہ۔ اے لوگو تمہارا کام میں

M T W T F S S
Memo No
Date / /

حالت موت کی تھی - تم مردہ تھے - اب یہ جو امواتًا فرمایا کہ اس سورة میں تم مردہ تھے - یہ اشارہ
ہے بچہ یا بچی کی جیسا کہ زندگی شروع ہونے سے پہلے کے دور کو - یہ جو حالت عدم تھی - یا
رحم مادر میں شروع زندگی ہونے سے پہلے کی زندگی جو تھی - الغرض جیسا کہ زندگی شروع ہونے
سے پہلے کا جو دور تھا - اس کو قرآن حکیم نے امواتًا کہا - کہ تم مردہ تھے - یعنی تم حالت موت
میں تھے - اس کا ذکر کیا کہ یہ حالت موت تھی - حالت موت اس دور کو کہا جا رہا ہے، جب
انسان کی جیسا کہ زندگی ابھی شروع ہی نہ ہوئی تھی - تو پھر کیا ہوا فاحیاکم اللہ نے تمہیں زندہ
کیا - یعنی حالت حیات عطا کی - جب انسان کی زندگی معرض وجود میں آئی - انسان کا
پیدا ہونا ہی اس کی حالت موت ختم ہو گئی - گویا انسان کی پہلی زندگی نے اس کی پہلی موت
کو ختم کر دیا - کنتم امواتًا میں جو پہلی موت تھی --- فاحیاکم میں پہلی زندگی ہے۔ امواتًا پہلی موت
ہے - فاحیاکم میں پہلی زندگی ہے - تو پہلے ذکر موت کا آیا ہے - تم موت کی حالت میں تھے -
تو تمہیں حیات کی حالت دی - جب حالت حیات میں آئے تو حالت موت ختم ہو گئی
جو بعد میں آتا ہے وہ ناسخ ہوتا ہے - جو پہلے ہو وہ منسوخ ہوتا ہے - (۳۱ --- ۹)
اگلی زندگی نے حالت موت کو منسوخ کر دیا - تو منسوخ کبھی ناسخ نہیں ہوتا - ناسخ کا
حکم نافذ ہوتا ہے لہٰذا اب موت کی بات نہیں ہے بلکہ حیات کی بات ہوگی - کیونکہ حالت
حیات نے پہلی حالت موت کو منسوخ کر دیا - اب ہم اس موجودہ حال میں ہیں
یہ فاحیاکم کا مظہر ہے - اب اللہ پاک فرماتے ہیں - ثم یمیتکم - تو فا تعقیب کے لیے ہے - بعدیت
کے لیے ہے - تم حالت موت میں تھے - پھر اس کے بعد تمہیں زندگی کی حالت میں لایا گیا - نتیجۃً
موت منسوخ ہو گئی - اب اس حیات میں ہیں - اس حیات کے بعد پھر ایک دوسری
موت آئے گی - ثم یمیتکم - وہ پھر تمہیں موت دے گا - یہ موت ہر ایک کو ایک بار آتی
ہے - اور ملاحظہ فرمائیے - سب کو آئی جو گزر گئے - ہمیں آنے والی ہے کہ پھر ہمیں
حالت موت سے ہمکنار کرے گا - اس کے بعد دوسرا ثم آیا ہے - اور دوسرا تعقیب آتی
ہے - ثم یحییکم - پھر اس موت کے بعد زندہ کر دے گا - تو دوسری حیات آگئی - پہلی موت کو پہلی
حیات نے منسوخ کر دیا - اور ثم یمیتکم ثانیًا دوسری بار موت آئی - پھر ثم یحییکم پھر زندہ کرے گا

M T W T F S S
Memo No ____
Date / /

دوسری موت ہو دوسری حیات نے منسوخ کر دیا۔ تم بمشکل کو نا سمجھا ہے۔ ہو لو۔
روح جب قفسِ عنصری سے پرواز کرتی ہے جس سے ہم کنار ہوتے ہیں اور لوگ دفن
کر آتے ہیں۔ یہ دوسری کا حدث ہے کہ اب اللہ پاک نے جب اس کے مقابل بعد قبور کا طور ہو دیا۔
ثم اماتہ ثم یحییکم پھر دوبارہ تمہیں زندہ کر دے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ ہر شخص موت کے
دروازے سے گزرتا ہے۔ گزرنے کے فوراً بعد پھر زندہ ہو جاتا ہے۔
موت اتنی عارضی چیز ہے۔ جتنی دیر ثم رہتا ہے۔ اتنی دیر موت کا لمحہ رہتا ہے۔ ثم
کے وارد ہونے تک موت ہے کہ۔ یعنی ثم اس کا معنی ہے پھر۔ پھر کا لفظ آتا ہے تو زندگی ہے۔ ثم
موت کی علامت ہے۔ پھر رونا کیسا ہے۔ جھگڑا کیسا۔ اس کے بعد فرمایا یحییکم پھر تمہیں زندہ کر دے گا۔
سبب پہلی موت تھی پہلی حیات آئی تو موت منسوخ ہو گئی۔ تو دوسری موت آ گئی۔ تو دوسری
حیات کے بعد قبر میں چھوڑ آئے۔ تم یحییکم سمجھ کے قبر میں چھوڑ آئے۔ ابھی تم پلٹے ہی نہ تھے۔
یحییکم وارد ہو گیا۔ ابھی مڑے تھا کہ گئے۔ گئے نہیں دیکھے تھے۔
اب ہر شخص جو قبر والا ہے۔ ہماری زندگی سے بہتر زندگی والا ہے۔ ہر مرنے والا زندہ ہے۔ گیا۔
تخصیص ہے کسی کافر و مومن کی۔ نیکوں کی بات کرتے ہیں ولیوں کی بات کرتے ہیں۔ انبیاء و اولیاء
کی بات کرتے ہیں۔ انبیاء و اولیاء کا معاملہ بہت بلند ہے۔ ہر شخص قبر میں زندہ ہے۔ یہ نص ہے
قرآن و حدیث کی۔ ہر مومن بھی زندہ ہے ہر منافق بھی زندہ ہے ہر کافر بھی زندہ ہے۔ تو مردہ کون
ہے جو اتنا جاہل ہے جس کو حیات کا علم نہیں ہے۔
تو ہر شخص جو موت کے دروازے سے گزر گیا۔ وہ زندگی کی حویلی میں داخل ہو گیا۔ موت
تو دروازہ تھا۔ موت نہ گھر ہے نہ حویلی ہے نہ کمرہ ہے۔ موت تو دروازہ ہے۔ جو موت کے دروازے
سے گزر گیا تو وہ موت کے دروازے پر تو نہیں کھڑا ہے۔ اس کے بعد حیات کی حویلی میں داخل
ہو گیا۔ اس کے بعد دورِ حیات ہے۔ لہٰذا قبر والے زندہ ہوتے ہیں۔ بڑی سادہ بات
ہے۔ خواہ وہ کافر ہے یا مومن ہے۔ جو شخص اس پر بحث کرے اور انکار کرے۔ اس کی جہالت
کی انتہا ہے۔ نہ وہ قرآن سے واقف ہے نہ وہ حدیث سے واقف ہے۔
نہ وہ اسلام کی مبادیات سے واقف ہے۔ ہر مرنے والا مر کے زندہ

KHURRAM PAPER PRODUCTS

ہو جاتا ہے - اور ہر مشر والا زندہ کر دیا جاتا ہے (بنیادی بات)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ زندہ رہتا ہے یا نہیں ۔۔۔ تو جب پہلے آ رہا تھا ۔ کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم اب اگر اس کے بعد ثم یمیتکم ہوتا آ گیا ہیں ہے تو پھر اس کے بعد موت ہے ہے اور اگر ثم یحییکم پر سلسلہ موت و حیات جا کر ختم ہو گیا ۔ تو پھر حیات ہی حیات ہے ۔ موتیں بھی دو ہیں اور زندگیاں بھی دو ہیں ۔ اگر زندگی پہلے شروع ہوتی موت بعد میں آتی ۔ تو پھر دوام موت کو ہوتا ۔ یہ ترتیب ہے نا - جا ۔۔ اب موت پہلے تھی حیات بعد میں آئی ۔۔ اب ناسخ ہو گئی حیات ۔ اس کے بعد پھر حیات سے موت آئی بعد پھر حیات آ گئی ۔۔ دوسری موت کی ناسخ ہو دوسری حیات ہو گئی ۔۔ تو موت دونوں جگہ منسوخ ٹھہری ۔۔ اور حیات دونوں جگہ ناسخ ٹھہری ۔۔ آخری ناسخ ۔ نسخ الموت فی الحیات ہے ۔ آخری ہے دائمی حیات ہے ۔ کیونکہ اس کے بعد پھر یمیتکم نہیں ہے ۔

ثم یحییکم زندہ رہیں گے ۔ باری تعالیٰ اس کے بعد پھر ۔ ثم الیہ ترجعون ۔ اس کے بعد پھر تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے ۔ پھر قیامت میں پہنچائے جاؤ گے ۔ پھر حساب و کتاب ہو گا ۔ دوزخ و جنت میں داخل کر دیئے جاؤ گے ۔ اس کے بعد آخر وقت تک اس میں موت کا ذکر نہیں ہے ۔ (۵۵-۱۷) ۔ آگے اس کے تذکرے حیات کے ہیں ۔ جب قیامت ختم ہو جائے گی ۔ اور جنت و دوزخ کے فیصلے ہو جائیں گے ۔ دوزخی دوزخ میں جنتی جنت میں چلے جائیں گے ۔ پھر بالآخر کیا ہو گا ۔ میں نے عرض کیا تھا ۔ کہ موت منسوخ ہے ۔ اور حیات ناسخ ہے ۔ حیات باقی ہے اور موت فانی ہے ۔ حدیث پاک ہے متفق علیہ ہے ۔ کوئی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے ۔ جب جنتی جنت میں دوزخی دوزخ میں جا چکے ۔ تو اللہ پاک کہیں گے گا ۔ کہ جنتیو تم بھی ذرا جنت کی دیوار پر آ جاؤ تمہیں ایک منظر دکھانا ہے اور دوزخیو ۔ تم بھی ایک منظر ذرا دھیان سے دیکھو ۔ ہر طرف سے ہجوم ہو جائیں گے دیکھنے کے لئے کہ کیا منظر ہونے والا ہے ۔ اللہ پاک فرمائیں گے اس موت کو پکڑ کے لاؤ ۔ موت ایک جانور کی مانند پکڑ کے لائی جائے گی ۔ اور موت کو ذبح کر کے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے گا ۔ موت کی موت

ہو جائے گی۔ اور حیات رہے گی۔ لہٰذا جن کا عقیدہ حیات کا ہے وہ باقی ہیں۔
جن کا عقیدہ موت کا ہے وہ موت ہی فانی ہے وہ بھی فانی ہیں۔ آپ سمجھ گئے میری بات
ایک نص قرآن سے ہے اور ایک نص حدیث سے ہے۔ تو پھر موت ذبح کر دی جائے
گی۔

اور اللہ پاک اس کی آگاہی دیتا ہے، جب موت کو ذبح کر دیا جائے گا۔ جنتیوں اور دوزخیوں
کو اللہ پاک فرمائیں گے، موت مر گئی ہے جاؤ جنتیو ہمیشگی کی حیات ہے۔ اب تم پر
کوئی موت نہیں ہوگی۔ تو ایسے ہی تصور مبارک کا ہے لوگوں نے —— (۱۱—۲۰)
وہ جو موت کو وفات کہتے ہیں۔ اس کے تین نام ہیں۔ وفات۔ وصال۔ انتقال۔
ان تینوں کو موت نہیں کہتے۔ وفات ہے پورا کرنا — وصال ہے یار کا یار سے ملا دینا۔
انتقال ہے یہاں سے سفر کر کے ادھر چلے جانا۔ موت تو تینوں عنوانات میں سمٹ ہی
جاتی ہے۔ موت ایک حال ہے۔ زندگی کے بہت سے احوال میں موت بھی ایک حال
ہے۔ اور حال کبھی مستقل نہیں رہتا۔ مستقل مقام ہوتا ہے۔ حیات ایک مقام ہے۔ موت
ایک حال ہے۔ موت آتی ہے گزر جاتی ہے۔ بجائے اس کے کہ آپ لوگ ہم جھگڑا کریں۔
میں قرآن کی ایک نص بیان کرتا ہوں۔ میں نے تو موت کو ایک عارضی چیز بتا دیا ہے
قرآن میں موت کی حقیقت کیا ہے؟ قرآن نے موت کا ذکر پہلے کیا ہے حیات کا بعد میں۔
سورۃ ملک میں فرمایا الذی خلق الموت والحیوٰۃ — اس نے موت کو پیدا کیا اور حیات
کو پیدا کیا۔ جو چیز پہلے ہوتی ہے وہ منسوخ ہوتی ہے جو پیچھے ہے وہ ناسخ ہوتی ہے۔ اس آیت
کے ذریعے ناسخ و منسوخ کے چار مرحلوں کو مکمل کر دیا۔ باری تعالیٰ موت کی حقیقت بتا دیں۔
فرمایا سنو۔ موت کی حقیقت صرف ایک ذائقہ ہے۔ جتنی دیر کھانے کے بعد تمہارے منہ میں ذائقہ
رہتا ہے اتنی دیر انسان کی زندگی میں موت رہتی ہے۔ ذائقہ کہنے کا مطلب یہ ہے ورنہ ذائقہ
کا لفظ کہا ہی کیوں — کل نفس ذائقۃ الموت —— (۱۰—۲۳)۔ اللہ پاک کے کلام سے
بڑا قرینہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ معاذ اللہ کہ رب مقصد سے بے محل ہو۔ کہ ویسے ہی لفظ ذائقہ
استعمال کر دیا۔ فرمایا کل نفس ذائقۃ الموت۔ ہر شخص نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اور ذائقہ

KHURRAM PAPER PRODUCTS

زبان سے کھانا کھانا۔ ذائقہ کتنی دیر رہتا ہے۔ چند سیکنڈ چند منٹ رہتا ہے ذائقہ۔ اور نگل کر لیں تو فوراً چلا جاتا ہے۔ ذائقہ فقط ایک ذائقہ ہے۔ اس کو بقا نہیں ہے۔ جس طرح ذائقہ کو بقا نہیں ہے۔ اسی طرح موت کو بقا نہیں ہے۔ ہر جاندار موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے، تو اس کو بقا نہیں ہے۔ ذائقہ آتا ہے۔ چلا جاتا ہے۔ موت آتی ہے چلی جاتی ہے۔ حیات اس سے پہلے بھی تھی۔ اور حیات اس کے بعد بھی ہے۔ تو حیات قبر سے پہلے بھی تھی۔ اور حیات قبر میں بھی ہے۔ اور حیات قبر کے بعد بھی ہے۔ یہ تو ایک بات ہو گئی۔ اب دوسری اور آخری بات۔ اس سے بھی اہم تر۔

اب جب ہم موت سے ہم کنار ہوتے ہیں۔ اور قبر میں جاتے ہیں۔ یہاں تک بات تھی کہ موت اور حیات کا تعلق کیا ہے۔ اور موت کتنی دیر رہتی ہے اور حیات کتنی دیر تک بقا اور دوام ہے۔ اب موت کے بعد جب ہم قبر میں پہنچیں گے۔ اگلی اور آخری بات ہماری بخشش کا مدار کس پر ہے جیسے حدیث پاک پڑھتے اور سنتے ہیں۔ انما الاعمال بالنیات۔ کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ تو آپ پوچھیں کہ قبر میں بخشش کا مدار کس پر ہے۔ موت ہو گئی قبر میں رکھ دیے گئے آپ نے عمر بھر سنا۔ کہ قبر میں تین سوال ہوتے ہیں اور ان پر بخشش کا مدار ہے من ربک پوچھا جاتا ہے۔ ما دینک تیرا دین کیا ہے ماکنت تقول فی ھذا الرجل محمد ﷺ — اس ہستی محمد ﷺ کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ تھا۔ ما علمک بھذا الرجل محمد۔ یہ دوسرا لفظ ہے۔ اب یہ تین سوال عمر بھر سنے۔ اب یہاں محدثانہ نکتہ ہے جو سمجھانا ہوا۔ مفصل تو بات ہو گی۔ اور دوسری اب محدثانہ بات حدیث کے بارے میں۔ نصف درجن سے زائد مرتبہ یہ حدیث امام بخاری نے تخریج کی ہے۔ امام مسلم نے بھی کی۔ ابو داؤد نے۔ ترمذی نے۔ نسائی نے۔ ابن ماجہ۔ ابن حبان نے۔ مسند امام احمد بن حنبل۔ میں ابھی صحیح بخاری کی بات کر رہا ہوں۔ جس کا درجہ ان سب کتب میں اول ہے۔

نصف درجن سے زائد مقامات پر ایک عجیب بات بتا رہا ہوں۔ غالباً زندگی میں آپ پہلی بار سنیں گے۔ علماء کے لئے ایک بہت بڑا سرمایۂ علم ہے اگرچہ مؤسس بات علمی بات اور سادہ طریقے سے بیان کر رہا ہوں تو سب کے کام آنے والی ہے۔ کہ پوری بخاری میں امام بخاری نے ایک

M T W T F S S

Memo No ________

Date / /

مقام پر بھی تین سوال بیان نہیں کیے۔ امام بخاری نے پہلے لفظ سے لے کر آخری لفظ تک۔ میں
بخاری اور مسلم کو چلتا چلتا دیکھنے والا آدمی نہیں ہوا۔ امام بخاری تک جو روایت پہنچی۔ اصلی طریق اور سند
کے ساتھ اور اسی اصول حرف بحرف ہر جگہ ہر مقام پر ہر سند سے ہر راوی سے جو روایت تخریج کی وہ صرف ایک
روایت ہے کہ محمد مصطفیٰ کا سوال ہوگا۔ امام بخاری نے بخاری نے ایک مقام پر بھی بخاری میں روایت نہیں
کی کہ پوچھا جائے کہ تمہارا رب کون ہے۔ امام بخاری نے ایک مقام پر بھی روایت بیان نہیں کی کہ پوچھا جائے
گا کہ تمہارا دین کیا ہے۔ یہ سوال امام مسلم نے ایک مقام پر روایت کیا ہے۔ ابو داؤد نے روایت کیے
نسائی نے روایت کیے۔ مسند احمد بن حنبل ابن حبان میں آئے۔ دیگر کتب میں آئے ہیں۔ صحیح بخاری
میں امام بخاری نے اس موضوع پر جتنی روایات لی ہیں۔ وہ صرف ایک ہی سوال ہے کہ بتا محمد مصطفیٰ
کا کیا عقیدہ رکھتا ہے۔ یہ امام بخاری کا عقیدہ ہے۔

اور بخاری شریف کی میرے پاس متصل ہمارا امام بخاری سے سند ہیں۔ میں سند سے بات کر رہا
ہوں۔ میری امام بخاری تک ۱۵۰ اسانید ہیں۔ الگ الگ طرق سے بعض میں نے بخاری شریف پڑھا اس
کا سماع کیا۔ جن سے بخاری شریف پڑھی۔ ۱۵۰ اسانید ہیں جو امام بخاری تک الگ الگ جا پہنچتی
ہیں۔ امام بخاری کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر میں ایک سوال کیا جائے گا۔ ما کنت تقول فی ھذا الرجل محمد ﷺ۔ ۔
دس اور سند یا سیدنا سوہنے محمد ﷺ کے بارے میں تیرا عقیدہ کیا تھا۔ پختہ کر لیں۔ کہ قبر میں صرف تحقیق
کا مدار صرف معرفت مصطفیٰ ﷺ پر ہے۔ باقی سوال جو باقی کتب میں آئے ہیں وہ ملا کے حق ہیں۔
وہ اس لیے دو سوال اور ہیں ایک سوال فرعی ہے۔ اصل سوال یہ ہے باقی دو اس کے زائد ہیں۔

امام مسلم نے زیادہ یہ چیز روایت کی ہیں۔ تین سوال کیے۔ اور ایک بات خاص ہے جو امام احمد بن حنبل
نے بیان فرمائی۔ حضرت ام المومنین صدیقہ ؓ سے روایت کیا۔ وہ تین مقام پر روایت کیا۔ آقا علیہ السلام
نے ایک جنازہ پڑھایا۔ تدفین ہوگئی۔ کثیر ہجوم تھا صحابہ کرام کا۔ آقا علیہ السلام نے خطاب کیا۔ فرمایا لوگو سن لو۔
مرنے کے بعد۔ انکم تختلون الی وتشغلون عن تمنی فی القبور۔ لوگو سن لو۔ مرنے کے بعد تمہیں آزمایا جائے
گا۔ مجھ سے اور تم سے پوچھا جائے گا میرے بارے میں۔ آقا نے اس خطاب میں کسی دوسری شے کا ذکر نہیں
فرمایا۔ لوگو۔ آزمائش ہوگی تمہارے ایمان کی۔ کن چیزوں کے بارے میں۔ بس فرمایا میری معرفت ہوگی۔
اور تم سے پوچھا جائے گا فقط۔ ایک ہی سوال کیا۔ مجھ سے۔ یہ بھی امام احمد بن حنبل نے تخریج

KHURRAM PAPER PRODUCTS

دوسری حدیث ۔ فرمایا ان هذه الامة ۔ یہ امت میری ذات کے اوپر آزمائی جائے گی ۔ جب
آقا نے یہ فرمایا یہ کلمہ ۔ اس میں کس جگہ عشق آیا ۔ یا عشق دینی نا جس بیان فرمایا ۔ دوسری حدیث
کی کتابوں میں وارد ہوئے ہیں ۔ لیکن جب آقا نے امت کو متوجہ کیا کہ فتنے ہوں گے دجال کے مگر قبر میں تمہارا
سب سے بڑی آزمائش تمہارے ایمان کی جو تم پر ہوگی وہ ایک ہوگی ۔ بس اس پر فیصلہ ہو جائے گا ادھر کا
یا ادھر کا ۔ آقا کس چیز پر آزمائش ہوگی فرمایا میری ذات پر ہوگی ۔ تو میرے بارے میں جواب
یاد کر لو ۔ مجھے پہچان لو ۔ میری معرفت حاصل کر لو ۔ دیگر کتب میں سوال تین آئے ۔ اب سوال
پیدا ہوا کہ ان سوالات میں تطبیق کیسے ہوگی ۔ عقیدہ بخاری کا پہلے بیان کر دیا ۔

باقی سوال دو جب ایڈ ہو نے تو تطبیق کیسے ہوگی ۔ تو ذیل میں سوال ہوں گے اصل ایک
ہوگا ۔ دو سوال ابتدائیہ ہوں گے اور اصل سوال جو پوچھا جائے گا ۔ جس پر فیصلہ ہوگا وہ میری ذات کا
سوال ہوگا ۔ اور تمام احادیث میں بخاری مسلم ترمذی ابوداؤد نسائی ابن ماجہ ابن حبان امام احمد ۔
جمیع کتب میں ایک بات پر اجماع ہے کہ فیصلہ بخشش کا رب کا سوال نہ ہوگا ۔ نہ دین کے
سوال پر ہوگا ۔ نجات کا اعلان ہوگا تو معرفت مصطفےٰ پر ہوگا ۔ اب تینوں کو جب ملائے بات
کی ۔ تو پہلا سوال پوچھا ۔ تمہارا رب کون ہے وہ کیوں پوچھا جائے گا ۔ اب اس میں نکتہ ۔

اس حدیث کی شرح گزر رہا ہوں ۔ کیوں پوچھا جائے گا ۔ صرف یہ فرق کرنے کے لئے ۔ چونکہ حدیث
میں آتا ہے ہر مومن ہر منافق ہر کافر سے فرشتے آئیں گے اٹھا کے بٹھائیں گے ہر مومن کافر
منافق مشرک سے سوال ہوگا ۔ تو جب مومن اور کافر سے بلا امتیاز سوال ہوگا ۔ یہ تمام احادیث
میں درج ہے ۔ اب اس بات کو حدیث کی روشنی میں سمجھنا آسان ہو گیا ۔ کہ پہلا سوال
ہوگا ۔ فرق کرنے کے لئے ۔ کہ موحد ہے یا مشرک ہے ۔ تیرا رب کون ہے ۔ اگر مشرک ہے
تو کہے گا سورج ۔ ... وغیرہ ۔ موحد ہے یا مشرک ہے ایک کو مانتا ہے یا تین کو ۔
صرف یہ امتیاز کرنے کے لئے ۔ پہلا سوال ہوگا ۔ یہ امت محمدی کا سوال نہیں ہے (۳۷-۰-۴-م)
۔ یہ عالم انسانی کا سوال ہے ۔ مرنے کے بعد معلوم ہو جائے ۔ سوال تو ہر ایک سے ہوتا ہے ۔ پہلا امتیاز
فرشتے کریں گے کہ یہ ہے کون ۔ موحد ہے یا مشرک ہے ۔ تو اللہ رب کہنے والا اس فریق میں آ گیا ۔
کہ موحد ہے ۔ اب ایک اللہ کا نام لینے والے کئی مذاہب گزر رہے ۔ یہودی بھی ایک کو مانتے تھے ۔ اور بہت سے

عیسائیوں کے مذاہب بھی ایک مانتے ہیں - یہودی سارے ہی ایک مانتے ہیں - اور پہلے بھی ایک ماننے
والے گزرے - یہ امتیاز ہو گیا - کہ کافر و مشرک نہیں - مواحد ہے - اب اگلا سوال ہوگا - کہ مذہب
اور ملت پر امتیاز کرنے کے لئے کہ کس مذہب سے ہے - ما دینک اب بتا دین کیا ہے - وہ
کہے گا دینی الاسلام - یہ اور بھی امتیاز ہو گیا کہ یہ مسلمان ہے - باقی الگ ہو گئے - تو پہلے دو سوال ابتلاء کے
تھے - یہ امتیاز کرنے کے لئے ہیں کہ مواحد و مشرک ہے - اگر مواحد ہے تو مسلمان ہے یا کس اور مذہب
کا ہے - جب مسلمان کا تعین ہو گیا تو دینی الاسلام میرا دین اسلام ہے - جب مسلمان کا تعین
ہو گیا - مسلمان سے آگے صرف ایک ہی سوال ہوگا - اور کوئی سوال نہیں ہوگا - پہلے دو
سوال اس کے مذہب ملت مواحد مشرک کا تعین کرنے کے لئے ہیں - باقی جنہوں نے تین سوال
کہے ان کے نزدیک بھی ایک ہی سوال ہے - اس لئے امام بخاری نے پہلے دو سوالوں کا ذکر ہی نہیں کیا - کہ
امت مسلمہ کو وہ پہلے سوال متعین ہیں ہی نہیں - امت مسلمہ کا سوال ہی ایک ہے -
جب دعویٰ کر دیا کہ مسلمان ہوں - جی مسلمان ہوں - اگر مسلمان ہے تو بتاؤ مصطفیٰ ﷺ کی شان کیا ہے
مسلمان کا سوال صرف ایک ہے باقی اور دیگر لوازمات ہیں - متعلقات ہیں - مسلمان
صرف ایک چیز کا نام ہے - اور بخشش کا مدار صرف ایک چیز پر ہے - اگر مسلمان ہے تو بتا
مصطفیٰ کی شان کیا ہے - اسے موضوع دیا جائے گا - کہ حضور کی شان بیان کرو
ما کنت تقول فی ھذا الرجل محمد - یہ تشریح ہے سے تو یہ - کہ کیا کہا کرتا تھا - مصطفیٰ کی شان
میں - اور امام احمد بن حنبل نے جو تشریح کی ہے اپنے الفاظ ہیں - ما علمک بھذا الرجل محمد
بتا ان کے بارے میں تیرا عقیدہ کیا ہے - تو میں نے ترجمہ کیا کہ پوچھا جائے گا - کہ بتا حضور کی شان کیا ہے
اپنے جیسا سمجھتا ہے یا کسی جیسا نہیں سمجھتا - کیا کسی اور کے بارے میں پوچھا جائے گا - تو پھر کہ
سمجھ گئے اپنے جیسے - وہ تو اللہ پاک نے اپنے بارے میں بھی نہیں پوچھا - یہ اتنی بڑی داڑھی والے
پگڑی والے پر ایسے یہ مسئلہ بھی تو ہو سکتا ہے - بیوی دلوں کو اتنی بڑی داڑھی لوگوں کو دیکھیں تو آپ پریشان
ہو جاتے ہیں - کہ کوئی ظاہر کا احوال ان کے نہیں ہیں - سکھ تو آپ کے پڑوس میں رہتے ہیں -
فلانا - میں مغرب کا وقت ہوا - پیارے پر سیر گاہ تھی - تو سکھ مل گئے - انہوں نے داڑھی بڑی
دیکھا کوئی امام نہیں ملا - تو سکھ کو پکڑا اور مصلے پر کھڑا کر دیا - انہوں نے کہا شستر کا کیر - یعنی بڑا مولوی

ہے۔ نماز پڑھاؤ۔ اس کو کھڑا کر دیا۔ ملوں نے کہا۔ اب وہ کھڑا ہو گیا اس مذہب کو کیا آ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد کلکتہ مار کر پڑھ لو جی۔ وہ پھر پیچھے منہ کر کے جا میں سکھ آ گیا والا انت ملوع انت کہا۔ پھر آگے جا میں سکھ آ گیا۔ ان کو کسی پاکستانی نے بتایا کہ سکھ کیا ہوتا ہے۔

پہلا سوال کرنے کے لئے اس لئے۔ کہ امتیاز ہو جائے کہ مشرک ہے۔ سکھ ہے۔ یہودی ہے مسلمان ہے۔ کیا ہے۔ دوسرا سوال تیرا دین کیا ہے۔ اس کا مذہب و ملت۔ دو سوال تو ابتدائی تھے۔ جب ثابت ہو گیا کہ مسلمان ہے تو مسلمان کے لئے صرف ایک ہی سوال ہے۔ کہ تیرا مصطفیٰ کی شان کیا ہے۔ اس کے سوا لوگو حشر میں کچھ اور نہیں پوچھا جائے گا۔ باقی سوال قیامت کے دل ہوں گے۔ تو حشر میں صرف ایک ہی سوال ہو گا۔ کہ مصطفیٰ کی شان کیا ہے۔ جب سوال ہو جائے تو دروازہ کھول دیا جائے گا۔ کہ جنت کا اور دوزخ کا۔ پہلے دوزخ کا کھولا جائے گا۔ اور کھول کے دکھایا جائے گا۔ یہ تیرا ٹھکانہ تھا۔ اگر تم مصطفیٰ کی معرفت نہ رکھتے۔ حضور کی شان اگر درست بیان نہ کر سکے۔ اور میرے محبوب کو پہچان نہ سکے۔ تو تمہارا ٹھکانہ یہ تیار تھا۔ تو اللہ نے تیرا اس مقام کو صرف معرفت مصطفیٰ کے صدقے۔ دوزخ کو ہٹا کر جنت بنا دیا۔ پھر دوسرا مقام جنت کا دکھایا جائے گا۔ دونوں کو خوب دیکھے گا۔ پتہ چلا مولا تیرا کرم ہے۔ کہ تیرے محبوب کی پہچان نہ ہوتی تو میں دوزخ میں جلتا۔ پھر حدیث نے بیان کیا یہ ثابت کرنے کے لئے کہ جنت فقط معرفت مصطفیٰ کا صدقہ ہے۔ اور کسی عمل کا صدقہ نہیں ہے۔ یہ خیرات ہے حضور کی معرفت کی۔ اللہ پاک آقا علیہ السلام کی بارگاہ سے ہماری نسبت کو پختہ کرے یہی ایمان ہے۔ یہی مدار بخشش و مغفرت ہے۔ تو جو لوگ اور جو علماء جیسے والد محمد طفیل اظہر۔ ساری زندگی حضور کی شان حضور کی تعظیم و تکریم ہی کا پرچار کرتے رہے۔ ان کی تبلیغ حضور ہی کی شان ہے۔ تو جس نے ساری زندگی حضور کی شان بیان کی ہو۔ جب قبر میں اس سے سوال ہی وہی ہونا ہے جو ساری زندگی خطاب کرتا رہا ہے۔ یہ فرشتوں کو کہے گا کہ میں تو چالیس سال حضور کی شان ہی تو بیان کرتا رہا ہوں۔ اور تو بیان ہی کچھ نہیں کیا۔ تو اب لوگو اللہ کو اللہ پاک نصیب کرے گا کہ وہ آقا کو تکتے ہی پہچان لیں گے۔ اور بعض روایات متواتر ہوتی ہیں۔ جو اولیاء کرام کے کشف ہیں خواب ہیں۔ بعض اولیاء کرام نے

276

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ________

Date / /

اپنے طریقوں اور سند سے بھی بیان کیا ہے۔ ایسا اولیاء کرام نے بیان کیا۔ کہ ہر کوئی اس سوال کا جواب
دے گا۔ بعض ایسے بھی خوش نصیب بھی ہوئے۔ کہ جن کی زندگی آقا علیہ السلام کی محبت میں میلاد منانے
میں ... ان بیان کرنے میں لذت ... ہیں لیکن ہم بھی حضور کے ذکر کی فضائلیت ہیں۔ اتنی گزرتی تھی۔ کہ بعض
اولیاء اللہ نے خواب میں دیکھا۔ بعض اہل اللہ کا حال۔ کہ جب فرشتوں نے ان سے سوال کیا جو کہ
کہ ملائکت کے سوال تھا ـــــ اس ہستی کے بارے میں کیا عقیدہ تھا تیرا۔ تو آقا علیہ السلام نے بڑھ
کر فرشتوں کو روک دیا۔ فرمایا کہ میرے بارے میں اس سے نہ پوچھو۔ اس کے بارے میں مجھ سے پوچھو۔

Naqshbandi Chishti ... Suhrawardi
19 APR 2019
... Vehari

(signature)

۴ — ۳ — ۳-۱۹ برط
۲۸ ÷ ۴ — ۱۴۴-
۰۳ — ۵۹ — ۰۰ ۲.۸

-۹-

ذکرِ حسین کربلا سے پہلے

۴۰۰

Memo No
Date ۲۱-۰۳-۲۰۰۲

معرکہ نیاز بیگ لاہور

ان الابرار یشربون ـــ ولا شکورا ○ سورۃ دہر : اللہ کا شکر ہے کہ ہم
اس کی توفیق سے ذکرِ حسین میں حاضر ہیں ۔ اور جس کو توفیق ہوتی ہے وہ ذکرِ حسین میں
آتا ہے ۔ اور جس کو توفیق نہیں ہوتی وہ ذکرِ حسین میں نہیں آتا ـــ اور نہ آنے والا یہ نہ سمجھے کہ
وہ آیا نہیں ۔ نہیں بلکہ ذکرِ حسین میں اس کو اُسے بلایا نہیں ہے ۔

اس لیئے ذکرِ حسین مصطفےٰ کا ہے ۔ اور حسین خدا کا ہے ۔ اس لیئے ذکرِ حسین ذکرِ مصطفےٰ
ہے ۔ اور ذکرِ مصطفےٰ خدا کی قسم ذکرِ خدا ہے ۔ اس لیئے وہ اپنی مجلس میں اپنوں کو بلاتا ہے
غیروں کو نہیں بلاتا ـــ یہ سورۃ الدھر ہے ۔ اس کی آیت نمبر ۵ ہے ۔ ان الابرار یشربون
اس میں بات ہی پانچ کی ہے کہ فرمایا بے شک ابرار نیکوکار ۔ برگزیدہ محبوب
محبوب علیہ السلام پیئیں گے ۔ جن میں کافور کی آمیزش ہوگی ۔ اور اُن کی کیف و مشک لذت افزا
و فرحت ۔ وہ کافور کیا ہے ۔ جس کے جام پلائے جائیں گے ۔ اس لیئے کہ کوئی پیاسا اُس کی
بارگاہ میں گیا ہوگا ۔ وہ ایک خاص چشمہ ہے ۔ جس سے اللہ کے خاص بندے پیئیں گے عام نہیں
ہر ایک کو قریب نہیں آنے دیا جائے گا ـــ اور اُن خاص بندوں کی قدرت تصرف کا عالم
یہ ہوگا ۔ صرف خود ہی نہیں پیئیں گے ۔ جن کو چاہیں گے پلائیں گے بلکہ ـــ اور پلانے کے لیے کیا کریں
گے قرآن کہتا ہے ۔ وہ چشمہ تو اس نے ایک جگہ بنایا ہوگا ۔ مگر اُن کے تصرف کا کرامت کا
عالم یہ ہوگا ۔ کہ جس سمت چاہیں گے اُنگلی سے اشارہ کر کے چشموں کو چلائے چلے جائیں گے
جدھر اشارہ کریں جس طرف نگاہ کریں گے ۔ ادھر ہی چلی جائے گی ـــ

آگے اللہ پاک نے فرمایا ۔ کہ میں نے ابرار کی بات تو کہہ دی ۔ اب یہ تو بتا دوں کہ وہ
ابرار کون ہیں ـــ اب وہ راز کی بات کرتا ہے تاکہ راز دان جان جائیں ۔ جو دل
والا نہیں وہ دل کو نذر کیا جانے گا ۔ فرمایا ابرار وہ ہیں جو اپنی منتوں کو پورا
کرتے ہیں ـــ مگر کمال کو کچھ نہیں کہ وہ آسے پورا کرتے ہیں ۔ اور جس دن مصیبت
ہر طرف پھیل جائے گی ـــ وہ قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں ۔ یہ خشیت اور
خوفِ الٰہی ہے ۔ اور پھر نذر پوری کرتے ہیں ۔ ویطعمون الطعام علی حبہ ـــ حب کمال

کا وقت آتا ہے تو وہ کھانا کبھی مسکین کو دے دیتے ہیں۔ کبھی یتیم کو۔ کبھی اسیر کو دے دیا
دیتے ہیں ــــ (۲۱-۸) اور وہ مسکین اسیر یتیم کھانا کھا لے جب وہ جب شکریہ
ادا کرنا چاہتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں۔ انما نطعمکم لوجہ اللہ ــــ ہم نے تمہیں صرف اللہ کی رضا
کے لیے کھلایا ہے۔ صرف اس کی مکرمات کے لیے کھلایا ہے۔ نہ ہم آپ کو کوئی جزا چاہتے
نہ شکر گزاری چاہتے ــــ لوگو کیا ــــ جزا نہیں لیتے کسی کو ان کے بابا نے فرمایا ہے۔
اور اللہ نے بھی فرمایا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا ۔ شوریٰ ۲۳ ــــ فرماتے ہیں
یہ جو میں نے تمہارے لیے اتنی محنت کی۔ غار حرا میں سجدہ ریز ہو کر تمہارے لیے آنسو بہائے۔ طائف
کے بازاروں کے سامنے میں پتھر کھائے۔ بدر کے میدان میں مصائب اٹھائے۔ احد کے میدان میں رخسار
زخمی کر لئے۔ اور شکم پر پتھر باندھ کر خندق میں کھود دی۔ اور تکلیف اور مصائب کے پہاڑ جھیلے۔
اور تمہیں دوزخ ــــ بچاتا رہا۔ اور تمہیں جنت کی طرف بلاتا رہا۔ تمہیں گمراہی کے اندھیروں
سے نکال کر حق و ہدایت کے نور کی طرف لے جاتا رہا۔ اور تمہیں انسانیت بتائی۔ آدمیت بتائی
یہ سب کچھ کیا۔ مگر سنو تم ــــ اس کا اجر نہیں چاہتا۔ وہ سمجھتے ہیں ابرار کہ ہم ــــ
اجر نہیں چاہتے۔ بولیں ایک ہی ہے ــــ جو بات معلوم کیا ہے ابرار بھی وہی کہتے ہیں۔
ہم ــــ اجر نہیں لیتے الا المودۃ فی القربیٰ ــــ میں اجر نہیں لیتا۔ میں تو تمہارے اجر کی فکر کرتا ہوں
میں نے تم ــــ کیا اجر لینا ہے۔ تم مجھے کیا اجر دو گے۔ میرا اجر تو میرے مولا کے پاس ہے۔ میرا اجر مولا
دے گا۔ مجھے تم ــــ اپنے اجر کی فکر نہیں ہے۔ مجھے تو تمہارے اجر کی فکر ہے۔ آتا ہے تمہارے اجر کی فکر ہے تو
تمہیں اجر کیسے ملے۔ فرمایا الا المودۃ فی القربیٰ۔ میرے قرابت ــــ محبت کرو۔ اجر مل جائے گا۔
میری اہل بیت ــــ میری اہل قرابت ــــ میری ذریت ــــ محبت کرو۔ اجر تو دگنا دگنا
مل جائے گا ــــ یہی بات ابرار کرتے ہیں کہ نرید منکم جزاء ولا شکورا ۔
اس پر حضرت عبداللہ ابن عباس نے روایت کیا۔ اور مجاہد نے بر طریق حضرت عبداللہ
بن عباس سے روایت کیا۔ ابن اسیر جزری نے تحقیق سے لکھا۔ امام واحدی نے اسباب
النزول میں لکھا۔ امام سیوطی نے الدر المنثور میں لکھا۔ اور کشاف میں علامہ زمخشری نے لکھا۔ اور عبداللہ
بن عباس کے طریق سے فرمایا ہے کہ سورۃ الدہر کی بطور خاص یہ آیات پانچ افراد کے حق میں نازل

ہو رہی ہیں۔ وہ پانچ کون ہیں۔ ان کا سورۃ کا نزول بیان کرتے ہیں۔ کہ حسنین کریمین بیمار ہو گئے۔
بخار ہو گیا۔ تفسیر کبیر جلد ۳۰ صفحہ ۲۴۳ اور حسنین کریمین علالت کے باعث
کمزور ہو گئے۔ پیغمبر اسلام جانے لگے۔ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کو اٹھا کے سردار کائنات شاہ ابرار کی بارگاہ
میں پہنچیں۔ عرض کیا بابا۔ میرے علالت و بخار کی وجہ سے مرجھا رہے ہیں۔ آپ دعا فرما دیجیے
کرم کر دیجیے۔ سیدہ کائنات سے اس دن کوئی کوئی نہ تھا۔ کہ مرجھائے چہروں کا علاج ہو گیا۔ مگر جب یہی
شہزادے مرجھائے چہروں سے کربلا میں سامنے لاشے بن کے پیش ہوئے تھے۔ تب سیدہ اٹھا کے ان کو کس
کے پاس لے جاتی۔ عرض کیا آتا۔ مرجھا گئے ہیں دیکھا نہیں جاتا۔ حضور علیہ السلام نے کہا بیٹا
فاطمہ۔ روزے رکھ لو۔ تین روزے رکھ لو۔ نذر مان لو روزے کی۔ خیر ہو جائے گی۔ (ص ۱۴۰)
مگر آئے سیدہ کائنات نے بھی روزہ رکھا اللہ سیدہ کائنات مولا کے کائنات نے بھی روزہ رکھا۔ اور شہزادوں
نے بھی روزہ رکھا۔ پانچویں مولا کے کائنات کی خادمہ فضہ نے بھی روزہ رکھا۔ سب کے گھر روزہ کس سالم
ہوتا تھا۔ ابرار میں ہیں مولا نے نذر پوری کرتے ہیں۔ مگر کھانا نہ کچھ تھا۔ مولا علی المرتضیٰ ایک شمعون کے پاس
گئے جو قرض لیا۔ اور کچھ جو خرید لیے۔ بعض روایات میں ہے کہ تھوڑے سے وقت کے لیے جا کے
مزدوری کی۔ اور جو اجرت ملی اس سے جو خرید لیے۔ اور فرمایا فاطمہ پیس کے روٹی بنا لے۔
جو کھانا کے روٹی بنا لیں گے اور باقی کے سے تو افطار کر لیں گے۔ جب روزہ افطار کرنے کا وقت آیا۔ سوکھی
روٹی پکا کے بیٹھے ہیں پاس سے کہا پانی ہے۔ جب میں وقت افطار آیا۔ لقمے ہاتھ میں ہیں کہ افطار کر لیں
کہ منہ میں ڈالیں۔ دروازے پر آواز آئی یا اہل البیت میں مسکین ہوں۔ اور بھوکا ہوں کچھ دے دیں۔
روزے داروں نے ابرار نے وہ سب کچھ اٹھا کے مسکین کو دے دیا۔ اور روزہ پانی سے افطار کر لیا۔ دوسرے
دن روزہ رکھا۔ پھر لپیٹ جب افطار کا وقت آیا۔ دروازے پر آواز میں یتیم ہوں بھوکا ہوں جب
کچھ اٹھا کے اس کو دے دیا۔ اور خود پھر پانی سے افطار کر لیا۔ تیسرے دن روزہ رکھا۔ پھر افطار کا وقت
آواز آئی اہلبیت میں اسیر ہوں شدید کا ہوں۔ سب کچھ روٹیاں اٹھا کے اسے دے دیں اور پانی
افطار کر لیا۔ اور قرآن سے فرمایا انما نطعمکم لوجہ اللہ۔ ہم تمہیں اللہ کی رضا کے لیے کھلا رہے ہیں اور
تم سے کوئی جزا اور شکر نہیں چاہتے۔ حسنین کریمین شفا یاب ہو گئے۔ رب کائنات
نے ان کی نذر پوری کی کرتے ہیں اور تین دن روزے کے افطار کا منظر دیکھ کر۔ انما نطعمکم شکورا

کا اعلان کر کے فرمایا جبرائیل سورۃ دہر قرآن کی لے کر اتر جا — اور جا کے بتا دے۔ اے محبوب کے لیے
پیاس سے افطار کرنے والو — تم کو رب کائنات نے ابرار کے لقب سے پکار دیا ہے۔ آپ نے لوگوں
لوگوں سے کہہ دیا کہ نہ جزا چاہیے نہ شکریہ — مگر رب کائنات جواب دیتا ہے۔ فرمایا اے
علی اے فاطمہ اے حسنین اے فضہ — تم نے لوگوں سے اجر و ثواب مانگنے سے انکار کر دیا۔
اب رب کائنات جواب دیتا ہے کہ فوقٰہم اللہ — اللہ اجر دے رہا ہے۔ اور آپ کو
قیامت کی ہر پریشانی سے بچا دیا۔ حفاظت دے دی۔ حفاظت آخرت کی ضمانت دے دی۔
اور ان چہروں پر دائمی رونق سجا دی — اور دائمی سکون دے دیا۔ جنت دے دی۔ اور لوگو سنو بتاتا۔
کہ اے لوگو — تم ان کو جزا دے ہی کیا سکتے ہو۔ کیا جزا دو گے۔ اے جزا پانے والے تو ان کے قدموں کے
صدقے سے جزائیں پاتے ہیں۔ اے جزا تو ان کے قدموں میں ہے۔ جزا تو ان کی عطا کا نام ہے۔
جزا تو تو ان کی رضا کا نام ہے۔ تو یہ جس کی معمولی سی بھی دیں وہ جزا پائیں۔ وہ جس کے سر پہ جو رکھ
رکھ دیں وہ جزا پائے — تم کیا جزا دو گے۔ وہ تو جزا خود بانٹنے والے ہیں۔ جزا رب دے گا۔
اور رب نے کہا۔ اب حسنین عمل پیار کیا تھا — (۹ — ۲۰) تین دن سوکھی روٹی دی کسی سائل
بھی نہ تھا۔ یہ عمل تھا۔ تو اجر — تین دن کی روٹیاں دینے کی جزا کیا آ رہی ہے۔ فرمایا وجزٰہم
بما صبروا جنۃ وحریرا۔ اے علی و فاطمہ اے حسنین جو صبر آپ نے تین دن کیا۔ اور روٹیاں دے کر بھوک
سے افطار کیا۔ اس عمل کے نتیجے میں۔ رب تمہارے صبر پر جزا دے چلا۔ اور وہ جزا کیا ہے۔
جنۃ وحریرا۔ تین دن کی روٹیاں دینے پر تمہیں جنت مل گئی — سنو جنت کی قیمت تین دن —
لوگ عمر بھر عمل کرتے ہیں۔ اور جنت کے طالب رہتے ہیں۔ اور یقین نہیں ہوتا کہ عمر بھر عمل کر کے بھی
جنت ملے گی یا نہ ملے گی — ایک وہ ہیں جن کا عمل ہر جنت کی ضمانت نہیں دیتا۔ اور ایک وہ
ہیں کہ جن کی تین دن کی روٹیاں — جنت نصیب ہو گئی ہے۔ جنت وحریرا
اور ریشم پوشاک ہو گی۔ متکئین علی الارائک — اور جنتوں پر تکیہ لگا کے بیٹھے ہوں گے۔
کیونکہ بادشاہ جو ہو گئے۔ کہ جنت کا مالک و وارث ہو گا — بیٹھے ہوں گے۔ نہ تپش تکلیف
ستائے گی نہ سردی کی تکلیف ستائے گی — تو مسئلہ کیا۔ سوچنے کی بات ہے۔ کہ علی و فاطمہ حسنین — ان
کی تین دن کی روکھی سوکھیوں کی قربانی اس کی جزا میں جنت مل رہی ہے۔ اور دس دن کربلا کی قربانی روٹیاں

KHURRAM PAPER PRODUCTS

دین کو جنت ملی — جب دس دن گزر رہا ہوں گے تو کیا ملا ہوگا۔ تین دنوں کی مہمانیوں پر تو جنت ملی تو
علی المرتضیٰ و علی اکبر دینے پر کیا ملا ہوگا۔ اور فرمایا جنت کے درختوں کی شاخیں۔ یہ ٹہنیاں جھک کر ان
کے قریب آ جائیں گی۔ جیسے لٹک کر قریب آ جائیں وہ بھی جھک کر۔ جس سے چاہیں گے توڑ
کے کھا لیں گے۔ اور آگے تو بڑا مطلب بات ہے۔ ویطوف علیہم یہاں ایک لطیف نکتہ
ہے۔
کسی مفکر نے یہ ضمانت کی بات کی ہے۔ نہ پارلیمنٹ میں نہ سینیٹ میں۔ پاکستان کی
ایران اور ایوان سے ساری دنیا۔ یہ کسی تفسیر میں نہیں ملے گا۔ یہ نقطہ قرآن میں ہے۔ اور
یہ آیت 2.3 ذکر حسنین کا تحفہ دیتے جا رہا ہوں۔ کسی کتاب میں نہ ملے گا۔ یہ بات سند کی ہے۔
فرمایا ویطوف علیہم — اور خدام چاندی کے برتن لے کر ان کے ارد گرد پھر رہے ہوں گے۔ یہاں خدام
مرد بیان کیے ہیں۔ اور چاندی کے برتن لے کے خدمت کر رہے ہوں گے۔ ویطوف علیہم ولدان
مخلدون — اور نو عمر خوبصورت جوان۔ وہ ان کے ارد گرد گھوم رہے ہوں گے۔ پھر آگے فرمایا وکواعب
اترابا۔ شاندار خوبصورت بیبیاں حوریں ارد گرد طواف کر رہی ہوں گی۔ اگر یہ دونوں طبقے الگ
الگ ہوں۔ یہ نکتہ ہے جو کسی کتاب میں نہ ملے گا۔ خدام الگ۔ نو عمر ~~عمر~~ خوبصورت نوجوان
الگ۔ اور ہم عمر جنت کی بیبیاں الگ — خدام اور غلمان۔ اور جنت کی خوبصورت حوریں۔ وہ الگ الگ کس
پر طواف کر رہی ہوں گی۔ رب کائنات کی عزت کی قسم۔ اور فرمایا کہ خدام طواف کر رہے
ہوں گے۔ یہ اشارہ علی المرتضیٰ کی طرف ہے۔ کہ آپ علی شیر کے ارد گرد جنت کے خادم خدام طواف
کر رہے ہوں گے۔ اور ادھر حسنین بھی تو ہیں۔ وہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ ان کے
طواف کے لئے جنت کے خوبصورت جوان آئیں گے۔ ادھر فاطمہ سیدہ کائنات کی بی بی تو ہوں گی —
کہ جنت کی خوبصورت بیبیاں جنت کی طواف کرنے کے لئے جا پہنچیں گی — علی کے ارد گرد طواف الگ
ہو رہا ہوگا — فاطمہ کے گرد الگ طواف ہو رہا ہوگا۔ حسن حسین کے گرد الگ طواف ہو رہا ہوگا۔
الگ یہاں آ کر کلام ختم ہوگا۔ فرمایا ان ھذا کان لکم جزاء۔ کہ اے اہل بیت۔ یہ جو تم نے تین روٹیاں
دیں۔ تین دن کی قربانی دی — کہ جنت کے سارے درجوں کا بیان کیا۔ یہ سارا پورا سورۃ قرآن کا
اسی کی جزاء ہے۔ یہ جنت کے سارے منظر اور طواف اسی کی جزاء ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے

M | T | W | T | F | S | S

Memo No

Date / /

(۵۵ — ۲۷) جنت اور جنت میں جو کچھ ہوگا۔ وہ تو اہلبیت کو تین دن کی قربانی کا معاوضہ مل چکا ہے۔ اور جو قربانی اس کے بعد آ رہی ہے۔ کربلا کے دن اس کے بدلے کیا ہوگا۔

تو قرآن کہتا ہے یہ جزا تو اس کے معاوضہ مل گئی — اور اس اگلی قربانی کے عوض ہو کان سعیکم مشکورا — اور جو اگلی سعی کرو گے وہ سعی مشکور ہو جائے گی۔ ایک ہے کہ بندہ شاکر ہو۔ شکر کرے اور اللہ شکور۔ اور ایک ہے کہ بندہ مشکور ہو۔ تو اللہ شاکر ہوگا۔ جب بندہ ذاکر ہوتا ہے تو رب مذکور ہوتا ہے۔ اور جب ذاکر اللہ ہوتا ہے تو پھر بندہ مذکور ہوتا ہے فرمایا اہلبیت کو جنت اس عمل کے بدلے مل چکی — اور جو اگلی قربانی آ رہی ہے۔ اس کے عوض ان کی ہر سعی — سعی مشکور ہو گی — اور کربلا سے پہلے حسین شاکر تھا۔ اور کربلا کے بعد حسین ~~[illegible]~~ مشکور ہو گا۔ علی اصغر دیا علی اکبر دیا۔ یہی کوشش تھی جس کو اس کی جزا کو مشکور بنا دیا — قرآن کی نص سے اور حدیث معراج کی نص سے یہ بات ڈنکے کی چوٹ پر کہہ رہا ہوں — اور بلا خوف تردید کہہ رہا ہوں کہ اب میرا حسین اس مقام پر ہے کہ حسین کے سب کو محبت کرنے والو — نہ سمجھنا کہ تم یہاں حسین کی مجلس منعقد کر رہے ہو۔ خدا کی عرش کی قسم۔ ذکر حسین کی مجلس پر زمین پر نہیں۔ یہاں تم سامع ہو ہم ذاکر ہیں اور ایک مجلس حسین کی عرش پر ہو رہی ہے۔ وہاں فرشتے سامع ہیں خدا ذاکر ہے۔

۲۳ — ۳۰ — ۳۰۔ ذکر حسین کو بند کرنے کا سوچنے والو یہ سوچو — کیسے بند کرو گے۔ اگر ذکر حسین صرف بندہ کرتا۔ تو تم بند کر دیتے۔ اب ذکر حسین کی مجلس خدا بپا رہا ہے۔ ہاں صرف ایک شکل ہے کہ تم مجلس حسین بند کر سکتے ہو۔ ایک ہی شکل ہے کہ تم خدا سے بڑے بن جاؤ؟ خدا کی طاقت سے بڑھ جاؤ۔ تم بند کر لو۔ اس لیے فرمایا ان ذکرنی فی نفسی ذکرتہ فی نفسی — ذکرتہ فی نفسی — بخاری مسلم ترمذی تمام کتابوں میں متفق علیہ حدیث — اگر میرا بندہ دل میں میرا ذکر کرتا — تو میں بھی اپنی شان کے لائق مخفی ذکر کرتا ہوں اللہ اور میرا بندہ۔ مجلس میں ذکر کرے۔ تو میں عرش پر اس سے بہتر مجلس میں ذکر کرتا ہوں۔ حسین نے کربلا میں اس کا ذکر میں نفس میں کرتا تھا۔ وہ بھی نفس میں یاد کرتا تھا۔ کربلا میں حسین نے ذکر خدا کیا۔ اس سے پہلے نہ کوئی کر سکا۔ نہ کر سکے گا۔ حسین نے جان دے کر اس کا ذکر کیا

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S

Memo No

Date / /

کی مجلس میں کیا۔ خدا نے اس کا صلہ یہ دیا کہ قیامت تک عرش پر حسین کی مجلس میں منعقد کر دیا۔

اب ادھر زمین پر حسین حسین ہو رہی ہے۔ ادھر عرش پر حسین حسین ہو رہی ہے۔ ذکر

حسین عرش پر بھی ہے اور فرش پر بھی ہے۔ اور ذکر حسین سن کر لسان خدا رو رہا ہے۔

اور لباس میں لسان مخلوق رو رہا ہے۔ اور اپنی آنکھوں کو بھی غسل کرا لیں ذکر حسین میں۔

آقا علیہ السلام کی گود میں داہنی جانب صاحبزادے ابراہیم بیٹھے ہیں۔ داہنی جانب حضرت حسین

بیٹھے ہیں۔ خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں۔ جبرائیل امین آ گئے۔ اللہ نے عرض کیا یا رسول اللہ

کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہلواتا ہے۔ اور اللہ نے فرمایا ہے۔ آپ کا بیٹا ابراہیم اور یہ شہزادہ

حسین دونوں اکٹھے جوان ہو کر نہیں رہ سکتے۔ آپ کے پاس ایک رہے گا اور ایک لے لے۔

حدیث پاک کے الفاظ ہیں تاریخ بغداد کے۔ آقا نے ایک نظر حسین کی طرف دیکھا۔ اور

رو پڑے۔ اور آنسو گر پڑے۔ ایک نظر ابراہیم کی طرف دیکھا۔ آنسو گر پڑے۔ بار بار تکتے رہے اور روتے

رہے۔ بالآخر جبرائیل امین سے مخاطب ہو کے فرمایا جبرائیل اگر میں ابراہیم دیتا ہوں۔ تو

سوائے میرے رونے والا آج کوئی نہیں۔ میں تنہا روؤں گا۔ اور اگر میں حسین دیتا ہوں۔ تو میں رو دوں

گا ہی۔ مگر ساتھ فاطمہ بھی روئے گی۔ میں اپنا رونا تو گوارہ کر سکتا ہوں مگر فاطمہ کا رونا مجھے

گوارہ نہیں ہوتا۔ اے مسلمانو۔ آپ کو اس وقت فاطمہ کا رونا گوارہ نہ تھا تو کربلا میں فاطمہ کا

رونا گوارہ کیسے کر لیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حسین کا بدلہ حضرت ابراہیم کو کرتا

ہوں۔ حدیث میں ہے کہ اس واقعے کے تین دن بعد حضرت ابراہیم وصال فرما گئے۔۔ فاطمہ حسین

کی بے حد مشکور تھی۔ یہ وہ فاطمہ ہے کہ آقا نے فرمایا قیامت کا دن ہوگا۔ حدیث کی کتب

بھری پڑی ہیں۔ قیامت کے دن اہل محشر کھڑے ہوں گے۔ عرش سے ایک ندا آئے

گی۔ اے اہل محشر اول سے لے کر قیامت تک تمام اہل محشر کو خطاب ہوگا۔ اے محشر والو۔

اپنے سر نیچے جھکا لو۔ اور اپنی آنکھیں نیچی کر لو۔ کیونکہ فاطمہ بنت مصطفیٰ میدان محشر میں آ رہی

ہیں۔ میدان محشر میں سب نظریں جھک جائیں گی۔ اور حدیث میں ہے کہ ستر ہزار سورجوں کی طرح

چمکتی ہوئی حوروں کے جھرمٹ میں فاطمہ بنت مصطفیٰ آ جائے گی۔ باقی کوئی دیکھ نہ سکے۔

اے خدا۔ فاطمہ جو قیامت کے دن ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں گزارا جا رہا ہے۔ آ

M T W T F S S
Memo No ______
Date / /

فاطمہ زہرا حیدر کی بیٹی سیدہ زینب ۔ اور اہلبیت مصطفےٰ کی شہزادیاں ۔ کس حال میں کربلا سے
دمشق جا رہی ہیں ۔ وہ ستر ہزار مجبورین آج کہاں ہیں ۔
اے حسین تو نے کربلا کو اس طرح بسایا کہ جب جوان علی اکبر لخت جگر کی آواز آئی ۔ یا بابا
اور میدان کربلا میں دوڑ کر جا کے سینہ اقدس سے نیزہ نکالا ۔ خون کا فوارہ نکلا ۔ روح علی اکبر پرواز
کر گئی ۔ اور جب تو علی اکبر کا لاشہ لے کر خیمے میں پلٹا ۔ ایک کہنے والا بیان کرتا ہے جب حسین کربلا میں
آیا تھا ۔ اور علی اکبر کو لینے گیا تھا ۔ ستر برس عمر تھی ۔ سر اور داڑھی کا ایک بال بھی سفید نہ تھا ۔ مگر جب
علی اکبر کا لاشہ اٹھا کے آیا ہے ۔ سیدہ زینب نے دیکھا ۔ حسین کا ایک بال بھی سیاہ نہ تھا ۔
جب کوئی نہ رہا کربلا کے میدان میں حسین تنہا تھا ۔ اور سکینہ بنت حسین مشکور ہو چکی تھی
اس وقت حسین نے سیدہ زینب کو سلام کیا ۔ بہن کو خدا حافظ میں اب جا رہا ہوں ۔ سیدہ زینب
سکینہ میں گر گئی ہیں مولا ۔ میرے بھائی حسین کی سکینہ کو جو صبر مشکور کرنا ۔ اور حسین چل پڑے ۔ گھوڑے پر سوار
ہو گئے ۔ گھوڑے کو فرماتے ہیں کہ چل ۔ گھوڑا نہیں چلتا ۔ دوبارہ حکم فرماتے ہیں کہ چل ۔ گھوڑا منہ پیچھے کرتا
ہے کہ نہیں چلتا ۔ پھر تیسری بار گھوڑے کو حکم فرماتے ہیں لگام کھینچ کر کہتے ہیں چل ۔ گھوڑا پھر
منہ پیچھے کر لیتا ہے ۔ حسین سمجھ گئے ۔ نیچے اترے تو دیکھا سیدہ زینب کی سکینہ چھوٹی شہزادی ۔ آقا حسین
کے گھوڑے کی ٹانگ سے لپٹ کے کھڑی ہے ۔ اور رو کر چیخ کر کہہ رہی ہے گھوڑے میرے بابا کو نہ لے
جا ۔ جو بھی جاتا ہے پلٹ کر نہیں آتا ۔ میں بابا کے سینے پر رات کو سوتی تھی ۔ میرا بابا چلا گیا
میں کس کے سینے پر سویا کروں گی ۔ (۴۰ ۔ ۔ ۴۰) جیسے سینے پر کون سلائے گا ۔ سنا امام حسین
نے سیدہ سکینہ کو سیدہ زینب کے سپرد کیا چل پڑے ۔ شہادت کا وقت روح قفس
عنصری سے پرواز کر گئی ۔ سکینہ مشکور ہو گئی ۔ آواز آئی یا ایتھا النفس المطمئنہ
اے حسین لوٹ آ اپنے رب کی طرف ۔ تو نے سارے مرحلے عبور کر دیئے ۔ انسانیت
تم پہ فخر کر رہی ہے ۔ آدمیت تجھ پر فخر کر رہی ہے ۔ ولایت تجھ پر فخر کر رہی ہے ۔ امامت تجھ پر فخر
کر رہی ہے ۔ فاطمہ تجھ پر فخر کر رہی ہے ۔ علی تجھ پر فخر کر رہا ہے ۔ مصطفےٰ فخر کر رہا ہے ۔ آج خود خدا
تجھ پر فخر کر رہا ہے ۔ قافلہ سیدہ زینب کا شہادت میں ۔ سوئے دمشق رواں ہے ۔ گرد و غبار میں
اٹے ہوئے گیسو ۔ دنیا اور آخرت کی شہزادیاں ۔ دو جہاں کی مالک ۔ شمار بادشاہ زادیاں

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S Memo No ____ Date / /

کئے جا رہے تھے سر۔ نیزوں کی نوک پر قافلہ جا رہا ہے۔ رات آ گئی۔ بدبخت ملعون نابکار یزیدیوں
نے کہا یہ رات یہ پڑاؤ کریں گرجا میں ایک بوڑھا ضعیف سفید ریش پیر بیٹھا رہا عبادت گزار
راہب باہر نکلا۔ پوچھا یہ قافلہ کیسا ہے۔ انہوں نے کہا محمد مصطفیٰ کے نواسے اور گلشن مصطفیٰ کا
شہزادے کا سر کاٹ کے لے جائے جا رہے ہیں۔ دربار یزید میں۔ بڑا ظالم ہے۔ وہ تڑپ اٹھا۔ اس نے کہا۔
کوئی جگہ بتاؤ۔ رات ہم قیام کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا میرا گرجا حاضر ہے۔ یہاں قیام کر لو۔ اس نے
کہا حسین کا سر مجھے دے دو دس ہزار دینار دوں گا۔ اے اہل دنیا۔ اے دنیا کے کتو۔ تم نے سب کچھ دنیا کے لئے کیا۔
مجھ سے دس ہزار دینار لے لو اور صرف آج کی رات حسین کا سر میرے پاس رہنے دو۔ ار
عیسائی کی راہب ہے۔ دس ہزار دینار لے کر حسین کا سر اس کو دے دیا۔ وہ بدبخت ساری رات
سوئے رہے۔ مصطفیٰ کی شہزادیاں جاگ کر روتی رہیں۔ اور راہب حسین کے سر کو گلاب کا
پانی سے دھوتا رہا۔ اور خوشبو لگاتا رہا۔ عنبر و مشک لگاتا رہا۔ اور حسین کے ماتھے اور لبوں کو بار بار چومتا
رہا۔ راہب ساری رات حسین کے سر کو چومنے میں گزار دی۔ صبح ہوئی یزیدی سر لینے آ گئے۔
راہب پر مصطفیٰ نے توجہ کی۔ فرمایا راہب تو نے ساری عمر عیسائیت پر گزاری۔ آج رات
میرے بیٹے حسین کے سر کی تعظیم کی ہے۔ جا میں تجھے اسلام کی خوشخبری دیتا ہوں۔ کلمہ پڑھ کے
مسلمان ہوا۔ قافلہ دمشق پہنچ چکا ہے۔ اس ملعون یزید کے دربار میں قافلہ پہنچا۔
سر مبارک سامنے رکھ دیئے گئے ہیں۔ وہ ملعون بدبخت چھڑی حسین کے لبوں پر مار رہا ہے۔
اور کہتا ہے یہ ہے حسین ابن علی۔ اے یزید کتے تجھے کیا پتا حسین کیا چیز ہے۔ نہ علی کی خبر نہ فاطمہ
کی خبر۔ نہ نبی کی خبر۔ یہ حسین اس فاطمہ کا لخت جگر ہے۔ حسین کو مصطفیٰ جب بلاتے
تھے۔ لوگ مصطفیٰ کو بلاتے ہوئے کہتے تھے خدا کے نبی والی رسول اللہ۔ یا رسول اللہ میرے
ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ عمر بات کرتے تھے۔ اور یہ فاطمہ وہ فاطمہ ہے
کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ فاروق اعظم کو جانتے ہو۔ عمر فاروق خود روایت کرتے ہیں۔ کہ
بار سوئی مصطفیٰ کو یہ کہہ کر بلاتا کہ حضور میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی
اللہ عنہ فرماتے ہیں اس رب کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے۔ فرماتے ہیں
لوگوں میں سے کہا اللہ ۔۔۔ سنا۔ مصطفیٰ حضرت فاطمہ کو بلا رہے تھے۔ خدا کے نبی والی یا فاطمہ

فاطمہ تیرے ماں باپ تجھ پہ فدا ہوں۔ آ فاطمہ ہم سب کے ماں باپ تجھ پہ فدا ہوں۔ فاطمہ سارا جہاں تجھ پر فدا ہو۔ آ فاطمہ دنیا و آخرت سب کچھ تجھ پر فدا ہو۔ اس فاطمہ کا شہزادہ ہے۔ اس علی کا بیٹا ہے۔ جو علی ولی ہے۔ یوم غدیر کے اعلان کے بعد قیامت تک کے لئے ولی ہے۔ جو علی علی کا وصی ہے۔ جو علی فقیہہ ہے۔ جو علی نفس ہے۔ جو علی تقویٰ ہے۔ اور خدا کی قسم جو علی ولی ہے۔ جو علی علی ہے اس علی و فاطمہ کا لخت جگر۔ اور اس مصطفیٰ کا لاڈلا۔ جو اسے اپنے سینے پر چڑھا کے اپنا سینہ روندواتے تھے۔ جو سجدہ میں پشت پر بٹھا لیتے تھے۔ جو کندھوں پر سوار کرا لیتے تھے۔ وہاں ایک صحابی اٹھے اس نے کہا۔ بدبخت یزید۔ خدا تجھ پر لعنت کرے۔ میں نے جن لبوں پر چھڑی مار رہا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے مصطفیٰ کو ان لبوں پر بوسے دیتے دیکھا ہے۔ بدبخت یزید نے اسے مروا کے بھگا دیا۔ یزید نے کہا جیسے حرم علی اور حرم حسین اور خانوادہ رسول کی بیبیاں یہاں پیش کی جائیں۔ کہا کہ میں سیدہ زینب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ ان بدبخت لشکریوں نے کہا۔ یہ بیبیاں حرم مصطفیٰ کی ہیں۔ یہ جگر کی ٹکڑیاں ہیں۔ یہ مصطفیٰ کی شہزادیاں ہیں۔ تو مسلمانوں ان کے کپڑوں کا سر سے پاؤں تک حال برا تھا۔ گرد و غبار کربلا کا تھا۔ میاں حال کیا ہوگا ان کی حالت دیکھ کر بدبخت یزید کہتا ہے۔ یہ کوئی کنیزیں لے آئے ہو۔ ان کو ہٹا دو جیسے علی و فاطمہ کی بیٹیاں دکھاؤ۔ میں سیدہ زینب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت ایک ضعیف بوڑھی خاتون کھڑی ہوئی۔ ہاتھ میں سوٹی پکڑ رکھی ہے۔ کمر جھک چکی ہے۔ وہ کھڑی ہو کر کہنے لگی بدبخت یزید یہ سیدہ فاطمہ نہیں ہے۔ یہ بنت فاطمہ ہے۔ یہ بنت مصطفیٰ ہے کوئی گر تو اس سے کلام نہیں کر سکتا۔ اس بدبخت نے پوچھا۔ اے عورت تو کون ہے۔ اس نے کہا مجھے فضہ کہتے ہیں میں فاطمہ کی نوکرانی تھی۔ میں نے اس حسین اور زینب کو گود میں کھلایا ہے میری جوانی اور بڑھاپا ان کے قدموں میں گزرا ہے۔ ایک فوجی اٹھا۔ لٹھ لے کر۔ اس نے ہوا میں لٹھ لہرایا۔ اور کہا فضہ میں تمہارے سر کا قلع قمع کرنے لگا ہوں۔ جب فضہ نے یہ سنا۔ اس نے سر اٹھایا۔ دیکھا یزید کے پیچھے پانچ صد حبشی ننگی تلواریں لے کر یزید کے پہرے پر کھڑے ہیں۔ فضہ بھی حبشہ سے تھی۔ اس نے حبشی پہرے داروں کو دیکھا تو للکار اٹھی۔ اور کہا۔ اور کہا حبشی پہرے دارو۔ تمہاری غیرت کو کیا ہوا۔ تمہاری قوم کی ایک بیٹی فضہ اس کا سر

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S — Memo No .... Date / /

یہ کہہ کر وہ ٹکڑے ہونا لگا ہیں۔ تم اپنی قوم کی بیٹی کا تماشہ دیکھنا چاہتے ہو۔ غیرت کہاں گئی۔ یہ للکار کرنے کی دیر تھی کہ پانچ سو کے قریب حبشی غیرت میں آگئے۔ اور بڑھ کر ہاتھ تلواریں ہوا میں لہرائیں۔ اور کہا خبردار جو فضہ کی طرف بڑھا اُن کے سر قلم کر دیئے جائیں گے۔ فضہ تو بچ گئی۔ یہ منظر دیکھ کر سیدہ زینب نے اپنا چہرہ مدینے کی طرف کر لیا۔ اور آواز بلند پکار کے کہا آ نانا جان۔ میرے پیارے بابا۔ آج فضہ حبشیوں کی بیٹی کو بچانے کے لیے پانچ صد حبشی تلواریں لے کر میدان میں آگئے۔ تیری بیٹی کو بچانے کے لیے بابا۔ آج تلواریں کہاں چلی گئی ہیں۔

شعر
میرا حسین باغ نبوت کا پھول ہے۔
صد رنگ اس میں جان ہے خونِ رسول ہے۔

QARI MUHAMMAD ...
Naqashbandi Chishti ...
09 APR 2019
Chak 365/E.B Burewala ...
Mobile ...

[signature]

۱۳ — ۰۳ — ۲۰۱۹ بدھ
۵ — ۰۷ — ۱۴۴۰
۴ — ۴۳ — ۱۸ — PM

شانِ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا بزبانِ سرورِ کائنات

M T W T F S S

Memo No

Date 4/12/2000

ملاحظہ: واذ قالت الملائکۃ یامریم ان اللہ اصطفٰک ... العالمین

آل عمران (۴۲) اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں رمضان المبارک سے نوازا
اور ہم سب کو اس کی برکتوں اور نعمتوں سے مالا مال فرمایا۔ آج ماہ رمضان المبارک
کا پہلا جمعہ ہے۔ اور چوتھا روزہ ہے۔ کیونکہ سیدہ کائنات اور سیدۃ النساء العالمین۔
سیدہ نساء اہل الجنۃ۔ حضرت بتول سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا یوم وفات ہے گا۔
اور آج ہم سیدہ کائنات کی شان بیان کریں گے۔ قرآن کریم کی سورۃ آل عمران جس میں
سیدہ کائنات مریم کا ذکر ہے۔ ملائکہ نے کہا اے مریم۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ
ماجدہ۔ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو منتخب فرمایا ہے۔ اور پاکیزگی کے بعد طہارت کا شرف
سے نوازا ہے۔ اور آپ کو دنیا کی عورتوں پر منتخب کرلیا ہے۔

امام قرطبی اور دیگر مفسرین نے اس مقام پر بیان کیا ہے۔ اور قرآن مجید کی اس آیت
کریمہ کی تفسیر احادیث صحیحہ سے زبانِ نبوت سے ہمیں نصیب ہوئی ہے۔ طریق صحیح
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا۔
کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ کائنات کی عورتوں میں سب سے افضل چار خواتین ہیں۔
قرطبی الجامع احکام القرآن جلد ۴ صفحہ ۸۳ ان میں سے ایک جن کا ذکر قرآن مجید نے
کیا ہے حضرت مریم ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ۔ ایک حضرت آسیہ۔
جو فرعون کی بیوی تھی۔ مسلمان ہو گئی تھی۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کرنے والی۔
ان کی گود میں پیغمبر کا پرورش ہوئی۔ اور حضرت مریم کی گود میں بھی حضرت عیسیٰ کی پرورش
ہوئی۔ تیسری خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آقا علیہ السلام کی پہلی زوجہ محترمہ تھیں۔ جن کو محسن
الاسلام کہا جاتا ہے۔ جو آقا علیہ السلام کا بیت گھر کے اندر ابتدائے وحی کے زمانے
پہلے سے تھیں۔ اور چوتھی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا آپ کی ولادت حضور کی بعثت
اعلان نبوت سے پانچ برس قبل ہوئی۔ یہ قول مختار اور معروف روایت کے مطابق ہے۔ کچھ
اور اقوال بھی ہیں۔ مگر معروف روایت اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وحی کے نزول کا آغاز ہوا۔
آقا علیہ السلام پر۔ تو آقا علیہ السلام کی گود میں پانچ سال کی شہزادی حضرت فاطمۃ الزہرا تھی۔

KHURRAM PAPER PRODUCTS

پھر گویا بچپن میں آپ کو۔ اس ولی کا مشاہدہ اور گواہ ہونا نصیب ہوا۔ یہ عالم ہے تو پھر آپ کے
بچپن کے زمانے میں ہی عجیب کیفیات تھیں۔ اور عجیب واقعات تھے۔ اور یہ جملہ مشکلات اور
مصائب۔ جو آقا علیہ السلام کی ذات اقدس پر۔ دورِ بعثت کے اوائل میں وارد ہوئے اور حالات
پیش آئے۔ آپ کا لمحہ لمحہ بچپن آپ کا گواہ تھا۔ (۱۲ — ۷) آقا علیہ السلام صحن کعبہ میں
سجدے میں ہیں۔ جب کفار و مشرکین نے آپ پر حملہ کیا۔ اور حضور کا گلہ مبارک دبانے کی کوشش
کی۔ اس وقت صرف حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اتفاق سے پاس کھڑے ہیں۔ آپ دوڑ کے
آپ کا دفاع کر رہے ہیں۔ حملہ آور بدبختوں کے ساتھ لڑائی کر رہے ہیں۔ آپ کا دفاع کر رہے ہیں۔
اس وقت آقا علیہ السلام دورانِ نماز سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ یہ وہ واقعہ ہے کہ مشرکین نے آپ پر
اونٹنی کی اوجھڑی آپ کی پشت مبارک پر ڈال دی۔ آپ کو تکلیف دی اس کے بعد بھاگ گئے۔
سیدنا ابوبکر صدیق اس کو دیکھتے ہیں۔ یہ وہ لمحہ ہے۔ کہ سیدہ عالم کی بالکل بچپن کی عمر ہو گی۔ وہ
دوڑ کر آقا علیہ السلام سے لپٹ جاتی ہیں۔ اور روتی ہیں۔ اور اپنے ہاتھوں سے حضور علیہ السلام
کے پسینہ اور جسم پاک صاف کرتی چلی جاتی ہیں۔ اور اُن بدبختوں کو بددعا دیتی ہیں جنہوں نے
میرے بابا کو اتنی اذیت دی ہے۔ آپ کی عمر مبارک اس وقت دس سال ہے۔ کہ شعب ابی طالب
کا واقعہ پیش آیا۔ اب آپ تصور کر لیں دس سال کی عمر ہے۔ تین سال تک آقا علیہ السلام کو
اپنے جمیع خاندان اور اصحاب سمیت ہیں۔ اور آپ کے قرابت داروں اور صحابہ کے ہمراہ محصور کر دیا
گیا شعب ابی طالب میں۔ تو تین سال کی محصوری کی صعوبتیں جھیلنے والوں میں دس سالہ حضرت
فاطمۃ الزہرا بھی ہیں۔ آپ کو خاص یہ بھی اعزاز حاصل ہے۔ کہ جس رات آقا علیہ السلام
کو معراج پر لے جایا گیا تھا جس گھر میں آقا علیہ السلام آرام فرما تھے۔ اس دن تنہا سیدہ عالم فاطمۃ الزہرا
اپنے بابا کے ساتھ تھیں۔ حضور علیہ السلام کے ساتھ۔ اور جب سیدنا جبرائیل امین آئے ہیں۔ تو اُن
کو رستہ کرنے والی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا ہیں۔ کیونکہ جبرائیل امین کو کوئی بھی چیز دیوار
حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری میں حائل نہ ہوتی تھی۔ اور آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں اندر آ جاتے
تھے۔ مگر چونکہ حضرت سیدہ اندر موجود ہیں۔ تو دروازے کے باہر کھڑے ہو گئے۔ آپ باہر تشریف
لاتی ہیں۔ آپ کی عمر مبارک اس وقت نو برس ہے۔ آپ کی عمر مبارک اس وقت نو برس

M T W T F S S

Memo No
Date / /

۲۷ رجب کی بات ہے۔ شب معراج نو برس پہلے۔ آپ باہر تشریف لا کر پوچھتی ہیں۔
جمال اور جلال کے پیکر کو انسانی شکل میں جبرائیل امین کو دیکھ کر آپ نے کس سے ملنا ہے۔
میں حضورؐ سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ اندر تشریف لے جاتی ہیں۔ اس کا حلیہ بیان کرتی ہیں اور
آقا علیہ السلام کو بتاتی ہیں۔ کہ آقا اس طرح کا ایک شخص ہے جو آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔
تو آقا علیہ السلام نے جبرائیل امین کو اجازت دی تو پھر وہ اندر حاضر ہوئے۔

پھر جو حادثہ ہجرت پیش آیا ہے۔ اس رات میں حضرت فاطمہؑ اور دیگر صاحبزادیاں
آقا علیہ السلام کی اور جملہ اہلبیت اور ازواج میں سے جو بھی مدینے گئی ہیں۔ حضور علیہ السلام تشریف
لے گئے ہیں۔ اور یہ حسین حسن اور بلال کی کیفیت تھی وہ پیچھے رہ گئے ہیں (۱۰۲-۱۲) سے نکال لے گئے جا
گیا اہلبیت کو۔ بعد میں ساتھ کر گئے ہیں۔ مدینہ پاک سے تاریخ کرتی ہے سال۔ غزوہ بدر سے واپس آئے
ہیں۔ پانچ چھ ماہ گزر گیا۔ تو آقا علیہ السلام مجلس میں تشریف فرما ہیں۔ اور حضرت سیدنا
انس انہ روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ جب آپ باہر آئے ہیں۔ تو پوچھا گیا کہ
تمہیں معلوم ہے کہ ابھی میرے پاس کون آیا تھا۔ اُن سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا رسول بہتر جانتے یا رسول اللہ۔ فرمایا
جبرائیل آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ کہ اللہ نے امر بھیجا تھا۔ کہ فاطمہ اور علی کا نکاح کر دے۔ تو سیدہ
عالمؑ کا نکاح (۲۷-۱۳) مولوی علیؑ سے امر الٰہی سے ہوا۔ فیصلے تو سارے عرش
پر ہوتے ہیں۔ مگر اس عرش کے فیصلے کو اللہ تعالیٰ نے سیدنا جبرائیل امین کے ذریعے آقا علیہ السلام
کو حکم دیا۔ اور امر الٰہی کے ساتھ آپ نے نکاح کا ارادہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا جاؤ۔
ابوبکر کو بلاؤ۔ عمر کو عثمان کو۔ طلحہ کو زبیر کو اور دیگر صحابہ کرام جو موجود تھے ان کو بلاؤ۔ مجلس جمع
ہو گئی۔ حضرت انس فرماتے ہیں میں سب کو بلا کے لے آیا۔ مجلس منعقد ہو گئی۔ تو آقاؐ
نے سب کو آگاہ فرمایا کہ علی اور فاطمہ کے نکاح کا امر باری تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ تو اس طرح امر الٰہی
سے نکاح ہوا۔ اور خطبہ نکاح سیدنا تاجدار کائناتؐ نے خود ارشاد فرمایا۔ اور چار سو مثقال
چاندی کا مہر رکھا (۱۴-۳۳) اور نکاح کر کے آقا علیہ السلام نے پھر ایک طشت میں کھجوریں دی
ہیں اہل مجلس کو کھجوریں کھلا کے فرمایا۔ کہ علی اور فاطمہ کے نکاح کی خوشی میں کھجوریں کھاؤ۔
اگلے دن مولا علی سیدہ خدا ؑ سے پوچھا ہے کہ ہمسایوں کی دعوت میں کچھ پکانے کے لئے ہے یا نہیں

KHURRAM PAPER PRODUCTS

کیا یارسول اللہ ہاں ایک چھترا ہے ۔ تو فرمایا اس کو ذبح کر کے اس کو بنالو۔ اور کھانا بنسی کو لانا ۔
چونکہ کھانے والے تو بہت سے آئیں گے ۔ تو پھر خود تشریف لے گئے ہیں۔ جب آقا نے ایک برتن میں
وضو فرمایا۔ چہرہ مبارک دھویا وضو فرما کے وہ پانی ڈال دیا۔ اور فرمایا اللھم بارک فیھما و بارک علیھما ۔
و بارک لھما فی نسلھما ۔ اے اللہ ان دونوں میں برکت فرما علی اور فاطمہ میں برکت فرما ۔ علی اور فاطمہ پر
برکت فرما دے ۔ علی اور فاطمہ کے لیے برکت فرما دے ۔ اور علی اور فاطمہ کی پوری نسل میں برکت فرما دے ۔
اس دعا کے ساتھ محفل ولیمہ منعقد ہوئی ۔

صحاح ستہ میں سے ترمذی نے روایت کیا ۔ ابن عمیر تمیمی روایت کرتے ہیں ۔ فرماتے ہیں کہ
میں اپنی پھوپھی کے ساتھ ملکہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ آپ کے پاس گئے ۔
اور میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ۔ میری پھوپھی نے پوچھا ۔ کہ آقا علیہ السلام کو لوگوں
میں سب سے زیادہ پیارا اور محبوب کون تھا۔ حضرت عائشہ برجستہ جواب دیتی ہیں ۔
اس پوری کائنات انسانی میں سب سے زیادہ پیار میرے محبوب کو حضرت فاطمہ سے تھا ۔ پھر سوال
کر دیا کہ مردوں میں سے کس کے ساتھ پیار تھا ۔ فرمایا مردوں میں سب سے زیادہ ان کے شوہر حضرت
علی سے تھا ۔ اس کو امام حاکم نے بھی روایت کیا مستدرک میں ۔ اور حدیث صحیح قرار دیا ۔
حضرت فاطمۃ الزہراء سے بھی مروی ہے ۔ فرماتی ہیں کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا جب سرکار نے
میرے کان میں دو باتیں کہیں ۔ ازواج کا اجتماع تھا سب بیٹھی تھیں ۔ سیدہ کائنات کو آقا نے اپنی
قریب میں پہلو میں بٹھالیا۔ ایسی گفتگو ہوئی کہ جس سے آقا کے وصال کا اشارہ ملا ۔ سنا تو
مغموم ہو گئیں ۔ چہرہ مبارک پر اداسی سی چھا گئی اور پریشانی اور غم اندوہ کے آثار چھلکنے لگے۔ آپ
کو مغموم دیکھ کر بلکہ آپ کی آنکھوں سے آنسو گر پڑے رو پڑیں۔ ازواج مطہرات بیٹھی ہیں ان سے
بات نہیں کی ۔ یہ راز کی بات سیدہ کائنات کے کان میں کہی ۔ وہ اشارہ پا گئیں کہ آپ کے وصال
کا وقت قریب ہے ۔ رو پڑیں تو دوبارہ فرمایا فاطمہ ذرا کان میرے قریب کر۔ دوبارہ کوئی بات
آپ کے کان میں کہی ۔ آپ ہنس پڑیں ۔ بعد میں ازواج مطہرات نے پوچھا حضرت عائشہ صدیقہ
اور دیگر مطہرات نے کہ آپ رو کیوں پڑی تھی ۔ فرمایا حضور کی ایک بات سے وصال کا اشارہ ملا تھا ۔
کہ آقا ہم سے جدا ہونے والے ہیں ۔ پھر دوبارہ ہنسی کیوں تھیں ۔ فرمایا ہنسی اس لیے تھی کہ ساتھ ہی خوشخبری

M T W T F S S
Memo No
Date / /

سنا دی گئی ہے کہ فاطمہ میں جیرا تو ہو رہا ہوں۔ مگر اہلبیت میں سب سے پہلے میرے ساتھ ملاقات کرنے والی تو ہوگی۔ میرے پیچھے تو آ رہی ہے۔ تو جب میں نے اپنے وصال کی خبر سنی تو حضور سے ملاقات ہونے والی ہے تو خوش ہو گئی۔ پھر اسی موقع پر فرمایا۔ کہ کیا خوش نہیں ہو کہ راضی نہیں ہو کہ تو ساری کائنات کی عورتوں کی سیدہ اور سردار بنا دی گئی ہے۔

پھر امام احمد نے روایت کیا۔ امام ترمذی نے امام حاکم نے مستدرک میں۔ ابن زبیر سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ فاطمہ میرے جگر کا میرے گوشت کا دل کا جسم کا ٹکڑا ہے۔ جو چیز فاطمہ کو اذیت دیتی ہے وہ مجھے اذیت دیتی ہے جو اسے خوش کرتا ہے۔ مجھے خوش کرتی ہے۔ اور ایک روایت میں امام طبرانی نے فرمایا۔ کہ فاطمہ میرے درخت نبوت کی ٹہنی ہے۔ اور یقیناً وہیں ٹہنی ہیں۔ اسی پر دو پھول لگے ہیں جس کو حسن اور حسین کہتے ہیں۔ شبیر مصطفیٰ کا ذائقہ اگر کسی نے چکھنا ہو تو وہ حسن اور حسین میں چکھے۔ فرمایا جو فاطمہ کو ناراض کرتا ہے اذیت دیتا ہے تکلیف دیتا ہے وہ مجھے اذیت دیتا ہے۔ اور آقا علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا۔ یہ روایت اسامہ بن زید سے ہے۔ فرمایا میرے سارے خانوادہ میں مجھے سب سے زیادہ محبوب فاطمہ ہے۔ اور پھر اس محبت کا عالم۔ اس محبت نے آپ کو کیا سرفرازی عطا کی۔ آپ کو کیا بلند مقام عطا کی۔ آپ کو کیا درجہ رفیع عطا کیا۔ اور آپ کو سارے کائنات کے سارے درجوں میں کیا منفرد اور ممتاز مقام عطا فرمایا۔ کہ اول کائنات سے لے کر آخر کائنات تک۔ آپ کو ایک شان وہ عطا کی کہ کائنات کے سارے فرد اس شان میں برابر نہیں ہیں۔ اور وہ کیا ہے۔

امام حاکم نے روایت کیا ہے مستدرک میں۔ حضرت علی شیر خدا سے روایت ہے اور امام حاکم نے حدیث صحیح مستدرک میں آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ قیامت کا دن ہوگا۔ اہل محشر کا حساب و کتاب ہو رہا ہو گا۔ رب ذوالجلال قدسی عدل پر جلوہ افروز ہوگا۔ تاجدار کائنات کرسی شفاعت اور مقام محمود پر جلوہ افروز ہوں گے۔ اور ساری دنیا نفسی نفسی کے عالم میں۔ اپنے حساب و کتاب میں مصروف ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ اچانک عرش کی گہرائیوں سے ایک آواز آئے گی۔ جس آواز کو جملہ اہل محشر سنیں گے۔ اور اس کو بہت سارے کتب احادیث میں روایت کیا گیا۔ اہل محشر سنیں گے۔

(۲۲ — ۲۳)

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S Memo No ______ Date / /

آواز آئے گی کہ اے اہل محشر ایک منادی دینے والا فرشتہ آواز دے رہا ہوگا۔ حاکم المستدرک جلد ۳
صفحہ ۱۶۶ رقم ۴۷۲۸ ـ آواز آئے گی اے گروہ محشر اپنی آنکھیں جھکا لو۔ اپنے سر گردنیں
جھکا لو۔ آنکھیں بند کر لو۔ اور سنو ابھی فاطمہ بنت محمد ﷺ کا گزر ہونے والا ہے۔ میدانِ محشر
میں فاطمہ بنت محمد کا گزر ہونے والا ہے۔ اور اس وقت تک آنکھیں جھکائے رکھو۔ جب تک فاطمہ
محشر سے گزر کر جنت میں نہ چلی جائے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس وقت حضرت
فاطمۃ الزہراء دو سبز چادریں اوڑھ کر محشر سے گزر جائیں گی۔ ایک روایت میں ہے کہ دو سرخ
رنگ کی چادریں ہوں گی۔ جن میں لپٹی ہوئی سیدہ کائنات۔ (طبرانی المعجم الکبیر جلد ۲۲ صفحہ ۴۰۰ رقم ۹۹۹)
اور سیدہ کائنات کو تو میں نے کہا۔ چونکہ سیدہ عالمین محمد ﷺ نے کہا۔ سیدہ نساء اہل جنۃ محمد ﷺ
نے کہا۔ مگر یہ حدیث مجھے کہنے پر مجبور کر رہی ہے۔ کہ جن کی آمد پر اہل محشر کو نگاہیں جھکانے کا
حکم ہے۔ خدا کی عزت کی قسم وہ سیدہ قیامت بھی ہیں۔ وہ سیدہ اہل محشر بھی ہیں۔ ہر کوئی گزر
گیا۔ مگر یہ حکم کسی کے لیے نہیں ہے۔ اور ایک حدیث پاک میں ہے کہ ستر ہزار جنت کی حوریں۔
آپ کے ارد گرد جھرمٹ بنائے ہوئے ہوں گی۔ اور جھرمٹ میں سیدہ فاطمہ گزر جائیں گی۔ تاکہ پہچانا بھی
نہ جا سکے کہ کون گزر گیا ہے۔

اسی حدیث کو سیدنا علی شیر خدا نے بھی روایت کیا۔ یہ سیدنا صدیق اکبر سے بھی مروی
ہے۔ حدیث ابو ایوب سے بھی روایت ہے۔ یہ سیدنا ابوبکر صدیق سے اور بھی مروی ہے۔ روایت
ابی ہریرہ سے اور یہ حدیث حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ سے بھی مروی ہے۔ ان حدیثوں کو
روایات سے بیان کرنے کا فائدہ ایک یہ بھی ہے۔ کہ جو اہل بیت اطہار اور ازواج مطہرات
اور خلفائے راشدین میں لوگوں نے جو جنگ کروا رکھی ہے۔ یہ جنگ بدبختی کی جنگ ہے۔
لعنت ہے اس جنگ پر۔ اگر ان کے دلوں میں کوئی دوری ہوتی۔ اور قدر و منزلت کے رشتے نہ
ہوتے۔ ایک دوسرے سے پیوستہ نہ ہوتے تو آقا علیہ السلام سے تنہائی میں سنی ہوئی
فضیلت کی باتیں کوئی عام دوسرے کو آ کر سناتا ہے۔ کہ حضور نے سیدہ فاطمۃ الزہراء کے لیے یوں
فرمایا۔ اکثر حضرت عائشہ صدیقہ حدیث بیان کرتی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا۔ کوئی ایسا
کرتا۔ یہ بعد میں اسلام میں تفرقے آ گئے۔ بنو امیہ کا دور۔ اور بنو عباس کا دور جب تفرقے آ گئے۔

تفرقہ بندیاں آ گئیں۔ دھڑے بن گئے۔ موضوع احادیث کا فتنہ گرم ہو گیا۔ اس وقت امت کو لڑانے کے لیے ایسا سامان پیدا کر دیا گیا۔

اب صحیح بخاری میں ایک اور روایت ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کتاب المناقب جلد ۳ صفحہ ۱۳۸۱ رقم (۳۵۱۰) فاطمہ میرے جسم اور جگر کا ٹکڑا ہے۔ جو اسے ناراض کرے گا مجھے ناراض کرے گا۔ اور طبرانی نے اسی اسناد حسن کے ساتھ۔ آگے آقا علیہ السلام کی حدیث بیان کی فرمایا۔ (طبرانی المعجم الکبیر جلد ۱ صفحہ ۱۰۸ رقم ۱۸۲) اے فاطمہ اگر تو راضی ہو جائے کسی پر تو اس سے اللہ راضی ہو جاتا ہے۔ اور اگر تو کسی سے ناراض ہو جائے۔ تو اللہ ناراض ہو جاتا ہے۔ تو تیری رضا سے اللہ کی رضا ملتی ہے۔ اور تیری ناراضگی سے اللہ ناراض ہو جاتا ہے۔

امام احمد بن حنبل نے امام حاکم نے مستدرک میں روایت صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ (احمد بن حنبل المسند جلد ۴ صفحہ ۳۲۳) کہ فاطمہ میرے جسم گوشت اور جگر کا ٹکڑا ہے (حاکم المستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۷۲ رقم ۴۷۴۷) قیامت کے دن سارے نسب اور رشتے خونی اور نسبی رشتے سارے رشتے قیامت کے دن منقطع ہو جائیں گے کٹ جائیں گے۔ مگر میرے رشتے برقرار رہیں گے۔ تو میرے رشتوں کا فیض اور شفاعت قیامت کے دن بھی جاری رہے گی۔ اسی طرح امام حاکم نے المستدرک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ کہ آقا علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سے کہا۔ فرمایا بیٹی فاطمہ (صحیح بخاری کتاب الاستیذان جلد ۵ صفحہ ۲۳۱۷ رقم ۵۹۲۸) حضرت فاطمہ سے مخاطب ہو کے فرمایا۔ کہ بیٹی فاطمہ کیا تو اس بات سے خوش نہیں ہے۔ کہ تو ساری کائنات کی عورتوں کی سردار ہے۔ اور جملہ مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو۔ اور تو میری امت کی ساری عورتوں کی سردار ہو۔

پھر امام حاکم نے المستدرک میں روایت کیا۔ حضرت انس نے طبرانی نے اوسط میں ابو یعلی نے روایت کیا۔ اور دونوں کے جو روات ہیں رجال۔ وہ رجال صحیح ہیں۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جیسا آپ سیدہ ہیں حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے کائنات میں۔ فاطمہ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ سوائے اُن کے باپ کے۔ یہ تفسیر دے دیا حضرت ام المومنین نے فرمایا میری نگاہ میں۔ اس دنیا میں فاطمہ سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔ بس ایک ہی ہستی افضل

بیٹی :- حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی —

اور آقا علیہ السلام نے حضرت ابن مسعود رضی سے مروی ہے - کہ صحابہ کرام کو بتایا - طبرانی میں حدیث ہے - رجال ثقہ کے ساتھ - کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے - کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کردوں - حضرت عائشہ رضی نے ایک اور روایت کی امام حاکم نے مستدرک میں بخاری و مسلم کی شرط پر شرط الشیخین - کے ساتھ بیان کیا ہے - حضرت عائشہ فرماتی ہیں - خدا کی قسم میں نے حضرت فاطمۃ الزہرا سے بڑھ کر حضور کی کوئی شبیہ نہیں دیکھی - گفتگو میں بات چیت میں چلنے پھرنے میں نشست و برخاست میں - کہ جس نے حضرت فاطمۃ الزہراء کا سراپا دیکھا ہو — (۱۶—۳۲) وہ سراپا مصطفیٰ کو تک لے - ان کی گفتگو کا ٹھہراؤ - ان کی گفتگو کا انداز ان کی گفتگو کا لہجہ لہجہ مصطفیٰ تھا - ان کی گفتار گفتارِ مصطفیٰ تھی - ان کی رفتار رفتارِ مصطفیٰ تھی - ان کی نشست نشستِ مصطفیٰ تھی - برخاست برخاستِ مصطفیٰ تھی - فرماتی ہیں - خدا کی قسم فاطمہ کے علاوہ کسی اور میں میں نے نہ دیکھی - کیونکہ یہ فیض سیدہ کائنات کے شہزادوں کو ملا — سر سے لے کر سینہ مبارک تک حسنین مجتبیٰ (جامع ترمذی ابواب المناقب جلد ۵ صفحہ ۶۶۰ رقم ۳۷۷۹) شبیہ مصطفیٰ تھے - اور سینہ مبارک سے لے کر قدمین تک امام حسین شبیہ مصطفیٰ تھے - اور آقا کے وصال کے بعد اگر کسی کا جی کرتا سر انور سے قدمین شریفین تک پورا سراپا مصطفیٰ کا دیدار کیا جائے تو صحابہ کرام حضرت مولا علی شیر خدا کا دروازہ کھٹکھٹاتے - حسن اور حسین کو اکٹھا کھڑا کر کے دیکھ لیتے - سر سے پاؤں تک دیدارِ مصطفیٰ ہو جاتا تھا —

اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے دیکھا - کہ جب حضرت سیدہ کائنات آتیں - تو آقا علیہ السلام ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے (السنن کبریٰ - جلد ۵ صفحہ ۳۳۶) انہیں مرحبا فرماتے تھے - ان کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے - ان کو چومتے تھے - اور اپنی جگہ پر ان کو بٹھا دیتے تھے - چادر بچھا کے بٹھا دیتے تھے -

اور امام حاکم نے دوسری روایت میں - یہ تو آقا علیہ السلام کا طریقہ - اور قربانی

جاتیں سیدہ کائنات سے پہلے۔ اس منظر کو ذرا چشم تصور میں لائیں۔ جب تاجدار کائنات
اور سیدہ کائنات آپس میں آمنے سامنے ہوتے ہوں گے۔ اور محبتیں چھلک رہی ہوتی ہوں
گی۔ (حاکم المستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۷۴ رقم ۴۷۵۳) جب آقا علیہ السلام اُن کے
پاس تشریف لے جاتے سیدہ کھڑی ہو جاتیں۔ استقبال کرتیں۔ آپ ماتھوں کو چومتیں حضور
اُن کو چومتے وہ اُن کو چومتیں۔

اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے امام حاکم نے المستدرک میں روایت کیا۔ اور امام بخاری
و مسلم کی شرط صحت پر روایت کیا۔ سیدنا فاروق اعظم فرماتے ہیں کہ وہ حضرت فاطمہ
الزہرا کے پاس گئے اور عرض کیا کہ فرمایا۔ (حاکم المستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۶۸ رقم ۴۷۳۶)
آقا علیہ السلام کی محبت چونکہ سب سے زیادہ تھی۔ کہ آقا علیہ السلام کے بعد اس کائنات انسانی
میں تجھ سے اور ہم کو محبوب کوئی نہیں ہے۔ اور ایک حدیث ایمان افروز۔ جس دن میں نے
وہ حدیث پڑھی۔ میں وہ اپنی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ آقا علیہ السلام نے اور راوی ہیں
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے کانوں سے سنا۔ سرکار نے فرمایا۔ لوگو ایک بات
ذہن نشین کر لو۔ صحابہ کرام جب حضور سے عرض کرتے تو کہتے تھے فداک ابی و امی یا رسول اللہ
میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں یا رسول اللہ ﷺ یہ بات کرتے تھے۔ یہ صحابہ کرام کا معمول
تھا۔ اور آپ سیدنا فاروق اعظم فرماتے ہیں۔ کہ وہ لمحہ ایک دیدنی لمحہ تھا۔ جب آقا علیہ السلام
حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے مخاطب تھے۔ میں نے کانوں سے بات سنی۔ میرے آقا تاجدار
کائنات نے حضرت فاطمہ سے فرمایا تھا۔ فداک ابی و امی یا فاطمہ۔ اے فاطمہ تجھ
پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ فاطمہ تجھ پر سارے کائنات کے ماں باپ قربان ہو جائیں
یہ وہ پیغمبر ہیں اور اس کیفیت کا عالم۔ یہ آقا علیہ السلام کی محبت حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ایسی ہے۔

ایک بڑا ایمان افروز واقعہ ہے۔ جب شادی ہو گئی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی۔ تو شادی کے بعد
جب پہلے سیدہ آقا علیہ السلام کے ساتھ رہتی تھیں۔ اور پھر حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر میں
رہتے تھے۔ کیونکہ ہجرت کے بعد پہلے سال تو شادی ہو گئی۔ اپنے حجرات ابھی الگ نہیں بنائے

تھے۔ ابو ایوب انصاری کے حجروں میں رہتے تھے۔ ست دن ہوگئے تو میرے آقا نے فرمایا اے علی
اب اپنا گھر بنالو۔ حضرت علی نے اپنا گھر بنا لیا۔ اور کمتر حضور علیہ السلام کے گھر سے
تھوڑا سا دور تھا۔ اس وقت مدینہ کا جو رقبہ تھا۔ وہ تھوڑا سا تھا ——
تھوڑا سا دور تھا —— جب اس گھر میں منتقل ہوگئے۔ حضرت آقا علیہ السلام
ہر روز حضرت فاطمہ کو دیکھتے تھے۔ جب گھر تھوڑا سا دور لے لیا۔ تو آقا علیہ السلام
سے برداشت نہ ہوا۔ اتنی فرقت برداشت نہ ہوئی۔ اتنی دوری کب برداشت ہوگی
تو درمیان میں آتا ہے۔ تو دوری کا قلب انور پر شاق گزرا۔ تو آپ کو غم ہوا۔
دکھ سا ہونے لگا۔ تو آپ نے فرمایا اے فاطمہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ گھر میرے قریب لے لو۔
قربان جاؤں سیدہ کائنات پر۔ میں آتے جاتے نماز کے لئے آپ کو دیکھتا رہا کروں۔
سیدہ نے گھر بات کی۔ کوئی گھر قریب تھا نہیں تھا۔ ایک صحابی تھے۔ حضرت حارثہ
بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ خزرجی تھے۔ بنو نجار میں سے۔ وہ آقا علیہ السلام کے گھر کے بالکل قریب
تھے۔ سیدہ کائنات نے آقا علیہ السلام کو عرض کیا کہ حضرت حارثہ بن نعمان کو آپ فرمائیں
کہ آپ ہمارے گھر کے ساتھ تبدیل کرلیں۔ جب آقا علیہ السلام نے عرض کیا تو آقا
نے فرمایا۔ اے فاطمہ میں فاطمہ —— حارثہ سے بات کیسے کروں مجھے تو شرم آتی ہے۔
کیا انسانی زندگی کی لطیف باتیں ہیں —— اور باپ اور بیٹی کے رشتے کے لطیف نکات ہیں۔
وہ باتیں ہو رہی تھی کسی نے سن لیں۔ اور حارثہ بن نعمان تک جا پہنچ گئیں۔ کہ آقا کا دل مغموم
ہے۔ اور اتنی دوری بھی فاطمہ کے گھر کی برداشت نہیں کرسکتے۔ دور جا چکے ہیں کہ قریب
آجائے۔ اور قریب گھر نہیں ہے۔ تو حارثہ بن نعمان دوڑتے ہوئے آقا کے قدموں میں آ کے
گر پڑے۔ اور معلوم ہے کیا کہا۔ کاش ہم سب کو یہ ایمان نصیب ہوجائے۔ کاش
ہمارے ایمان کو یہ کیفیت نصیب ہوجائے۔ اس دور میں اس ایمان کو دوبارہ زندہ کرنے
کی ضرورت ہے۔ قدموں میں گر پڑے اور عرض کرنے لگے۔ آقا آپ نے کیا فرمایا۔ آقا
میں بھی اور میرا مال بھی اللہ اور اللہ کے رسول کا ہے آقا —— میرا سب کچھ آپ کا ہے۔ میری جان
بھی آپ کی ہے۔ میرا مال بھی آپ کا ہے۔ آقا نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے۔ بارک اللہ فیک

اللہ تجھ پر برکت فرمائے - اتنی بات میں حضرت حارثہ دوڑے - اور مولا علی شیر خدا
عرض کیا - اور اپنا گھر تبدیل کر دیا - اور آقا علیہ السلام کے گھر کے ساتھ جو متصل گھر تھا -
اس میں آ گئیں - اور حدیث میں ہے - اتفاق یہ تھا - اور اس گھر کی کھڑکی یہ تھی - شروع سے
ہی یا بنا دی گئی - اس گھر میں ایک کھڑکی تھی - اس کھڑکی سے میرے آقا علیہ السلام - جھانک
سیدہ کائنات کو دیکھتے تھے - حسن کو دیکھتے تھے حسین کو دیکھتے تھے - اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا
کرتے رہتے - اور پھر جب نماز فجر کے لیے نکلتے اور نکل کے اس دروازے کے آگے سے گزرتے - اور
حدیث میں آتا ہے - اور فرماتے - الصلوٰۃ یا اھل بیت محمد - اے اہلبیت محمد نماز کا
وقت ہو گیا ہے - اور ساتھ آیت پڑھتے - انما یرید اللہ لیذھب (۲۱ —— ۴۴)
اللہ نے تمہیں پلیدی سے پاک کر دیا ہے - پاکیزگی اور طہارت میں ڈھلا دیا ہے -
یہ آیت پڑھ کر آواز دے کر گزرتے تھے - یہ بھی احادیث میں آتا ہے کہ جب بھی میرے آقا تشریف
لے جاتے حضرت فاطمۃ الزہرا کے گھر بچوں کو لے کر - جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب
سے پہلے حضرت فاطمہ کے گھر (سنن ابی داؤد جلد ۴ ص ۸) حضرت حسنین کے گھر
تشریف لاتے - یہ آقا علیہ السلام کے جو محبتیں تھیں - اس محبت کا صلہ - سیدہ کائنات
نے کیا دیا تھا - صرف اس محبت پر ناز نہیں کیا - اس محبت میں وہ اوصاف پیدا کر دیا
کہ جس محبتوں سے نوازا ہے تو میرا بھی کچھ حق بنتا ہے کہ میں ان کی محبتوں کے تقاضوں پر پورا
اتروں - تو پھر سارا دن حضرت فاطمۃ الزہرا - پانی بھر کے پانی کا مشکیزہ - اپنے کندھوں
پر اٹھا کر اپنے گھر کے لیے لے آتیں - اور اتنی مشقت کرتیں کہ پشت مبارک پر نشان پڑ
گئے تھے - اور دن بھر بچوں کے لیے چکی پیستی تھیں آٹا بناتی - خادم نہیں تھی - سارا دن محنت
مشقت کرتیں - اور جب رات آ جاتی طویل رات تو حسین حسن کو شہزادوں کو کھلا
پلا کے سلا کے فارغ زندگی کے تقاضوں سے فارغ ہو کر وضو کرتے مصلے پر آ جاتیں - قربان جاؤں اے فاطمہ آپ
نے بھی مصطفیٰ کی بیٹی اور لاڈلی ہونے کا حق ادا کر دیا ہے مصطفیٰ کی محبتوں کا صلہ ادا کرنے کا حق
ادا کر دیا - مصطفیٰ کی شفقتوں کا بدلہ دینے کا حق ادا کر دیا - دن بھر کی محنتوں کے بعد مصلے پر
کھڑی ہوتیں - اور طلوع فجر سے پہلے ہر ایک ہزار رکعت نفل ادا کرتیں - اور آخری سجدہ

KHURRAM PAPER PRODUCTS

299

M | T | W | T | F | S | S

Memo No

Date / /

اتنا طویل کرتیں — کہ اس مسجد میں اذانِ فجر ہو جاتی — ساری رات عبادت کرتیں۔ جب اذانِ فجر ہو جاتی تو سلام پھیرنے کے بعد یہی سسکیاں لیتیں — آہ بھرنے کے عرض کرتیں مولا تو نے اتنی چھوٹی راتیں بنائی ہیں۔ کہ جی بھر کے تیرا سجدہ بھی نہ کر سکیں۔ رات ان کے سجدوں کے لیے ناکافی تھی — وسیع اور طویل دامنِ شب فاطمہ کے سجدوں کے لیے ناکافی تھا۔ یہ اُن محبتوں کا صلہ تھا۔ اور یہی ہے ریاضتوں کا صلہ ہے فاطمۃ الزہراؑ۔ کیونکہ انہوں نے اس بطن سے حسن و حسین پیدا ہوا — اور کیونکہ انہوں نے اس گود میں حسنین پلے۔ اور کیونکہ یہ حسنین اپنے خون اور خانوادے کا خون نذرانہ دے کر نانا کے دین کو زندہ کرے۔ اور کیونکہ انہوں نے ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ جب آقا علیہ السلام حضرت فاطمۃ الزہراؑ سے ملتے تو پیار کا عالم دیکھئے جب ملتے تو سیدہ عالم کے علاوہ اور شہزادیاں بھی کہتیں۔ پیار کرتے تھے۔ اگر حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی زبان چوستے تھے۔

مصطفےٰ نے جو شفا کیا تھا اپنی زبان کی تری عطا کرتے تھے۔ اسی طرح وہ تری حسینؑ کو دیتے تھے۔ کہ جب حسینؑ سو گئے گود میں کھیلنے والے۔ تو اُن کے منہ میں اپنی زبان ڈال دیتے تھے۔ اور تری کا زبان مصطفےٰؐ کی امام حسینؑ کو جاتی تھی۔ دنیا کو اس کی سمجھ نہ آئی۔ کہ مصطفےٰ اپنی زبان کی تری فاطمہ کو کیوں عطا کرتے ہیں۔ اپنی زبان کی تری حسینؑ کو کیوں دیتے ہیں۔ یہ راز اس دن کھلا جس دن فرات کے پیاسے حسینؑ کی زبان وقتِ شہادت باہر نکل جاتی تھی کہ تری شہادت کے وقت یہ نہر فرات کا پانی تجھ پر بند کر دیں گے اور وقتِ شہادت تجھے پانی میسر نہیں آئے۔ زبان تری اس کربلا کے دن پیاسی ہو جائے گی۔ اور پانی سے محروم ہو گی۔ دنیا نے یزید کا لشکر حسینؑ کو پانی نہ دے گا۔ میں پانی کے چشمے تجھے آج ہی پلا کے تجھے سیراب کر دیتا ہوں تا کہ حسینؑ تو دنیا کے پانی کا محتاج نہ رہے۔ جیسے مصطفےٰ کو اللہ نے ساری دنیا سے بے نیاز کر دیا۔ اور مصطفےٰ نے حسینؑ کو کربلا کے دن تک کیلئے بھی بے نیاز کر دیا۔

اور کبھی حسینؑ کو مصطفےٰ کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں۔ کندھوں پر اٹھا کے مدینہ کی گلیوں میں چلتے ہیں۔ اور اپنے کندھوں پر سوار کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے صحابہ نے کہا کیسا ہے حسینؑ

حسین کیا ہے

مبارک ہو۔ کیسی اعلیٰ سواری ہے۔ مصطفےٰ نے فرمایا سواری کو مت دیکھو۔ بلکہ یہ دیکھو کہ سوار
کب سے ہے۔ کندھوں پر سوار کیا۔ اور فاطمہ کو بتا رہے تھے۔ کیونکہ نگاہ نبوت دیکھ رہی تھی۔
کہ آج حسین میرے کندھوں کی سواری لے رہے۔ کربلا کے دن جب نیزے کی ~~سواری اعلیٰ~~ نوک
پر سوار ہو کر ذکر رب کے قرآن کی تلاوت کر رہا ہے۔ اور تمام دو جہاں کو معلوم ہو گا کہ مصطفےٰ کے
کندھوں پر سواری کرنے والے حسین کا نیزے پر تلاوت قرآن کر رہا ہے۔ اور دونوں جہان
کی کامیابیاں حسین کے قدموں کو بوسہ دے رہی ہیں۔ اور دامن حسین تھامنے کی غرض سے منتظر
پیشی کر رہی ہیں۔ کہ اے حسین نواسہ رسول ہمیں اپنا دامن نصیب کر دے۔ تا کہ دنیا کو معلوم
ہو جائے۔ کہ کوئی وہ نہیں جو کامیابیوں کے پیچھے ہزاروں لاکھوں مرتبہ کوشش کرتے ہیں۔ اور
کامیابیاں وہ ہیں جو حسین کے دامن کو تھامنے کے لیے کروڑوں مرتبہ کوشش کرے کامیابی کہیں کیا
تو معلوم ہوا کہ حسین کیا ہے۔

حسین کا سر نیزے پر سوار کر کے کوفہ سے دمشق کے بازاروں تک چلایا جائے گا۔ جگر
الست حسین اس فاطمہ کے بطن سے پیدا نہ ہوتا۔ اس فاطمہ کا خون حسین
کی رگوں میں سرائیت کرتا ہوا۔ جس فاطمہ کے دودھ نے حسین کے جسم کو پالا ہو۔
جس فاطمہ کی گود نے حسین کی پرورش کی ہو۔ جس فاطمہ کی رضاعت نے حسین
کو پروان چڑھایا ہو۔ اور سرفراز کیا ہو۔ جس فاطمہ کی ولایت نے حسین کو امام
بنایا ہو۔ وہ شخصیت یزیدیت کو اکھاڑ کے نہ رکھ دے تو کیا کرے۔ وہ صرف انسانیت
کو زندہ نہ کر دے تو کیا کرے۔ اور اسلام کی کشتی کی رگوں کو دوبارہ جوڑ کے زندہ کر دے تو
کیا کرے۔ اور رہتی دنیا تک پوری دنیا کو اسلام کا سبق نہ سکھا دے تو کیا کرے۔
یہ فیض مصطفےٰ تھا۔ یہ فیض فاطمہ تھا۔ یہ کربلا کا نتیجہ تھا۔

اور یہی بات تھی جب آخری رات آئی تھی امام حسین کی شہادت کی۔ اور بعض
شہزادیوں نے حضرت سیدہ فاطمہ کو دیکھا تھا۔ ان کی روح پاک کربلا میں تھی اور پکار رہی تھی۔ کہ
حسین پیاس کی شدت ہے۔ کرب ہے بلا ہے مصائب ہیں آلام ہیں۔ مگر حسین میں اس
لیے تکتی کھڑی ہوں۔ کہ میرے دودھ کی لاج رکھ لینا۔ میری گود کی لاج رکھ لینا۔ اور حسین نے وہ لاج

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

رکھی۔ میں آخری بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری مائیں بہنیں اگر سیدہ فاطمہ کی راہ پر چل
پڑیں تو ان کی گود میں حسین کے غلام پیدا ہوں گے۔ اگر وہ فاطمہ کے نقش قدم پر چل
پڑیں۔ راتوں کو عبادت گزار بن جائیں۔ وہ مصلے پہ آ جائیں۔ زہد و ورع والی ہو جائیں۔
وہ تقویٰ و طہارت والی ہو جائیں۔ وہ لغو کو چھوڑ کر دنیا پرستی کو چھوڑ کر حرص و ہوس کو چھوڑ
کر غیبت کو چھوڑ کر منافقت کو چھوڑ کر اگر فاطمۃ الزہرا کا باطن سراپا اس کا
فیض لے لیں تو ان کی گود سے حسن حسین کے فیض سے غلام پیدا ہوں گے۔
اور دوبارہ کربلا برپا ہو اور اسلام پھر سے زندہ ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے حال پہ
کرم فرمائے۔ ہماری ماؤں بیٹیوں بہنوں کو سیرت فاطمہ عطا کرے۔ ہمارے نوجوانوں کو سیرت
حسن و حسین عطا کرے۔ اور ہم سب کو فیض مصطفیٰ سے روشن و منور کرے۔

حسین نے اپنے نانا کا وعدہ وفا کر دیا۔
حسین نے حق کربلا میں ادا کر دیا۔
حسین نے گھر کا گھر سپرد خدا کر دیا۔
السلام حسین ابن حیدر علیکم السلام

حسین کی ماں فاطمہ حسین کا نانا نبی
السلام حسین ابن حیدر علیکم السلام

QARI MUHAMMAD ABBAS
Naqashbandi Chishti Qadri Suharverdi
02 APR 2019
Chak 205/E.B Burewala District Vehari

جمعۃ المبارک
۱۵ — ۳ — ۲۰۱۹
۷ — ۷ — ۱۴۴۰
۱۲ — ۰۸ — ۳۴ — PM

M T W T F S S

Memo No
Date ۲۴/۱۰/۲۰۰۹

صحبت بد کے اثرات

بعد اس وقت ہم ایک ایسے دور میں داخل ہو گئے ہیں۔ آپ یوں سمجھیں کہ قیامت سے پہلے کی جو علامات ہیں۔ ان میں سے علامات صغریٰ کی چھوٹی نشانیاں ہیں۔ اور جن کے لیے زمانے کا کوئی تعین نہیں۔ کہ کتنی طویل مدت تک اپنے اپنے وقت میں ظاہر ہوتی رہیں گی۔ مگر یہ علامات صغریٰ کے ظہور کا زمانہ شروع ہو چکا ہوا ہے۔ اور اس کے بعد کسی زمانے کا تعین کرنا۔ یہ درست و جائز نہیں ہے۔ واللہ رب العزت کے ہاں اس کا علم ہے کہ کتنی مدت گزر جائے کتنا زمانہ گزر جائے۔ چونکہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضور علیہ السلام نے جن علامات کا بیان فرمایا ہے۔ ان میں سے کئی علامات دو+دو چار کی طرح ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ ایسے حالات میں انسان کے ایمان پر اور انسان کے عقیدہ پر اور انسان کے دین پر اور مسلمانوں کے اعمال پر۔ اور ان کے افکار پر۔ ظاہری اور باطنی طرح دو طریق سے عملی اور فکری دو طرح سے بے شمار حملے شروع ہو جاتے ہیں۔ جن حملوں سے انسان کا مسلمان کا۔ ایمان انفرادی طور پر بھی۔ امت مسلمہ کا اجتماعی طور پر بھی جو ایمان ہے۔ وہ کمزور ہونے لگ جاتا ہے۔ متزلزل ہو جاتا ہے۔ مسلسل اٹیک ہوتے ہیں۔ شیطان کی طرف سے حملہ ہے ایمان پر۔ نفس کی طرف سے بھی حملہ ہے۔ شیطان کی طرف سے بھی حملہ ہے۔ دنیا کی طرف سے بھی حملہ ہے۔

مگر یہ تین حملے ایسے ہیں۔ کہ ہمیشہ سے جب سے انسان کی تاریخ کا آغاز ہوا ہے ان تین قسم کے حملے تو ہمیشہ سے جاری ہیں۔ انسان جب معرض وجود میں آیا تو۔ نفس کے ساتھ ہی وجود میں آیا ہے۔ نفس اس کا حصہ ہے۔ شیطان نے اول روز سے مہلت لے رکھی ہے تو نفس داخلی حملہ کرتا ہے۔ شیطان خارج سے حملہ کرتا ہے۔ اور بہت سا تو روپ دھار کر اور بہت سے طریقوں سے حملہ کرتا ہے۔ بے شمار طریقے ہیں۔ شیطان کے حملے کے۔ اور نفس کے حملے کے بھی بے شمار شکلیں ہیں۔ دنیا بھی اسی وقت سے قائم ہے اور اسی دنیا میں ہی انسان کو رکھا گیا ہے۔ تو دنیا کے انسان کے ایمان پر۔ انسان کے تقویٰ پر۔ انسان کے دین پر۔ اللہ کے ساتھ انسان کے تعلق پر۔ دنیا کے اپنے حملے ہیں۔ اور ان تینوں قسموں کے حملوں کو گرائی کر کے ہم بچ جائیں کیسے اجالا

KHURRAM PAPER PRODUCTS

کیسے تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ وہ ہیں اپنے لیکچرز میں اپنی تصانیف میں۔ اپنے خطبات
میں اپنی کتاب میں بیان کرتا رہتا ہوا۔ اس کو آپ پڑھتے ہیں۔ دیگر کتب میں اکابر آئمہ
بزرگوں دین کو بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ فتنے حملے تو ہمیشہ سے جاری ہیں۔ اب
ان حملوں میں شدت آگئی ہے۔ دنیا سمٹ کر دیہاتی ماحول بن گیا ہے۔ بری صحبت
اتنی تیز اور وسیع ہو گئی ہے کہ اس بری صحبت کی وجہ سے پوری دنیا کی خرابی ایک
جگہ سے دوسری کی خبر نہیں پہنچتی تھی پہلے زمانوں میں۔ اور ایک جگہ کی نیکی کی خبر دوسری
جگہ نہیں ہوتی تھی۔ تو لوگوں کا تعلق اپنے اپنے شہروں اور اپنے اپنے علاقائی ماحول تک رہتا
تھا۔ زمانہ تھا ہندوستان کے لوگوں کی خبر اہل عرب کو نہیں ہوتی تھی۔ اور عرب کے احوال کی
خبر ہندوستان میں نہیں ہوتی تھی۔ وسطی ایشیا کے احوال کی خبر دوسرے علاقوں کو نہیں ہوتی
تھی۔ اور ان کی خبر وسطی ایشیا کو نہیں ہوتی تھی۔ عرب کی خبر عجم کو نہیں عجم کی خبر
عرب کو نہیں۔ مشرق کی خبر مغرب کو نہیں۔ اور مغرب کی خبر مشرق کو نہیں۔
تو دنیا کے اندر جو بھی خبر ہوتی تھی۔ ان کے اثرات ماحولیاتی اثرات علاقائی ہوتے تھے۔
بلکہ سمرقند کے لوگوں کو بعض اوقات تو بخارا کی بھی خبر نہیں ہوتی تھی۔ چند میل کا فاصلہ
ہے۔ اور کبھی ہوتا تھا شہر سمرقند بخارا سے لے کر خراسان تک ایک صوبہ ہے میں وہاں تک حدود
ہوتی تھی۔ تو لوگوں کو خیر کی طرف بلانے والے لوگ بھی علاقائی بنیادوں پر اپنے اپنے حلقات
خانقاہیں مراکز۔ دین کے لئے ہدایت کے لئے۔ لوگوں کی ارشاد کا سامان فراہم کرنے کے
لئے اپنے اپنے حلقے قائم کرتے اور لوگ خیر اور شر کے اثرات سے متاثر ہوتے رہتے تھے۔
کوئی اپنے احوال کو سنوارتا کوئی اپنے احوال کو بگاڑتا تھا۔ (۰۴—۰۹)
۔ مگر اب وہ وقت آگیا ہے ۲۱ صدی۔ موجودہ صدی کا۔ پچھلی صدی سے یہ آ رہا
چلی تھی پچھلی صدی پوری اور اب پوری نئی صدی کا شروع ہوا۔ تو پچھلی صدی کا سے یہ پوری دنیا
ایک گلوبل ولیج بن گیا ہے۔ قصبے کی طرح۔ گلوبل ولیج ہونے کا مطلب ہے۔ ہر ایک گاؤں کے
لوگ۔ باقی دنیا کے اثرات سے تو نہیں لیتے تھے۔ مگر اب اپنے قصبے گاؤں شہر کے تمام اثرات سے
متاثر ہوتے تھے۔ اب پوری دنیا کا گلوبل ویلیج بن جانے کا مطلب ہے کہ اب جو کچھ بھی ہے۔

M T W T F S S

Memo No ________

Date / /

وہ ہو رہا ہے۔ لاہور میں بیٹھا ہوا آدمی پر اور اس کا اثر براہ راست پڑ رہا ہے۔ جو مغرب میں ہو رہا ہے وہ مشرق میں بیٹھا ہوا آدمی بھی لے رہا ہے۔ اور میرا اشارہ ٹی وی کی طرف ہے۔ میڈیا کی طرف ہے۔ الیکٹرانک میڈیا کی طرف ہے۔ اور سب سے بڑھ کر پھر اس سے آگے انٹرنیٹ کی طرف ہے۔ کمپیوٹر کی طرف ہے۔ ایک چھوٹی سی سکرین آپ کے سامنے ہے۔ اور اس سکرین پر آپ ساری دنیا کو دیکھ رہے ہیں۔ کہ کیا ہو رہا ہے۔

خیر بھی اسی پر آ رہا ہے اور شر بھی اسی پر آ رہا ہے۔ اور کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ اور اب اس سے بڑھ کر اتنی اسکرین کا جو میں نے اشارہ کیا ہے۔ اور اب وہ ساری دنیا کی معلومات اور احوال و اثرات اس اسکرین سے سمٹ کر وہ چھوٹی سی اتنی سی موبائل فونز کی سکرین پر بھی آگئی ہے۔ یہ جو موبائل فون ہے چھوٹا سا۔

یہ بھی کمپیوٹر کا کام کر رہا ہے۔ ویسے موبائل فون بیل ہیں۔ اس میں سارا کمپیوٹر بھی ہے۔ اس میں انٹرنیٹ بھی ہے تجارت بھی ہے۔ سارا کچھ اس اتنی سکرین پہ ہو رہا ہے اور آنے والے وقتوں میں۔ یہ جو ٹی وی کے چینلز ہیں۔ اس کی تکلیف بھی نہیں رہے گی لوگوں کو۔ کہ ٹی وی کے کنکشن لیں اور چینلز لیں۔ وہ سارا کمپیوٹر کے اوپر کنکشن لگا کے۔ وہ اسکرین لگا کے لوگ کام کر سکیں گے۔ اس سے آگے بڑھ جائیں گے۔ اب ٹیکنالوجی کے فوائد انسانیت کو مل رہے ہیں۔ اس سے زیادہ رفتار سے اس کے منفی اثرات اور نقصان دہ پہلو بھی اس سے زیادہ رفتار سے ہم انسانوں کو مل رہے ہیں۔ ہم بچوں کو باہر بھیجتے تھے کہ ان کو بری صحبت سے بچاؤ۔ جو بچے بری صحبت سے بچائے جاتے تھے۔ تو کہتے تھے کہ چلو نکل گئے بری صحبت سے۔ اب صحبت بری اور اچھی ہاتھ کے اندر ہے۔ اب اچھی اور بری صحبت گھر کے ٹیبل پر ہے۔ اور بچوں کے کمروں کے اندر ہے۔ تو تنہا ایک بچہ اور کسی بھی ایک صحبت میں ہے۔

تو میں آج یہ نکتہ آپ کی مجلس میں عرض کر رہا ہوں۔ صحبت آپ کے کمروں میں آگئی ہے آپ کے ہاتھوں میں آگئی ہے۔ تو ہم اس دور میں داخل ہو گئے ہیں۔ پہلے صحبت میں بچوں کو بات کر کے تو بچاتے تھے۔ بچے بچ کر کہ وہ کسی صحبت میں نہ بیٹھیں۔ تاکہ وہ کسی برے دوست کے ساتھ بری جگہ میں نہ جائے۔ اب وہ بچہ صرف انگلی ہلاتے ہیں۔ اب صرف وہ صورت آگئی ہے

کہ بٹن دبانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ بس انگلی ہلانے کی دیر ہے اور ساری صحبت اسکرین پر آ جاتی
چلی جاتی ہے۔ جو چاہیں سن لیں۔ جو چاہیں دیکھ لیں۔ جو چاہیں بات کر لیں۔
ٹیکنالوجی نے اس جگہ پہنچا دیا ہے۔ ٹیکنالوجی نے سائنس نے علم میں جتنا ترقی کی
بڑھ گئی ہے۔ زمانہ تک بہت بڑی تبدیلی ہو گئی ہے۔ اب سب سے بڑے اثرات اتنے طاقتور ہو جاتے ہیں تنہائی
اور خلوت۔ پہلے زمانہ تھا کہ بُرے معاشرے سے بچنے کے لیے ایمان کی حفاظت بعض لوگوں کو خلوت
میں جانا پڑتا تھا۔ وہ خلوت نشین ہو جاتا تھا۔ برائی سے بچ سکے۔ اب تو خلوت خود
جلوت بن گئی ہے اور تنہائی خود صحبت ہو گئی ہے۔ بچ کے جائیں تو کہاں جائیں۔ ایسے
حالات میں بھی منہ۔ دین و ایمان کی حفاظت کی ٹیکنالوجی کیا ہو۔ اس کا راز کس شے
میں ہے۔ آسان طریقہ ہے۔ اپنے بڑے جو چلے ہوتے ہیں ان کا ہو۔ در حقیقت ایمان قربانی
میں ہے۔ اور ایمان ہر چلے ہوتے ہیں۔ میں بڑا غور کر کے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہر شخص ایک صحبت
میں ہے۔ یہ بات یاد رکھنا۔ اگر سکول میں ہے تو سکول کی صحبت ہے۔ کالج میں یونیورسٹی کا
تعلیمی ادارہ میں ہے وہ بھی صحبت میں ہے۔ جو کاروبار کر رہا ہے، اسٹیٹ میں، بزنس میں
تو وہ بھی ایک صحبت میں ہے۔ اس کا صبح سے شام تک ایک لین دین ہے۔
ہر طبقے کے لئے جیسے خاص طبقے کا لین دین ہے۔ تو ہر روز جب بارہ چودہ گھنٹے
ان کے اس میں گزرتے ہیں۔ تو خاص قسم کی بولی بولنے لگا۔ کہ مالی نفع کیسے حاصل ہو گا۔
کمانا کیسے ہے۔ اگر ایک آدمی کمانے کے لئے بزنس نہیں کرتا۔ جو بزنس میں ہے وہ
صبح سے شام تک اس کی صحبت ہے۔ پھر اگلی صبح سے شام تک۔ پھر اگلے دن
صبح سے شام تک ۳۶۵ دن۔ پھر سال زندگی کے دن۔ جب تک وہ بزنس میں ہے سارا
دن اسی سوچ میں ہے کہ اس بزنس سے میں کیا کما سکتا ہوں کہ میرا کتنا نفع ہے اور
یہ سوچنا اس کا ناجائز نہیں ہے۔ یہ کسب معاش ہے۔ لیکن میں ایک لطیف بات ہر طبقے کے
لئے سمجھا رہا ہوں۔ جس کا جو کسب ہے۔ اس کا یہ سوچ ہو گا۔ مر نفع آئے ورنہ معاش کی
چلی جائے گی۔ تو جب سوچتے ہیں کہ جب سارا دن اس کا اسی عمل میں گزرا۔ کہ مادی منافع۔
پیسے کا منافع معاش کا نفع کیسے کماؤں تو یہ اس کی سوچ میں یہ بات بیٹھ گئی۔ یہ سوچ

اس کو رات بستر پر بھی دامن گیر ہو جائے گی - کہ اس سوچ میں نقصان آ گیا ہے - اس کو کو ڑ کس
طرح کرتا ہے۔ اس کی ساری سوچ میں معاش غالب آ گیا ہے۔ تو یہ اس کی فکر یہ عملی حالی رات
دن کی صحبت بن گئی - اور اس کی صحبت کا نتیجہ کیا مل رہا ہے کہ وہ مالی منفعت کا ہی سوچ
رہا ہے۔ وہ صرف اس کا جو کاروبار ہے صرف رات دن اس کا سگوار اس کو نہیں سوچنے دے گا -
اس میں آخرت تو کہیں بھی نہیں آتی --- اس میں اللہ کا تعلق تو کہیں بھی نہیں آتا - اور یہ حلال
ہیں - میں یہ بتا رہا ہوں - مگر اس کا جو روزگار کا کمانا ہے - اس کا تقاضا یہ ہے - کہ وہ اس کے
اوپر اور زیادہ سوچے - اور زیادہ فوکس لگائے - تو بہتر یہ ہے کہ اس میں طریقے وضع کرے -
اس کی صحبت بھی آپ کے سامنے آ گئی --- اور چونکہ سوسائٹی اپنے اپنے مسائلات
میں ہے - اس کو بہتر بنانے میں کئی ایسے طریقے اپنائے ہوئے ہیں جن کو ایمان اسلام دین اخلاق اجازت
نہیں دیتا --- مجبور ہاں بن جاتی ہیں ایسی سوسائٹی میں - کہ خاص ذمہ داری ایمان اخلاص
دتقوی کے ساتھ قوم زندہ نہیں رہ سکتا --- (16---16) تو آپ نے دیکھا کہ دربار کی
صحبت کے اثرات کیا ہو گئے - سکول میں گئے اب سکول ایک صحبت ہے - سکول یونیورسٹی کی
بچے بچیوں کی صحبت ہے - اگر آپ اپنے بچوں کو گھر میں برائی نہ دیکھنے دیں - تو سارا دن وہ انہوں
نے بچے بچیوں کے ساتھ جا کے گزارنا ہے۔ جو اپنے گھروں میں - رات دن برائیاں دیکھ کر آئے ہیں - تو
انہوں نے ہر وہ چیز آ کے بچوں سے شیئر کرنی ہے ڈسکس کرنا ہے - پھر یونیورسٹی کا ایک
ماحول ہے - ٹیچرز کے اپنے شوق ہیں - اساتذہ ہیں خواتین ہیں مرد ہیں - ان کا ایک ماحول ہے
ان کے اثرات بچوں پر ہوتے ہیں - لڑکے لڑکیوں کا آپس میں مل بیٹھنا اٹھنا ہے - ان کے اثرات
ہیں - تو فنکشنز ہوتے ہیں - پھر ساری کلچرز کا ماحول تو وہ بھی ایک صحبت ہے ہر وقت کی صحبت
ہے - اور گھر میں اگر ٹیلیویژن آپ دیکھتے ہیں تو وہ کمپیوٹر پر ان کو ساری صحبتیں ان کو مل
جاتی ہیں --- اسی طرح دفاتر ہیں - جو زندگی کا دفتر کی ہے جو لوگ ملازمت رہتے ہیں کر رہے ہیں -
اسی طرح میں نے دو نمونے دیے کہ تو ہر دفتر میں ایک ماحول ہے - ایک صحبت ہے - سرکاری
ملازمت میں ہر شخص صحبت میں ہے اس کا کام خود ایک صحبت ہے - اس کی فائلیں اس
کی ایک صحبت ہیں - (34---17) اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے اس کے افسران اور اس کے جو

Memo No
Date / /

معاشرے کا عکاس ہیں دفتر کے۔ وہ دفتر خود ایک صحبت ہے۔ اس کا افسر بھی ایک صحبت ہے۔
اس کے ماتحت بھی صحبت ہیں۔ اس کا ماحول بھی ایک صحبت ہے۔ ہر شخص ایک صحبت میں ہے۔
مذہبی طبقات میں بھی ہر شخص ایک صحبت میں ہے۔ اُن کا مخصوص ایک ماحول ہے۔ ان کی اپنی محدود سی
زندگی ہیں۔ اُن کی کفالت نہیں ہو پاتی وہ پوری نہیں ہو پاتی۔ تنخواہیں نہیں اتنی زیادہ کہ جو
کو پورا کرنے کے قابل بھی نہیں۔ علاوہ اُن ضروریات کو پورا کرنے کے لئے۔ باقی دیگر ذرائع ہیں جن کو پورا
کرنے کے لئے سوچتے ہیں۔ حالات خود بدلنے کی کوشش نہیں کو بدلتے رہتے ہیں۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی
بدلتے رہتے ہیں۔ زندہ تو رہنا ہے انسان نے۔ تو اس کے اردگرد ماحول میں بچے میں بڑھ رہے ہیں۔
ان کی ضروریات پوری ہو رہی ہیں تو اس کا کے بھی بچے ہیں۔ وہ بھی ایک انسان ہے۔ ایک صاحب نے
مجھے انٹرویو میں کہا۔ کہ علماء کرام کا جو زوال ہے۔ وہ دینی طبقے کا جو زوال ہے۔ اب آپ اس پہ کیا کہتے
ہیں۔ تو اُن کے کردار سے مطمئن ہیں۔ مذہبی طبقہ اس میں مشائخ و پیران کرام۔ علماء خطباء سارے
آجاتے ہیں۔ تو میں نے اُن کو جواب دیا۔ کہ میں نے پانچ سوال کرتا ہوں۔ وہ پانچ سوال اس کا
جواب ہیں۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ (۱) ملک میں جو لیڈر ہیں کیا آپ ان کے کردار
سے مطمئن ہیں۔ اس نے جواب دیا نہیں (۲) میں نے کہا ملک کے جو نمائندگان ہیں سیاسی
منسٹر اُن کے کردار سے آپ مطمئن ہیں۔ اس نے کہا نہیں (۳) میں نے کہا اس ملک میں جو عدالت
میں اُن کے کردار سے مطمئن ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ (۴) میں نے کہا اس ملک میں جو تاجر
طبقہ ہے۔ ان کا جو رول ہے اس سے مطمئن ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ (۵) میں نے کہا آپ صحافی ہیں۔
ایمانداری سے کہیے کہ جو صحافت میں صحافیوں کا جو رول ہونا چاہیے جو ہے۔ کیا ان کے رول سے
مطمئن ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا اگر سارے طبقات سے تنہا چلا جاؤں۔ تو آپ کسی کے رول
سے مطمئن نہیں ہیں۔ تو جب ہر ایک طبقے کے رول سے مطمئن نہیں ہیں۔ تو اُن میں مذہبی
طبقے کو بھی شامل کر لو۔ تو اس کا الگ سے کون سا قصور ہو گیا۔

اس نے کہا کہ ان کا کام تو راہنمائی فراہم کرنا ہے۔ اس لئے پوچھا ہے۔ میں نے کہا بجا ہے کہ
ان کا کام راہنمائی فراہم کرنا ہے۔ وہ اپنے فریضے کی ادائیگی سے کما حقہ قاصر ہو رہے ہیں۔ الا ماشاء
اللہ۔ تو لیڈر کا کام کیا ہے۔ تو قوم کو راہنمائی دینا۔ وہ راہنمائی فراہم نہیں ہو رہی۔ اساتذہ کا۔

M T W T F S S — Memo No ____ Date / /

میڈیا کا الیکٹرانک کا۔ ان کا کیا کام ہے۔ ان کا کام بھی تو انسانی ذہن کو مسخر کرنا ہی ہے۔ تو پھر اس کی
بات سمجھ میں آگئی۔ میں نے کہا یہ ایک کلی زوال ہے۔ پوری امت پر پورے کے پورے معاشرے پر۔
جب کلی زوال آتا ہے تو کوئی ایک طبقہ بھی اس کے اثرات سے مستثنیٰ نہیں ہوتا۔ اور منفیات
ہر ایک پہ وقت آتا ہے۔ یہ ایک تاریخی پروسس ہے زوال کا۔ وہ اپنے اثرات ہر طبقے پہ ڈالتا
ہے۔ تو آپ اس زوال کے دور میں کسی ایک طبقے سے بھی کوئی منفرد توقع نہیں رکھ
سکتے۔ ساروں کو کلی زوال کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ اور کلی زوال کے تناظر میں جائزہ لے کر پھر جو
رعایت کسی دوسرے کو دیتے ہیں۔ تو وہی رعایت اس کو بھی دیتے ہیں۔ اور اجتماعی طور پر اس زوال کے خاتمے
اور اس سے نکلنے کا ایک اجتماعی طریقہ سوچتے ہیں۔ پھر اس کو جواب زندگی میں کبھی نہیں ملا
تھا۔ وہ مطمئن ہو گیا۔

ہر شخص ایک صحبت میں ہے۔ اس کا ماحول اس کی صحبت ہے۔ اس کا کاروبار
اس کی صحبت ہے۔ اس کا پیشہ اس کی صحبت ہے۔ اس کی زندگی کی ضروریات بھی اس
کی صحبت ہیں۔ میل ملاپ بھی صحبت ہے۔ یہ وقت آگیا ہے۔ تو صحبت
= (۲۶—۲۶)

جتنی بھی اشکال ہیں صحبت بد کی۔ تو ان سب کا ازالہ صحبت نیک کے ذریعے
ہوگا۔ صحبت کا توڑ صحبت کے ذریعے ہی ہوگا۔ میں نے بہت سوچا ہے۔ اس کے علاوہ
میں نے قرآن و حدیث میں، آقا علیہ السلام کی سیرت طیبہ میں، اور اولیائے کرام کی تعلیمات میں،
ہسٹری کے اثرات میں، معاشرتی معاملات میں، ہر ہر علم کی ہر ہر جہت کی میں نے
غور کر کے نچوڑ نکالا ہے کہ صحبت کا ازالہ صحبت سے ہی ہوگا۔ اس کا اور کوئی توڑ نہیں
ہے۔ اور یہ وہ قاعدہ ہے کہ ہم تو سوچ کے تمام انسانی عقل و شعور کی جہتیں۔
اور مطالعہ اور مشاہدہ۔ تجربہ بروئے کار لا کر ایک نتیجے پہ پہنچا ہے

تو اللہ تعالیٰ نے وہ بات پہلے سبق میں ہی بتا دی ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم کہہ کر بات ختم نہیں
(سیدھی راہ دکھا)۔ تو اس کا راز بتا دیا۔ صراط الذین انعمت علیھم۔ اگر سیدھی راہ پہ رہنا ہے تو میرے انعام
یافتہ بندوں کی صحبت رکھو۔ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ اور جن پہ اللہ کا غضب ہوا اور گمراہ ہوئے

KHURRAM PAPER PRODUCTS

ان کی صحبت سے بچو۔ اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ نیک صحبت میں آجاؤ اور بری
صحبت سے بچو۔ اب اس میں جو لطیف چھپا ہوا اشارہ ہے وہ یہ بھی ہے کہ اگر نیک
صحبت میں رہیں اور بری صحبت سے بچیں تو یہ بھی ایک معراج ہے۔ اور دوسرا معراج یہ ہے
کہ بری صحبت سے بچنے کا ذکر پہلے نہیں کیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ مغضوب یافتہ اور گمراہ
ہو جانے والوں کی صحبت سے بچو۔ اور انعام یافتہ بندوں کی صحبت میں رہو۔ بلکہ نیک لوگوں ناں کی
کی گئی۔ اس لئے کہ وہ خالق ہے وہ جانتا ہے۔ کہ ایک زمانہ وہ بھی آجائے گا۔ کہ جس صحبت
سے بچانا ہے کہ وہ صحبت چھوٹ جائے گی بندے کو۔ تو بندہ دیکھے گا بھی نہیں جائے گا۔
اس لئے اس کو بعد میں کیا کہ اس کو علم ہے کہ ایک زمانہ وہ آجائے گا کہ چاہیں گے بھی تو کھانا
بھی ہے پڑھنا بھی ہے۔ دنیا میں چلنا بھی ہے۔ واسطہ بھی رکھتے ہیں۔ ~~اتنی~~ اشتہار کی صحبت
بھی ہے۔ ایک سادی کا آجائے تو اس سادی کا جو سکار ہو جاتا ہے۔ ہم اخلاق برباد کرتے
کے لئے جس کا کافی ہوتا ہے؟ یعنی ہر رشتہ داروں کو نبھانا بھی ہے۔ اور آپ بچ بھی نہیں سکتے
اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ ایک وقت وہ بھی آئے گا۔ کہ وہ جو صحبت بد کے اثرات ہیں۔ کہ انسان
چاہے گا تو بچ بھی نہیں سکے گا۔ اس کے لئے ناگزیر اور سخت ہو جائیگا۔ اب کاروبار تو کرنا
ہے۔ کاروبار کے اپنے تقاضے ہیں وہ تقاضے خود صحبت میں تو انسان کیا کرے۔ تو اللہ
تبارک و تعالیٰ نے دوسرا راز جو اس کے اندر مخفی دیا۔ نگاہ جس کو ہو اس کو نظر آجائے گا۔
کہ وقت آ جائے جب ناگزیر ہو جائے گی۔ صحبت بد تو بندہ اس کے اثرات سے بچ
بھی نہ سکے۔ تو اس کا علاج بھی اسی میں ہے کہ اس سے تو بچ سکا لیکن پہلے صحبت
نیک کو اختیار کرے۔ صحبت صالح کو اختیار کرے اگر صحبت صالح کو اختیار کرنا
تو باہر مجبوری کا باقی اس کا اس ناں کی زندگی کسی بھی قسم کی۔ ایسی صحبت میں کتنی
دیر ہو جس کے اثرات بہر اس پر پڑیں۔ تو اگر جتنی طاقتور صحبت ہو گی۔ وہ اس کو
خود بخود ڈیلیٹ کرتی رہے گی۔ اور اس کے اثرات کو بھگاتی رہے گی۔
اگر آپ ایک پلڑے میں جانا چاہتے ہیں۔ دوسرے سے بچنا چاہتے ہیں تو پھر جو ایک
پلڑے میں جانا چاہتے ہیں۔ تو اس ایک پلڑے کو دوسرے سے زیادہ طاقتور ہونا چاہیے

بڑی معمولی سی بات ہے لیکن بڑی گہری بات ہے۔ یہ علمی بات ہے کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں تو ہم
دونوں کی طاقت برابر ہے۔ تو کیا معلوم کون گرا لے۔ تو آپ چاہتے ہیں کہ فلاں ہار جائے۔
تو پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ اس کے پاس کیا ہنر زیادہ ہے طاقت زیادہ ہے۔ تو جس کا ہنر طاقت
زیادہ ہوگا وہ جیتے گا۔ تو یہ سیدھی بات ہے۔ اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ بری صحبت
سے زندگی بچ جائے۔ ایمان بچ جائے۔ تو نیک صحبت جس سے ایمان کی حفاظت
ہوتی ہے۔ اس کے ہتھکنڈوں سے بچ جائے۔ اس کے پاس سو شیلڈ۔ سو ہتھیار
اور آپ ایک ایسی صحبت اختیار کر لیں کہ جس کے دفاع کی سہولت ہے
۔ مگر ہتھیار ایک ہی ہے۔ تو وہ ایک ہتھیار کے ذریعے۔ وہ صحبت بد کا ایک ہتھیار کا
حملہ تو روک سکے گا۔ بقایا 99 کا کیا بنے گا۔ اس کے پاس گھر میں کافی سارے گھر ہیں۔
ادھر آپ کی صحبت کے پاس ایک گھر ہے۔ دو گھر میں۔ تین گھر میں جو بچا سکتے ہیں۔
پھر اگر ان کے سب کو حملہ آور ہو ایک بچ گئے تو اگر اس نے دوسرا حملہ کر دیا استعمال کر لیا تو
کیا بچا سکیں گے۔ لہذا جتنی جامع ہمہ گیر اثرات والی صحبت بد ہے۔ جس میں ہم گھر گئے
ہیں دنیا میں۔ اسی طرح جامع ہمہ گیر اثرات رکھنے والی نیک صحبت بھی ہونی چاہئے
تاکہ اگر اس کا اثر۔ آگے ہو رہا ہو صحبت بد کا۔ اگر اس صحبت بد کا اثر آپ کے
دل پر ہو جائے۔ جذبات پر۔ تو اس کا بھی بچاؤ کا سامان اگر ادھر کچھ ہونا چاہئے
۔۔۔ اگر اس کے اثرات آپ کے عمل پر ہو جائیں تو۔ دوسری طرف سے
بھی بچاؤ کا سامان ہونا چاہئے۔ اور دفاع کا سامان ہونا چاہئے۔
اگر روحانی اثرات ہو رہے ہیں تو روحانی سامان ہونا چاہئے۔ تو یہ سارا سامان
سامان صحبت صالح کے پاس ہونا چاہئے۔ صحبت بد جس جس طریقے سے
بھی حملہ آور ہو اس قسم کا ہتھیار صحبت نیک کے پاس ہونا چاہئے کہ جس کو آپ ادھر
سے کھینچ۔ جو زمانہ گزرا ہے ٹینک کے ساتھ لڑائی کا تھا۔ تو ٹینک کے بس کو جواب
ہیں جاتا تھا۔ تو آپ صرف ٹینک کے پیچھے رہے ہوں تو اس سے دفاع ٹینک
کی زمینی لڑائی۔ کا ہو رہا ہے تو دشمن بڑے ایئر فورس کا طاقتور ہو گئے تو حملہ وہ

KHURRAM PAPER PRODUCTS

فضائی کر رہا ہو۔ تو آپ کے پاس دفاع کا سامان صرف بندوقوں کا اور ٹینکوں کا رہ جائے۔
تو فضائی حملے کا جواب تو نہیں ہو گا۔ اسے زیادہ اگر فضائی حملہ ہو تو تمہارے پاس فضائی
حملے کا سامان ہو۔ اگر بحری حملہ ہو تو بحری سامان ہونا چاہیے۔ بری حملہ ہو تو بری
طریقوں سے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح لیس ہے دشمن یعنی شر اور شیطان۔ اتنا لیس ہے
بُرے اعمال سے۔ اسی طرح آپ کی صحبت خیر میں اسی طرح لیس ہو ہر قسم کے سامان
کے ساتھ۔ تو پھر دفاع بھی ہو گا۔ اور اس کے اثرات بھی زائل ہو جائیں گے۔ تو میں یہ پیغام
دینا چاہتا ہوں۔ کہ آپ آج کے دور اور آنے والے دور میں میری دانست میں کوئی گھرانہ
اور کوئی فرد اگر اکیلا رہے گا۔ تو وہ اپنے یا اپنی اگلی نسلوں کے ایمان کی دین کی
اس تیز رفتاری سے برائی کے بڑھتے ہوئے ماحول میں۔ اگلی نسلوں کے ایمان کی بھی حفاظت
کوئی نہیں کر سکے گا۔ اگر کوئی یہ کہے گا کہ میں اکیلا رہوں گا۔ کسی کے ساتھ نہ ہوں گا۔
اور اگلی نسلوں کے ایمان کی حفاظت ہو۔ تو حملہ بڑا اجتماعی ہے۔ تو اجتماعی حملے میں ایک فرد
اکیلا رہ کر دفاع کیسے کر سکتا ہے۔ ایک بندہ تو ایک بندے سے ہی لڑ سکتا ہے
حملہ سو بندے کر دیں۔ اور وہ تنہا اس کے پاس اپنی فوج نہ ہو۔ دو سو افراد کی یا سو افراد
کی۔ تو وہ تو لڑ بھی نہیں سکتا۔ حملہ ہو رہا ہے سو افراد سو جتھوں سے تو اکیلا
رہ کر سو دشمنوں سے اکیلا بندہ کیسے مقابلہ کر سکتا ہے۔ وہ ایک بندہ کیا لڑے گا۔
لہٰذا اگر اجتماعی حملہ ہے تو اجتماعی نسبت اور اجتماعی نظم ہی آپ کے ایمان کو اگلی
نسلوں میں بچائے گا۔ فرد اکیلا رہ کر نہیں بچا سکے گا۔ لہٰذا لازم ہے کہ وہ کسی ایسی
تعلق کو کسی ایسے حلقے کے ساتھ جوڑ جائے۔ کسی ایسے پلیٹ فارم کے ساتھ جڑ جائے۔
اپنے آپ کو مربوط کرے۔ وہ ربط پیدا کر لینا صرف مربوط ہونا نہیں ہے۔
مضبوط ہونا ہے۔ آپ جب اس دور میں کسی کے ساتھ مربوط ہو جائیں گے۔ تو سمجھیں
صرف مربوط ہو گئے ہیں نہیں مضبوط ہو گئے ہیں۔ اس ربط کو کسی جگہ پیدا کریں کہ جو
ربط آپ کو سب راستے سامان دے سکیں۔ اور اگلی نسلوں کے ایمان کی حفاظت کر سکیں
میں یہی دعوت دوں گا۔ کہ سب کو بچانے والا ادارہ منہاج القرآن ہے۔ اگر کوئی پیچھے سوچ رہا ہے

M T W T F S S
Memo No
Date / /

مرتے دم تک لوگوں کو میں سودا اس طرح کے لوگوں کو کبھی نہیں بیچیا ۔ یہ لوگ ان پر مصیبتوں کا سبب ہوں
کہ یہ فیصلہ لوگ خود کریں ۔ یہ سب سے بہتر جگہ ہے مربوط اور مضبوط ایمان کے لیے نسلوں کے لیے وہاں
منسلک ہو کر ۔ بہتر ہے کہ رہیں ضرور سے بہار رہا کر ۔ تعلق سے برقرار رہا ۔ بہترین کام
کر سکیں یہاں ۔ آپ خود اپنی نگاہ کے ساتھ دیکھیں ۔ تو لیں میں نے فارمولا آپ کو دے دیا
ہے ۔ ایک آپ کو نکتہ سمجھا دیا ہے کہ آپ دیکھیں نا ہیں ۔ تو لیں ۔ سمجھیں ۔ قریب سے
دیکھیں کتنے سامان کی اگلی نسلوں کو کتنے سامان کی ضرورت ہے ہوگی ۔ کیا سب سامان کے
میسر ہے ۔ کیا سب کا سامان موجود ہے حفاظت کے لیے ۔ میں نے آپ کو
اندرونی اور بیرونی حملوں کے بارے میں بتا دیا ہے (۱۵-۳۷) ۔

دیکھیں کہ وہاں ان سب حملوں سے بچنے کے لیے سامان ہے تو آپ وہاں مزید کسی تنظیم میں منسلک مزید
ہو جائیں ۔ جب منسلک ہو گئے تو پھر وہاں سے سامان لے آئیں ۔ محض ایک رسمی تعلق نہیں بچاتا آپ کو
کے نقصان کو ۔ ایک بنس کی بچاتا ہے اگلی نسلیں بدلتی ہو جاتی ہیں ۔ وہ سامان مطالعہ ہے کتب ہیں خطابات
ہیں ۔ نصیحتیں ہیں ہر وقت لے آئیں ۔ اور بچوں کو پڑھائیں گھر والوں کو سنائیں ۔ گھر میں ماحول بنائیں ۔ جیسے سسٹم
ایک پورے محلے کا ایک ماحول بنائیں ۔ محض منسلک ہونا اگلی نسلوں کو نہیں بچائے گا ۔ آپ کے دیکھتے ہی دیکھتے
گشتی ہی نسلیں اگلی راہ سے ہٹ گئیں ۔ وہ اصل منسلک ہونا ہے جو آپ کو صحبت کے لیے تیار کرے ۔
جسمانی طور پر ملیں نہ ملیں ۔ ملاقات ہوا ہو ۔ کئی سال اللہ کا ہو جائے ملاقات ۔ مگر ملاقات نہ
ہونے کے باوجود بھی آپ ہر وقت صحبت میں رہیے ۔ جو کہ صحبت کے ذرائع ہیں آپ تک صحبت کے
اثرات کو ختم کرتا ہے ۔ وہ سامان لے آئیں وہ اسلحہ آپ کو ملتا رہے پیاس بجھتی رہے ۔
تسکین ہوتی رہے ۔ حفاظت ہوتی رہے ۔ تو ایسی جگہ کا چناؤ کریں جہاں سے یہ سامان دستیاب ہو
اور آپ کے بعد آپ کے خاندان کو بھیج دیا ۔ جو عورت اتنی فکر رکھتا ہے کہ میرا اور میری اگلی
نسلوں کا ایمان بچ جائے ۔ ہم تو نوکر بن کر رہتے ہیں اللہ اور اللہ کے رسول کا ۔ انہوں نے قبول کر لیا تو بھی
اچھی ہو جائے گی ۔ اور اگر ساری عمر کی نوکری کر لی ۔ اور آخر یہ فیصلہ ہوا کہ قبول نہیں ہوئی رد کر دیا تو پھر کیا
ہمارا اچھا ہوا ہمارا

؎ جب بغداد پر حملہ ہوا تھا تاتاریوں کا ۔ ہلاکو خان اور چنگیز خان ۔ اور اسلام کا نکاس نسل کا

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S

Memo No ______
Date / /

دور السبب آ گیا۔ مسمار ہو گئی ساری ثقافت۔ اور لوگوں کی پہلگاں بلفظ غالب آ گئے۔ اس زمانے میں تاتاریوں کی اولاد میں پھر آ گئے دیکھو اس سے لاتک نکلے بعد دیگرے۔ حکمران ہوں تو قبضہ ان کے پاس رہا۔ ایک معمولی سا کوئی درویش وہ جنگل جہاں سے سفر رہا وہ آتا ہے - کہ سرکار طرف سیدنا غوث الاعظم کے فیوضات سے مالا مال تھا - ہمہ حضرت اللہ درویش اپنا اللہ اللہ کرتا ہوا، وہ جنگل سے گزر رہا تھا - (۱۲۱ — ۴۱)

تو تاتاریوں کا ایک بادشاہ یا وزیر۔ اس کا نام تھا عمگانی - تو وہ شکار کر رہا تھا۔ اب چونکہ انہوں نے حملہ کیا تھا اسلام پر تو انہیں کچھ چڑ تھی مسلمانوں کے نام سے بھی - صوفیا سے اللہ والوں سے بھی - امامت سے نماز سے بھی چڑ تھی - اس نے دیکھا کہ ایک درویش آ رہا ہے صوفی آ رہا تھا۔ اس نے سمجھا یہ کوئی صوفی آ رہا ہے یہ مسلمانوں کا رہبر ہے۔ اس کے دل میں آیا کہ میں اس کو زدوکوب کروں اس کو کوڑے ماروں سزا دوں اپنے اندر کا جو بغض تھا۔ اس کی تسکین ہو۔ اس کو حاکموں سے وہ اس کے پاس چلا گیا۔ اس کو روک لیا - اور پوچھا اس سے - اس کے پاس شکاری کتے بھی تھے - اس سے پوچھا کہ بتا تو تمہاری داڑھی اچھی ہے یا میرے کتے کی دم -

اس کو خیال تھا کہ یہ اس کے نبی کی سنت؟ ہے وہ جوش میں آ کے مجھے گالی دے گا - یہ غیض و غضب میں آئے گا - اور میں اس کے رد عمل میں کوڑے نکال کے اس کو مار دوں گا۔ وہ درویش تھا اللہ والا تھا - اس نے جواب میں کہا سوال سن لیا - اس نے کہا ہاں - یہ جن کی خاطر یہ رکھی ہے - اگلے تو جہاں مرنے کے بعد اس کو قبول کر لیا - تو پھر یہ داڑھی اچھی ہے - اور اگر قبول نہ کیا - تو پھر تمہارے کتے کی دم اچھی ہے - تو اس نے یہ جملہ سنا - تو اس کے دل کی کایا پلٹ گئی - تو اس نے اپنے لوگوں کو بھیج دیا - اس کو اپنے گھر لے گیا گھر کے اندر قبول اسلام کر لیا - کچھ دن اپنے پاس رکھا - تربیت لی - زانوئے تلمذ کیے - اور کہا آپ چلے جائیں - کچھ عرصہ جب موقع دیں - میں ماحول کے لئے کچھ کرتا ہوں - کچھ عرصہ اپنے حلقے کے رازداروں میں کام کیا - اور آہستہ آہستہ وہ قبول اسلام کرتے گئے - جب دیکھا کہ قبیلے اور منصب لوگ ہمارے ساتھ ہو گئے ہیں - تو اس نے قبول اسلام کا اعلان کیا - اور وہاں سے اس نے اپنا نام عثمان رکھا - اور جس کو عثمانی ترک کہتے ہیں - دیکھا اس سال کے بعد پھر دوبارہ ان چنگیزیوں کی اولاد سے پھر اسلام کی شمع دوبارہ پھر روشن ہو گئی - اور جس کو علامہ اقبال نے

314

M T W T F S S

Memo No
Date / /

کیا تماشہ ہوا میرے پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے ۔ وہ لوگ پاسباں ملے
تھے صنم خانے سے۔ تو اس لئے ہماری صورت تو پاس ہے ہمارا کوئی معمولی پاسبان سا ہے
کام کہاں۔ یہ میرا درد دل ہے آقا علیہ السلام کی امت کیلئے۔ اور امت کی نسلوں کے
لئے میرا درد دل ہے۔ یہ سب تک پہنچا دیں۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ میرے نیاز مندوں کو سلام کے
ساتھ پہنچا دیں۔

اگر اس کو یہ فکر ہے۔ کہ ایمان ان کا ان کی آگے نسلوں کا۔ آگے بچ جائے۔ میں بتاتا ہوں کہ
آنے والے حالات میں تنہا یا کوئی فرد یا گھر اپنی نسلوں کا ایمان نہ بچا سکے گا۔ ایمان اجتماعی
بڑی محبت کے حلقے میں۔ ایمان اجتماعیت سے ہی بچے گا۔ اور کسی نہ کسی نظم سے
منسلک ہوئے بغیر۔ جہاں سے اس کو نظم ملے۔ تربیت ملے۔ اس کو سامان ملے۔ آقا علیہ السلام
کے فیض کی خیرات ملے۔ ایمان کی حفاظت کا اہتمام ملے۔ نہ کوئی سی جگہ اس کا فیصلہ وہ خود
کرلے۔ جس جگہ کو بہتر سمجھے وہاں منسلک ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آقا علیہ السلام کے
نعلین پاک کا صدقہ استقامت نصیب فرمائے۔

QARI ...
Naqashbandi Chishti ... Suharverdi
... APR 2019

فقیر

۱۴ — ۰۷ — ۱۴۴۰
۲۲ — ۳ — ۲۰۱۹
۶ — ۰۷ — ۴۳ PM

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S

Memo No
Date ۲۳ / ۰۴ / ۲۰۱۸

(صلی اللہ علیہ وسلم)
من انا میں کون ہوں

(سیالکوٹ)، ربنا وابعث فیہم رسولا منہم ... اللہ رب العزت
کا شکر ہے کہ ہم آج حضور علیہ السلام کے میلاد کے سلسلے میں شریک ہیں۔ اللہ
تعالیٰ اس محفل کو حضور علیہ السلام کی مقبولیت پر ... اور قیامت کے دن حضور علیہ السلام کی لواء
الحمد اور لواء الشفاعۃ کے نیچے سب ... آج کی اس نشست کا عنوان ان کو نفس
میں ... نشستیں لگی ... حضور علیہ السلام نے ایک روز منبر پر جلوہ افروز
ہو کر صحابہ کرام سے فرمایا۔ من انا۔ بتاؤ میں کون ہوں۔ تو آج کی اس گفتگو کا مجموع
میں ... گزارشات کا موضوع یہ ہے من انا — زبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ میں کون
ہوں — آقا علیہ السلام کا ہی سوال ہے کہ میں کون ہوں۔ اور آقا علیہ السلام سے ہی جواب ہے
کہ آپ فرمائیں کہ آپ کون ہیں۔ اور آج کا سارا موضوع حدیث نبوی کا ہی مبنی ہے
— قرآن مجید سے اجتہاد ہوگا ان شاء اللہ قرآن مجید سے استدلال ہوگا۔ قرآن مجید
سے بعض ضرور ہیں گے۔ اولاً بھی اور آخراً بھی۔ مگر مضمون کا بیشتر حصہ۔ احادیث نبویہ
پر مشتمل ہوگا — آقا علیہ السلام کا ہی سوال ہوگا من انا۔ میں کون ہوں۔ اور آقا علیہ السلام
کا ہی جواب ہوگا کہ میں یہ ہوں — چونکہ آپ نے عنوان رکھا ہے ... بزبان
مصطفیٰ — قرآن مجید کی ایک آیت کا حصہ تلاوت کیا ہے سورۃ بقرہ میں —
اور اس آیت کریمہ کا ... اس ... کیا ہے کہ ... گفتگو میں ... گے
حدیث پاک کے اندر اس آیت کا ایک مقام میں ذکر آتا ہے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام۔ جب کعبۃ اللہ تعمیر
کر چکے۔ میں صرف آیت کریمہ کا پس منظر بتا رہا ہوں۔ اس آیت کریمہ کا ترجمہ کیا ہے ...
کیا ہے۔ اس کا سیاق و سباق کیا ہے۔ اس کی تفسیر کیا ہے۔ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام
سیدنا اسماعیل کی معاونت سے کعبۃ اللہ کی تعمیر کر چکے تو تعمیر کر لینے کے بعد۔ انہوں نے اللہ
رب العزت سے۔ اپنی مزدوری مانگی — قرآن مجید میں آتا ہے واذ یرفع القواعد
— ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ مولا کی بارگاہ میں ہم نے مزدوری کی ہے تیرا گھر بنایا ہے ...
... ہم سے قبول فرما لے۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک — اور اس مزدوری کے باعث ہم اپنی بارگاہ

ہمیشہ سر جھکائے رکھنے والا بنا کے رکھ ۔ تیری بندگی میں یعنی میں سر جھکائے رکھیں ۔ ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک ۔
اور ہماری اولاد میں ۔ مسلمۃ پیدا کرنا ۔ ہماری اولاد میں امت مسلمہ پیدا کرنا ۔ امت مسلمہ
پیدا کرنا ۔ امت مسلمہ ہماری اولاد میں آ گئے ۔ فرمایا آپ ابراہیم پر مہربان ہو جائے گا ۔ اس گھر کی مزدوری
کوئی مانگنا چاہتے ہو ۔ تو مانگ لو ۔ تو آپ نے ہاتھ اٹھائے ۔ اور اللہ سے مزدوری مانگی ۔ فرمایا
وابعث فیہم رسولا منہم (۱) ۔ الحکیم ۔ باری تعالی وہ جو ہماری امت میں امت جو امت
مسلمہ بنائے گا ۔ مزدوری تجھ سے مانگتے ہیں اس گھر کی ۔ فیہم کا حوالہ ۲ ۔ باری تعالی ۔ اس
گھر کے اگر بنانے کی مزدوری دینا ہے تو پھر دے کہ مجھے مصطفی کا دادا بنا دے ۔ بس یہ مزدوری ہے
ہماری نسل سے جو امت مسلمہ آئے ۔ اس میری ذریت میں نبی آخر الزمان محمد مصطفی
کو پیدا کر دے ۔ میری اولاد میں مصطفی کو پیدا کر دے ۔ میں تیرے آخری نبی اور محبوب نبی محمد مصطفی
صلی اللہ علیہ وسلم کا دادا بن جاؤں ۔ بس یہ مزدوری ہے تاکہ قیامت کے دن ہر کسی کو کسی
بلایا جائے گا ۔ جب میری باری آئے تو میں جد مصطفی کے طور پر بلایا جاؤں ۔ اور جب بھی تیرے
محبوب نبی جب بھی زبان سے میرا نام لیں تو کہیں میرے دادا ابراہیم کی بات یہ ہے ۔ بس مجھے محمد مصطفی
کا دادا بنا دے ۔ یہ مزدوری مانگی تھی ۔ (۳ ۴ ۔ ۱۵) ۔ جب یہ دعا کی ۔ تو وہ اسی پتھر پر کھڑے
تھے ۔ جس پتھر پر کھڑے ہو کر آپ نے کعبہ کو تعمیر کیا تھا ۔ اور جوں جوں کعبے کی دیواریں بلند ہو رہی تھیں ۔ اور
وہ پتھر اونچا ہوتا چلا جاتا تھا ۔ تعمیر کعبہ کر لینے کے بعد اسی پتھر پر کھڑے ہو کر آپ نے اپنی ذریت میں
ولادت مصطفی کی دعا مانگی ۔ آقا علیہ السلام کی ولادت کی دعا مانگی ۔ میرا نبی ولادت کو ہی میلاد
کہتے ہیں ۔ اس مغالطے کو سمجھ لیں، نہ آنے دیں ۔ میلاد کوئی اور خاص لفظ ہے ۔ ولادت کوئی
اور لفظ ہے ۔ یہ سب عربی زبان کے الفاظ ہیں سب کا ایک ہی معنی ہے ۔ میلاد بھی کہتے ہیں مولد
بھی کہتے ہیں ۔ ولادت بھی کہتے ہیں ۔ میلاد نبی کہتے ہیں ۔ یہ سارے ولد سے ہیں ۔ اسی سے ولد
بنتا ہے ۔ اسی سے مولد ۔ اسی سے والد ۔ اسی سے مولود ۔ اسی سے میلاد ۔ یہ سارے
الفاظ ایک ہی مادہ سے ہیں ۔ اور ولادت اور میلاد ایک ہی لفظ ہے ۔ بعض ذہنوں میں
خیال آتا ہے کہ میلاد النبی کا لفظ شاید ماہ ربیع الاول کے لیے پاکستان اور ہندوستان میں وضع کر لیا
گیا ہے ۔ اور شاید یہ لفظ پہلے عرب میں یا حدیث نبوی میں یا صحابہ کرام کی زبان میں ۔ شاید میلاد النبی

KHURRAM PAPER PRODUCTS

کا لفظ نہیں تھا۔ بتانا یہ چاہتا ہوں کہ میلاد کا لفظ پاکستان اور ہندوستان کی زبان کا وضع
کردہ نہیں ہے۔ یہ صحابہ کرام کی زبان سے حدیثِ نبوی کا لفظ ہے۔ صحاح ستہ کی کتاب کو
جامع ترمذی۔ اسی ترمذی شریف کی کتاب، کتاب المناقب میں دوسرا باب ہے۔ جو امام
ترمذی نے قائم کیا ہے جامع ترمذی میں۔ باب ما جاء فی میلاد النبی ﷺ۔ قائم کیا ہے عنوان
قائم کیا ہے۔ اور اس باب میں جو حدیث بیان کی ہے، وہ یہ کہ جو میلاد کا لفظ ہے۔ یہ صحابہ کرام کی زبان
کا لفظ ہے۔ یہ صحابہ کرام استعمال کرتے تھے۔ حضور کی ولادت ﷺ۔ تو امام ترمذی نے جو حدیث
بیان کی۔ اس کو روایت کرنے والے حضرت سیدنا عثمان غنی ؓ ہیں۔ اس حدیث کا جو مضمون ہے، وہ
منقول ہے سیدنا عثمان غنی ؓ سے۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک بار صحابی سے پوچھا۔ کہ عمر میں آپ
بڑے ہیں یا رسول اللہ بڑے ہیں۔ یہ سوال کیا۔ اس پر اس صحابی نے جو جواب دیا سیدنا عثمان غنی کو۔
اب اس صحابی کا کیا ادب و عقیدے کا عالم دیکھیں۔ اور پھر اس کو سیدنا عثمان غنی نے آگے بیان
کیا۔ جو امام ترمذی کی روایت میں آیا۔ یہ سیدنا عثمان غنی کا عقیدہ و ادب دیکھیں تو یہ بات ان کو کتنی بھا
گئی۔ فرماتے ہیں میں نے پوچھا بڑا کون ہے؟ اس نے جواب دیا۔ اکبر منی رسول اللہ۔ بڑے تو مجھ سے رسول
پاک ﷺ ہی ہیں۔ و انا اقدم منہ میلادا۔ میں پیدا ان سے پہلے ہو گیا تھا۔ صحابہ کرام کی اس نسل ادب
کو دیکھیں۔ کہ تاجدار کائنات کی بارگاہ میں ان کے ادب کا پہلو۔ ان کے حسن عقیدے کا پہلو۔ حسن محبت
کا پہلو۔ ان کے حسن ادب کا پہلو ایک باریک سی بات ہے۔ عمر کے سالوں کے بڑا ہونے کو بھی
آقا دو جہاں کے مقابلے میں اپنی طرف بھی منسوب کرنا بھی بے ادبی سمجھا ہے۔ اور کہا ہے اکبر منی رسول اللہ
بڑے تو مصطفیٰ ہی ہیں۔ تو میرا معاملہ صرف اتنا ہے۔ کہ میری پیدائش پہلے ہو گئی تھی۔ بڑے تو
وہی ہیں۔ آپ سمجھیں بات کو۔ یہ صحابی کی بات ہے۔ اب میں آپ کو بتاتا ہوں۔ کہ اگلوں کے
عقیدے کیا تھے۔ ملک جی بتانے والے نے گوارہ نہیں کیا۔ کہ بھی عمر میں میں بڑا ہوں۔ کہا کہ بڑے حضور
ہیں۔ میں تو پیدا پہلے ہو گیا تھا یہ تو ایک صحابی میں ... عثمان غنی کا عقیدہ و مشرب دیکھیے۔
بات اتنی پسند آ گئی کہ دنیا کو بتاتے پھرتے ہیں۔ کہ میں نے اس سے پوچھا تو اس نے کیسے جواب دیا
قربان جاؤں حضرت عثمان غنی پر۔ اور عثمان غنی کا حسن ادب آگے کیوں نہ بیان کریں۔ کیونکہ ان کے
اپنے حسن ادب کا عالم یہ ہے۔ یہ وہی عثمان ہیں۔ کہ جو چھ 6 ہجری میں جب پندرہ سو

3/8

M T W T F S S

Memo No

Date / /

صحابہ کرام صلح حدیبیہ میں بیٹھے تھے — اور آقا علیہ السلام نے انہیں اپنا سفیر بنا کے مکہ میں بھیجا
تھا — اور قریش مکہ کفار مکہ سے مذاکرات ختم ہو گئے — اور وہ حرم مکہ میں گھومتے تھے۔ کفار مکہ نے
کہا — کہ عثمان تم یہاں چونکہ یہاں آ گئے ہو۔ کعبے کے صحن میں آ گئے ہو۔ اور کئی سال کے بعد آئے
ہو۔ تم طواف کر لو — حضرت عثمان نے کہا — یار کے بغیر ہم کیا جانیں کعبے کو۔ یہ وہی کعبہ
ہے نا کہ ہم نے چہرہ مصطفیٰ سے ہم سب نے اس کی طرف منہ پھیرا تھا۔

آپ سوچیں گے کیسے کہ واقعہ یوں ہے کہ ہجرت مدینہ سے پہلے قبلہ تھا بیت المقدس
تو آقا علیہ السلام نماز پڑھتے ہوئے جب صحن میں حرم میں کھڑے ہوتے تھے۔ چہرہ انور تو کرتے
تھے۔ بیت المقدس کی طرف القدس کی طرف چہرہ کرتے تھے یہ مکہ میں تھا۔ اس لیے
ہیں اس کو قبلہ اول — کھڑے اس طرح ہوتے کہ سامنے اس کعبے کو کر لیتے۔ اور وہاں رُخ
بیت المقدس کا بن جاتا — یعنی بیت المقدس کو رخ کرتے — اس طرح کھڑے ہوتے
کہ کعبے کو بھی آمنا سامنا ہو جاتا — اور المقدس بھی سامنے ہوتا اور کعبہ بھی سامنے ہوتا۔
جب مکہ میں تھے۔ تب تک تو ممکن تھا — جب ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے — تو وہاں
دونوں ایک سمت سامنے رکھنا ممکن نہ رہا — کیونکہ مدینہ شہر درمیان میں تھا۔ کعبے کا رُخ
اس طرف تھا۔ بیت المقدس اس طرف تھا — ایک شمال کی طرف تھا اور ایک جنوب کی طرف
تھا — ایک کی طرف منہ ہوتا تو دوسرے کی طرف پشت ہوتی — دونوں کو یک سمت سامنے
نہیں رکھ سکتے تھے — تو جب وہاں گئے تو اٹھارہ مہینے تک آقا نے مکہ مکرمہ کو کعبہ کی اس کی
طرف پشت کر لی — اور بیت المقدس کی طرف منہ رہا — یہ صحابہ نہ اشتیاق کبھی
بیت المقدس کو دیکھا تھا — نہ فلسطین گئے تھے۔ نہ اس کا کوئی باپ دادا فلسطین گیا تھا —
نہ القدس کو دیکھا تھا — یہ سینکڑوں سالوں سے صدیوں سے نسل در نسل اسی
کعبے کو کعبہ جانتے تھے۔ یہ کسی اور کو جانتے نہ تھے — جب یار نے رُخ پھیر لیا — ان سب
نے پشت کر لی اس کعبے کی طرف اور القدس کی طرف منہ پھیر لیا — عشق نام ہی اسے کہتے ہیں کہ دل
کعبہ ہے نا۔ کہ جب یار نے چہرہ پھیر لیا۔ اٹھارہ ماہ ہم نے پلٹ کے نہیں دیکھا تھا اسے
اور پلٹ کے ڈیڑھ سال کے بعد تب دیکھا۔ تب اسے کعبہ بنایا — جب پھر یار کا رُخ ادھر

بھر گئی: ملتزم لبیک شبلکہ ۔۔۔ تو جب حضور کا چہرہ انور دوبارہ بھر گیا تو ہم نے پھر اسے
گلے لگا لیا۔ فرمایا بھائی اس کو دیکھو۔ یہی اس کعبے سے حضور کے تعلق سے ہے۔ لہٰذا اگر حضور
کو تم سادات بیٹھے رہو تو کہتا ہوں صحن کعبہ میں آکر بیٹھیں۔ بار بار تسبیح بغیر طواف کعبہ نہیں کر سکتا۔
فرمایا خدا کی قسم میں کعبے کا طواف نہیں کروں گا۔۔۔ جب حضور آئے نہیں کریں گے۔
اور صحن کعبہ سے واپس مڑ گئے۔ کعبے کا طواف کیے بغیر۔ یہ ہے عثمان غنی ہے تو ان
کے حسن ادب کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے کعبہ چھوڑ دیا۔ کعبہ میں گئے طواف نہ ہو کر ۔۔۔
وہ صحابی ہیں۔ جنہیں یہ بات پسند آگئی۔ صحابی کا عقیدہ دیکھیں کہ ان کو ادب کی
اتنی بات پسند آگئی۔ انہوں نے کہا۔ وانا اقدم علیہ فی المیلاد کہ میں پیدا پہلے ہو گیا
تھا۔ تو حضور میلاد کا ذکر کیا۔ انہوں نے اس کتاب میں مناقب کی کتاب میں باب قائم
کر دیا باب فی میلاد النبی ۔۔۔ حضور کے میلاد کا باب۔ تو آپ نے دیکھا کہ لفظ
میلاد نہ یہ پاکستان کا ایجاد کردہ نہیں ہے۔ یہ سیدنا عثمان غنی کا بنایا ہوا لفظ ہے۔
(۲۳۔۲۸) صحابہ کرام کا عطا کردہ لفظ ہے۔ صحاح ستہ کی کتب حدیث کا لفظ ہے۔ اور
صرف ان کا نہیں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے چچا۔ امام احمد اور امام طبرانی
روایت کرتے ہیں۔ ان سے بھی کسی نے پوچھا حضرت عباس بن عبدالمطلب ۔۔۔ علم
میں کون بڑا ہے۔ آپ یا حضور ۔۔۔ حضرت عباس نے جواب دیا۔ بڑے تو حضور ہی
ہیں ۔۔۔ اب چچا کہہ رہے ہیں۔ انا ولدت قبلہ۔ بس میں پیدا پہلے ہو گیا تھا۔
نسبت چچا بھتیجا کی۔ مگر کہتے ہیں کہ بڑے حضور ہی ہیں۔ میں تو بس پیدا پہلے ہو گیا
تھا۔۔۔ تو میں طرح بیان کر رہا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پتھر پر کھڑے ہو کے
حضور کے میلاد کی دعا مانگی۔۔۔ حضور کی ولادت میری ذریت میں کر۔ یہ دعا مانگی۔
یہ وہ پتھر ہے جسے مقام ابراہیم کہتے ہیں۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں
قدموں کے نشان ثبت ہو گئے۔ اور آج چار ہزار سال سے اس پتھر پر آپ کے قدموں کے
نشان ثبت ہیں۔ اور پتھر کعبے کے صحن میں ثبت ہے۔ پتھر کا معجزہ یہ ہے کہ جب پتھر پر
قدم رکھے۔ پتھر پگھل جاتے ہیں۔ اور قدموں کے نشان لگ جاتے ہیں۔ یہ بتا کے حضرت ابراہیم

M T W T F S S
Memo No
Date / /

ساری عمر میں صرف ایک ہی پتھر پر قدم رکھا تھا۔ وہ تو زندگی کا سارا پتھریلی زمین پر گزرا۔
ہزاروں پتھروں پر آپ کے قدم پڑے۔ اور ہزاروں پتھر گھسے۔ اور ہزاروں سے قدموں کے نشان پڑے۔
مگر کوئی نشان چار ہزار سال کے بعد آج تک کسی پتھر پر محفوظ نہ رہ سکا۔ ایک نشان محفوظ
رہا۔ جو کعبے کے صحن میں ہے۔ وہ کیا ہے سوچنے کی بات ہے۔ حضرت ابراہیمؑ۔ اُن کے پاؤں قدم
اسی انداز کے ساتھ ہر پتھر پر قدموں کا نشان ثبت ہوا۔ سب نشان مٹ گئے۔ اس
پتھر کا نشان کبھی نہ مٹا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نشان صرف حضرت ابراہیمؑ کے
اس قدم کے تھے۔ ان قدموں کا تعین دعائے میلادِ مصطفیٰ کے ساتھ تھا۔ یہ وہ پتھر تھا جس
پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور کی ولادت کی دعا مانگی تھی۔ رب کائنات
نے حضور کی دعائے میلاد کے صدقے اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کے نشان کو
محفوظ کر لیا۔ اور اس پتھر کو کعبے کے سینے میں گاڑ دیا۔ فرمایا اس وقت تک تمہارا طواف
قبول نہیں ہوگا۔ جب تک اس مقام ابراہیم کے سامنے جہاں ابراہیم کے قدموں کے نشان لگے
ہوئے ہیں، اس کے سامنے کھڑے ہو کر سجدہ نہ کرو (۲۲ ـــــ ۳۲)۔

یہ جو ہر طواف کے بعد مقام ابراہیم پر نوافل پڑھے جاتے ہیں یہ قیامت تک صحن
کعبہ میں مصطفیٰ کا میلاد منوایا جا رہا ہے۔ اور آپ کہہ دیں ایک بات ہے۔ استنباط ہے۔
دل میں سمجھ بھی آتی ہے۔ نہیں مگر اس پر ایک بات قائم کرتا جاؤں گا۔ پہلے میرے ذہن
میں نہیں تھا کہ میں اپنی گفتگو کی ابتدا اسی بات سے کروں گا۔ یہ ذہن میں نہیں تھا۔
اتفاقاً میں نے کر دیا ہے۔ میں نے یوں ہی اٹھا کے دیکھا۔ یہ کتاب میرے ہاتھ میں ہے شرف المصطفیٰ ام
یہ حضور کے مناقب اور فضائل میں حدیث کی کتاب ہے۔ امام ابو سعد نیشاپوری کی کتاب
ہے۔ ان کی 406 ہجری میں وفات ہوئی۔ اور قریب 300 ہجری کا جو زمانہ ہے۔
وہ آپ نے پایا ہے۔ اور بڑے بڑے آئمہ محدثین امام ابو نعیم، امام حاکم جیسے قابل جلیل القدر
محدثین ان کے تلامذہ اور ان کے اساتذہ ہیں۔ اور قاضی عیاض، امام قسطلانی، امام عسقلانی
اور امام مناوی جیسے امام سیوطی جیسے محدث بعد میں آئے ہیں۔ حضور کے فضائل اور مناقب
کے باب میں ان کو کل محدثین اور آئمہ نے اس کتاب کو بطور سند کوٹ کرتے ہیں۔

KHURRAM PAPER PRODUCTS

یہ کتاب پہلے چھپی نہیں تھی۔ اس کے قلمی مخطوطے تھے آئمہ حدیث کے پاس۔ یہ کتاب اب
چھپ گئی ہے۔ آج سے ساڑھے گیارہ سو سال پہلے کے امام حدیث ہیں وہ
بیان کرتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ پہلے بہت سے علماء سیرت نے لکھا ہے۔ اتفاق سے
یہ کتاب بڑی تھی۔ اس میں وہ روایت کرتے ہیں۔ امام نیشاپوری کی روایت کرتے ہیں۔
کہ قریش کہتے تھے۔ جب آپ چلتے اعلان نبوت سے بھی پہلے کی بات ہے۔
چونکہ مقام ابراہیم تو قریش کے پاس تھا۔ وہ کعبے کے صحن میں صدیوں سے موجود تھا۔
جس پر ابراہیم کے قدموں کے نشان لگے ہوئے تھے۔ آقا علیہ السلام جب جوان ہوئے۔
اور اعلان نبوت سے بھی پہلے چلتے ان کے قدم مبارک کے نشان لگتے۔ یہ قریش
مشاہدہ کرتے کہتا کہ خدا کی قسم محمد ﷺ کے قدم بالکل اسی طرح ہیں جس طرح پتھر پر نشان لگے
ہوئے ہیں۔ وہ کسی کو سمجھ نہیں آتی تھی۔ کہ مقام ابراہیم پر قدم ابراہیم کا ہے یا مصطفیٰ کا ہے
(شرف المصطفیٰ صفحہ ۴۵ سے ۴۶) اور یہ کہتے ہیں کہ جو حضور کے قدموں کے
نشان دیکھتے تھے۔ تو قریش کہتے ہیں خدا کی قسم ہمیں قدمین ابراہیم کا عکس نظر آتا تھا۔
یہ مشابہت کیوں تھی۔ ایک تو انہوں نے کہا تھا کہ مجھے محمد کا بابا بنا دے۔ ابراہیم علیہ السلام
کے قدموں کے نشانات حضور کے میلاد کی خاطر محفوظ کیے گئے تھے۔ رب کائنات نے قدموں
میں بھی مشابہت پیدا کر دی۔ اور منکروں اور مومنوں سب کو اولیاء کو یہ قدم
کا عکس وہی ہے جو پتھر پر ہے تاکہ جب پتھر پہ نشان دیکھو تو دھیان مصطفیٰ کی طرف
چلا جائے۔ جب مصطفیٰ کے قدم دیکھو تو دھیان ابراہیم کی طرف چلا جائے اور دنیا کو
پتہ چلے کہ اگر سارے سمندروں سے ابراہیم کے قدم کے نشان رہنے دیے ہیں اس لیے محفوظ
ہیں کہ یہ مشابہت قدمین مصطفیٰ کی طرف ہے۔

یہ جو آیت کریمہ ہے اس میں حضرت ابراہیم کی منظوری کا ذکر ہے جو آپ نے
اللہ تعالیٰ سے مانگی۔ حضور علیہ السلام کی شکل میں کہ مولا۔ منظوری دینی ہے تو مجھے
اپنا مصطفیٰ دے دے۔ میری نسل میں مصطفیٰ دے دے۔ اللہ نے عطا کر دیا۔

اب آقا علیہ السلام سے صحابہ پوچھتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہمیں

322

بتا دیجئے گو سمجھی کہ آپ کون ہیں۔ ارتباط انتشار پر رہتہ سے ہوتا ہے۔ آقا علیہ السلام
سے پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں۔ آقا نے فرمایا۔ میں دعوت ابراہیم ہوں۔ میں اپنے باپ
ابراہیم کی دعا ہوں۔ یہی تو تڑپتے اور خواہش کرتے تھے۔ کہ مصطفیٰ کا وقت آئے تو
میرا نام لے تو کہے کہ میرا باپ ابراہیم ہے کہ حضور کے لبوں پر جب میرا نام آئے۔ تو
کہیں ابن ابراہیم بلکہ میرا باپ ابراہیم ہے۔ مولا یہ منزلت دیدی کاش دے۔ تو آقا نے فرمایا خوشی دعوت
رب مضمون کو شروع کر رہا ہوں۔

حضرت عباس سے جو حضور علیہ السلام کے چچا ہیں روایت
کرتے ہیں کہ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ آقا علیہ السلام ایک روز زینہ
درمیان منبر پر قیام فرما تھے۔ فقام علی المنبر۔ ہم سب بیٹھے تھے۔ صحابہ کرام کا جلسہ
بن گیا۔ یہ جامع ترمذی کی حدیث ہے۔ کتاب المناقب میں۔ پھر اس حدیث کو امام حاکم امام
احمد امام بیہقی امام طبرانی امام ہیثمی امام بزار۔ پھر کثیر تعداد ائمہ حدیث اس کو روایت
کرتے چلے گئے۔ مگر یہ حدیث صحیح ہے کتاب المناقب میں۔ آقا علیہ السلام نے صحابہ کرام
سے خطاب کیا۔ فقال من انا۔ میرے صحابیو بتاؤ میں کون ہوں۔ اب توجہ طلب
بات ہے یہ سوال بڑا عجیب ہے۔ کیا صحابہ کرام کو معلوم نہیں تھا کہ حضور کون ہیں۔
صحابہ کرام کے ذہن میں جو چیز تھی انہیں۔ جواب دیا عرض کیا۔ قالوا انت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عرض کیا یا رسول اللہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فوری جواب دیا۔ مگر سب تو کہا علیک السلام
ادب سکھا دیا جب رسول اللہ کہو تو ساتھ ہی سلام پڑھو۔ آقا علیہ السلام نے اس سوال
ان کو سلام نہیں کہا تھا۔ کہ جس کے جواب میں وہ سلام کہہ رہے تھے کہ آپ پہ سلام
ہو یا رسول اللہ۔ اب آقا علیہ السلام ان کے جواب سے مطمئن نہیں ہوئے۔ اب بولئے کیا یہ جواب
غلط ہے۔ مگر اس دن ان کا کہنا انت رسول اللہ۔ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تو رسالت کیا ہے
پھر آقا علیہ السلام کا منصب ہے۔ عہدہ ہے کہ جس پہ حضور کو مقرر کیا گیا۔ جس پہ حضور علیہ السلام کی تعیناتی
کی گئی۔ جس پہ آقا علیہ السلام کی تقرری کی گئی۔ جس مقام و منصب و عہدہ سے آپ کو سرفراز
کیا گیا اس کا نام رسالت ہے۔ جیسے قرآن مجید کہتا ہے کہ هو الذی بعث فی الامیین رسولا۔

M T W T F S S

Memo No

Date / /

پاکیزہ ہے لعکار ارسلنا فیکم رسولا - ہم نے تمہاری طرف بھیجا آقا علیہ السلام کو رسول
تو صحابہ کرام کو اس چیز کے پلیس تو جو سوال تھا وہ عرض کر دیا یا رسول اللہ آپ اللہ کے
رسول ہیں۔ آقا علیہ السلام یہ جواب نہیں سننا چاہتے کیونکہ یہ تو کوئی نیا جواب نہیں
ہے تو بات ظاہر ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں - اگر یہی جواب لینا ہوتا - تو پھر تم سے
پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ کون نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ ہوں - جو منکر تو منکر ہو سکے۔
اور خطاب منکرین سے کفار سے مشرکین سے تو ہو نہیں رہا۔
خطاب تو صحابہ کرام سے ہو رہا ہے۔ مسجد نبوی میں ہو رہا ہے جو جمعیت ہے صحابہ
کرام کی۔ یہ مشکوٰۃ کا صحابہ کا - مومنوں کا - اور جن کا کلمہ ہی یہی ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
ان سے خطاب ہو رہا ہے تو جب ان سے پوچھ رہے ہیں من انا - تو بات جو ہے سب
کو معلوم ہے - مطلب یہ ہے کہ تو آقا کو معلوم ہے وہ نہیں سننا چاہتے - انہوں نے جب عرض
کیا انت رسول اللہ علیک السلام - کہ آپ اللہ کے رسول ہیں - آپ نے جواب میں ہاں
نہیں فرمایا - ہاں میں ہوں - نہیں فرمایا - مطلب یہ تھا کہ میں تو ہوں - لیکن تم سے میں
نے اپنا منصب نہیں پوچھا - میں نے پوچھا من انا - میں کون ہوں - اپنی ذات کا پوچھا
ہے، منصب نہیں پوچھا - تو صحابہ کرام نے جو عرض کرنا تھا وہ عرض کر دیا (۳۶-۰۲)
- اب آگے آقا علیہ السلام نے فرمایا - یہ بیان آقا علیہ السلام کی ذاتی شخصیت کا بیان
ہے - حضور علیہ السلام کے منصب کو بیان کرنا - آپ کی نبوت کو بیان کرنا - احکام رسالت
کو بیان کرنا - تعلیمات رسالت کو بیان کرنا - یہ دین کا حصہ ہے - یہ الگ مضمون ہے کہ
صحابہ کرام کے اندر اپنی شخصی فضیلت کو بیان کرنا - ذاتی فضیلت کا تو فرمایا انا محمد
میں محمد ہوں - ابن عبداللہ میں عبداللہ کا بیٹا ہوں - حضور اس دن منبر پر کھڑے ہو کر اپنا میلاد
بیان فرما رہے ہیں - اگر رسالت کا بیان کرنا ہوتا تو جواب صحابہ کرام نے دے دیا تھا - مضمون
ختم ہو جاتا - حدیث آگے چلتی نہیں - آپ نے فرمایا میں کون ہوں - صحابہ نے عرض
کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں - تو بات بیان ختم ہو جاتا - پر نہیں توجہ ایک اور طرف دلائی
کہ لوگو - میرا منصب رسالت بجا ہے مگر منصب رسالت کے علاوہ میری ذات کو بھی سمجھنے کی

327

کی کوشش کرو۔ (۲۳-۷۴) ۔۔۔ میری ذاتی مراتب کو میری شخصی بلندی کو میرے علو و مرتبے

کو بھی سمجھنے کی کوشش کرو۔ فرمایا انا محمد ابن عبداللہ ۔۔۔ میں محمد ہوں عبداللہ کے گھر پیدا

ہوا۔ عبدالمطلب کے گھر پیدا ہوئے۔ گویا اپنی ذات اپنا نسب اپنی ولادت

اپنا خاندان بیان فرما رہے ہیں۔ گویا صحابہ کرام کو اپنی ذاتی فضیلت سے آگاہ اپنے صحابہ

کو جو کر رہے ہیں۔ اور پھر فرمایا ان اللہ یہ اس دن کا مضمون یا خطاب ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

مخلوق پیدا کی۔ اور اس مخلوق کا جو بہترین طبقہ تھا۔ سب سے اعلیٰ سب سے بزرگ طبقہ مجھے

اس نے اس میں پیدا کیا۔ (۲۰۶-۱۴۴) پہلے جو کہا انا محمد ابن عبداللہ بن عبدالمطلب

یہ بیان فرمائی اپنی ولادت نسب اور خاندان۔ کہ اللہ نے مخلوق پیدا کی اور مجھے ساری مخلوق

میں سب سے اعلیٰ درجے میں تخلیق کیا۔۔۔ پہلے جملوں میں ولادت بیان کی اب آقا اپنی تخلیق

بیان فرما رہے ہیں۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں یہیں سے شروع ہوا۔ یہ نہ سمجھنا کہ میری تخلیق عبدالمطلب

کے پوتے سے ہوئی ہے۔ یہ میرا باپ دادا نسب خاندان یہ ولادت ہے۔ لیکن

میں تو عبداللہ بن مطلب سے بھی پہلے کا چلا آ رہا ہوں۔ کب سے۔ رسول اللہ نے جب خلق کو

پیدا کیا۔ کہ مجھے اعلیٰ خلق میں بنایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انسانی تخلیق کو قبیلوں میں بانٹا

اور مجھے سب سے اعلیٰ قبیلے میں رکھا۔ یعنی جب قبیلے بن رہے تھے حضور فرما رہے ہیں میں اس وقت

بھی تھا۔۔۔ تو تقسیم میں اعلیٰ طبقہ میرا تھا۔ جب قبیلے بن رہے تھے ✗ میں اس وقت

بھی تھا۔ تقسیم میں سب سے اعلیٰ قبیلہ میرا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کے قبیلوں

کے خانوادے بنائے۔ خاندان بنائے گھر بنائے۔ اور مجھے سب سے اعلیٰ خانوادے میں رکھا

۔ تو جب گھرانے خاندان خانوادے بن رہے تھے۔ تو میں اس وقت بھی تھا۔

ممکن ہے عبداللہ اور عبدالمطلب تو نہ ہوں پر میں اس وقت بھی تھا۔۔۔ اور مجھے اعلیٰ

گھرانے میں رکھا۔ پھر فرمایا [illegible]۔ پوچھا میں کون ہوں۔ فرمایا۔ میں وہ ہوں جو

ساری کائنات میں اپنی ذات میں سب سے بلند ہوں۔ اور اپنے خاندان اور قبیلے

میں بھی بلند ہوں۔ آقا علیہ السلام نے اپنی ذاتی اور خاندانی نسب کی فضیلت کو

بیان دیا ہے۔ اب اس میں دیکھا کہ تعلیمات دین شریعت سنت احکام

KHURRAM PAPER PRODUCTS

رسالت پر مضمون نہیں ہے۔ اپنی ذات خاندان نسب ولادت تخلیق اور
ابتدائے تخلیق تک اپنے سب سے اعلیٰ ہونے کا مضمون ہے۔ حضور آقا علیہ السلام نے فرمایا
یہی چیز صحیح بخاری شریف۔ باب فی صفۃ النبی ﷺ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں
ہر دور میں بنی آدم کے بہترین طبقے میں نسلاً بعد نسلٍ مجھے اٹھایا گیا۔ بنی آدم کے بہترین
طبقے میں ہر طبقہ اور ہر نسل اور ہر دور میں مجھے بہترین طبقے اور بہترین گروہ میں لایا گیا۔
اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ بڑی سادہ سی بات ہے۔

یہاں ڈاکٹر طاہر القادری کے خطاب میں ماں باپ کے ملاپ سے ------ (۴۰-۵۲)
بچہ نو ماہ کے بعد تولد ہوتا ہے۔ اب سوچیں جیسے انسان پیدا ہوتا ہے اور حضور کے
فرمان کو بھی سامنے رکھیں۔ دونوں میں ذرا مقابلہ موازنہ کریں کہ بات کیا ہے اگر اتنی بات
ہے کہ حضرت عبداللہ اور آمنہ کے ملاپ سے حضور کی ولادت ہونے والی ہے۔ تو روح براہ
راست عالم ارواح سے جیسے ہر بچے کے اندر پڑتی ہے۔ پھر کے پیدائش ہونے والی ہے
تو پھر بنی آدم کے ہر دور سے ہر طبقے ہر نسل میں بچے کے نطفے کو اٹھایا گیا۔ اس کا معنی کیا
ہے۔ کبھی کسی نے غور کیا ہے اس بات پر۔ آپ اور ہم جھگڑتے پھرتے ہیں کہ حضور بس
صرف یہ ہیں۔ اور یہ ہیں۔ دوستو اگر یہی کچھ ہے تو یوں ہی کچھ پیدا ہوتا ہے۔ ماں باپ کے
ملاپ سے بچہ آتا ہے۔ اور چند ہفتوں کے بعد عالم ارواح سے روح آجاتی ہے۔ اور نو ماہ بعد
بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو اس کا لاکھوں سال پہلے آدم علیہ السلام کی نسلوں سے ہر طبقے اور ہر گروہ
میں قرناً بعد قرنٍ اعلیٰ طبقے سے اٹھائے جانے کا کیا جواز ہے۔ قال فرمایا میں لایا
میں مبعوث کیا گیا۔ میں اٹھایا گیا۔ ہر طبقے کے اعلیٰ ترین افراد میں سے۔ صالح ترین پاکیزہ
ترین طبقات اور افراد میں لایا گیا۔ اور پھر میں اعلیٰ سے اعلیٰ گروہ میں منتقل ہوتا چلا
آیا۔ حتیٰ کہ میں ماں باپ کے اس گروہ تک آ پہنچا۔ جس میں میری ولادت ہونی ہے
اب یہ حدیث میں نے صحیح بخاری کی پیش کر دی ہے۔ میں چلتا چلتا صالح پشتوں
سے یہاں تک آیا۔ تو آقا علیہ السلام نے فرمایا میں وہ نہیں ہوں۔ جو ابھی پیدا ہوا ہوں۔
میں وہ ہوں جو آدم علیہ السلام کے وقت سے [illegible] میں چلتا ہوا آیا ہوں۔ پاک

پشتوں اور پاک رحموں میں سفر کرتا کرتا آیا ہوں۔ یہ جو ولادت کا وقت ہے۔
یہ تو میری بشریت کے ظہور کا بیان نہ تھا۔ میرا یہ ظہور اظہار بشریت کے ظہور کا تذکرہ
طلب تھا۔ مگر میں وہ ہوں جو آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک خیر القرون قرنا بعد قرن صلبوں
رحموں اور قرنوں میں منتقل ہوتا ہوا چلا آیا۔ یہ وہ حدیث تھی صحیح بخاری کی تھی۔

اب اسی کو امام مسلم نے ایک اور سند سے بیان فرمایا۔ اور امام ترمذی نے بھی روایت
کیا۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی سے آقا نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام
کی اولاد میں سے اسماعیل کو چنا۔ اور اسماعیل کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو چنا۔ اور
بنی کنانہ کی اولاد میں سے قریش کو چنا۔ قریش کی اولاد میں سے ہاشم کو چنا۔ اور
مجھے بنی ہاشم میں چنا۔ اب حضور فرما رہے ہیں۔ کہ جس گھرانے میں میں آیا ہوں
اللہ پاک نے اس گھرانے کو بھی عالی نسبتوں کے ساتھ نکالا ہے۔ گویا میرا گھرانہ بھی اللہ نے
کسی جیسا نہیں بنایا۔ تو میں کسی جیسا کیسے بن گیا۔؟ میرا خاندان کسی جیسا
نہیں ہے۔ میرا گھرانہ کسی جیسا نہیں۔ میرا قبیلہ کسی جیسا نہیں ہے۔؟ جن پشتوں
اور رحموں میں آیا ہوں وہ کسی جیسے نہیں۔ تخلیق سے ولادت تک کا سارا
سفر بتاتا ہے کوئی بھی ان جیسا نہیں ہے۔

حدیث پاک اس کو اپنی طرز سے اسی طرح آئمہ حدیث بخاری و مسلم ترمذی ان کے
زمانے کے امام حدیث ہیں۔ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام
نے فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس بھی راوی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور علیہ السلام
تخلیق آدم سے بھی ہزار سال پہلے ایک روح اور نور کی شکل میں تھے وہ نور اللہ
کے حضور تسبیح کرتا تھا۔ اور جب ملائکہ پیدا ہوئے۔ تو وہ اس نور کی تسبیح سن کر
اللہ کی تسبیح کرتے تھے۔ اس کے پیچھے پیچھے اللہ کی تسبیح کرتے تھے۔ اور فرمایا جب اللہ تعالیٰ
نے حضرت آدم کو پیدا کیا۔ پھر اللہ نے مجھے نور کی شکل میں حضرت آدم کی صلب میں
زمین پر منتقل کیا۔ اب اس پچھلے مضمون کی پوری تفصیل آقا کی زبان سے آگے
حضرت آدم کی صلب میں منتقل کیا ہے اور بعد اللہ تعالیٰ کی منزل۔ فرمایا آدم علیہ

KHURRAM PAPER PRODUCTS

السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے پاک صلبوں میں اور پاک رحموں میں میرے نور کو
منتقل کرتا چلا آیا۔ ہر دور میں میرا نور پاکیزگی کا سفر طے کر کے حضرت عبداللہ اور آمنہ
کے گھر آ گیا۔ یہ جواب دیا میں آقا نے —— کہ میں کون ہوں۔

یہ نہ سمجھنا کہ میں کوئی وہ ہوں۔ کہ کوئی عام آیا ہے۔ نہیں میری ذات وہ ذات ہے
کہ جب کچھ بھی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میں تنہا نور تھا۔ اور خدا کی تسبیح کرتا
تھا۔ جب ملائکہ پیدا ہوئے۔ تو میری تسبیح کے پیچھے سن کر وہ تسبیح کرتے
تھے۔ اور جب عالم بشریت کی تخلیق ہوئی۔ تو اللہ رب العزت نے میرے نور کو صلب
آدم میں اتارا۔ اور پھر زمانہ بعد قرن۔ پھر میں اچھے طبقوں سے گزرتا گزرتا۔ حضرت
عبداللہ اور آمنہ کے گھر تک آ گیا ——

یہ جو پہلی دی حدیث آپ نے سن لی۔ حضور علیہ السلام نے اپنی نسبت فرمائی
ارباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کی راوی ہیں۔ آپ نے اپنے تعارف میں کمثی آنا
میں چھ (6) باتیں کہیں —— اور یہ حدیث امام احمد بن حنبل نے مسند میں روایت
کی۔ امام البغوی نے شرح السنۃ میں روایت کی۔ امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں
روایت کی۔ امام بزار نے مسند میں روایت کی۔ امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں
روایت کی۔ امام حاکم نے المستدرک میں روایت کی۔ امام ہیثمی نے مجمع الزوائد
میں روایت کی۔ اور امام احمد بن حنبل کے بارے میں امام ہیثمی نے فرمایا کہ اس حدیث
کے رجال سند صحیح ہے۔ آقا علیہ السلام فرماتے ہیں۔ لوگوں سے فرمایا کہ بتاؤ
میں کون ہوں۔ ارباض بن ساریہ روایت کرتے ہیں۔ میں نے سنا آقا علیہ السلام کو
فرماتے ہوئے۔ فرمایا انی عبداللہ وخاتم النبیین۔ میں اس وقت بھی اللہ کی بندگی میں تھا۔
اور میرا خاتم النبیین ہونا طے ہو گیا تھا۔ میں اللہ کا برگزیدہ بندہ تھا۔ میں اس کی عبادت
اور بندگی میں رہتا تھا۔ اور جب رب کائنات نے نبوت دے دی تھی۔ بلکہ ختم نبوت کا تاج
میری نبوت کو پہنا دیا تھا۔ تب جب آدم علیہ السلام کا خاکی پتلا بھی ابھی مکمل نہیں
ہوا تھا۔ ابھی مٹی اور گارا کی پہلی شکل تھی۔ اور لگا آپ فرما رہے ہیں کہ میں کون ہوں۔

M T W T F S S　　Memo No ______　Date / /

آقا علیہ السلام کا فخر اللہ کی عبدیت میں ہے - انی عبداللہ جب کچھ بھی نہ تھا - کوئی نہ
تھا - تنہا میں ہی تو تھا - اللہ کی عبادت کرنے والا ---- نہ اسے کوئی جانتا تھا نہ
اسے کوئی پہچانتا تھا - نہ کوئی جاننے پہچاننے والا تھا - نہ کوئی خلق تھی نہ کوئی مخلوق
تھی - نہ کوئی تسبیح کرنے والا تھا - فقط میں اس وقت میں تھا عبداللہ ---- میں اس
وقت بھی اللہ کا بندہ تھا - خدا کی بندگی میں تھا - میں خدا کی بندگی میں رہتا تھا - اور خدا نے
سر پہ ختم نبوت کا تاج پہنا رکھا تھا ---- اور عالم بشریت کی ابھی ابتداء بھی نہ ہوئی تھی -
ہے - فرمایا پہلی بات تو میں ہی ہوا - کہ جب آدم ابھی نہ تھے - اس وقت میں اللہ کا بندہ بھی تھا -
اور نبیوں کا خاتم بھی تھا - میں آدم سے بھی پہلے خاتم النبیین تھا ---- فرمایا میں وہ ہوں -
جو اس وقت بھی خدا کی بندگی کرتا تھا - اور خاتم النبیین تھا - اور فرمایا دعوت ابی ابراہیم
اور خاتم الانبیاء رب کائنات ---- نے پہلے بھی مشرف کر دیا تھا ---- (۱-۰-۲-۱)
ابھی آدم علیہ السلام کی تخلیق بھی نہ ہوئی تھی میں تب بھی نبی الانبیاء تھا - یہ تھا میرا پہلا
ہونا - اور موجود ہونا - فرمایا میں ظاہر کب ہوا - دعوت ابی ابراہیم - فرمایا میں اپنے باپ
ابراہیم کی دعا ہوں - جو ظاہر ہوا - انہوں نے دعا مانگی تھی اپنے نبی آخر الزماں نبی کو میری اولاد میں پیدا فرمایا -
تو ان کی دعا ---- میں آگیا - اور پانچویں چیز فرمائی بشارت عیسیٰ ابن مریم - اور
میں عیسیٰ بن مریم کی بشارت ہوں - جو انہوں نے بشارت دی تھی - مبشراً برسول یاتی -
میں عیسیٰ بشارت دے رہا ہوں اس نبی کی جس کا نام آسمانوں میں احمد ہے - جو میرے بعد
دنیا میں ظاہر ہونے والا ہے - اور یہ حضرت صحابہ حضرت ابوذر روایت کرتے ہیں اور
حضرت شداد بن اوس روایت کرتے ہیں - وہ اور حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں
اور خالد بن معدان روایت کرتے ہیں - کہ جب حضور اکرم کے گروہ نے پوچھا - جب آقا علیہ السلام
کی بارگاہ میں حاضر ہوئے - اور درخواست پیش کی - کہ آقا آپ بتا دیں کہ آپ اول ہیں
پہلی حدیث تھی - خود دیکھ لو - ہو کر پوچھا من انا - میں کون ہوں - اب خالد بن معدان روایت
کرتے ہیں - حضرت ابی ذر سے امام دارمی نے بھی روایت کیا - اور ہیثمی نے مجمع الزوائد
میں روایت کیا - اور امام بزار نے روایت کیا - اور ابن حبان نے اس کو روایت کیا - اور شداد

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S — Memo No ____ Date / /

بن اوس سے حضرت سے امام ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا۔ حضرت انس بن مالک سے امام ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا۔ اور اس مضمون کی تائید بخاری سے دی جا چکی ہے۔ یہ تمام کتب حدیث میں ہے۔ کہ صحابہ کرام تشریف لے آئے بارگاہ رسالت میں۔ کلمہ ہم کو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اب دوستو! ایک سوال ہے۔ بتائیے جو اسلام سے پہلے تو کیا کوئی بات ہوتی نا۔ اس کی وضاحت پوچھتے تھے۔ جانتے تھے کہ نبی ہیں جانتے تھے کہ رسول ہیں۔ ان پر قرآن نازل ہوا ہے۔ نبی آخر الزمان ہیں۔ یہ دین اسلام ہے۔ سارا کچھ تو ان کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ ایمان لائے تھے کلمہ پڑھا تھا۔ صحابی بنے تھے۔ چھپی تو کوئی چیز نہ تھی۔ تب کچھ بھی مخفی نہ تھا۔ تو پوچھنا کیا تھا۔ کہ اکٹھے ہو کے پوچھتے تھے یا رسول اللہ ہمیں آپ ہمیں کچھ بتا دیں کہ آپ ہیں کون بتائیے اگر خدا کی قسم جواب ملے یا نہ ملے۔ صحابہ کرام کا سوال میں۔ ۸۱-۹-۱۰ سے جو تشنگی پوشیدہ ہے وہ بڑے راز کی بات ہے۔ یہ تشنگی بتا رہی ہے کہ ان کا دھیان کدھر جاتا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ نبوت بھی جانتے ہیں۔ رسالت بھی جانتے ہیں۔ دین اسلام بھی جانتے ہیں۔ ختم نبوۃ بھی جانتے ہیں شریعت بھی جانتے ہیں۔ شریعت محمدی ﷺ بھی جانتے ہیں۔ سب کچھ جانتے ہیں۔ سب کچھ جان کے پھر کچھ نہیں جانتے — اور پھر پوچھتے کہ اخبرنا عن نفسک : کچھ تو تھوڑا سا بتا دیں کہ آپ کون ہیں۔

تو پتا چلا کہ جو کچھ ہم سمجھے بیٹھے ہیں اور بات ہے نہ تھی۔ یہ تو سب کچھ صحابہ کے سامنے تھا۔ میں نے درجنوں کتب کے حوالے اور ان کی توثیق اور ان کی تعدیل آپ کے سامنے رکھ کر بات کر رہا ہوں۔ محدثانہ طریق پر۔ سارا کچھ دیکھنے جاننے کے باوجود پوچھنا کہ یا رسول اللہ ﷺ اصل بات بتا دیں کہ آپ ہیں کون۔ کچھ اپنے بارے میں بتا دیں آقا۔ عن نفسک۔ اس سے آپ اندازہ کر لیں۔ کہ صحابہ کرام ورا الحجاب سے بھی کچھ دیکھتے تھے۔ کہ پردے کے پیچھے بھی کچھ ہے۔ تب عرض کیا۔ اخبرنا عن نفسک آقا کچھ بتا دیں۔ تو حضور نے سوال پر آقا نے کیا فرمایا۔ فرمایا نعم۔ آج بتاتا ہوں۔ فرمایا انا دعوت ابی ابراہیم میں سیدنا دعا ہوں جو ابراہیم نے اس پتھر پر کھڑے ہو کے جہاں قدموں کے نشان لگے ہیں۔

میں وہ ہوں ۔ ربنا وابعث فیھم رسولا ۔ اور کہا آقا نے فرمایا دوسرا بشریٰ عیسیٰ ۔
اور میں وہ بشارت ہوں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی ۔ اور تیسرا وہ
کہ تیسری چیز کیا ہے کہ فرمایا میں وہ نور ہوں کہ جب میری والدہ محترمہ حاملہ ہوئی
کہ میں پیٹ میں آیا ۔ تو ان کے اندر سے نور نکلا ۔ اور ملک شام کے جو محلات تھے
شہر بصریٰ کے مکہ سے چمکنے والے میرے نور کی شعاع سے روشن ہو گئے ۔ مکہ
شہر مکہ میں ۔ میں جب بطن مبارک سے منتقل ہوا ۔ ظرف سے منتقل ہو رہے تو نور
نکلتا ۔ اور اس نور نے اس دنیا کو اتنا روشن کر دیا کہ سرزمین شام کا ایک شہر
تھا بصریٰ تھا ۔ کئی سو میل کے فاصلے پر ۔ اب نیا شہر بن گیا ۔ اس ملک شام کے شہر بصریٰ
کے محلات تک زمین میرے نور سے روشن ہو گئی ۔ فرمایا میں وہ نور ہوں جو
میری ماں نے دیکھا تھا ۔ تو آقا علیہ السلام نے اپنے بارے میں فرمایا کہ میں کون ہوں ۔
اس حدیث میں تین چیزیں بیان کیں (۱) دعائے ابراہیم ۔ (۲) بشارت عیسیٰ ۔
(۳) اور وہ نور جو حضرت آمنہ میں آیا ۔ جو میری والدہ آمنہ نے مشاہدہ کیا ۔ اور جو
آخری ظہور فرمایا وہ میرے نور کا تھا ۔

اس حدیث کو امام ابو نعیم روایت کرتے ہیں ۔ اور امام ابو اللیث سمرقندی روایت
کرتے ہیں ۔ اور جو حدیث آگے روایت کر رہا ہوں اس کو عمر بن خطاب فاروق اعظم
اور اس کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ۔ اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں
روایت کیا ۔ اور امام حاکم نے کہا ھذا صحیح حدیث الاسناد ۔ یہ حدیث اپنی اسناد
میں صحیح ہے ۔ اب یہ حدیث سیدنا عمر فاروق راوی ہیں ۔ جب سیدنا آدم علیہ السلام زمین
پر اترے تو آپ نے ایک روز عرض کیا باری تعالیٰ اللھم بحق محمد المصطفیٰ خطیئتی و تقبل توبتی
اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میری توبہ قبول فرما لے ۔ اب سیدنا امام فاروق اعظم
روایت کرتے ہیں ۔ امام حاکم نے روایت کیا ہے حضرت آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے
پوچھا اے آدم ۔ من علمک محمدا ۔ اے آدم تجھے محمد کا پتہ کہاں سے چلا ۔ تو حضرت
آدم علیہ السلام جواب دیتے ہیں کہ یا اللہ میں نے جب تو نے مجھے پیدا کیا ۔ جنت میں ٹھہرایا ۔ جنت میں سے

جس طرف دیکھتا تھا ہر طرف محمد کا نام لکھا نظر آتا تھا۔ تیرے نام کے ساتھ اسم محمد
لکھا نظر آتا تھا۔ میں نے اس سے پہچانا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا محمد عبدی و رسولی۔ اے
آدم محمد میرا برگزیدہ بندہ ہے کہ وہ میرا رسول ہے۔ اور فرمایا یہ بھی لکھا ہوتا تھا۔ کہ جنت کے
پیڑوں پر ستونوں پر ہر جگہ محمد عبدہ و رسولہ۔ آدم علیہ السلام عرض کرتے ہیں باری تعالیٰ۔
جنت میں جدھر دیکھتا تھا۔ ہر طرف لکھا تھا محمد عبدی و رسولی۔ محمد میرا بندہ اور رسول ہے
جیسے سمجھ آ گئی کہ محمد مصطفیٰ تیرا محبوب ہے کہ سارا جہان سے تجھے عزیز ہے۔ اللہ پاک
نے فرمایا۔ اے آدم تو نے درست کہا۔ اور اللہ نے توبہ قبول فرمائی ـــ اور دوسری
روایت انہی حدیث میں امام حاکم نے روایت کیا ـــ

ـــ آدم علیہ السلام عرض کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ جب تو نے مجھے پیدا کیا۔ میں
نے تیرے عرش کی طرف دیکھا۔ عرش پر ہر جگہ تیرے نام کے ساتھ نام محمد لکھا ہوا تھا۔
میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی تیرا محبوب ترین ہستی ہے۔ اللہ پاک نے بات سن کے
فرمایا۔ اے آدم مجھے اپنی عزت کی قسم اپنے جلال کی قسم یہ میرا حبیب ہے۔ یہ میرا آخری
نبی زمان ہے۔ مگر اسے پیدا نہ کرنا ہوتا تو تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ لوگو ـــ
یہاں ایک بڑی کیف کی بات سمجھو ـــ جب آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی
زبان پاک مبارک سے بول سے تعریفیں سنی مصطفیٰ کی اس طرح سنی تو مصطفیٰ
کی عظمت سنی۔ محبوبیت کے تذکرے سنے۔ تو وہ بھی مصطفیٰ کے عاشق ہو گئے۔
ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا تھا ربنا وابعث ـــ میرے مولا
اگر میری منزد دری قبول ہے تو محمد میرا بیٹا بنا دے۔ مجھے محمد کا باپ بنا دے۔ جب
آدم علیہ السلام سے قسمًا محمد میں سنی۔ تو عرض کی مولا۔ امام بیہقی
نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا۔ اور یہ حدیث مرفوعًا روایت کی۔ جب اللہ
سے سنا۔ عرض کی مولا۔ میری توبہ تو قبول کرلی۔ ایک درخواست ہے۔ وہ بھی قبول کر دے
یہ تو معلوم ہوا کہ وہ میری اولاد سے ہوگا۔ اب یہ تو مانگنے کی ضرورت نہیں۔
کہ تو نے عطا کر دیا کہ تیری ذریت میں ہوگا۔ میری ایک اور درخواست قبول کر دے

فرمایا مجھے اجازت دے کہ میں اپنی کنیت ابو محمد رکھ دوں۔ کہ میرا نام ابو محمد آدم بن جائے۔ آدم تو تو نے نام رکھا۔ مگر کنیت محمد کے نام ہو جائے۔ چنانچہ امام بیہقی دلائل النبوۃ میں موضوع بیان کرتے ہیں۔ کہ آدم علیہ السلام اپنی کنیت اپنے بیٹوں کو ابو محمد بتاتے تھے۔ سب کو کہتے ہیں کہ میں ابو محمد ہوں۔ کہ محمد کا باپ۔

بیان کر رہا تھا کہ میں کون ہوں۔ عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں۔ کہ تو یہ تھی زمین کی بات اور یہ تھی جنت کی بات۔ اور یہ تھی حضرت آدم کی کنیت کی بات۔ عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں وکان تحتہ کنز لھما۔ جو سورہ کہف میں آگئی ہے۔ جب حضرت خضر علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام ایک بستی میں گئے تو ایک دیوار گرنے والی تھی۔ اور اس گرتی ہوئی دیوار کو بنا دیا۔ کہ جس کے نیچے خزانہ تھا۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں۔ اور جو بات بیان کرنے لگا ہوں۔ اس کو روایت کیا تخریج کی امام خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں۔ اور اس کی تخریج کی امام بیہقی نے شعب الایمان میں۔ اور اس کی تخریج کی امام بزار نے حضرت ابوذر غفاری سے مرفوعاً روایت کیا۔ اور اس کو امام ابن کثیر نے بھی روایت کیا۔ اس مجمع الزوائد میں امام ہیثمی نے بھی روایت کیا۔

وہ جو خزانہ تھا دیوار کے نیچے عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں۔ وہ خزانہ کیا تھا۔ وہ سونے کی تختی تھی۔ ان یتیم بچوں ان کے باپ دادا۔ صالحین تھے۔ معلوم نہیں کب سے چلی آتی۔ اب ان بچوں کو سونے کی جو تختی تھی۔ اس پر لکھا تھا۔ تعجب ہے اس شخص پر جسے یقین ہے کہ دوزخ ہے پھر وہ ہنستا کھیلتا ہے۔ اور تعجب ہے اس پر جس نے دنیا کے زوال کو دیکھا۔ اور اس دنیا کے حالات کے بدلنے کو دیکھا۔ اور پلٹے کو دیکھا۔ کہ کسی کو دوام نہیں تو پھر بھی اس دنیا کی طرف لپکتا ہے۔ اور اس دنیا کی طرف جھکتا ہے۔ اور دنیا کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ تعجب ہے اس پر۔ اور لکھا تھا۔ میں اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود

M T W T F S S

(جنت کے دروازے)

Memo No

Date / /

اور محمد میرے بندے اور رسول ہیں ۔ یہ اس تختی پر لکھا تھا۔ حضرت موسیٰ کے زمانے میں تھی۔ اور اُن یتیموں کو اپنے باپ دادا سے وراثت میں ملی تھی۔ یہ خزانہ تھا۔ اور یہ خزانہ نااہلوں کو بتانا نہ تھا۔ اس خزانے کو اللہ والے چھپا کے رکھتے تھے۔ کہ جو اہل ہیں ان کو پتہ چلے۔ اور جو نااہل ہیں ان کو پتہ نہ چل جائے۔ (۲۸-۲۵-۱)

اور عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ جنت کے دروازے پہ لکھا ہے انی انا اللہ لا الہ الا انا محمد رسول اللہ۔ پیغمبر تو ایک لاکھ چوبیس ہزار آئے ہیں۔ اور جنت کے دروازے پر صرف مصطفیٰ کا نام لکھا ہے۔ جو اس کا نام لے گا مجھے اپنی عزت کی قسم اس پر کہ عذاب نہیں ہوگا۔

اسی طرح آگے یہ حدیث پاک ارشاد فرمایا آقا علیہ السلام نے سمجھایا کہ میں کون ہوں گا۔ یہ ہم نے کبھی سوچا نہ مصطفیٰ کو کبھی کوشش نہ کی۔ کہ سمجھیں۔ ہم اپنے اپنے خرد و عقل کے پیمانے پر تولتے ہیں۔ صحابہ کرام آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں بیٹھے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کی شانیں بیان کر رہے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کا خلیل۔ آدم علیہ السلام کی شانیں بیان ہو رہی ہیں۔ یہ حدیث بھی جامع ترمذی کی ہے۔ آقا علیہ السلام اچانک تشریف لائے۔ اور صحابہ کرام کو فرمایا میں نے سنا۔ اور تمہیں تعجب انبیاء کی شانوں پر تعجب ہو رہا ہے۔ آقا نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم کو اللہ نے اپنا خلیل بنایا ہے اور وہ اسی طرح ہی ہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام اللہ سے مناجات سے سرگوشیاں کرنے والے تھے۔ اور وہ ایسے ہی ہیں۔ اور عیسیٰ اللہ کی روح اور وہ ایسے ہی ہیں۔ اور آدم اللہ کے صفی ہیں اور وہ اسی طرح ہی ہیں۔ یہ سب کچھ بیان فرمانے کے بعد فرمانے لگے۔ جانتے ہو کہ میں کون ہوں گا۔ آؤ ذرا اس حدیث کو بھی پڑھا کرو۔ آپ نے سب انبیاء کی شانیں ان کی عظمتیں بیان کیں ان کی تصدیق فرمائی اور توثیق فرمائی اور اس کے بعد فرمایا۔ یہ سب کچھ حق ہے اور وہ ایسے ہی تھے۔ اور فرمایا معلوم ہے کہ میں کون ہوں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ الا خبردار وانا اب تک سو جاؤ جانتے ہی نہیں کہ میں کون ہوں۔ الا وانا حبیب اللہ فخر۔ سب کو تو خلیل تھا۔ کوئی بھی تھا۔ کوئی

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S

Memo No

Date / /

سب سے پہلے اٹھایا جاؤں گا۔

صفی تھا۔ کوئی ذبیح تھا۔ مگر تمہارا نبی اللہ کا حبیب ہوا۔ اور فخر نہیں کرتا۔ اور فرمایا۔ قیامت کے دن حمد ہر کوئی کرے گا اللہ کی۔ مگر اللہ کی حمد کا جھنڈا صرف میرے ہاتھ میں ہو گا۔ اور قیامت میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا بھی میں ہوں گا۔ اور سب سے پہلے جس کی شفاعت قبول ہو گی وہ بھی میں ہوں گا۔ اور فخر نہیں کرتا۔ اور سب سے جنت کا تالہ کھولنے والا بھی میں ہوں گا۔ اور فخر نہیں کرتا۔ اور اگلے پچھلے لوگوں کا سردار میں ہوں مگر فخر نہیں کرتا۔ آقا علیہ السلام میں اپنا تعارف کروا رہے ہیں۔

اگلی حدیث۔ حضرت انس بن مالک رضی سے مروی ہے۔ اور اس حدیث کو بھی امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام بغوی نے اور امام دارمی نے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ میں کون ہوں۔ جب لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا۔ تو سب سے پہلے میں اٹھوں گا۔ سب سے پہلے میں اٹھایا جاؤں گا محشر میں۔ کیوں قاعدہ تو یہ ہے۔ مہمان خصوصی سب سے آخر میں لایا جاتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سارا مجمع ابھی آیا ہی نہ ہو۔ پورا پنڈال خالی پڑا ہو۔ مہمان خصوصی جس کو آپ سننا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس کو سب سے پہلے لا کر بٹھا دیں۔ کبھی ایسا کرتے ہیں؟ نہیں کرتے تو کیا رب قبول کرے گا۔ سب تو ابھی قبروں میں لیٹے ہیں۔ کسی کی قبر نہیں کھلی۔ حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں۔ وہ بھی ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے۔ کہ سب سے پہلے میری قبر کھلے گی۔ اور میدان حشر میں سب سے پہلے میں آؤں گا۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی شخص ابھی تک نہیں آیا۔ کسی کی قبر نہیں کھلی تو سب سے پہلے حضور کو کیوں میدان محشر میں لایا جائے گا۔ نہ نبیوں میں کوئی اٹھا ہے۔ نہ امتیوں میں سے کوئی اٹھا ہے۔ سارا میدان حشر ابھی سنسان پڑا ہے۔ نہ کوئی بندہ نہ کوئی حساب کتاب۔ نہ کوئی حساب دینے والا نہ کوئی اور۔ سب سے پہلے آقا کی قبر کھلے گی اور آقا کو لایا جائے گا میدان محشر میں۔ ایسا کوئی پروٹوکول نہیں ہوتا ہے۔ ساری محفل لگ جاتی ہے۔ تو آخر پہ صدر محفل یا مہمان خصوصی کو لاتے ہیں۔ تو سب سے پہلے آقا کو کیوں لایا جائے گا۔ اس پہ بڑا میں نے غور کیا ہے۔ اس کا جواب مجھے کتابوں میں نہیں ملا۔ علماء بیٹھے ہیں کسی محدث نے کسی شارح نے نہ اس نکتے کو اٹھایا نہ اس پہ بحث کی۔ بحمد اللہ اس کا ج

کہیں نہ ملا۔ میں نے کہا کہ کہیں سے جواب نہیں ملتا۔ میں نے اپنے قلب سے
پوچھا کہ تو ہی بتا دے۔ تو یہ جو اندر کی تک سب تھی۔ تو اس نے جواب دیا اس کا۔ وہ جواب
آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ اور اس کے سوا اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ ؟

وہ یہ ہے کہ حشر کا میدان نفسا نفسی کا میدان ہے۔ ہر کسی کو جو آئے گا فکر فکر کا نپتا آئے گا۔
سوا نیزے پر سورج ہو گا۔ میزان لگا ہے۔ اللہ کی عدالت لگی ہے۔ ہر کسی کا نامہ اعمال
کھلا ہے۔ ہر ایک کو یہ پتہ ہے کہ حساب و کتاب ہو رہا ہے فیصلے ہو رہے ہیں۔ جو قبر سے اٹھے گا۔
میدان حشر میں وہ گھبرایا ہوا اٹھے گا۔ خوف و ہراس کے عالم میں اٹھے گا۔ اور آپ کیفیت دیکھیے۔
کہ ملک ذلت جب کسی کو خوف و ہراس کا عالم طاری ہو۔ پریشانی کا عالم طاری ہو۔ عالم ہو کسی کا
عالم طاری ہو۔ ایک حیرانگی کا عالم طاری ہو۔ اور اس ڈر ہو کہ معلوم نہیں کہ حساب و کتاب میں
کیا نتیجہ نکلے۔ معلوم نہیں خدا کا عدل آج کیا فیصلہ سنا دے۔ معلوم نہیں کہ جیسے اہل دستار رسوا کر کے
دھکیل دیا جائے۔ معلوم نہیں کہ میدان حشر کیا ہو جائے۔ ہر شخص کانپتا ہوا اٹھے۔ نہ دامن
ہاتھ میں چھپا لگتا ہے کہ کوئی میرا مونس و ہمدم ہو۔ یہ کوئی کہ جیسے کوئی بچا لے۔ اللہ کی عدالت لگی ہو جس
کا وقت ہے۔ ہر کوئی سہارا۔ اللہ نے دنیا میں مصطفیٰ آج سے پہلے امت کو لے کر اٹھے گا۔ اگر
آپ بعد میں آئے۔ یہ جو پہلے آئے ہوں گے۔ کہ سب سے پہلے آپ آئیں بعد میں امت آئے۔
جو امتی قبر سے نکلے سب سے پہلے نگاہ مصطفیٰ پر پڑے۔ بس اس کا کانپنا وہیں ختم ہو جائے۔ یہ ہے جب
جہاں مصطفیٰ ہوں گے وہاں سب خیر ہے۔ یہ حضور کو سب سے پہلے اٹھایا جانا۔ یہ حضور کی امت کے
لیے ہے۔ دو حکمتیں ہیں ——

آقا کی امت کے لیے ہے۔ دوسرا سبب ایک یہ کہ امت کو سہارا ہو جائے۔ اور دوسرا سبب
یہ کہ آقا کو میدان محشر میں جب بعثت کرا دی۔ اور بعد میں ہر کوئی اٹھا۔ جو اٹھے میدان محشر
میں سب سے پہلا نظارہ چہرہ انور کا ہو۔ اور اس کو پتہ چلے کہ میدان محشر میں کیوں لایا گیا ہے
اصل دیدار مصطفیٰ کے لیے ہے —— اور مصطفیٰ کی سنت کی رونمائی ہو رہی ہے۔
اور پتہ چلے کہ قیامت مصطفیٰ کی شان دکھانے کے لیے ہے۔ اور جو قیامت کا منتظر تھا ——
منانے کے لیے ہے۔ (۳۱ — ۳۶ — ۱) فرمایا ہے۔ اٹھانے کا وقت آئے گا تو سب سے پہلے میں ہوں گا

KHURRAM PAPER PRODUCTS

گا اس دن ہر کوئی چپ ہوگا۔ اور خطیب قیامت صرف مصطفیٰ ہوں گے۔ فرمایا میں خطیب قیامت
ہوں گا۔ جب ہر کوئی مایوس ہوگا۔ تو مبشر میں ہوں گا۔ اور اللہ کی حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ
میں ہوگا۔ اور بنی آدم میں سب سے بزرگ ہستی میری ذات ہوگی۔ فرمایا میں ہی ہوں۔
اور حضرت انس سے روایت ہے۔ اس کو امام ابو نعیم نے دلائل میں روایت کیا۔ جب لوگ
نبیوں کی امتوں کا وفد بنے گا۔ تو پورے اہل محشر کا قائد میں ہوں گا۔ قائد یوم قیامت صرف مصطفیٰ ہوں گے۔
اور جب ہر کوئی چپ ہوگا۔ تو اس وقت قیامت میں کسی کو بولنے کا اذن نہ ہوگا۔ قیامت کے دن کا
خطاب صرف میرا ہوگا۔ یوم محشر میں خطیب صرف حضور ہوں گے۔ صدارت اللہ کی ہوگی۔
فرمایا انا خطیبہم قیامت کے دن خطاب میرا ہوگا۔ اب خطیب کی مرضی جو چاہے بولے جو چاہے نہ بولے
جو چاہے موضوع لے۔ جب اللہ نے قیامت کا خطیب بنا دیا ہے۔ باقی سب کو چپ کرا دیا ہے۔ سارے
قیامت میں نبیوں ولیوں سب کو سامع بنا دیا۔ فرمایا چپ کرو سنو کہ مصطفیٰ خطیب قیامت ہو گئے ہیں۔
میرے محبوب کی باتیں سنو۔ یہ قیامت کا منظر ہے۔ فرمایا مبشرہم انا۔ سنو میں کون ہوں۔ فرمایا میرے آنا
سے کہ جب ہر کوئی مایوس ہوگا۔ تو اس وقت شفاعت میری ہوگی۔ حضرت آدمؑ سے لیکر عیسیٰؑ تک
ہر دروازے سے پلٹ کے واپس آ جائیں گے۔ اس وقت میرے پاس آئیں گے۔ میں کہوں گا انا لہا۔ انا لہا۔
آج کے دن کی شفاعت فقط میرا حق ہے۔ میں شفاعت کروں گا۔ اور پھر آگے فرمایا۔ علما کا جھنڈا
میرے ہاتھ میں ہوگا۔ کرم سخاوت کا جھنڈا۔ اب سوچنے والی بات ہے کہ قیامت کا دن اور سخاوت کیسی۔
تو سخاوت کا مطلب کیا ہے۔ حضور فرما رہے ہیں کہ کرم یوم القیامۃ میں ہوگا۔ قیامت میری ہوگی۔ سخاوت
بزرگی اور عطا کا جھنڈا اور نوازش کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور کیا نواز
رہے ہوں گے قیامت کے دن۔ کون سی سخاوت جاری ہوگی۔
آپ نے تو فرمایا ہے۔ کہ اللہ کی حمد کا جھنڈا بھی میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور جود و سخا کا جھنڈا بھی۔ میرے ہاتھ
میں ہوگا۔ کہ قیامت کے دن اللہ کا اذن بھی میرے پاس ہوگا۔ کہ جس کو جتنا چاہو نوازو۔ اور اللہ تعالیٰ خود
پوچھے گا کہ میرے حبیب بتائیے آپ کی امت کے ساتھ کیا معاملہ کروں۔ رب پوچھے گا۔ اے محبوب کیا راضی ہو
تو قیامت کے فیصلے مصطفیٰ کی منشاء پر ہوں گے۔ اور میں جدھر جاؤں گا۔ ایک ہزار خدام ادھر گرد
دائرہ جمعیت بنائے ہوئے ہوں گے۔ اور دس ہزار خادموں کے جمعیت کے ساتھ قیامت کے دن چلوں گا۔ اور پھر آگے فرمایا

M T W T F S S　　Memo No ______　Date / /

نے فرمایا۔ اور یہ حدیث بھی امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ فرمایا میں وہ ہوں کہ قیامت کے
دن اللہ رب العزت مجھے جنت کے جبات میں سے ایک اعلیٰ جبہ اللہ پاک مجھے پہنائے
گا۔ اللہ پاک سب سے پہلے مجھے جنت کی خلعت پہنائے گا۔ حضور کو مہمان خصوصی بنایا جائے گا۔
= صاحب کرم بنایا جائے گا۔ صاحب اکرام بنایا جائے گا۔ فرمایا جنت کی قیامت کے دن
میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ اور سب در کی چابیاں قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ فرمایا
کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ تو جن کے ہاتھ میں چابیاں ہوں وہ مالک ہوتا ہے یا نہیں؟
میرے آقا نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن کا مالک ہوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ جنت کے اعلیٰ لباس
میں مجھے اعلیٰ لباس پہنائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ عرش پر جلوہ نما ہوگا۔ اللہ پاک کی دائیں جانب
عرش پہ میں قیام فرما ہوں گا۔ عرش پر کرسی ہوگی۔ صحاح ستہ کی حدیث ہے جامع ترمذی کی
یہ سوچنا کہ تشریح نادان کی باتیں ہیں۔ کہ ہم اپنے آپ کو تاجدار کائنات کے برابر سمجھتے ہیں
حضور کے ساتھ برابری کا سوچتے ہیں۔ کہاں ہم اور کہاں تاجدار کائنات۔ جہاں
کسی پیغمبر کی غلامت بھی دم نہ مار سکے۔ آقا فرماتے ہیں عرش پر اللہ کی کرسی ہوگی۔ اور
اس کرسی کے دائیں جانب عرش الٰہی پر مصطفیٰ کا قیام ہوگا۔ یہ بات توجہ طلب ہے۔
کہ لوگ محشر میں ہوں گے۔ انبیاء کے لئے منبر بچھائے جائیں گے کرسیاں بچھائی جائیں
گی۔ خیمے لگائے جائیں گے۔ نور کے ہوں گے۔ اعلیٰ مقامات ہوں گے۔ قیامت کے دن
اولیاء کو ان کے مقام و مرتبت کے مطابق نشست دیا گا۔ مگر مصطفیٰ کو مخلوق کی نشستوں میں نشست
نہیں ہوں گی۔ فرمائے گا میرا مصطفیٰ۔ سارے نبیوں کے سید۔ 2.T دیکھیں اپنی اعلیٰ نشستوں
پر ہیں۔ 2.T آ میرے ساتھ تو بیٹھ جا۔ حضور کا قیام اللہ کی نشست کے دائیں جانب ہوگا۔
قیامت کے دن عرش پہ اللہ کی کرسی ہوگی۔ اور سب کا یہی کھڑا ہونا ہوگا۔ اور ایک حدیث میں
ہے۔ کہ حضور کی کرسی بچھائی جائے گی۔ مگر آقا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں اس وقت تک نہیں
بیٹھوں گا۔ کھڑا رہوں گا۔ صحابہ کرام نے پوچھا۔ یا رسول اللہ جب آپ کی کرسی بچھائی جائیگی۔ پوچھا
گیا یا رسول وہ مقام محمود کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا مقام محمود وہ کرسی ہے۔ جو قیامت کے دن عرش کی دائیں
جانب میرے لئے بچھائی جائے گی۔ وہ کرسی جو قیامت کے دن عرش پر اللہ کی دائیں جانب ہوگی۔

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M | T | W | T | F | S | S — Memo No ______ Date / /

بچھائی جا سکے گی۔ تو سن لو۔ پورا قیامت میں عرش پر معروف دو کرسیاں ہوں گی۔ ایک خدا کی
اور ایک مصطفےٰ کی۔ آپ کیا بتائے پھرتے ہیں۔ یہ عقیدے ہم لوگوں نے کہاں سے گھڑ لیے
ہیں۔ نہ قرآن پڑھا نہ حدیث پڑھی۔ مگر فرمایا یہ ہوگا۔ ہمارا رب کرسی پہ تشریف فرما ہوگا۔
اور آقا فرماتے ہیں کہ میں بیٹھوں گا نہیں۔ قائماً۔ صحابہ کرام نے پوچھا۔ یا رسول اللہ جب کرسی بچھائی
جا سکے گی۔ تو آپ بیٹھیں گے کیوں نہیں۔ کھڑے کیوں رہیں گے۔ قربان جائیں۔ آقا کا جواب۔
دیا۔ اس لیے نہیں بیٹھوں گا۔ میں تشریف نہیں رکھوں گا۔ کھڑا ہوا ایک ایک امتی کو دیکھتا رہوں گا۔ یہاں تک
کہ جنت میں داخل ہو جائیں۔ یہ آقا کا حسن ادب ہے۔ پوچھنے والوں نے پوچھا کہ بیٹھو گے کیوں
نہیں۔ آقا فرما دیا۔ میں اس لیے نہیں بیٹھوں گا۔ تاکہ امتیوں کو دیکھتا رہوں۔ کہ کسی کوئی پیچھے
نہ رہ جائے۔ سبحان اللہ۔ مگر اس کے اندر چھپی ہوئی بات ایک اور بھی ہے۔ ہم رب کی
محبت ہے۔ کہ اس نے محبوب کی کرسی بچھا دی ہے۔ یہ مصطفےٰ کا ادب ہے۔ کہ خدا کے ساتھ
کرسی پر بیٹھنے کی اجازت ملی ہے۔ ادب کیا ہے کہ رب کے ادب میں بیٹھیں گے نہیں۔ ادب
یہ کیا کہ بیٹھوں گا نہیں۔ مگر بتایا نہیں۔ بڑی خاص بات ہے ادب کیا ہے۔ اس لیے
نہیں بیٹھوں گا۔ کہ اللہ کا ادب مانع ہے۔ یاد رکھ لیں۔ ایک ہوتا ہے ادب۔ اور ایک ہے ادب
کا ادب۔ ادب یہ ہے کہ نہ بیٹھیں۔ اللہ کے پہلو میں۔ اور اس ادب کا ادب یہ ہے
کہ اس ادب کی وجہ سے نہ بیٹھیں زبان سے بھی نہ کہیں کہ ادب سے نہیں بیٹھتا۔ کوئی اور
بات کہہ دیں۔ ادب کا ادب یہ ہے۔ اس ادب کی وجہ سے نہیں بیٹھے۔ یہ زبان
پہ بات نہیں لائے ہیں۔

یہ احتیاط تھی احترام تھا کہ میری بات کروں۔ اور میرا نام نہ لوں۔

ادب یہ ہے کہ مولا تیرے ادب کی وجہ سے نہ بیٹھوں۔ اور ادب کا ادب یہ ہے کہ نام بھی
نہ لوں کہ اس وجہ سے نہیں بیٹھتا۔ اس لیے نہ بیٹھوں گا۔ کہ کوئی امتی نہ رہ جائے۔ اب بات
کو سمجھیں۔ یا پھر ایک حدیث بتاتا ہوں۔ بخاری شریف۔ آقا علیہ السلام۔ حجۃ الوداع کر کے
عرفات سے چلے تھے۔ حجۃ الوداع کا خطبہ دے کر۔ اگلے دن صبح منیٰ میں آئے۔ تو قربانی کا دن تھا۔
منیٰ میں آ کر عید کا خطبہ پھر دیا۔ اور بخاری شریف میں ہے منیٰ میں پھر سے خطبہ کا ذکر ہے۔ اور یہ

اور ایک بار نہیں کئی طرق سے امام بخاری نے اس کو روایت کیا ہے۔ حدیث مبارک
ہے کہ جب منیٰ میں۔ آقا علیہ السلام خطاب فرمانے لگے تھا۔ ادب کا عالم تھا کہ
صحابہ سر سے سکیں۔

آقا علیہ السلام خطاب فرما رہے ہیں۔ تو دوران خطاب آقا علیہ السلام نے سوال کیا کہ
صحابہ کرام کا اجتماع ہے ان سے پوچھا۔ آج کون سا دن ہے۔ قربانیاں ابھی ابھی
سب نے کی ہیں۔ دس ذوالحجہ ہے۔ عید کا خطبہ دے رہے ہیں حضور ﷺ۔ منیٰ میں کھڑے
ہیں اور عید کا خطبہ ہو رہا ہے کہ میری بات آپ سمجھ رہے ہیں۔ اور دوران عید کے خطبے
کے پوچھا۔ آج کون سا دن ہے۔ کیا جواب ہے۔ آقا آج عید کا دن ہے کہ یوم عید ہے۔
یوم منیٰ ہے۔ آقا پوچھتے ہیں کہ آج کون سا دن ہے۔

تمام صحابہ کرام نے کہا۔ اللہ ورسولہ اعلم۔ حضور معلوم نہیں کہ کون سا دن
ہے۔ حضور ہی بہتر جانتے ہیں۔ ہمیں کیا معلوم ہے کہ اب اعلان سے پہلے کہ معلوم
نہیں تھا۔ عرفات میں پوچھا تھا بتا دئیے گئے۔ اب اگلے دن دوبارہ پوچھا۔ صحابہ کرام سوچ
میں پڑ گئے۔ پوچھا کون سا دن ہے۔ حضور آپ کو معلوم ہے اللہ کو معلوم ہے
ہمیں نہیں معلوم۔ کیا یہ عید کا دن نہیں ہے۔ عرض کی جی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
پھر پوچھا آقا نے ای شہر هذا۔ یہ کون سا مہینہ ہے۔ حج کر رہے ہیں۔ منیٰ میں کھڑے
ہیں۔ نہیں معلوم۔ ذوالحجہ ہے۔ اتنا تو آپ کو بھی پتا ہے کہ سیالکوٹ میں بیٹھ کر۔

تو صحابہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ رسول ہی بہتر جانیں۔ ادب
سیکھیے۔ ہم نے کیا ادب سیکھنا ہے۔ ارے ہم نے تو دین کو تماشہ بنا رکھا ہے
تو آقا نے پھر فرمایا کیا یہ ذوالحجہ کا مہینہ نہیں ہے۔ جی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پھر آقا نے شہر مکہ کی طرف اشارہ کر کے۔ ای بلد هذا۔ یہ کون سا شہر ہے
بولے نہیں معلوم۔ یہ شہر مکہ ہے بے کوئی شک۔ لیکن صحابہ عرض کرتے ہیں۔ اللہ رسول اعلم کہ
جانیں۔ آقا نے فرمایا یہ مکہ نہیں ہے۔ جب حضور صحابہ کرام سے پوچھا۔ کہ یہ تو سب کو
تو معلوم تھا۔ تو پھر جواب سوال نہ دیتے تھے۔ اسی روایت میں صحابہ وجہ بیان کرتے ہیں۔

KHURRAM PAPER PRODUCTS

فرماتے ہیں کہ سب کچھ تو معلوم تھا - مگر ایک بات معلوم نہ تھی - وہ یہ کہ یار کا منشاء معلوم نہ تھا - یہ بھی پتہ تھا کہ یوم محشر ہے - یہ بھی پتہ تھا ذوالحج ہے - منکر نکیر ہیں - سب کچھ معلوم تھا - مگر ایک وجہ معلوم نہ تھی - کہ آقا جو سوچ رہا ہے - وہ نہیں حضور کا منشاء کیا ہے - اور خدا کی قسم ہماری کوشش یہی تھی کہ دیکھیں - آگے صحابہ کرام کے لفظ یہ ہیں - منشاء معلوم نہ تھا - لہٰذا ہمیں یہ خیال گزرا - کہ شاید آقا ہر شے کو بدلنا چاہتے ہیں - ہم کہہ دیتے کہ آج دس ذوالحج ہے - ممکن ہے کہ حضور فرما دیتے نہیں آج بیس ہے - تو خدا کی قسم بیس ہو جاتی - (۲۲ - ۴ - ۱۵) اور اگر مہینہ ذوالحج ہے اور حضور فرما دیتے نہیں محرم ہے تو خدا کی عزت کی قسم اسی دن سے محرم ہو جاتا - اور کہہ دیتے کہ یہ مکہ ہے - کیا مکہ تھا حضور فرما دیتے نہیں مدینہ ہے - تو مدینہ ہو جاتا - یہ قوموں نے مثال دی صحابہ دیتے ہیں -

اس سے اندازہ ہوا - کہ شاید حضور پیار رخ کو مہینے کو مکے کو شہر کو بدلنا چاہتے ہیں - اس لیے ہم چپ رہے کہ حضور آپ کو معلوم ہے - جو فرما دیں گے وہی حق ہے -

تو عرض یہ ہے کہ معلوم یہی ہو رہا تب بھی فرمایا یہ آداب ہیں - اور یہ نہیں منشاء کیا ہے - تو آقا علیہ السلام فرما رہے کہ قیامت کے دن ساری مخلوقات میں سے سوائے میرے اس مقام پر کوئی کھڑا نہ ہوگا - کسی کو اجازت نہ ہوگی اس مقام پر کھڑا ہونے کی - اللہ کے عرش پر اس کی کرسی کے دائیں جانب - پھر آقا علیہ السلام بیان فرماتے ہیں پھر اپنے اسی مقام کو - فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ابراہیم علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام بھی قیامت کے دن ہم میں ہوں گے - پھر آقا نے فرمایا قیامت کے دن حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ بھی دونوں میری امت میں شامل کر دیے جائیں گے - سبحان اللہ - کہ حضرت ابراہیم عرض کریں گے اے میرے حبیب آپ میری دعا ہیں - اور میری نسل اور ذریت میں آئے ہیں - خدا کے لیے آج مجھے اپنی امت میں شامل کر لو - حضرت ابراہیم عرض کرتے ہوئے کہ اے حبیب میں نے دعا کی کہ آپ کو اپنی ذریت میں شامل کرا دیا تھا - اس معاملے کو میری امت اور آل میں شامل کر - آج اس دعا کے صدقے مجھے آپ اپنی امت میں شامل کر لیں - حضرت ابراہیم حضور کی امت بننے کی درخواست کر رہے ہیں - اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو کہیں گے - آپ کے اور میرے درمیان کوئی اور نبی نہیں آیا - اور میں ہی

M T W T F S S — Memo No ____ Date / /

وہ ہوں گا کہ جس نے ڈنکا بجایا تھا۔ آپ کے آنے سے پہلے خوشخبری کا۔ بشارت کا مجھے امت
میں شامل کر لے۔ فرمایا وہ بھی میری امت میں شامل ہو جائیں گے۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ کہ اپنا تعارف کروا رہے ہیں کہ میں کون ہوں۔
فرمایا میں وہ ہوں کہ قیامت کے دن جنت کے دروازے پر جا کر جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں
گا۔ اندر سے دروازے کا دربان پوچھے گا کہ آپ کون ہیں۔ تو آپ فرمائیں گے کہ میں محمد ہوں۔
دروازہ کھول کر عرض کرے گا یا رسول اللہ ﷺ جب تک مصطفیٰ نہ آئے۔ دروازہ کھولا نہ جائے
معلوم ہوا کہ جنت کا افتتاح آپ نے کرنا ہے۔ اللہ نے آپ کو جنت کے افتتاح
کے لیے مقرر فرمایا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا۔ ان کے لیے ارشاد
فرمایا قرآن مجید میں۔ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السمٰوٰت والارض ——— ابراہیم دکھاتے
ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زمین و آسمان کی ملکوت۔ بادشاہتوں کا نظارہ
ہم کراتے ہیں۔ یہ اُن کا تذکرہ تھا۔ جب حضور کی باری آئی ——— فرمایا لقد رای من آیات ربہ الکبریٰ
ابراہیم کو ہم نے کرایا۔ اور مصطفیٰ کو اس مقام پہ ہم نے فائز کر دیا۔ کہ انہوں نے فرش سے
عرش تک خدا کی ساری نشانیوں کا نظارہ خود اپنی آنکھوں ——— کیا۔ عشق نے خود
جلوۂ خدا کی اپنی آنکھوں ——— دیکھا۔ مازاغ البصر وما طغیٰ ——— ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے
[illegible] ——— ہم کراتے ہیں۔ ادھر فرمایا۔ میرا مصطفیٰ خود اپنی آنکھوں سے اللہ کی نشانیوں کو
دیکھتا اور نظارہ کرتا ہے۔ فرمایا ابراہیم خلیل تھے مگر اللہ نے مجھے اپنا حبیب بنایا ہے کہ
آدم صفی تھے مگر میں خدا کا حبیب ہوں۔ موسیٰ کلیم تھے مگر میں ——— تو حبیب کس طرح
بنایا۔ ابراہیم علیہ السلام عرض کرتے ہیں باری تعالیٰ کی بارگاہ میں۔ سورۃ شعراء میں۔ یہ باری تعالیٰ
کی بارگاہ میں امید کرتا ہوں۔ کہ وہ میری خطائیں لغزشیں معاف کر دے گا۔ پیغمبر ہے مقام عبدیت
پر التجا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے گا۔ خلیل کی دعا سن لی۔ کہ تجھے معاف کر دوں گا۔ اور حبیب
کے لیے ارشاد ہوتا ہے۔ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ ——— فرمایا جب تک میں راضی نہ ہو جاؤں
گا۔ میں اس کو معاف کرتا جاؤں گا۔ یہ قیامت کا دن ہے میری رضا کے لیے ہے

KHURRAM PAPER PRODUCTS

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا ۔ قیامت کے دن آپ کو مقام محمود پر کھڑا
کر دیا جائیگا ۔ مقام محمود پر بٹھایا جائے گا ۔ اور بخشش بھی محبوب کے ہاتھ میں ہوگی ۔ جس کی
تو سفارش کرتا جائے گا ۔ اسی کی بخشش ہوتی چلی جائے گی ۔ خلیل ہوتے عرض
کرتا ہے اللہ کی بارگاہ میں سورۃ شعراء ۔ باری تعالیٰ مجھے قیامت کے دن شرمسار نہ کرنا ۔
وہ التجا کرتے ہیں اللہ کی بارگاہ میں کہ مجھے شرمسار نہ کرنا ۔ ادھر حبیب کیلئے فرمایا
سورۃ تحریم میں فرمایا ۔ کہ قیامت میں رب آپ کو اور آپ کے غلاموں کو بھی شرمسار
نہ کرے گا ۔ وہ شرمسار نہ کیے جانے کی دعا کرتے ہیں ۔ اور ادھر مصطفیٰ اور آپ کے غلاموں کا
شرمسار نہ کرنے کا اعلان کرتا ہے ۔ خلیل اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں حسبی اللہ کہ میرا اللہ
مجھے کافی ہے اپنی زبان سے عرض کرتے ہیں ۔ کہ میرا اللہ مجھے کافی ہے ۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ تو مجھے کافی
ہے ۔ اور حبیب کیلئے ارشاد ہوتا ہے ۔ یا ایہا النبی حسبک اللہ ۔ آپ کو میں کافی ہوں ۔
خلیل علیہ السلام عرض کرتے ہیں واجعل لی لسان صدق فی الآخرین (شعراء) باری تعالیٰ پچھلی امتوں
تک میرا ذکر جاری رکھنا ۔ ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے ہیں مولا ۔ پچھلی امتوں میں میرا ذکر جاری رکھنا ۔
خلیل عرض کرتا ہے کہ میرا ذکر جاری رکھنا اور حبیب کی باری آتی ہے وہ حبیب کہتا ہے ورفعنا
لک ذکرک ۔ آپ کا ذکر ہم نے خود بلند کر دیا ہے ۔ وہ ذکر جاری رکھنے کی التجا کرتے
ہیں ۔ اور حبیب کیلئے ذکر بلند کرنے کا خود اعلان کرتا ہے کہ آپ کا ذکر ہم نے جاری کر دیا ۔
اور خلیل عرض کرتے ہیں باری تعالیٰ مجھے اور میری آل کو بتوں سے اور آلودگیوں سے دور رکھنا
بچا کے رکھنا ۔ پاک کر دینا ۔ خلیل التجا کرتا ہے ۔ ارشاد ہوا ۔ ہمارے نبی کو ابراہیم سے ادھر
موسیٰ سے ادھر عیسیٰ سے ادھر ۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سب سے اونچا درجہ پانچ
نبیوں کا ۔ آقا نے فرمایا ۔ امام حاکم نے روایت کیا ۔ امام بزار نے روایت کیا ۔ فرمایا سید الانبیاء
خمسۃ ۔ کل نبیوں کے سردار پانچ ہیں ۔ نوح ۔ ابراہیم ۔ موسیٰ ۔ عیسیٰ و محمد ۔ کل
نبیوں کے سردار بادشاہ پانچ ۔ فرمایا و انا سید الخمسۃ ۔ اور فرمایا ان پانچوں کا سردار
ہوں ۔ فرق دیکھئے کہ خلیل التجا کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ مجھے اور میری آل کو آلودگی سے بچائے رکھنا ۔
اور حبیب کے لئے وہ اعلان کرتا ہے انما یرید اللہ لیذہب ۔ اے میرے حبیب آپ کی

M T W T F S S
Memo No
Date / /

حبیب اللہ خلیل۔

آل کو پاک رکھوں گا۔ طہارت عطا کروں گا۔ اور طہارت کے لیے ہمیشہ آلودگی سے پاک رکھوں گا۔ وہ ملاحظہ کرتے ہیں کہ مولا حبیب اللہ میری آل کو پاک کر دیا۔ اور اعلان کرتا ہے کہ قیامت تک تیری آل کو پاک کر دوں گا۔

انبیاء کے جمگھٹ میں حبیب کا مقام اتنا بلند ہے۔ وہ تو سوال کہ حضور ہم میں آتا میں کون ہوں۔ آپ آج ہی رب سے پوچھتے ہیں۔ باری تعالیٰ تو بتا کہ میرا حبیب کون ہے۔ وہ کہتا ہے برداشت کر لو گے۔ سن لو۔ وہ فرماتا ہے ان اللہ بالناس لرؤف الرحیم۔ میں رؤف الرحیم ہوں۔ اور فرماتا ہے کہ میرا حبیب بالمومنین رؤف الرحیم۔ اس کو بھی رؤف رحیم بنایا ہے۔ آقا علیہ السلام نے بار بات فرمائی اور فرمایا ولا فخر۔ فخر نہیں کرتا۔ وغیرہ خدا بھی رؤف رحیم۔ اور نبی بھی رؤف الرحیم ہے۔ لیکن شرک نہیں ہے۔ (ولا شرک)
اور پھر اللہ نے فرمایا۔ وھو الحق المبین۔ وہ حق ہوں اور مبین ہوں۔ اور سورۃ زخرف میں اپنے مصطفیٰ کے لیے فرمایا۔ حتیٰ جاءکم الحق ورسول مبین۔ تمہارے پاس حق آ گیا اور رسول مبین آ گیا۔ فرمایا میں حق بھی ہوں اور مبین بھی ہوں۔ میرا مصطفیٰ حق بھی ہے مبین بھی ہے۔ ولا شرک

اللہ پاک نے فرمایا تمہیں بتاؤں کہ کون ہے میرا حبیب اللہ نور السموات والارض میں زمین و آسمان کا نور ہوں۔ اور میرا مصطفیٰ قد جاءکم من اللہ نور۔ میرا مصطفیٰ بھی نور ہے ولا شرک۔ اور شرک بھی نہیں ہے۔ رب نے فرمایا۔ ان اللہ علی کل شئی شہیدا۔ اور میرا مصطفیٰ۔ ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ میں بھی شہید ہوں مصطفیٰ بھی شہید ہے (ولا شرک) فرمایا میں کریم ہوں۔ اور میرا مصطفیٰ انہ لقول رسول کریم۔ وہ بھی کریم ہے اور میں بھی کریم ہوں۔ اور شرک بھی نہیں ہے اور فرمایا میں عظیم ہوں اور میرا مصطفیٰ بھی انک لعلیٰ خلق عظیم۔ میں بھی عظیم اور شرک بھی نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں خبیر ہوں۔ اور میرا مصطفیٰ بھی خبیر ہے فسئل بہ خبیرا۔ میرا پوچھنا ہو تو جاؤ اس خبیر سے پوچھا کرو۔ اس کا پوچھنا ہو تو اس خبیر سے پوچھا کرو۔ وہ تمہیں میری خبر دے گا۔ اور میں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں شکور ہوں۔ اور فرمایا میں بھی شکور ہوں گا۔ اور آقا نے خود فرمایا انہ کان عبدا شکورا۔ میں بھی شکور اور یہ بھی شکور ولا شرک

KHURRAM PAPER PRODUCTS

ولا شرک

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے وعلمک ... میں معلم ہوں۔ علمک مالم تکن تعلم۔ عظیم تھا۔ میں نے علم دیا۔
اور میرا مصطفیٰ بھی علم دینے والا ہے۔ ویعلمھم ... میں اس کو علم دینے والا ہوں اور وہ تمہیں علم
دینے والا ہے۔ میں بھی علم دیتا ہوں اور وہ بھی علم دیتا ہے (ولا شرک) میرا ارشاد فرمایا رب
کائنات نے۔ اور جاننا چاہتے ہو۔ میں ولی ہوں۔ اور میرا مصطفیٰ بھی ولی ہے۔ اور جو اس کے
قدموں میں آ جائے وہ بھی ولی ہے۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ۔ فرمایا اللہ بھی ولی اس کا رسول
بھی ولی ہے اور والمومنین۔ اور جو کامل مومن۔ وہ بھی ولی اور شرک پھر بھی نہیں ہے۔ یہ شرک
نہیں۔ اشتراک ہے۔ تمہارا ولی اللہ بھی ہے اور اس کا رسول بھی ہے۔ اور میرا اللہ رب العزت نے
فرمایا النبی اولیٰ بالمومنین ۔۔۔ اور میں نے ولی رکھا ہے اپنا نام۔ اور ولی سے مبالغہ ہوتا ہے اولیٰ
میں ولی ہوں اور میرا مصطفیٰ اولیٰ ہے۔ ولیوں کا ولی ہے۔ شرک پھر بھی نہیں ہے۔ اور جو مصطفیٰ
کا غلام ہو جائے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ میں مولا ہوں۔ نعم المولیٰ ونعم النصیر۔ اور فرمایا میرا مصطفیٰ بھی
مولا۔ اور مصطفیٰ کا علی بھی مولا ہے۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ فرمایا۔ میں عفو ہوں۔
درگزر کرنے والا۔ اور میرا مصطفیٰ بھی عفو ہے۔ خذ العفو وامر بالمعروف۔ معاف کرنے میں بھی معاف
کرتا ہوں۔ اور میرا مصطفیٰ بھی معاف کرتا ہے۔ شرک پھر بھی نہیں ہے۔ واستغفر لھم۔ معاف کر دے
وہ بھی غفور ہے تو میں بھی غفور رحیم ہوں۔ اور پھر فرمایا میں حاکم ہوں۔ واللہ یھدی من یشاء۔ اللہ جس
کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور فرمایا ویھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ اللہ کی شان ہے
جس کو چاہتا ہوں صراط مستقیم کی ہدایت دیتا ہوں۔ اور سورۃ شوریٰ میں فرمایا میرا مصطفیٰ بھی
ھادی ہے۔ انک لتھدی الی صراط مستقیم۔ اے میرے محبوب تو بھی لوگوں کو صراط مستقیم
کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ (۵۳ ـ ۱۵ ـ ۲) شرک پھر بھی نہیں ہے۔ فرمایا میں بھی
مومن ہوں۔ میرا مصطفیٰ بھی مومن ہے۔ المومن العزیز ۔۔۔ یومن باللہ ۔۔۔ مصطفیٰ بھی امان
دیتا ہے۔ اور میں بھی امان دیتا ہوں۔ فرمایا میں عزیز ہوں۔ عزت والا ہوں۔ اور میرا مصطفیٰ بھی عزت
والا ہے وللہ العزۃ ولرسولہ۔ اور سب کی عزت خدا کی ہے یا مصطفیٰ کی ہے یہ قرآن ہے۔
اللہ فرماتا ہے میں رحمت ہوں۔ میرا مصطفیٰ رحمت ہے۔ میں رحیم ہوں۔ میرا مصطفیٰ رحیم
ہے۔ میں مبشر ہوں میرا مصطفیٰ بھی مبشر ہے۔ میں نذیر ہوں میرا مصطفیٰ نذیر ہے۔

M T W T F S S — Memo No — Date / /

الغرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اگر جاننا چاہتے ہو کہ میرا مصطفیٰ کیا ہے۔ تو جان لو کہ مصطفیٰ کی ذات میری صفات کا عکس ہے۔ میری صفات کا عکس ہے۔ میری صفات کا پرتو ہے۔ میری الوہیت کا مظہر ہے۔ یہی شانِ الوہیت۔ تو آقا علیہ السلام کے ساتھ جو نسبت ہے اس کو لوگو۔ کہ حضور سے نسبت پختہ کر لیں گے۔ وہ حضور سے نسبت ہی ہو گی وہ نسبت اللہ سے ہو جائے گی۔ آقا سے جب بیعت کرتے تھے صحابہ نے۔ اللہ نے فرمایا یداللہ فوق ایدیھم۔ انہوں نے آپ سے نہیں بیعت کی بلکہ مجھ سے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی رضا کو اپنی رضا۔ حضور کی عطا کو اپنی عطا۔ حضور کی منع کو اپنی منع۔ حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت حضور کی محبت کو اپنی محبت حضور کی معصیت کو اپنی معصیت۔ حضور کی قربت کو اپنی قربت۔ حضور کی حرمت کو اپنی حرمت حضور کے حکم کو اپنا حکم۔ حضور کی نہی کو اپنی نہی۔ حضور کے امر کو اپنا امر۔ حضور کے بیان سے تبلیغ سے تنظیم سے صرف ایک کام نہیں کیا۔ حضور کو خود اپنے آپ نہیں بنایا۔ حضور کو مصطفیٰ کو خدا نہیں کہا۔ اور خدا کو مصطفیٰ نہیں کہا۔ خود کو خالق مصطفیٰ کو مخلوق رکھا۔ ساری مخلوق کو سارے حکم چھوڑ کر حضور کو حکم اکٹھا کر دیئے۔ سارے حکم یکجا کر دیے اس لئے جو حضور کی اس کا تصور میں جو شانِ مصطفیٰ ہے اس کا پیغام یہ ہے۔ کہ آقا علیہ السلام کی ذات سے اور اس کے ساتھ اپنے قلبی اور روحانی تعلق کو جوڑ لیں۔ آقا علیہ السلام کے ساتھ تعلق جو جڑیں وہ یاد رکھ لیں۔ محمدیت کے ساتھ تعلق۔ اسی میں احدیت کا تعلق ملتا ہے۔ محمدیت سے احدیت کا سفر ملتا ہے کہ محمدیت سے احدیت کا دروازہ کھلتا ہے۔ نسبتِ محمدی سے خدا کی معیت نصیب ہوتی ہے کہ فنا فی الرسالت سے فنا فی التوحید کا درجہ نصیب ہوتا ہے۔ جس کو بارگاہ محمدی کی حضوری نصیب ہوتی ہے وہاں خدا کی حضوری حضوری پاتا ہے کہ اسی لئے وہ امیر خسرو نے کیا کہا تھا

نمی دانم چہ منزل بود خدا خود میر مجلس بود۔

آقا علیہ السلام کی بارگاہ کی حضوری۔ یہ اللہ کی بارگاہ کی حضوری ہے کہ اللہ کی طرف سے کائنات کی سمت میں انسانی تاریخ میں اور حضور کی امت میں۔ انوارِ توحید۔ اور نورِ توحید

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S

Memo No

Date / /

کا دروازہ نہ کھلا ہو۔ نہ کھل سکتا ہے نہ کھلے گا۔ جس پر معرفت محبت کا دروازہ نہ
کھلا ہو۔ جس کے ہاتھ میں غلامی مصطفیٰ کا دامن نہ ہو۔ اس کے ہاتھ میں کبھی اللہ کی بندگی اور
عبدیت کا دامن نہیں ہو سکتا۔ یہ کہنا کہ میں خدا سے محبت کرتا ہوں مصطفیٰ کے بغیر
جھوٹ ہے۔ آپ بخاری و مسلم کو دیکھ لیجئے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اس
شخص نے ایمان کی لذت نہیں چکھی۔ ایمان کی حلاوت اور ذائقہ نہیں چکھا
جس نے خدا اور رسول سے بڑھ کر کسی سے محبت کی۔ اب جو لفظ ہیں وہ توجہ
طلب ہیں۔ اس کو کوئی شئے دنیا میں زیادہ محبوب نہ ہو کسی سے اللہ اور رسول
سے بڑھ کر۔ وہ بات بڑی توجہ طلب ہے۔ رب کائنات نے حضور کی محبت
کو عین خدا کی محبت قرار دیا ہے۔ اور قرآن کہتا ہے برابر اس لئے کہ مصطفیٰ کی محبت
ہی خدا کی محبت ہے۔ جس طرح حضور کی اطاعت کے بغیر اللہ کی اطاعت کا کوئی تصور
نہیں ہے۔ اسی طرح حضور کی غلامی اور محبت کے بغیر اللہ کی محبت کا کوئی تصور نہیں ہے
لوگوں کی محبت مال اور دنیا کی طرف کھنچی چلی جا رہی ہے کئی لوگوں کے عقیدے خراب ہو گئے
ہیں۔ وہ ادب مصطفیٰ اور محبت مصطفیٰ سے محروم ہو رہے ہیں۔ وہ دنیا اور مال و زر کی
وجہ خدا سے اور دین مصطفیٰ سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ وقت ہے کہ ہم اپنے قلوب
کو خدا اور رسول کی محبت سے آباد کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حضور کی محبت و نسبت
عطا فرمائے اور اسی نسبت میں موت آئے اور اسی نسبت سے ہم قیامت میں
حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوں۔

Nabbas

شکریہ

۲۸ — ۰۳ — ۲۰۱۹

۲۱ — ۰۷ — ۱۴۴۰

۸ — ۴۲ — ۲ PM

Naqash...

فکرِ آخرت اور علاماتِ قیامت

۱۵-۱-۲۰۰۶ تا ۲۰۰۶ اعتکاف ۴۸۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اقتربت الساعۃ ۔ القمر ۱ ۔ حضرات معتکفین و معتکفات
صالحین و صالحات ۔ طالبین و طالبات ۔ خاشعین و خاشعات راکعین و راکعات ۔
ساجدین و ساجدات ۔ قائمین و قائمات ۔ سامعین و سامعات اور حاضرین اور
حاضرات ۔ میرا موضوع ہے کہ لوگو قیامت قریب آ پہنچی ۔

ذرا سوچیں یہ کلام یہ جملہ کس کا ہے ؟ یہ میں نہیں کہہ رہا ۔ اللہ نے فرمایا ہے ۔ جس نے
قیامت برپا کرنا ہے اور اس کی بات سچی ہوتی ہے کبھی غلط نہیں ہوتی ۔ اس کا اعلان حق
ہوتا ہے اور اس کی بات کی خبر کس نے دی ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور پیغام دیا ہے
کہ اقتربت الساعۃ ۔ سورۃ القمر کی پہلی آیت ہے ۔ وانشق القمر ۔ آقا علیہ السلام
کی زبانی اللہ نے اعلان کروا دیا کہ قیامت قریب آ چکی ۔ اور اس کی علامت کیا ہے
کہ میرے مصطفیٰ کے ہاتھوں سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا ـــــ جب معجزہ شق القمر وجود میں
آیا ۔ یہ اس کا اظہار ہے (۳۰ ـــ ۴)

۔ وہ قیامت کے قرب کی پہلی علامت ہے جو آقا علیہ السلام کی حیات طیبہ میں آپ کے دست
اقدس کے سامنے میں عظیم معجزہ کی شکل میں ظاہر ہو گئی ۔ پہلی علامت ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا
اقتربت الساعۃ لوگو قیامت قریب آ گئی ہے ۔ اب دور نہیں ہے ۔ اور پھر سورۃ رحمٰن
میں ۔ آیت نمبر ۲۶ ـــ ۲۷ میں ارشاد فرمایا ۔ کل من علیہا فان ـــــ والاکرام ۔ جو کچھ اس زمین پر
ہے اور اس کائنات میں ہے ۔ فنا ہونے والا ہے ۔ اس نے فنا ہو جانا ہے ۔ اور دوسرا پیغام ہے ۔ ہم
نے باقی نہیں رہنا ۔ ہم آئے ہیں ہم میں سے ہر ایک نے چلے جانا ہے ۔ ہم فانی ہیں ۔ باقی صرف
رب ذوالجلال نے رہ جانا ہے ۔ ہم زندگی صرف اس طرح گزار رہے ہیں ہے جیسے کوئی باقی زندگی
گزارتا ہے ۔ ہم فانی کی زندگی نہیں گزارتے ۔ اس احساس کے ساتھ لگتا ہے کہ ہم نے گزر جانا
نہیں ہے ۔ کہ ہم نے باقی رہنا ہے ۔ جبکہ اللہ پاک نے اعلان فرمایا ہے ۔ باقی صرف میں رہوں گا
سب باقی ہر کوئی فنا ہو جائے گا ۔ قیامت تو قریب آ گئی ہے کب آئے گی کیسے آئے گی ۔ اس کا جواب
دے دیا ہے باری تعالیٰ نے سورۃ محمد میں ۔ آیت نمبر ۱۸ میں ۔ ارشاد فرمایا ۔ فھل ینظرون ـــــ

M | T | W | T | F | S | S

Memo No
Date / /

نے ارشاد فرمایا کیا تم انتظار کرتے ہو۔ کیا دیکھتے ہو۔ کیا سوچتے ہو۔ کس سوچ میں پڑے ہو۔ کس غفلت میں پڑے ہو۔ قیامت تو کب آئے گی کب آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ یک لخت آجائے گی۔ تمہیں ہوش بھی نہیں ہوگا۔ تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ اور تمہیں بتا کر نہیں آئے گی۔ یکدم آئے گی۔ اور اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔ ہم صرف اتنا بتا دیتے ہیں۔ اتنا جان لو کہ اس کی آمد کی۔ نشانیاں آچکی ہیں۔ قریب ہے کہ اس کی آمد کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں۔ تو بہت زیادہ دیر نہیں ہوگی۔ قرب قیامت میں زیادہ دیر نہیں ہے۔ اور آقا علیہ السلام صحابہ کرام سے یہ فرما کر تشریف لے گئے۔ کہ میں آگے جاتا ہوں۔ جا کے اپنی امت کیلئے تیاری کر لو۔ آگے چلتا ہوں۔ تاکہ تمہارے لیے تیاری کروں۔ چونکہ بڑے مشکل مرحلے آنے والے ہیں۔ اور ہمیں اُن کا ادراک نہیں ہے۔ یہ بات ہے کہ قرآن مجید سے شروع کرتے ہیں۔ پھر ہم آج اس کی علامات کی طرف آئیں گے۔ احادیث کی روشنی میں۔ سورۃ طٰہٰ میں ارشاد فرمایا گیا۔ آیت نمبر ۱۵ میں۔ ان الساعۃ [illegible] — اور کتنی بڑی عظمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کتنی بار دہرایا ہے۔ تاکہ ہمارے ذہنوں میں یہ بات اتر جائے۔ اور ہم سب سے بڑھ کر اسی بات کو بھول گئے ہیں۔ فرمایا بے شک قیامت کی گھڑی آنے والی ہے۔ اور میں اسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں۔ تاکہ ہر جان کو۔ بدلہ مل جائے تاکہ اس عمل کا بدلہ دیا جائے جس عمل میں کوشش کی ہے۔ اگر ظاہر کر دیا جائے کہ فلاں وقت میں قیامت آئے گی۔ تو لوگ اسے دیکھ کر اپنے اعمال کا تعین کر لیں گے۔ اللہ رب العزت نے ایک بات بتا دی کہ قیامت کی گھڑی آنے والی ہے لوگو غفلت میں نہ رہنا۔ اور ہم غفلت میں ہیں۔ وقت قیامت کے آنے کا کیا ہے۔ کب آئے گی۔ فرمایا اس بات کو چھپانا چاہتا ہوں۔ مخفی رکھنا چاہتا ہوں۔ تاکہ لوگ فقط اتنی بات جان لیں کہ قیامت کی گھڑی آنے والی ہے۔ پھر اپنے عمل کو درست کر لیں۔ اپنی راہ سنوار لیں۔ پھر ارشاد فرمایا سورۃ الانبیاء میں آیت نمبر ۱۔ اقترب للناس حسابہم۔ ارشاد فرمایا لوگوں کے لیے ان کے حساب کا وقت قریب آپہنچا ہے۔ ہمیں یقین کس طرح آتا ہے۔ اگر اللہ کے کہے پر یقین ہے۔ تو قرآن سے بڑھ کر تو کوئی قول نہیں کہ جس پر یقین کیا جائے۔ اور یہ بات ہمارے اندر اتنی نہیں اتر جاتی۔ کہ آقا علیہ السلام فرماتے ہیں لوگو۔ جو میں دیکھتا ہوں وہ اگر تم دیکھتے۔ اور جو کچھ میں سنتا ہوں۔ وہ تم سن لیتے تو تم ہر وقت غم میں روتے نظر آتے۔ اور فرمایا

Memo No
Date / /

M T W T F S S

کہ تم شہروں کو چھوڑ کر جنگلوں کی طرف نکل جاتے تھے۔ اور تمہارا یہ حال ہوتا۔ تم پر دیوانگی طاری ہو جاتی تھی۔ چونکہ ہم کچھ باتیں ہیں سنتے نہیں ہیں۔ اس لیے غافل بھی ہیں بے خبری کے باعث اور بے پرواہ بھی ہیں۔ تو اللہ رب العزت نے فرمایا اقترب للناس ——— لوگوں کے لیے ان کے حساب کا وقت قریب آ پہنچا۔ اب دور نہیں رہ گیا ہے اور ایک بات میں بتا دوں۔ کہ قیامت کا وقت پوری کائنات کے لیے کون سا ہے یہ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ مگر جس کی موت آ گئی اس کی قیامت آ گئی۔ اور اسی شام سے ہی شروع ہو گئی۔ یہ بات ذہن میں رکھیں۔

چونکہ موت کے بعد پھر زندگی کو بدلنے کا موقع نصیب نہ ہو گا۔ زندگی ہی نہ رہے گی۔ تو بدلنا کیسے؟ موت کے لمحے کے بعد لوگوں خود کو سنوارنے کی کوئی مہلت نہ ہو گی۔ موت کے لمحے کے بعد اپنے اعمال درست کرنے کا کوئی وقت نہ ملے گا۔ مجھے معلوم نہیں ہے ہم آج یہاں بیٹھے ہیں۔ یہ سبق دے رہا ہوں۔ اگلے سال میں آپ کو سبق دینے کے لیے اس دنیا میں ہوں گا یا نہیں۔ آپ میں سے کوئی سننے کے لیے ہوں گے یا نہ ہوں گے۔ کسی کو کچھ خبر نہیں ہے۔ اس لیے جو وقت ملا ہے اس کو غنیمت جانو۔ اور زندگی کو بدل لو۔ اور اعمال کو سنوار لیں۔ فیصلے کو موخر نہ کریں۔ ہمارے لوگوں میں یہ سستی ہے۔ جن کو اللہ نے صحیح عقیدہ کی نعمت دے رکھی ہے۔ جن عقیدہ و عقیدت بھی اچھی دے رکھی ہے۔ اور وہ عمل کی طرف سے بہت غافل ہیں (الا ما شاء اللہ)

دوستو یہ رات دن اس طرح گذار کر ہم فرض کریں محشر میں ہیں۔ کہ حشر برپا ہو گیا ہے۔ ہر کوئی نقارہ حشر بجنے کے بعد اٹھ کھڑا ہو گا۔ ہر کوئی حشر کی طرف دوڑ رہا ہو گا۔ پھر اس کے بعد وقت نہ ہو گا۔ اس کے پاس اتنا نیک اعمال کا سامان ہی نہیں کہ آقا علیہ السلام کو چہرہ دکھا سکے۔ اتنا کچھ نہیں کہ میزان پر کامیابی کی امید بھی کر سکے۔ اس کے پاس اتنا سامان بھی نہیں کہ پل صراط پر عافیت سے گذرنے کا اہتمام بھی کر سکے۔ اس کے پاس اتنا سامان نہیں کہ اللہ کے حضور جب حساب و کتاب ہو اور پوچھ گچھ ہو تو کچھ ہو سکے۔

اس شخص کا حال کیا ہو گا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہ جو مثال دے رہا ہوں۔ یہ اس شخص کی مثال ہے اور وہ میں ہوں۔ میری تیاری قیامت کے دن اللہ کے حضور پیش ہونے کی ہے نہ آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں حضور کو چہرہ دکھانے کے قابل ہوں۔ اور وقت قریب ہے۔

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S

Memo No ______

Date / /

ان دس دنوں کو اس صحبت کو غنیمت جانیں۔ ہر شخص اپنے آپ کو جانچے۔ اس جگہ
اور اس تصور کو آنکھوں سے دھیان میں رکھیں۔ پھر بے پرواہی ختم ہو جائے گی۔
کبھی یہ خیال آتا ہے کہ میں ہی بے کار تھا۔ کہ سنگدلی۔ آپ کو بدل نہ سکی۔ کاش
آپ کو کوئی اچھا آدمی ملا ہوتا۔ کم از کم آپ بدل تو جاتے۔ اس میں آپکا قصور نہیں
ہے۔ اگر کچھ لوگ نہیں بدلے تو انکا قصور نہیں تھا۔ میرا نقص ہے کہ میں سمجھا نہ سکا۔
آؤ ہم ملکر ایک دوسرے کی لاج رکھ لیں۔ آپ مجھ پر پردہ ڈالیں۔ میں آپ پر پردہ ڈال
دوں۔ ہم اس قدر قابل ہو جائیں کہ مرنے کے بعد دو وقت آتے ہیں۔ ایک قبر میں
پہلی شام۔ اور ایک قیامت کی صبح۔ لوگ دنیا سے چلے جائیں گے۔ جن کے لئے
ہم زندگیاں گزار رہے ہیں۔ (۱۵۔۔۔۲۱) ہم خاندانوں کے لئے بیوی بچوں کے لئے۔ میں آپکا
کو بچانا چاہتا ہوں۔ جس دن روح قفس عنصری سے نکل جائے گی۔ یہ سارے ایک شام بھی
آپ کو گھر میں نہیں رکھیں گے جن کے لئے ہم زندگی گذارتے ہیں۔ جن کے لئے ساری زندگی
برباد کر رہے ہیں۔ جن کے لئے وراثتیں بنا رہے ہیں۔ جن کے لئے مال کما رہے ہیں۔ پورا وقت
زندگی کا لگا کے جا رہے ہیں۔ جن کے لئے آخرت بھول گئی ہے۔ جن کے لئے دنیا میں ایک ہو گئے
ہیں۔ وہ خاندان ہی ہے۔ بیوی بچے ہیں۔ وراثت ہی ہے، غریب ہے یا امیر ہے۔ مارا مارا
جو پھرتا اس لئے پھرتا ہے۔ اس نے تو مال ساتھ نہیں لے جانا۔ جس دن زبان بند ہو گئی
ساتھ کچھ نہ جائے گا۔ اس آخرت کی کمائی کے سوا کچھ نہ جائے گا دنیا کا۔
اور جن کے لئے سب کچھ کر رہے ہیں۔ وہ ایک شام بھی گھر میں نہیں رہنے دیں
گے۔ کہیں گے لاش گل رہی ہے۔ رنگ بدل رہا ہے۔ بو آ جائے گی۔ جلدی لے چلو۔
گھر سے نکال دیں گے۔ اب کہاں گئے وہ آپ کی پیاری اولادیں۔ خاندان، بیوی
رشتہ دار وغیرہ؟ محبت کا دم بھرنے والے۔ کہاں گئے۔ مٹی کے سپرد کر کے آ
جائیں گے۔ قبر کے اندر کوئی نہیں جائے گا۔ یہ حال ہے دنیا کے سنگیوں کا۔ دفن کر کے مٹی ڈال
کے جنازہ پڑھ کے روتے ہوئے واپس آ جائیں گے۔ جن کے لئے زندگی گذاری ان کا ساتھ تو ٹوٹ گیا ہے۔
مرنا ملا ہے اس شام سے تو تیری قیامت آ گئی ہے۔ تیرے حساب کا وقت آ پہنچا۔

M T W T F S S

Memo No ________

Date / /

باتوں کا آنا رہے گا۔ اپنے وقت پر۔ اس لمحے جب حساب کتاب کی ابتداء ہوگی۔
ایک طرف فرشتے آ رہے ہوں گے۔ اور کوئی سنائی نہیں آئے گا۔ سوائے آقا علیہ السلام کے
انہوں نے اس امت کو اس وقت بھی تنہا نہیں چھوڑا۔

اس کی شکل جیسی بھی ہوگی دیدار کرا دیں گے۔ زیارت عطا کر دیں گے۔ مگر
ان کو صرف ایک ہی سہارا نظر آئے گا ۔۔۔ ذرا سوچیں کیا ان کو بھی چہرہ دکھانے
کے قابل ہیں ۔۔۔ تو لوگو۔ جن کی تیاری اچھی نہیں ہوگی۔ آقا علیہ السلام کا چہرہ سامنے
ہوگا۔ اور وہ کہہ دیں گے کہ مجھے معلوم نہیں کہ کون ہے ۔۔۔ اللہ معاف کرے کہیں اس وقت
زبان سے یہ کلمہ نہ نکل جائے کہ معلوم نہیں میں نہیں جانتا یہ کون ہے۔

اس تیاری کا وقت چلا گیا ہے میں صرف ایک جملہ کہتا ہوں اس کے سوا اور کچھ
نہیں کہنا چاہتا ۔۔۔ کم سے کم ستر ہزار افراد بدلے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں)۔
دس ہزار آپ میں سے بدل جائیں۔

جب ان کے سامنے تو بات کرے کوئی یا بیٹھے یا ان کو سنے۔ یا کوئی معاملہ کرے لوگ دیکھتے
تو لوگ کہہ سکیں کہ نبی پاک ﷺ کا غلام آ رہا ہے یہ صاحب ایمان ہے جیسے چند لوگوں کو چھوڑ کر۔ سوائے
ہمیں دیکھتے تو کہنا چاہیے تھا کہ اللہ والے آ رہے ہیں۔ مجموعی طور پر کوئی ہم سے
بات کرے ساتھ ہمارے بیٹھے۔ ہمارے ساتھ وقت گزارے۔ ہمارے ساتھ کچھ عرصہ رہے
ہمیں سنے ہم سے کلام کرے۔ ہمارا چہرہ دیکھے۔ ہمارے آداب و عادات
دیکھے۔ ہمارے اعمال دیکھے۔ گفتگو کا طور طریقہ دیکھے۔ تو کیا کسی کے ذہن میں یہ بات
آتی ہے کہ یہ اللہ والا ہے۔ جناب کسی میں کیا آتا ہے آپ کا خیال ۔۔۔

تو لوگو۔ میں اپنا ۔۔۔ معافی مانگتا ہوں کہ میں ناکام ہو گیا۔ میں آپ کو بدلنے
کا باعث نہیں بن سکا۔ اس لیے شاید میں خود ہی نہ بدل سکا۔ آپ کو بدلنا
اس لیے چاہتا ہوں کہ ایک لالچ ہے۔ جیسے اپنے اعمال پر کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ وقت بھی
تھوڑا ہے میں ڈرتا ہوں کہ شاید قیامت کے دن جب حساب کتاب کا وقت ہو
حکم ہو جائے کہ اس کو لے جاؤ گھسیٹ کر دوزخ میں۔ پھر آپ میں وہ

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M	T	W	T	F	S	S

Memo No
Date / /

بہت سارے ہو کے بیہوش ہو گئے ۔ صالح حیران ہو گئے ۔ یا رسول اللہ اس گھڑی جب مجھے گھسیٹ کر دوزخ کی
طرف لے جایا جا رہا ہوگا ۔ یا رسول اللہ آپ میں سے کوئی تک سکے ۔ اور دیکھ سکے اور یہ کہے کہ باری
تعالیٰ ۔ اچھا اگر یہ خود نہیں بدلا تھا ۔ تو اس کی پاداش سن کر میں بدل گیا تھا ۔ میرے طفیل
اس کو معاف کر دے ۔ میرے صدقے معاف کر دیا ۔ یا رسول اللہ آپ بخشش کا وسیلہ بن
جائیں ۔ سیدنا امام جعفر الصادق کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ۔ وہ اہل مجلس ایک
دعوہ لیتے تھے ۔ (۴۷ ـ ۳۰) ۔ سیدنا امام جعفر الصادقؒ اپنے احباب سے محبت کرنے والوں
سے اہل مجلس سے وعدہ لیتے اور فرماتے کہ وعدہ کرو کہ میرے ہاتھ میں ہاتھ
ڈال کر کہ تم بخشے جاؤ تو مجھے بخشوا لینا ۔ میری بخشش کی سفارش کر دینا ۔
اگر میں بخشا گیا تو تمہاری سفارش کر دوں گا ۔ اور تمہیں بخشوا لوں گا ۔ اس لیے
کہ حساب کا وقت قریب آ پہنچا ہے ۔ اور فرمایا وھم فی غفلۃ معرضون ۔
اور وہ غفلت میں اطاعت سے منہ پھیرے ہوئے ہیں ۔ (۳۶ ـ ۳/)
ـ اور اللہ کی اطاعت سے بندگی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں ۔ یہ دنیا یہ زندگی جس کے
لیے ہم سب کچھ کر رہے ہیں اور سب کچھ فنا کر رہے ہیں ۔ سب کچھ قربان کر رہے
ہیں ۔ یہ دنیا قیامت کے مقابلے میں پوری زندگی اور دنیا کا عرصہ کتنا ہے ۔ کیا معلوم ہے
جس کے لیے ہم نے سب کچھ قربان کر دیا ہے ۔ جی رہے ہیں مر رہے ہیں ۔ رات دن
ایک کر رکھا ہے ۔ اس دنیا و زندگی کے لیے ۔ اس پوری زندگی کی قیامت کے مقابلے
میں ۔ وزن کتنا ہے ۔ مہلت کتنی ہے ۔ اللہ رب العزت سورۃ المومنون میں
ارشاد فرماتے ہیں ۔ آیت نمبر 112 ـ 113 میں کہ قیامت کا دن ہوگا ۔
باری تعالیٰ اہل محشر سے پوچھیں گے قال لبثتم فی الارض ـ عدد سنین ـ
ہم سے پوچھا جائے گا ـ ارشاد ہوگا کہ تم زمین میں برسوں کے شمار سے
بتاؤ کتنی مدت ٹھہرے رہے ہو ۔ یہ سوال کیا جائے گا ۔ کہ سالوں برسوں
کا شمار کرو ۔ اور یہ بتاؤ کہ تم زمین میں کتنی دیر ٹھہرے رہے ہو ـ جب یوم قیامت
کی طوالت پر نظر پڑے گی ـ اس وقت سمجھ میں آ جائے گی ـ کہ اصل زندگی کیا ہے ۔

اصل عرصۂ حیات کیا ہے۔ تو اللہ پاک پوچھیں گے کہ بتاؤ برسوں کے شمار
میں کتنی مدت تم زمین پر ٹھہرے ہیں ۔۔۔ تو جواب دیں گے قالو لبثنا یوماً او بعض
یوم ۔ وہ ہنسیں گے ۔ کہ طوالت کی دیکھنے کے بعد یہ بات آج ہنس نہیں سکتے ۔ اس لیے کہ
اصل زندگی کو دیکھا جو نہیں ہے بخواب میں نہیں ۔ ہم نے خواب دیکھا ہے ۔
ہم نے دھوکہ دیکھا ہے ۔ ہم نے فریب کو زندگی سمجھ لیا ہے ۔ اس کے دھوکے
میں آ گئے ہیں ۔ زین للناس حب الشھوات ۔۔۔ آراستہ ہو گئی ہے
دنیا ۔ شیطان نے بھی نفس نے بھی آراستہ پیراستہ کر کے ہمارے ارد گرد ایک تانا
بانا بنا دیا ہے ۔۔۔ تو ہم کسی شئے کو دیکھتے بھی نہیں ہے ۔ ہم نے اس چار
روزہ زندگی کو اصل زندگی سمجھ لیا ہے ۔۔۔ اور اصل زندگی موت کی
شام سے شروع ہونے والی ہے ۔ رب کائنات بار بار ارشاد فرماتے
ہیں ۔۔۔ اقتربت الساعۃ ۔ وانشق القمر ۔ تم نے دیکھا نہیں کہ چاند میرے
مصطفیٰ کے اشاروں پر دو ٹکڑے ہو گیا ہے کہ قیامت کی آمد کی نشانی دکھائی گئی ہے ۔ اس
وقت قیامت کی طوالت کو دیکھ کر لوگ ہنسیں گے ۔ سب کہیں گے اہل محشر
ہائے کمائی ہم دنیا میں صرف ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں۔
اندازہ کریں ۔ آپ اعداد و شمار کرنے والوں سے پوچھو ۔ کہ جو حساب کتاب
کرتے ہیں ان لوگوں سے پوچھ لیں ۔ ہمارا اندازہ تو یہ ہے قیامت کے دن کی طوالت
دیکھ کر پچاس ہزار سال کا دن دیکھ کر ۔ اب اپنی زندگیوں کو ہم دیکھتے ہیں ۔ لوگوں کی عمروں
کا حال ۔۔۔ 40 + 50 سال کے درمیان ۔ بلوغت کا تو کوئی وقت مقرر نہیں ہے چاہے
تو بچپن میں آئے یا جوانی میں آئے ۔ جب اس عمر کو انسان پہنچتا ہے تو اس کو سب
کچھ چھوڑ کر بلاوے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے ۔
حدیث مبارک میں آتا ہے آقا علیہ السلام نے فرمایا ۔ اور ایک حدیث میں یوں الفاظ آئے
بعض شارحین نے ۔۔۔ بخاری و مسلم میں امام نووی نے ریاض الصالحین میں کہ آقا علیہ السلام کی تعلیمات
کا نتیجہ یہ نکلا ۔ لوگ 40 ۔ 60 سال کی عمر کو پہنچتے ہیں سب کام چھوڑ کے بس آخرت کی تیاری

میں لگ جاتے۔ سب دھندے چھوڑ دیتے۔ یہ پاس انڈر کی جو صحبت ہے کہ جب ہم
واپس جائیں تو ایسا لگے ہر شخص اب قیامت کی شدت میں ہے کہ ہم چاہتے ہزار سال
ہو مگر یہ ایک دھوکہ ہے کیونکہ اگلی عمر کو دیکھا جو پاس ہے کہ قبر کی شام سے شروع ہو گی۔
اور صبح قیامت تک چلی جائے گی۔ اور یہ عمر ہزار سال کی ایک لمحہ ہے حیات کا۔ اس کی آسودگی
اور آرام کیلئے سب کچھ ترک کر دیا ہے اور جب اصل بات شروع ہو گی زندگی کی۔ تو اس
کے پلے کچھ بھی نہ ہو گا۔ مثال ایسے ہے جب کوئی شخص کتاب لکھے سارا کچھ خرچ کر دے
شروع میں۔ اور جب کتاب کے ابواب لکھنے شروع کرے تو اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔
اپنی ساری صلاحیتیں اس ملک میں صرف کر دی۔ جب اصل زندگی شروع ہو گی۔ اس کے
پاس کچھ نہیں ہو گا۔ قال ان لبثتم ۔۔۔ تعلمون۔ المومنون ۱۱۴ = اللہ تعالیٰ اس کی
تصویر کشی فرمائیں گے۔ ارشاد ہو گا یا اللہ تم واقعۃً صحیح کہتے ہو۔ بہت ہی تھوڑا عرصہ ٹھہرے
اب اللہ تعالیٰ نے واضح جو جملہ وہاں ارشاد فرمایا ہے۔ وہ ہمیں بتا دیا۔ اس امت کا
سارا امتحان سارا پرچہ دے دیئے۔ یہ آقا علیہ السلام کا صدقہ ہے کہ جو قبر کی شام
امتحان ہونا ہے وہ سوال بھی بتا دیئے۔ کسی اور نبی پہ یہ انعام نہ تھا۔ لیکن ہم نے کبھی ایک لمحہ بھی
ضائع نہ کیا۔ نہ شرم آتی کبھی ہے۔

میں جو بھی بات کرتا ہوں۔ اپنا حال دیکھ کے کرتا ہوں۔ یہ اپنے لئے کرتا ہوں۔ کہ میرا
حال تو یہ ہے۔ اللہ رب العزت نے جو قیامت کے دن باتیں ہونی ہیں وہ بھی بتا دیں۔ ارشاد
ہو گا یا اللہ تم دنیا میں نہیں ٹھہرے مگر بہت ہی تھوڑا عرصہ۔ اگلی بات جو کرے گا۔ اس وقت اللہ
پاک فرمائیں گے۔ لو انکم کنتم تعلمون ۔ کاش تمہیں اس حقیقت کا اسی وقت پتہ
چلتا۔ جو آج کر رہے ہو۔ ہماری تعالیٰ ایک دن یا تھوڑا عرصہ ٹھہرے ہیں۔ اللہ پاک فرمائیں
گے کاش تمہیں اس حقیقت کا اسی وقت پتہ چل جاتا۔ کاش ہم یہ بات وہیں
جانتے ہوتے۔ ایک دن کا تھوڑا سا حصہ ہے اصل زندگی تو آگے آنے والی ہے۔ جو تھوڑا
وقت تھا۔ وہ لوگ سارا کچھ صرف کر دیا۔ اور ان کے لئے ترک کر دیا جنہوں نے مٹی میں
دبا دینا تھا۔ بات ۴۴ نمبر کی۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا یا اللہ۔ اولاد جن کے لئے کرتے ہو۔

اگر کوئی اپنی تربیت میں اولاد کو صالح بنائے گا ۔ اس کے اعمال صالح کام آئیں گے
اور اولاد صالح تب ہوگی جب خود بھی صالح بنیں گے ۔ ارشاد فرمایا افحسبتم
انما خلقنکم ـــــــ ترجعون المومنون = ۱۱۵ ۔ کیا تم نے یہ خیال کر لیا تھا ۔
کہ ہم نے تمہیں بے کار بے مقصد پیدا کر دیا ہے ۔ ایسے ہی پیدا کر دیا ہے اور تم
نے یہ سوچ لیا تھا کہ تم ہماری طرف پلٹ کر نہیں آؤ گے ۔ اور تمہیں پلٹ
کر ادھر جانا ہے ۔ یہ بات ہمارے عقیدے میں اس طرح ہے کہ بس دماغ تک ہے دل میں ثبت
نہیں ہے ۔ ارشاد فرمایا اللہ رب العزت نے ۔ آپ سے محبوب ؐ سورۃ احزاب
۶۳ میں یسئلک الناس عن الساعۃ ۔ لوگ آپ سے قیامت کے وقت کے
بارے میں دریافت کرتے ہیں ۔ قل انما علمھا عند اللہ ـــ فرما دیجئے اس کا علم تو
اللہ ہی کے پاس ہے ۔ وما یدریک ـــــــ تو کیا ہے ۔ اور آپ کو کس نے آگاہ
کیا ہے ۔ یہ شاید قیامت قریب ہی آ چکی ہو ۔ آپ کو کس نے آگاہ کیا ۔ یہاں
ایک لطیف بات ہے ۔ میں اپنے موضوع سے ذرا دوسری جانب کی طرف
جانا نہیں چاہتا ۔ یہاں ایک لطیف اشارہ یہاں آ گیا ہے کہ
لوگ آپ سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کرتے ہیں ۔ کہ کب
آئے گی بتا دیں کہ اس کا علم تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے ـــــــ وما یدریک
میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جب آپ کو تو آگاہ کر دیا گیا ہے کہ آپ
کو کس نے آگاہ کر دیا کہ شاید قیامت قریب ہی آ چکی ہو ۔ پھر ارشاد رب العزت
نے ارشاد فرمایا ان الساعۃ لاٰتیۃ ـــــــ لا یومنون = مومن ۵۹ ـــ
بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے ۔ اور بس جلد آنے والی ہے (۴۱ ـ ۴۷)
ـــ مگر اس میں کوئی شک نہیں ہے ۔ اکثر لوگ یقین نہیں کرتے ۔ یہ ہمارا ہی فرمان ہے
اور یقین دو طرح کا ہے ۔ ایک یقین اعتقاد ہے اور ایک ہے یقین استحضار ۔ یقین
اعتقاد کی نفی کافر ہونے کے لیے ہے ۔ اور یقین استحضار کی نفی ہمارے حال پر ہے ۔ ہم یقین رکھتے ہیں ۔
ایمان بالغیب کے درجے میں ہم یقین رکھتے ہیں کہ عقیدے کی حد تک مگر اس کا استحضار الٰہی ہو

M T W T F S S
Memo No ______
Date / /

کرسکے۔ اس کا استیذار زندگی میں نہیں تھا۔ لوگ آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ یہ وہ کیفیت ہے جس کا ہم
کہ گویا ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں قیامت کو۔ یہ وہ کیفیت ہے کہ جس کو ہم اپنے قلب پر
وارد نہیں کر سکتے۔ جب انسان اپنی آنکھوں سے کسی چیز کو دیکھ لیتا ہے تو دل میں اثرات
وارد ہوتے ہیں۔ وہ اثرات زندگی میں ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک بات کریں آپ میں سے کسی شخص کو کوئی
جج فیصلہ کر دے۔ سزائے موت کا دے دے۔ اور آپ کو کمرے میں چلے جائیں۔ اور تاریخ مقرر ہو جائے پھانسی
کی۔ اب اس فیصلے سے پہلے کچھ دن جو گزرے کہ وقت تک آپ اندازہ کریں کہ اس مجرم کا حال کیا ہوگا۔ اس
کو یقین آتے ہیں۔ یہ میں یقین کی تعریف کر رہا ہوں ——— (۴۱ ——— ۵۰) فیصلہ ہونے تک اس کو یقین نہیں
تھا، تذبذب تھا۔ میں چھوٹ جاؤں یا معلوم نہیں سزا ہو جائے۔ معلوم نہیں کیا ہو۔ فیصلہ سننے
تک وہ تذبذب تھا۔ جب اس نے فیصلہ سن لیا، سزائے موت، تاریخ مقرر کر دی، وقت مقرر کر دیا۔
جیل بھیج دیا۔ اب دس دن باقی رہ گئے۔ پروانہ اس کو آ گیا کہ اس کو آخری وصیت کروا دو۔ کل
صبح تمہارے پھانسی چڑھنے کا وقت ہے۔ جوں جوں وقت گزرتا ہے اضطراب بڑھتا ہے۔ اب جج کے فیصلے کا
مجرم کو اتنا یقین ہے۔ کہ اس کا ہر لمحہ قیامت بن گیا۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کا حال کیا ہوگا۔ ذہن میں
آتا ہے اس طرح جیل کا بس کی سزائے موت کا اعلان کر دیا گیا ہو۔ تو ہمارے لیے تو اللہ رب نے اعلان
سنا دیا ہے کہ اقترب اس ساعۃ تم غفلت میں ہو۔ اور تمہارے حساب کا وقت قریب آ گیا ہے۔
مگر کوئی ایک رتی بھر بھی اس حساب کے کچھ اثرات ہماری زندگی میں وارد ہوتے ہیں۔
کبھی ہمارا دل لرز جاتا ہے۔ کبھی آنکھیں چھلک پڑی ہیں۔ کبھی ہم مجبور ہیں۔ کبھی اعمال اور احوال حالات
بدلنے کا فیصلہ کرلیں کہ وقت قریب ہے کہ پیشی ہونا ہے ہمیں تو اس پیشی کا فکر ہی نہیں ہے۔ کیونکہ
منکر نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ یقین نہیں جو یقین اللہ چاہتا ہے۔ جس دنیا پر یقین ہے پیٹ بھر کا یقین ہے
وہ یقین نہیں جو اولیاء اللہ کو ہوتے تھے۔ جو اہل ایمان کو ہوتا تھا۔ جو آخرت یاد کرنے والوں کو ہوتا ہے۔
اس نے فرمایا ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ اکثر لوگ کہتے تو ہیں مگر ایمان نہیں رکھتے۔
ارشاد فرمایا سورۃ یٰسین میں آیت نمبر ۴۸ - ۴۹ - ویقولون متی ھذا الوعد ——— مبادلین
اور وہ کہتے ہیں کہ وہ وعدہ قیامت کب پورا ہوگا۔ اگر تم سچے ہو۔ اس میں گفتگو تو کفار کی ہو رہی تھی۔ اب مقصد
منتشر تو کفار کو ہو رہا تھا۔ اور اس گفتگو کا تو نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے مکر میں دکھاتا ہے کہ وہ عقیدے

M T W T F S S   Memo No ______
                                                                      Date   /   /

میں شک ہوتا ہے کہ شاید نہیں آئے گی یا نہ آئے گی ۔ سب خاک ہو جائیں گے پھر سب زندہ کیے جائیں
گے ۔ ان تمام چیزوں پر اعتقاد مشکوک تھا ۔ یہ شبہ کفر کا تھا ۔ اور ہمارا حال کیا ہے ۔ ہمارا بھی اعتقاد شک کا ۔
اور وہ یہ شک ایک ہے ۔ یہ وقت آ پہنچا ہے کہ اس کا یقین ہمارا ذہنی عملی نظر کا استحضار کی کیفیت بن
کر اس نے ہماری زندگی کو لپیٹ میں لے لیا ہے کہ اس یقین کے آ جانے سے پھر ہمارا جو حال ہونا چاہیے ۔
تھا ۔ ہم اس حال کی طرف ہی نہیں جا رہے ۔ (۰۰ ـ ۵۴) وہ تو بس ایک آ کے ۔ فرمایا ما ینظرون الا ۔
— یخصمون (۳۶ ـ ۴۹) ۔ یہ صرف ایک سخت چنگھاڑ کے منتظر ہیں وہ اچانک انہیں آ کر پکڑ لے گی ۔
یہ موت اس قیامت کی علامت ہے کہ قیامت موت کا ایک تسلسل ہے ۔ اسی طرح موت کا جب
لمحہ آ جائے گا ۔ تو کوئی بچ نہیں سکتا ۔ اس لمحے سے اور دیکھتے ہی دیکھتے جب روح نکل جائے گی جسم
اس کے سارے منصوبے ختم اس کی ساری تیاریاں ختم ۔ اس کی زندگی کے سارے ارادے ختم ۔ اس کے سارے منصب
و منصب ختم ۔ اس کی کدورتیں ختم ۔ اس کے دوست احباب رشتہ داروں اور لوگوں کے سارے حسد
غصہ ختم ۔ سب کینے ختم بغض ختم عداوتیں ختم ۔ اور دنیا کی جاہ و حشم حرص اور منصوبہ بندی اور شہوت الغرض ۔ اور
جن جن مصیبتوں میں وہ مارا مارا پھرتا تھا ۔ ایک لمحے میں چشم زدن میں موت کا لمحہ آیا سب دھرا
کا دھرا رہ گیا ۔ (۳۶ ـ ۵۵) ۔ اور یہ شخص بے سہارا بے آسرا بغیر کسی چیز کے بارے میں ایک لمحہ بھی
کر پایا اسے بھی کچھ نہ کر سکا ۔ بس وہ رخصت ہو گیا ۔۔۔

ہم ہر روز لوگوں کو مرتا دیکھتے ہیں ۔ ہر روز لوگوں کا آخرت کی طرف سفر دیکھتے ہیں ۔
ہر روز جنازے پڑھتے ہیں ۔ ہر روز ہم لوگوں کی تدفین کرتے ہیں ۔ مگر آئی ہوئی موت کے بارے میں مرنے
والے کی قیامت تو ہمیں سرسری ہی نظر آتی ۔ ہم ہر روز چھوٹی قیامت دیکھتے ہیں ۔ مگر قیامت کا اثر ہمارے باطن
پر نہیں ہوتا ۔ اگر ہوتا تو ہمارے احوال بدل جاتے ۔ ارشاد فرمایا تم پوچھتے ہو کہ اچانک وہ قیامت
چنگھاڑ کی طرح انہیں پکڑ لے گی ۔ اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے ۔ یہ جو زندگی کے جھگڑے ہیں ۔ یہ کبھی ختم
نہیں ہوتے ۔ ہمارے ایک قدم کے ساتھ کئی جھگڑے ہیں یہ ہماری ساری زندگی میں جھگڑے ہیں ۔ فرمایا آپس
میں جھگڑ رہے ہوں گے ۔ اور چھوٹی قیامت کی بات ہے کہ موت آتی ہے تو پھر دیکھو جلے گی ۔ کو لاشے معلوم
کو مہلت ۔ یہ چھوٹی فرمایا کہ لوگ پھر تو وہ وصیت کرنے کے قابل بھی نہیں رہیں گے
اتنی مہلت بھی نہ ملے گی کہ چلو اچھا ۔ موت آئی لمحہ قیامت آئے گا موت ایک لمحہ رک جائیں ذرا وصیت

پیدا کروں۔ فرمایا کہ وصیت کرنے کی قابلیت بھی نہیں رہیں گے۔ سب کچھ دھرا کا دھرا رہ جائے گا
اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس پلٹ سکے جائیں گے۔ مہلت بھی نہ ملے گی۔ اور پھر جب دوبارہ
صور پھونکا جائے گا۔ لوگ قبروں سے نکل کر دوڑ پڑیں گے۔ اور جب محشر کی ہولناکیاں
دیکھیں گے۔ قالوا یٰویلنا من بعثنا ... المرسلون۔ اب تو خبر نہیں ہے جب ہولناکیاں سامنے
آئیں گی تو خبر ہوگی۔ تو دیکھیں گے ہمارے پیاروں کا علم بخشی اس کہ ہم کا کرم دیکھو تو ایک ایک بات
بتا دی تھی۔ اب ہمارا کام صرف یہ ہے کہ ڈیلیشن کریں۔ اور ہمارا ... کم کر دیں۔
ہم ڈیلیشن کر رہے ہیں نہ تیاری کر رہے ہیں۔ پھر سورۃ ص میں ارشاد فرمایا۔ وما ینظر ھؤلاء
... فواق۔ ۱۵۔ اور سب لوگ قیامت کی سخت آواز جس چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں۔
ہم سب لوگ انتظار میں ہیں۔ موت کا لمحہ بھی ہو تو اس کا بھی انتظار ہو رہا ہے کہ اچھا کریں
گے اچھا بڑا وقت بڑا ہے قیامت کا لمحہ آئے تو اس کا بھی انتظار رہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے
مالھا من فواق۔ جب وہ لمحہ آ جائے گا۔ تو کچھ بھی توقف نہ ہوگا۔ پھر سوچ بدلنے کی
بھی مہلت نہ ہوگی۔ عمل بدلنا تو دور کی بات ہے۔ ارشاد فرمایا۔ سورۃ شوریٰ میں
اللہ الذی انزل الکتاب ... قریب ۱۷ اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب نازل
فرمائی۔ اور میزان (العدل) کا ترازو بھی اتارا۔ اور آپ کو کس نے خبردار کیا ہے شاید قیامت
قریب ہی ہو۔ پھر سورۃ قمر میں ارشاد فرمایا۔ وما امرنا ... بالبصر ۵۰۔ اور ہمارا حکم
تو فقط یکبارگی ہو جاتا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا ہے۔ اسی طرح آ جائے گا حکم قیامت۔ حد
تو قیامت صغریٰ ہے کہ جیسے آنکھ جھپکنے میں دیر نہیں لگتی۔ اسی طرح قیامت کے آنے میں دیر
نہیں لگے گی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فاذا ... عسیر (المدثر ۹-۱) پھر جب
صور کو پھونک ماری جائے گی۔ سو وہ دن یعنی روز قیامت بڑا ہی سخت دن ہوگا۔
چند چیزیں قرآن مجید کے بہت سے مقامات میں سے میں نے عرض کیں۔ قرآن مجید
اتنی بات واضح کرنے کے لیے کہ قیامت قریب آ پہنچی۔ اور ہم غفلت میں ہیں۔
بار بار ہمارا بابا فرماتے رہے کہ قیامت قریب آن پہنچی ہے
اللہ نے فرمایا کہ نشانیاں آ چکی ہیں۔ آقا علیہ السلام نے بتایا کہ نشانیاں آ چکی۔

اور جس کی سمجھ میں یہ نہ آتا ہو کہ قیامت قریب ہے ۔ وہ کم از کم یہ سمجھ لے کہ موت قریب ہے۔
اور جو اپنے اندر تفصیلی احوال نہ کر سکے ۔ اس کا سوچ معلق رہتا ہے۔ تو مذہب میں رہتے تو اس کا بھی
کوئی شک نہیں کہ ایک قیامت تو وہ ہر روز دیکھتا ہے کہ موت قریب آ چکی ہے اور موت کے قریب
پہنچ میں موت تو اتنی دور بھی نہیں جتنا وہ ہر ایک قدم کے بعد دوسرا قدم اٹھاتا ہے اس لمحے میں کہا موت آ جاتی
ہے ۔ کچھ علامات قیامت حدیث میں کی ایک پیشن ہیں ۔ کہ قیامت قریب آ چکی
آقا علیہ السلام نے قرب قیامت کی علامات کو بیان فرمایا ہے اور وہ علامتیں ہیں جن کا تعلق
ہماری زندگیوں سے ہے ۔ قرب قیامت کی علامات کی اقسام ہیں ۔ واقعات کی شکل میں بھی ہماری
میں حادثات کی شکل میں بھی علامات ہیں ۔ بڑے بڑے جدال اور جنگوں کی شکل میں بھی ہیں ۔
سیلاب بڑے زلازل ۔ بڑی اقسام ہیں ۔ مگر میں صرف ایک قسم کا ذکر رہا ہوں ۔ جس کا تعلق صرف
ہماری زندگیوں سے ہے کہ ہماری اخلاقی زندگی سے ہماری سماجی اور معاشرے کی زندگی سے ۔ ہماری روزمرہ کی
زندگی سے ۔ وہ علامتیں احادیث مبارکہ سے بیان کر رہا ہوں جنہیں ہم بعض [illegible] میں سنتے ہیں ۔ تعجب کرتے
ہیں ۔ تو آقا علیہ السلام نے فرمایا جب یہ علامتیں ظاہر ہو جائیں تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب آ گئی ہے
کیونکہ یہ قیامت کے قرب کی علامتیں ہیں ۔ اور اب یہ ہماری زندگیوں میں اکٹھا گیا ہے
صحیح بخاری [illegible] اس میں یہ حدیث ہے ۔ (بخاری جلد ۶ صفحہ ۲۵۱۰ حدیث ۶۶۵۲) حضرت ابو
ہریرہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا ۔ کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب
تک تمہاری زندگیوں میں ۔ یہ علامتیں ظاہر نہ ہوں ۔ اور اگر علامتیں ظاہر ہو جائیں تو سمجھو کہ اب قیامت قریب
آ چکی ہے وہ آ پہنچی ہے ۔ اور جس کو قیامت سمجھ نہ آئے وہ موت کو اپنی قیامت سمجھ لے ۔ مرنے
والے کی قیامت اس کی موت ہے ۔ اس کا [illegible] اس کا روز آخرت اس کا یوم قیامت اس قبر کی
شام سے شروع ہو جاتا ہے ۔ یہ بات علیحدہ سی بات ۔ اس کی قیامت شروع ہو گئی ہے کہ آقا علیہ
السلام نے فرمایا کہ اس وقت قیامت قائم ہو جائے گی جب یہ علامتیں ظاہر ہو جائیں گی فرمایا علم اٹھا لیا جائے
گا ۔ اور علم سے مراد علم نافع ہے ۔ اور علم صحیح اور دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت کثرت سے [illegible]
جائیں گے ۔ جہل ظاہر ہو جائے گا ۔ اور علم سکڑ جائے گا ۔ آپ دیکھیں کہ کیا علم اٹھا لیا گیا ہے یا نہیں ۔
(۲) دوسرا فرمایا کہ زلزلوں کی کثرت کے ساتھ شروع ہو جائیں گے ۔ (۳) تیسرا فرمایا کہ زمانہ متقارب ہو جائے

M T W T F S S

Memo No
Date / /

گا۔ زمانے کی اکائیاں سکڑ (سمٹ) جائیں گی اور بہت قریب ہو جائیں گی۔ حدیث میں آقا علیہ
السلام نے فرمایا۔ ۴ چوتھی چیز ہے ارشاد فرمایا کہ فتنے کثرت سے ظاہر ہوں گے۔ اور ہرج فرمایا
کہ ہرج بڑی کثرت کے ساتھ ہوگا۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ہرج سے مراد کیا ہے۔ فرمایا قتل عام
ہو جائے گا قتل کثرت سے ہوا کرے گا۔ اور میرے آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے اندر مال کی بھی کثرت
ہو جائے گی۔ دیکھیں اگر گھروں میں برکت ہے فاقے ہیں۔ تو اس کے اسباب اور ہیں۔ اس کے
اسباب یا مہنگائی ہے یا معیار زندگی ہے کہ گھر والے اندازہ کریں۔ جو دس تنخواہ کی کیفیات
آج سے ۱۰ — ۲۰ — ۲۵ سال پہلے تھی کیا وہی ہے۔ (۱۲ — ۰۶ — ۱)
۔ ۲۵ یا ۳۰ سال پہلے جن گھروں کا خرچہ ۲ — ۳ ہزار سے چلتا تھا۔ آج ان کا خرچہ لاکھ روپے
سے چلتا ہے۔ لاکھ آتا ہے تو چلتا ہے۔ لوگوں کے پاس ۲ سو یا تین سو پہلے کا آتا تھا۔ آج اسی طرح
کے گھروں میں چند ہزار مہینوں کا آتا ہے۔ اب اس میں تنگ دستی ہے تو یہ برکت اٹھ گئی ہے اور
برکت اٹھنے کی کئی شکلیں ہیں۔ ہم نے وبال جان اپنے لئے زیادہ بنا لئے ہیں۔ مہنگائی ہو گئی ہے یہ الگ اسباب
ہیں جو برکت اٹھنے کے مختلف معنی ہیں۔ مال ہے مگر آسودگی راحت نہیں۔ جو کم مال
کے زمانے میں تھی۔ فرمایا تم میں مال بڑھ جائے گا۔ مسند حدیث میں ہے حضرت سعید بن مسیب رح
نے روایت کی کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ قرب قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ زمانوں کا متقارب
ایک دوسرے سے قریب ہو جانا۔ عرض کیا یا رسول اللہ زمانے کا تقارب کا قریب ہونا ایک دوسرے سے
اس کا معنی کیا ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ زمانے کی برکت اس طرح اٹھ جائے گی کہ سال ایسے لگے
گا کہ جیسے سال مہینے کی طرح گزر گیا ہے مہینہ جیسے ایک جمعہ ہفتے کی طرح گزر جائے گا۔ یعنی آٹھ دن
کا ہفتہ دن میں گزر گیا ہے۔ اور ایک دن لگے گا یہ ساعت میں گزر گئی ہے اور ساعت ایک جھپکنے کی
طرح گزر جائے گا۔ اب آپ دیکھئے گزشتہ تیزی سے گزر رہا ہے یہ تقارب زمان ہے یہ عمل
ہماری زندگی میں واقع ہو چکا ہے۔ اور یہ قیامت کی آمد کی نشانی ہے

حضرت کثیر بن مرہ الحضرمی رح سے گزرے۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک رض سے
روایت کی ہے۔ سنن ترمذی جلد ۴ صفحہ ۵۶۷ حدیث (۲۳۳۲) قیامت جب بالکل ساتھ
آجائے گی۔ اس کے قریب کی علامت یہ ہے کہ سنین کہ سال مہینوں کی طرح گزر جائیں گے مہینے

M | T | W | T | F | S | S

Memo No

Date / /

ہنستوں کی طرح اور ہنستے دلوں کی طرح اور ہنستے گنگناتے لمحوں کی طرح لاکھوں لمحے ساعت کی طرح گزر جائیں گے - مہینے ہفتوں اور لمحے چنگاریوں کی طرح گزر جائیں گے۔

آقا علیہ السلام نے فرمایا حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا قیامت کے قریب آجانے کی علامت یہ ہے کہ مال پھیل جائے گا۔ اور اس سوسائٹی میں تاجر بھی کثرت سے ہو جائیں گے - (۱/۱۳–۱۶) : اور ایک حدیث میں ہے کہ تجارت بہت بڑھ جائے گی - اس کا مطلب ہے کہ مال بڑھ جائے گا تجارت بڑھ جائے گی - بزنس بڑھ جائے گا - امیر امیر تر ہوتے ہیں یا غریب غریب تر ہوتے ہیں - یہ نظام معاشرت ہے - یہ الگ بات ہے مگر اس سوسائٹی میں۔ ایک وقت تھا - جب کسی کی ایک چھوٹی سی دکان ہوتی تھی - اور وہ انڈسٹریز کے مالک ہیں - چھوٹی سی تجارت تھی۔ آج کثرت سے لوگ تجارتوں کے مالک ہیں - ملازم تھا تھوڑی تنخواہ تھی ۱۹۸۰ میں جب میں پنجاب یونیورسٹی میں لیکچرر تھا - ڈاکٹر، انجینئر، مجسٹریٹ، اسسٹنٹ، افسر گریڈ 17 میں ہوتے تھے۔ پانچ سو روپے ماہانہ تنخواہ ہوتی تھی - اڑھائی تین سو روپے الاؤنس ملتا تھا - ساڑھے آٹھ سو یا نو سو تک نو صد ماہانہ تنخواہ بنتی تھی - حرام کی بات نہیں کرتا - میں تو حلال کی بات کر رہا ہوں۔ آج وہی لیکچرر پنجاب یونیورسٹی کے ان کی تنخواہ اب بارہ ہزار روپے ہے - کہاں بارہ سو اور کہاں بارہ ہزار روپے - ہر شخص تھوڑا غور کرے اپنے گھر کے بجٹ کا ۲۰–۲۵ برس کا پہلے گھر کا خرچ کیا تھا - مال کہاں سے آتا تھا - آج اس گھر میں پریشانی ہے تو اس کا سبب کیا ہے۔ مال کتنا ہے میرے آقا نے فرمایا مال کی کثرت ہوگی -

یہ نہیں فرمایا کہ معاشی پریشانی نہیں ہوگی - مال کثرت سے سوسائٹی میں پھیل جائے گا - تجارت کی اس سوسائٹی میں دیکھئے اسی طرح علماء میں مساجد کے آئمہ خطباء ۔ ۲ صد ۳ صد روپیہ ان کی تنخواہیں ہوتی تھیں - آج ۱۰ ہزار تک ہے - سرکاری دفتروں کے ملازمین - ۸۰ روپیہ ایک زمانے کی تنخواہ ہوتی تھی - ۶۰ روپیہ کا بھی میں نے سنا - آج ان سرکاری ملازموں کی تنخواہیں ہزاروں میں ہیں - آقا علیہ السلام کے فرمان کی علامت یہ وہ تجربہ بتا رہا ہوں - زمانہ آقا علیہ السلام نے کہا مال کی کثرت ہو جائے گی - اور تجارت کی کثرت ہو جائے گی - اور یہاں تک

KHURRAM PAPER PRODUCTS

سکھ اور چین نہیں آئے گا۔ تو سبب ٹیکنالوجی سے سائنس سے ہمارے اعمال کی وجہ سے برکت اٹھ گئی ہے۔ اور حدیث شریف میں آیا کہ زمانے بہت سمٹ سمٹ کے ساتھ ہو جائیں گے۔ اور علم دبوچ لیا جائے گا۔ یا اٹھا لیا جائے گا۔ (۱—۱۴—۵۶) سے یہاں فرمایا کہ علم غالب ہو جائے گا پھیل جائے گا۔ یعنی علم زیادہ ہو گا اٹھو جائے گا۔ کتابیں بہت زیادہ ہو جائیں گی۔ کتب خانے لگ جائیں گے۔ اب کمپیوٹروں میں جائیں۔ آپ انٹرنیٹ سارے کے سارے مطبوعات مل گئی دنیا کے اندر سے انٹرنیٹ پر کتابیں مل گئیں۔ پاکستان سے یورپ امریکہ کہیں چلے جائیں۔ بات کیسے کرنا ہے۔ اس سبجیکٹ پر سینکڑوں ہزاروں کتابیں مل جائیں گی۔ کپڑے کیسے پہنتے ہیں اس پر کتابیں۔ کھانا کیسے کھانا ہے۔ اس پر سینکڑوں ہزاروں کتابیں مل جائیں گی۔ مسئلہ اب علوم قرآن کا لیا ہے ہزاروں کتابیں مل جائیں گی۔ اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ۔ الغرض ——— تو میرے آقا نے فرمایا کتابوں کی بڑی کثرت ہو جائے گی۔ دینی بھی دنیوی بھی۔ خبروں کی بھی تفسیر کی بھی ——— وغیرہ وغیرہ۔ بہت کچھ ہوگا مگر علم اٹھا لیا جائے گا۔ کہ ان میں علم نافع نہیں ہوگا۔

مسلم شریف میں ایک حدیث ہے۔ اس حدیث میں ایک لفظ ہے جس کے محدثین نے مختلف معانی بیان کیے۔ شروح میں تشریحات کی طرف نہیں جاتا فقط حدیث کے الفاظ بتا رہا ہوں۔ تشریحات معانی جتنے بھی بیان کروں تو وہ محدثین کی شروح ہیں۔ وہ حدیث کا بدل نہیں ہے۔ میرے آقا علیہ السلام نے جو فرمایا وہ حدیث سنا رہا ہوں۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے جلد ۳ صفحہ ۱۵۲۵ حدیث نمبر ہے ۱۷۷۔ حضرت سعد بن ابی وقاص اس حدیث کے راوی ہیں۔ کہ مغرب کے لوگ غالب رہیں گے تمہارے اوپر۔ جب ایسا ہو جائے تو سمجھ لو کہ قیامت قریب آگئی ہے اب جو اهل المغرب ہے اس پہ محدثین اور شارحین نے مختلف تاویلات اور تشریحات کی ہیں کہ اہل مغرب جب غالب آ جائیں۔ کاش کہ مسلمین مغلوب ہو جائے۔ تو سمجھو کہ قیامت کھڑی آگئی ہے۔ حضرت امام حسن بصری سے مرسلاً حدیث پاک مروی ہے۔ مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۳۱۔ فرماتے ہیں آقا علیہ السلام نے ان دو انگلیوں کو اس طرح جوڑا۔ اور فرمایا ملتا نہیں تھا۔ اور جوڑ کر فرمایا تھا کہ میری مثال اور قیامت کی مثال۔ ان دو انگلیوں کی طرح ہے کہ قیامت ہو گا

قریب ہو چکی ہے۔ اور دوسری حدیث جس کو حضرت انس بن مالک نے روایت کیا
اور یہ بھی متفق علیہ حدیث ہے بخاری مسلم کی جلد ۲ صفحہ ۹۶۳
حدیث ۸۶ ہے۔ آقا علیہ السلام نے اپنی دو انگلیوں کو جوڑ دیا۔ تا کہ فاصلہ نزدیک ہو اور ملا
ہیں اور قیامت اس طرح جڑے ہوئے ہیں۔ قرب قیامت کے لیے آقا علیہ السلام نے
تفسیر علامات کی صحابہ کرام کو اور یہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جس کو آقا علیہ السلام نے
وضاحت کرتے ہوئے۔ قیامت کا ذکر فرما رہے تھے۔ اور آقا علیہ السلام نے صحابہ کرام کو
مخاطب فرمایا۔ تم تم اور قیامت اس طرح قریب آ گئے ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں جڑی
ہوئی ہیں۔ پھر آقا علیہ السلام نے قیامت کی علامات بیان کرتے ہوئے۔ حضرت ابو ہریرہ
روایت کرتے ہیں۔ صحیح بخاری نے اس کی تخریج کی ہے جب امانتیں ضائع ہونے لگیں
گی۔ (المستدرک علی الصحیحین جلد ۴ صفحہ ۵۳۹ حدیث ۸۵۱۰) آقا علیہ السلام نے
فرمایا پھر قیامت کا انتظار کرنا۔ تو سمجھو قیامت آ گئی ہے۔ تو صحابہ نے عرض کیا کہ امانتوں
کے ضائع ہونے کا مفہوم کیا ہے۔ فرمایا امانتوں کے ضائع ہونے کا معنی یہ ہے۔ کہ جب امانتیں
اور منصب اور اقتدار اختیار اور ذمہ داریاں ان لوگوں کو دی جانے لگیں۔ جو ان کے اہل نہیں ہیں
تو سمجھو کہ قیامت آ گئی ہے۔ اس کے بعد قیامت کی آمد میں دیر نہیں لگے گی۔ آپ
پورے معاشرے میں نظر دوڑائیں۔ ہر کسی کی امانتیں اور ذمہ داریاں آج معاشرے میں لوگ خود
دوسروں کو سپرد کر رہے ہیں جو ان کے اہل نہیں ہیں۔ کیا وہ امین ہیں۔ آقا علیہ السلام نے
یہی بات بتائی ہے۔ جب یہ وقت آ جائے تو سمجھو کہ قیامت آ گئی ہے انتظار کرو۔
پھر آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۱۲ حدیث ۵۲۵۵)
حضرت شقیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ علم چلا جائے گا۔ اور
جہالت چھا جائے گی۔ آج وقت ہے کہ پڑھے لکھے لوگ بھی جاہل دکھائی دیتے ہیں۔ یعنی علم اور
شعور چلا گیا۔ اور جہالت آ گئی ہے۔ کہ علم اٹھا لیا جائے گا۔
آقا علیہ السلام نے فرمایا صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں بھی ہے۔ اور ابو داؤد میں ترمذی
میں بھی ہے ترمذی میں ہے۔ ابن ماجہ میں آتا ہے۔ اور صحابہ کرام کی حضرت ابو ہریرہ کی ۹۶۵ سے روایت کی

معروف حدیث ہے حدیث جبریل ہے۔ اور حدیث طویل ہے ان۔ اس میں آخری الفاظ ہیں۔
کہ قیامت کی نشانیاں بتاؤ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جبرائیل امین نے پوچھا کہ قیامت
کی نشانیاں کیا ہیں۔ فرمایا۔ ماں اپنے حکمران کو جنے۔ یعنی اولاد اپنے ماں باپ کے تابع نہیں
ہوں گے۔ ماں باپ اولاد کے تابع ہوں گے۔ آپ ایک لمحہ آنکھیں بند کر کے سوچ لیں۔ کہ آج
کی بچیوں ماؤں نے رکھا و سیکھا۔ جو قرآن مجید کی ہے آپکا سننے اور ماننے ہیں۔ کہ آپ ان
کی سننے اور ماننے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ گویا وہ حکم دینے والوں کو جنے گی۔ ماں باپ
محکوم ہو جائیں گے۔ اور اولاد حاکم ہو جائے گی۔ پھر فرمایا کہ سمجھو کہ قیامت آجائے گی۔
جب تم دیکھو کہ ننگے پاؤں پھرنے والے اور لباس سے محروم لوگ یعنی ہمارا لباس پہنیں گے۔ یا جن
کا لباس پہلے علیحدہ تھا۔ جوتے بھی میسر نہ تھے۔ اور بکریاں چرانے والے تھے۔ اس کا اشارہ آپ علیہ
السلام نے اپنی سرزمین عرب کی طرف کیا ہے۔ جو آپنے امیر ہو جائیں گے کہ وہ بڑے بڑے اونچے
خلک کو محلات تعمیر کرنے لگیں۔ اور بڑی اونچی عمارتیں تعمیر کرنے لگ جائیں گے۔ تو سمجھو کہ قیامت
قریب آگئی ہے۔ یہ اپنے سرزمین عرب کی طرف اشارہ کیا۔ (۲۴ — ۲۸ — ۱)
حدیث پاک میں آیا ہے۔ کہ سرزمین عرب صحراؤں کی بجائے۔ محلوں اور باغات کا مرکز
بن جائے گا۔ تو سمجھ لینا کہ قیامت آگئی ہے۔ فرمایا صحرائے عرب میں جب باغات اگنے لگیں صحرائے عرب
میں چشمے پھوٹنے لگیں اور نہریں بہنے لگیں تو سمجھنا کہ قیامت قریب آگئی ہے۔ لوگ عمارتیں بنانے لگیں
اونٹ اور بکریاں چرانے والے ننگے پاؤں پھرنے والے۔ یہ مسلم شریف میں حدیث ہے۔ اور عبداللہ بن عمر نے
روایت کیا ہے۔ اس کو حضرت ابوہریرہ سے بخاری نے روایت کیا ہے۔ اسی طرح صحیح بخاری اور مسلم
میں دوسری سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا میں علامتیں خاص
بتا دیتا ہوں قیامت کے قرب کی۔ جب یہ تین علامتیں دیکھو۔ تو سمجھ لینا کہ قیامت شروع ہوگئی
ہے۔ ۱۔ بکریاں چرانے والے اور چرانے والے بدوؤں کو جب دیکھو۔ کہ وہ لوگوں کے رئیس اور حکمران بن گئے۔
صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۶ حدیث نمبر ۸ — ۹ = اور ان لوگوں کو دیکھو جو ننگے بدن ننگے پاؤں رہنے
والے تھے۔ فاقہ کش لوگ تھے کہ دیکھو کہ وہ مقابلہ کرنے لگیں اونچی اونچی عمارتوں اور محلات کے بنانے میں۔ اور ماں
اور باپ کی اولاد ان کی حکمران بننے لگے۔ تو سمجھ لیں کہ قیامت قریب ہے۔ اب خود سوچیں ہم کو کیا نشانیاں

جو ابھی دور رہ گئی ہے۔ آقا علیہ السلام سے خصوصی ہی حضرت ابو ہریرہ جو کہ اس کے راوی ہیں۔ اور علقمہ
بن علمہ سے مروی ہے (بخاری جلد ۶ صفحہ ۲۰۰۵ حدیث ۷۰۰۵) اس وقت
تک قیامت نہیں آئے گی اور اس وقت قیامت کو قریب سمجھ لینا جب بڑے بڑے
اونچے پلازے بننے لگیں۔ ہم ان کی بے انتہا نشانیاں بیان کرتے ہیں کہ پلازہ بنا رہیں گے۔ آقا علیہ السلام
نے ان کی برائی بیان نہیں کی۔ نہ ہی۔ اور میں تو علامتوں کو بیان کر رہا ہوں کہ جب یہ زمانہ آ جائے کہ جب
عرب کا ہر جا کر دیکھو تو اونچے اونچے پلازے نظر آئیں بلند بلند عمارتیں نظر آئیں، محلات نظر آئیں۔ اونچے اونچے
مکانات نظر آئیں۔ تو سمجھ لو کہ یہ جو ساری علامتیں زمین پر ظاہر ہو گئی ہیں تو سمجھو کہ قیامت
قریب آ گئی ہے۔

اور پھر آقا علیہ السلام نے فرمایا، صحیح جامع الصغیر میں روایت کیا گیا ہے کہ امام سعد کا
نے حضرت انس بن مالک سے روایت ہے۔ اور یہ حدیث صحیح حسن ہے۔ میں نے تحقیق کی بات
اس لیے کر دی ہے۔ یہ بڑی اہم بات آ رہی ہے کہ آقا علیہ السلام سے پوچھا گیا یا رسول
اللہ کہ قیامت کا بہت قریب آ جانے کی کوئی خاص علامت کیا ہے۔ جب موسلا دھار بارشیں
سے زیادہ ہونے لگیں تو سمجھو کہ قیامت قریب آ گئی ہے۔ ایسا ہو رہا ہے کہ صدیوں پہلے اتنی
کثرت سے بارشیں نہیں ہوتی تھی۔
بات فرمائی۔ اس زمانے میں شک سا پڑا کہ کوئی عام جو طلب کوئی بات وارد ہوتی ہوگی
تو اللہ کے محبوب سب کی ساری باتیں دیکھیے آپ کی پیش گوئیوں کی عظمت بھی دیکھیں اور وسعت
علم و معرفت بھی دیکھیں۔ کیا کیا چیزیں بیان کیں۔ چودہ سو سال پہلے کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ
تھیں۔ فرمایا جب امواتِ کثرت سے بارشیں اتنی ہونے لگیں تو سمجھ لینا کہ قیامت
قریب آ گئی ہے۔ تو بتا دیجئے کہ یہ علامت آ گئی ہے پوری کہ نہیں۔ قریب قیامت کی ہے۔

پھر آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ اور یہ حدیث حضرت حسان بن اوس بن ثابت سے روایت
ہے۔ یہ تابعین میں جلیل القدر ہیں۔ مرسلاً روایت کیا فرماتے ہیں۔ اوزاعی روایت کرتے ہیں
حضرت حسان سے۔ بہت خاص توجہ طلب نکتہ ہے۔ سنن جلد ۲
ص ۶۹۸ حدیث (۵۰۱) الرقم ۱۰۳۴) الفتن قیامت کے قریب آنے کی آقا نے فرمایا

جیسی خاص علامت بتا رہے ہو۔ اگر وہ علامت میری امت میں عام ہو جائے تو اللہ کی پکڑ یا قیامت
قریب ہے آتا جانا کسی لمحے بھی آ سکتی ہے۔ کہ میری امت میں بد فطرت لوگ شریر لوگ بدمعاش لوگ زانی کثرت
چور ڈاکو اچکے لٹیرے گیر لوگ۔ میری امت نیک لوگوں پر جب غلبہ پا لیں۔ ان پر حاوی ہو جائیں اپنے دستانے
کے تلے لے کر۔ اچھے کردار والے کمزور ہو جائیں گے۔ اچھے بدمعاشوں کے سامنے بے بس ہوں گے۔ جب غالب ہو جائیں۔ اقتدار پر قبضہ کر لیں۔
حکومت پر قبضہ کر لیں۔ وسائل پر قبضہ کر لیں۔ معاشرے میں عام ہو جائیں۔ جب وہ غالب ہو جائیں میری
امت پر۔ خدارا شرار کو سمجھنا کہ قیامت قریب آ گئی ہے کہ میرے آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ جس
طرح منافق آج ہمارے اندر تھا ہم میں چھپا ہوا ہے کہ اسے شرم آتی ہے۔ حیا آتا ہے۔ ظاہر میں لبادہ
اوڑھتا ہے ایمان کے۔ تا کہ لوگ مجھے پہچان نہ لیں کہ یہ منافق ہے کہ وہ زمانہ میری امت میں آ جائے گا۔ کہ لوگ نیک صالح
معاشرے میں چھپتے پھریں گے۔ کہ وہ مسجد کے کونوں میں بیٹھیں گے۔ ہر طرف بدمعاش ہوں گے شریر ہوں گے
زانی ہوں گے بد کردار ہوں گے بدکار ہوں گے۔ انہیں عزت ہو گی۔ لوگ انہیں امیر بنائیں گے۔ راہنما بنائیں گے
لیڈر بنائیں گے۔ حکمران بنائیں گے۔ ان کے پاس وسائل کی عزت ہو گی۔ معزز سمجھے جائیں گے۔ مہذب
طبقہ کہلوائیں گے۔ نیک متقی پرہیزگار رات کو اٹھنے والا۔ حلال کمانے والا اس کی محفلوں میں بیٹھتا ہو گا وہ اپنے
آپ کو چھپاتا ہو گا۔ اسے شرم آئے گی۔ وہ کیسے لگے گا اس مجلس میں بیٹھا ہے ۔ ۱-۳۲-۲۷
یہ بڑے سادہ لفظوں میں کہا ہے کہ نیکی طعنہ بن جائے گی۔ تقویٰ طعنہ بن جائے گا۔ میرے آقا کے قلب اطہر کا اندازہ
کرو۔ وہاں حال کیا ہو گا۔ جب دیکھا ہو گا اپنی امت کو تباہ ہوتے ہوئے۔ تو اس وقت قلب انور کے دکھ
کا عالم کیا ہو گا۔ کہ میری امت پر وہ زمانہ آ جائے گا۔ کہ جیسے منافق آج ہم میں چھپتا ہے۔ حیا
اسی طرح مومن میری امت کے اندر اب لوگوں میں بیٹھ کے چھپے گا۔ کتنی داڑھی منڈوا لیں گے کہ
کوئی مذہبی آدمی نہ سمجھے۔ حلیے بدل لیں گے۔ نماز کا وقت آ جائے گا تو نماز بھی قضا کر دیں گے کہ یہ دیکھیں گے او دیکھو یہ
نمازی آ گیا ہے۔ ایمان تماشا بن جائے گا۔ ایمان پر عزت ختم ہو جائے گی۔ کہ وہ جو سب کچھ اللہ تعالیٰ جسے اول
کی فضیلت سے نوازا ہے۔ معاشرہ اگر سمجھ آ گیا ہے تو یہ وقت آ گیا ہے ٹوٹنا۔ جب ایسا وقت آ جائے۔ تو
جان لو کہ قیامت قریب ہے۔ میرے آقا نے فرمایا یہ میرے اس چہرے میں سے چہرہ چھپا کے جائے گا۔
(۱-۲۹-۳۹) کہ اس کا چہرہ خنزیر جیسا ہو جائے گا۔ اور آج سے آغاز کر دیا ہر ایک سے کہ چہرے
خنزیر کی طرح بن جائیں۔ خنزیر کی طرح کو کوئی فرق نہ ہو سکے۔ میری مراد سنت ہے۔ سب پہ لیا

چیز دیکھی جاتی ہے۔ سب سے پہلی نظر کس پر پڑتی ہے۔ چہرے پر۔ اندر کا حال تو بعد میں دیکھا جاتا ہے۔
دوست تو یہ سب سر آنکھوں کی بات ہے۔ حضور کا چہرہ اچھا ہے یا کسی اور کا چہرہ اچھا ہے۔ میرے آقا سے زیادہ
چہرہ کس اور کا ہے۔ تو جس کو آئیڈیل بنائے اس جیسا بننے کی کوشش کرتے ہیں۔

اگر حضور سے پیار ہے۔ عشق ہے۔ تو میرے آقا سے زیادہ آئیڈیل اور کون ہو سکتا
ہے۔ قیامت کے دن چہرہ دیکھ کر فرشتے کہیں کہ حضور کے امتی آرہے ہیں۔ آپ کی زبان سے سنئے۔
میرے آقا سے صحابہ کرام نے پوچھا۔ کہ یا رسول اللہ آپ قیامت کے دن اپنی امت کو کیسے پہچانیں
گے۔ سارا جہان سب امتیں جمع ہوں گی۔ ان کے سارے جسم سے جو اعضاء (صحیح ابن حبان
جلد ۳ ص ۳۲۴ حدیث ۱۰۴۸) وضو کرتے جہاں جہاں وضو کا پانی لگتا ہے وہاں سے نور چمک رہا ہوگا۔
تو میں ان کے نور سے پہچان لوں گا۔ تو آقا علیہ السلام نے جو پہچان رکھی ہے۔ وہ بھی نور سے
متعلق ہے کہ لوگو نور پیدا کرو اپنے اندر۔ ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔ اور نور عبادت سے آتا ہے، نماز
وعظ تقریروں سے نہیں آتا اور اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے سے آتا ہے کہ طاعت سے
آتا ہے صدق و اخلاص سے آتا ہے۔ حضور کی سچی غلامی سے آتا ہے۔ اور اپنے آپ کو ایسا بدل لو اس طرح سے
کہ آقا علیہ السلام خوش ہو جائیں۔ جب آپ چلیں آپ کا کردار آپ کی گفتار آپ کا چہرہ آپ
کے اعمال آپ کے حالات آپ کی زبان آپ کا کلام۔ آپ کا لین دین۔ آپ کا معاملہ سب کچھ ایسا بدل جائے۔
جو دیکھے تو معلوم ہو کہ اللہ والے آرہے ہیں۔ حضور کے سچے غلام آرہے ہیں۔ حضور کی غلامی کی جھلک ان
کے عمل سے نظر آتی ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ عرب کے سارے
لوگ خراب ہو جائیں گے۔ پوچھا یا رسول اللہ ایسا کیوں ہوگا۔ یہ تو خیر کا منبع ہیں تو پھر ان میں بگاڑ کیوں آ جائے گا۔
جو قوم بھی تباہ ہوگی قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ فاجر لوگ ان پر غالب آ جائیں
(سنن الوردة فی الفتن جلد ۴ ص ۷۹۶ حدیث ۴۰۲) اور بری طبیعت اور طمع کے اپنے میں سے جو منافق
لوگ ہوں۔ ان کو حاکم بنا دیں گے۔ ان کو لیڈر بنا لیں گے۔ سیادت ان کے پاس چلی جاتی ہے کہ
جو منافق اور کمینے لوگ ہیں۔ وہ اس طبقے کے لیڈر ہو جائیں گے۔ قیادت و سیادت ان کو چلی
جائے گی۔ اور اس کو عمر بن سے بڑھ کر پوری امت پر اطلاق کیا۔

KHURRAM PAPER PRODUCTS

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضہ نے روایت کیا۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ۔ مجمع الزوائد جلد سات ۲۲۳۔ فرمایا کہ قیامت کے قریب ہونے کی علامتوں میں سے ہے کہ پوری سوسائٹی میں جو نیک اور صالح لوگ ہیں۔ ان کو نیچا کر دیا جائے گا۔ اور جو اشرار لوگ ہیں کمینے لوگ اُن کو اونچا مقام دے دیا جائے گا ۔۔۔ ہر طبقہ ہر قبیلہ میں سے جو منافق اور کمینے لوگ ہیں۔ یہ ایسے لوگ وہ اُس قبیلے کے سردار بن جائیں گے۔ لیڈر بن جائیں گے حاکم بن جائیں گے۔ فرمایا قیامت کے قریب آنے میں سے علامت ہے۔

پھر اس حدیث کو۔ آقا علیہ السلام نے اس کو اشارۃً بھی فرمایا۔ اس انداز سے اس کو سمجھایا کہ کئی صحابہ کرام نے اس کو بیان فرمایا۔ اب عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں۔ یہ عمر بن خطاب بھی روایت کر چکے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ روایت کرتے ہیں۔ فرمایا اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی۔ اور قیامت کے قریب ہونے کی علامت یہ ہوگی۔ کہ ہر جماعت ہر قبیلہ اس کے جو منافق لوگ ہیں۔ وہ اس جماعت کے لیڈر ہو جائیں گے۔

اور پھر حضرت امام حسن البصری رضہ سے بھی مروی ہے۔ جلیل القدر تابعی نے بھی اس کو روایت کیا۔ پھر ایک اور سند حضرت عبداللہ بن مسعود سے بھی مروی ہے۔ اور پھر اس کو وضاحت کرنے کے لیے تا کہ کسی کو شک نہ رہ جائے کہ مجھے آقا علیہ السلام نے کیا فرمایا ہے۔ تو آقا علیہ السلام نے وہ پردہ بھی اٹھا دیا۔ حضرت حذیفہ بن یمان روایت کرتے ہیں۔ یہ حدیث ترمذی شریف میں ہے اور حدیث صحیح ہے اسناداً۔ اس کو صاحب مشکوٰۃ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور الجامع الصغیر نے بھی روایت کیا ہے۔ کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا (سنن ترمذی جلد ۴ صفحہ ۴۹۳ حدیث ۲۲۰۹) فرمایا کہ لوگو سن لو۔ قیامت اس وقت تک وارد نہیں ہوگی۔ جب تک یہ علامت ظاہر نہ ہو جائے اور تمہاری سوسائٹی میں۔ اور تمہارے معاشرے میں۔ دنیا میں عزت والا مرتبہ دنیا میں آج کی طرف وہ لوگ ہو جائیں گے۔ جو حرام کھانے والے حرام زادے ہوں گے۔ کمینہ در کمینہ ہوگا۔ ذلیل در ذلیل ہوگا۔ اس کا باپ بھی ذلیل۔ دادا بھی ذلیل۔ ذلیلوں کی نسل میں منتقل ہو جائے گی دنیا میں۔ کمینا ابن کمینے لوگ۔ (مسند احمد ۱) گویا عزت والے نیک متقی لوگ۔ پرہیزگار اُن سے قیادت و سیادت رہبری راہنمائی چھین لی جائے گی۔ اور نسلاً بعد نسلٍ بیٹا۔ پھر پوتا۔ دنیا کی اقتدار سے عزت بڑھائی ان کو ملے گی

جو نسلیں کمینے ہوں گی وہ بدمعاش ہوں گی اور لالچی ہوں گی۔ راستے کے فقیر ڈاکو ہوں گے اور چور ہوں گے
زانی ہوں گے۔ میرے آقا ﷺ نے فرمایا جو کمینے ہیں وہ معززین ہو جائیں گے۔ ان کی عزت کی جائے گی۔
آپ بتا دیں کوئی ایک نیک شریف آدمی (الا ماشاء اللہ) اگر اسمبلیوں میں جا سکتا ہے۔
کوئی شریف آدمی وزیر بن سکتا ہے۔ کوئی شریف آدمی آپ کا کمشنر بن سکتا ہے بلکہ آپ کا
سوسائٹی میں لیڈر بن سکتا ہے۔ وہ نفس کے پجاری ہوں گے۔ میرے آقا ﷺ نے فرمایا پھر آگے
ان کی نسلیں بھی چلیں گی۔ شرفاء کا دور ختم ہو جائے گا۔ فرمایا جب یہ زمانہ آ جائے تو سمجھ
لینا کہ قیامت آگئی۔ ہمارے لیے اب کوئی سوچنے کی گنجائش باقی رہ گئی۔ جو علامتیں آقا علیہ السلام
نے بیان فرمائی ہیں۔ جو علامتیں بیان فرمائیں قرب قیامت کی وہ ظاہر ہو گئیں دس بیان کر رہا ہوں۔
(صحیح بخاری جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۰۰ حدیث ۴۹۳۳) میں متفق علیہ حدیث ہے کہ حضرت انس بن
مالک رضی اللہ عنہ آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ مرد ختم ہو جائیں گے عورتیں زیادہ ہو جائیں گی۔ آج کسی سوسائٹی
کا اعداد و شمار چیک کر کے دیکھ لیں۔ ہر سوسائٹی میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ بچیوں کی
پیدائش ہسپتال میں دیکھ لیں۔ بچیوں کی پیدائش زیادہ ہے۔ پچاس کے لیے ایک مرد رہیں۔
پھر آقا علیہ السلام نے فرمایا (بخاری جلد نمبر ۱ صفحہ ۴۹۳ حدیث ۱۶۱۴) نمازی اندر سے خالی جائیں گے
تو لوگ مال و دولت خرچ کر کے بڑی بڑی عظیم الشان خوبصورت مسجدیں بنائیں گے۔ اور لوگ بڑی بڑی زیب
و زینت فخر کریں گے۔ مینارہ بلند کر کے دیکھو ——— بڑھ چڑھ کے مقابلہ ہوگا۔ مساجد کی تعمیر ہوگی
مگر یہ نمازی ——— رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی۔
فلسفہ رہ گیا۔ تلقین غزالی نہ رہی۔
پھر آقا علیہ السلام نے فرمایا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اور انہوں نے حضور علیہ السلام سے

پہلے کہہ آیا ہوں اسلام شروع ہوا (المستدرک علی الصحیحین جلد ۴ صفحہ ۵۲۰ حدیث ۸۴۵۹)
میرے بعد اور قیامت تک ۔ نبوت و رحمت کا دور ۔ پھر خلافت و رحمت کا دور پھر اس کے بعد
ملوکیت کا دور ۔ جو بنو امیہ کے زمانے میں شروع ہو گیا تھا ۔ جو ملوکیت بادشاہت جو آج کے دور تک
جاری ہے ۔ ہر ادوار آئے وہ ملوکیت کے تھے ۔ سلطنت کے تھے ۔ اس کے بعد پھر فوجی حکمران آنے لگے ۔
آمر اور جابر آنے لگے ۔ کوئی قوم بھی ان کو مار سکے گا ۔ جو چاہیں گے کریں گے ۔ اور پھر شیطانی نظام حکومت
آئے گا ۔ امریکہ اس وقت سب سے بڑا طاغوت اور شیطان ہے ۔ اور میں سوچتا ہوں کہ یہ جو دجال ہے
اس جنس کی نسل میں سے آئے گا ۔ اس وقت امریکہ کی سلطنت ہے کہ اور اس کے نیچے تمام
ملکوں کے اندر جبر ہو رہا ہے ۔ پھر طاغوتی نظام نافذ کیے جا رہے ہیں ۔ اسلام کو مٹایا جا رہا ہے ۔ وہ خود آخر کار
علم قیامت کا پتا ہاتھوں میں اس کے کنارے تک پہنچ گئے ہیں ۔ یہ اس بات تک نے روایت کیا ۔
الا اہل العلم کو بیت ۔ جو حدیث کا علم رکھنے والوں کے سوا ۔
سیدنا علی ابن طالب ؓ ۔ ایک دفعہ منبر پر کھڑے ہیں ۔ عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں ۔ سنن الوردہ فی
الفتن جلد ۴ صفحہ ۸۳۱) اے لوگو جو پوچھنا ہے مجھ سے پوچھو ۔ قبل اس کے کہ میں چلا جاؤں دنیا
سے ۔ تو کوئی لوگ کھڑے ہو گئے ۔ اور دجال اور قرب کی علامات پوچھیں ۔ جب لوگ نمازوں کو ضائع کرنے
لگیں ۔ روزوں سے غفلت ہونے لگے ۔ اور لوگ جھوٹ کو جائز سمجھنے لگیں ۔ کہتے ہیں یہ حکمت عملی ہے ۔
یہ جرنیل ہے ۔ یہ دنیا کا طریقہ ہے ۔ اور سود بے دریغ کھلا کھانے لگیں ۔ اور رشوت عام لینے لگیں ۔
اور عمارتیں اونچی اونچی بنائی جانے لگیں ۔ بلڈنگ بنانے لگیں ۔ اور نفسانی خواہشوں کی پیروی
ہونے لگے ۔ اور دین کے ذریعے دنیا خریدی جانے لگے ۔ اس کا مطلب ہے جب دین کو دنیا کے بدلے بیچا جانے
لگے ۔ جب انسان کا خون بے قیمت ہو جائے ۔ قتل و غارت عام ہونے لگے ۔ اور خونی رشتے ٹوٹنے لگیں ۔
خونی رشتوں میں حیا نہ رہے ۔ بھائی بھائی کا دشمن ۔ بیٹا بیٹی باپ ماں کے ۔ جب صلہ رحمی ختم ہو جائے
اور برداشت کرنے والے حلیم لوگ کمزور سمجھے جائیں ۔ اور جبر و ظلم کرنے والے لوگ جرأت کی تحسین کرنا لگیں
اور حکمران فاسق و فاجر بننے لگیں ۔ خائن اور بد دیانت لوگ وزیر بننے لگیں ۔ اور سوسائٹی کے ظالم لوگ ۔
معاشرے کے نمائندے بن جائیں ۔ لیڈر ظالم بن جائیں ۔ اور قرآن کے عالم اور قاری تبلیغ کرنا والا اور عرفان والا تک
والے اپنے عمل میں فاسق ہو جائیں ۔ دین کی تبلیغ کریں قرآن کی بحریں پڑھائیں ۔ مگر قرآن کے عمل سے نکل جائے

۔ قرآن کا نور اُن کے سینوں میں نہ رہے ۔ قرآن کی تلاوت ان کی زندگیوں میں نہ رہے ۔
فاسق و بےعمل ہو جائیں ۔ اور ظلم نا انصافی جب غالب ہو جائے ۔ اور خاندانوں میں گھر ٹوٹنے کے مسائل
طلاقیں ہونے لگیں ۔ اور کثرت سے ہارٹ اٹیک ہونے لگیں لوگوں کو ۔ اور جھوٹ ہی ہمیشہ گفتار لوگوں کی عادت
بن جائے ۔ اور قرآن بڑے بڑے خوبصورت سنہری حاشیہ کے ساتھ چھپائے جانے لگیں ۔ اور مساجد کی
بڑی آرائش ہونے لگے ۔ اور مسجدوں کے بڑے بڑے اونچے مینار بنائے جانے لگیں ۔ فخر کیا جانے لگے کہ اتنا
اونچا مینار بنایا ہے ۔ اور مسجدیں نمازیوں سے بھر جائیں ۔ مگر مومن کوئی ایک بھی نہ ہوگا ۔ اور شیر و شکر سے گھر کے
لوگ ٹوٹنے لگیں ہر ولولہ بھی نہ ہو ۔ اور دل ایک دوسرے سے دور ہو جائیں ۔ خاندانوں میں رشتہ داروں کا
ماں باپ اور اولاد میں ۔ دوستوں میں ۔ استاد و شاگردوں میں ۔ ہر گھر میں ۔ اور تجارت میں بڑا حرص
بڑھ جائے ۔ بیوپاری بھی شوہر والوں کے ساتھ شریک ہو جائیں ۔ ہر کوئی بڑھ چڑھ کے تجارت میں شریک ہو ۔ حرص
بڑھ جائے دنیا کا ۔ عورتیں اپنی شکل و صورت مردوں جیسی بنانے لگیں ۔ اور مرد عورتوں کی طرح بننے لگیں ۔
اور کوئی کسی کو سلام نہ کرے مسلمان ۔ سوائے اس کو جس کو پہچانتا ہو ۔ بغیر پردوں کا لباس
لوگ پہننے لگیں ۔ دل ان کے بھیڑیوں کا سا ہو ۔ اور اوپر تقویٰ کی پرہیزگاری کا ۔ دین داری کے لباس اوڑھ لیں ۔
اور کفریت کے عمل کر لیں ۔ دنیا کمائی جانے لگے ۔ اور جو علم ہے ۔ وہ معرفت سے خالی ہو جائے ۔ سیدنا
مولا علیؑ نے ۳۰ علامات بیان کی ہیں جب ظاہر ہو جائیں تو آپ کے ارشادات کے مطابق سمجھ
لینا کہ دجال کے خروج کا وقت قریب آگیا اور قیامت سر پر آگئی ہے ۔

آپ نے آقا علیہ السلام کی 75 یا 80 علامتیں قیامت کی سنی ہیں ۔ کیا ان میں کوئی ایک بھی ایسی ہے
کہ آپ کہہ سکیں کہ جواب باقی ہے ۔ ہر علامت ظاہر ہو چکی ہے ۔ کسی کی ابتداء ہو چکی ہے کسی کا
انتہا ہو چکی ہے ۔ ہم اس زمانے میں ہیں جب آخری سلسلہ علامت کا ڈنکا بج رہا ہے ۔ تمام کاروبار بند ہو رہا
ہے ۔ کہ قیامت قریب آگئی ہے ۔ لوگو حساب کا وقت قریب آگیا ہے ۔ آقا علیہ السلام کی علامتیں بیان کر کے
نہ دیکھ لیں ۔ اور اپنے آپ کو نہ بدلیں ۔ اور بدلنے کا آغاز نہ کریں ۔ تو اس کا مطلب ہے فی الحال ہم کو یقین نہیں آیا ۔
کہ ہم ابھی تک ایمان ہی نہیں لائے ۔ مطلب یہ ہے کہ ایمان ہمارا قلوب میں ابھی داخل نہیں ہوا ۔ داخل ہوتا
تو ہم سب بدل جاتے ۔ (سورۃ فاتحہ کی تفسیر کی ۳ جلدیں ہیں)

رمضان کا مہینہ اللہ کا بازار ہے ۔ اس کے بازار میں نقصان نہ ہو ۔ اور قیامت سے پہلے بازار بند

M	T	W	T	F	S	S

Memo No
Date / /

ہونے کو ہے۔ خریداروں جو خرید سکتے ہو تو خرید لو ——— (۱۶ — ۱۹ — ۲) وہ نشہ میں دینے کو
تیار ہے ادھار بھی دینے کو تیار ہے۔ بس خریداری کر لو۔ اور وہ آواز لگا رہا ہے کہ ہے کوئی خریدار میرے سودے
کا۔ اور ایسے بدلیں ہر سودے کی حضور علیہ السلام کا علم نظر آئے۔ زبان کو مٹھاس دو۔ زبان کی کڑواہٹ
ختم کر دو۔ جب ہم بات کرتے ہیں کڑوی کرتے ہیں غیبت کرتے ہیں چغلی کرتے ہیں۔ تو لیس نہ دین اپنی آخرت
برباد کرتے ہیں ——— مکارم اخلاق کا جس کرنا عبادت میں حلاوت پیدا کرو۔ یہ مہینہ کے دس دن رمضان
کے ایسے گزریں نہیں بلکہ ہر رات ہر دن ثمار زندگی کا آخری سانس تک حضور علیہ السلام کی اُمتی لگو کر
آ دو گفتہ ہی ایسا کرو۔ قرآن بھی تم آؤ۔ دین بھی پھیلاؤ ——— سفر کرو محنت کرو۔ حق ادا کرو۔ رات
ہو جائے تو راہب لگو۔ ہم ایک بندر ساری کے شفیع بن جائیں ——— اللہ تبارک و تعالیٰ آقا علیہ السلام
کے نعلین پاک کے صدقے خیرات کہ ہم فکر دنیا چھوڑ کر فکر آخرت کیلئے تیار ہو جائیں

۲ — ۴ — ۲۰۱۹
۲۶ — ۷ — ۱۴۴۰
۷ — ۳۲ — ۱۴ — PM

QAI... ...AS
Naqash... ...rdi
Ch...

World Summary

Country	Capital	Area Sq Km	Major Language	Population	Currency
Latvia	Rigu	63,700	Latvian	2,350,989	Lats
Lebanon	Beirut	10,452	Arbic	3,720,398	Lebanese Pound
Libya	Tripoli	1,757,000	Arabic	5,478,826	Libyan Dinar
Lithuania	Vilnius	65,300	Lithuanina	3,593,467	Litas
Malaysia	Kuala Lumpur	329,758	Malay	23,031,178	Ringgit
Mexico	Mexico City	1,964,382	Spanish	104,695,273	Mexican Peso
Moldova	Kishiner	33,700	Moldovan Romaian	4,437,948	Lei
Nepal	Kathmandu	147,181	Nepali	26,378,770	Nepalese Rupee
Netherlands	Amsterdam	41,526	Dutch	161,140,314	Guilder
New Zealand	Wellington	270,534	English	3,945,331	Dollar
Nigeria	Abuja	923,768	English	132,746,987	Naira
Norway	Oslo	385,639	Norwegain	4,543,238	Norwegian Krone
Oman	Muscat	309,500	Arabic	2,792,302	Rial Omani
Pakistan	Islamabad	796,095	Urdu	150,255,266	Pak Rupee
Panama	Panama City	75,517	Spanish	2,913,273	Baiboa
Philippines	Manila	300,000	Pilipino	85,958,846	Peso
Poland	Warsaw	312,684	Polish	38,618,896	Zloty
Portugal	Lisbon	92,345	Protuguese	10,099,711	Escudo
Qatar	Doha	11,427	Arbic	813,755	Qatar Riyal
Romania	Bucharest	237,500	Rumanian	22,277,797	Leu
Russia	Moscow	17,075,200	Russian	144,570,925	Rouble
Saudi Arabia	Riyadh	2,240,000	Arabic	24,168,463	Riyal
Singapore	Singapore	648	Bahasa Malay	4,584,003	Singapore Dollar
South Africa	Pretoria	1,219,090	Afrikaans	43,655096	Rand
Spain	Madrid	505,990	Spaish	40,107,833	Peseta
Sri Lanka	Colombo	65,610	Sinhalese	19,718,567	Sri Lanka Rupee
Sudan	Khartoum	2,505,800	Arabic	37,953,059	Sudanese Pound
Sweden	Stockholm	449,964	Swedish	8,878,257	Krona
Switzerland	Berne	41,285	German	7,316,926	Swiss France
Syria	Damascus	185,180	Arabic	17,521,256	Syrian Pound
Taiwan	Taipei	36,000	Mandarin Chines	22,697,864	New Taiwan Dollar
Tanzania	Dodoma	945,100	Swahili	38,011,779	Tanzanian Shilling
Tajikistan	Dushanbe	143,100	Tajik	6,840,946	Rouble
Thailand	Bangkok	513,115	Thai	62,821,940	Baht
Turkey	Ankara	779,452	Turkish	67,997,139	Turkish Lira
Trukmenistan	Ashkhabad	488,100	Turkmenion	4,762,476	Manat
Uganda	Kampala	241,138	English; Swahile	25,317,795	Ugandan Shilling
U.A.E.	Abu Dhabi	83,600	Arbaic	2,478,918	Uae Dirham
U.K.	London	244,110	English	59,884,964	Pound
Ukranie	Kiev	603,700	Ukrainian	48,099,568	Karbovanets
United States	Washington, D.c.	9,629,047	English	282,690,075	Dollar
Uzbekistan	Tashkent	447,400	Uzbek	25,916,301	Sum
Vietnam	Hanoi	331,690	Vietnamese	82,086,550	Dong
Yugoslavia	Belgrade	102,173	Serbo-corat	10,646,033	Dinar
Zambia	Lusaka	752,614	English	10,120,264	Kwacha
Zimbabwe	Harare	390,759	English	11,381,503	Zimbabwe Dollar

World Summary

Country	Capital	Area Sq Km	Major Language	Population	Currency
Afghanistan	Kabul	652,225	Pushtu	28,566,951	Afghani
Algeria	Algiers	2,381,745	Arabic	32,739,985	Algerian Dinar
Argentina	Buenos Aires	2,777,815	Spanish	38,176,887	Argentine Peso
Armenia	Yerevan	29,800	Armenian	3,325,843	Rouble
Australia	Canberra	7,682,300	English	19,706,679	Australian Dollar
Austria	Vienna	83,858	German	8,185,940	Schilling
Azerbaijan	Baku	86,600	Azerbaijani	7,823,747	Manat
Bahrain	Al-manama	707	Arabic	665,737	Bahrain Dinar
Bangladesh	Dhaka	147,570	Bengali	135,183,627	Taka
Belgium	Brussels	30,528	French-Dutch	10,287,727	Belgian Franc
Belarus	Minsk	207,595	Belorussian	10,347,711	Rouble
Bosnia Herzegovina	Sarajevo	51,129	Serbo-Croat	3,990,060	Dinar
Brazil	Brasilia	8,547,404	Portuguese	177,334,445	Cruzeiro
Brunei	Bandar Seri	5,765	Malay	357,057	Brunei Dollar
Bulgaria	Sofia	110,994	Bulgrain	7,549,256	Lev
Burma	Rangoon	676,552	Burmese	42,439,764	Kyat
Canada	Ottawa	9,970,610	English	32,163,220	Canadian Dollar
Chile	Santiago	756,626	Spanish	15,642,875	Chilean Peso
China	Beijing	9,571,300	Mandarin	1,293,824,090	Yuan
Colombia	Bogota	1,141,748	Spanish	41,567,287	Colombian Peso
Czechoslovakia	Prague	78,864	Czech, Slovak	10,250,642	Koruna Or Crown
Denmark	Copenhagen	43,094	Danish	5,382,120	Danish Krone
Estonia	Tallinn	45,227	Estonian	1,409,409	Kroon
Egypt	Cairo	997,739	Arabic	71,712,508	Egyptian Pound
Ethiopia	Addis Ababa	1,133,380	Amharic	69,195,285	Birr
Finland	Helsinki	338,145	Finnish	5,189,728	Markka
France	Paris	543,965	French	59,944,217	Franc
Germany	Berlin	356,970	German	83,436,282	Deutsche Mark
Gerogia	Tbilisi	69,700	Georgian	4,937,702	Rouble
Greece	Athens	131,957	Greek	10,663,484	Drachma
Hongkong	Victoria	1,074	English	7,381,742	Hongkong Dollar
Hungary	Budapest	93,030	Hungarian	10,049,281	Forint
India	New Delhi	3,165,596	Hindi	1,059,301,099	Indian Rupee
Indonesia	Jakarta	1,904,443	Bahasa Indonesia	234,363,497	Rupiah
Iran	Teheran	1,648,000	Farsi (Persian)	67,059,804	Rial
Iraq	Baghdad	438,317	Arabic	24,578,530	Iraqi Dinar
Ireland	Dublin	70,273	Irish	3,918,562	Punt
Italy	Rome	301,323	Italian	57,740,213	Lira
Japan	Tokyo	377,837	Japanese	127,136,912	Yen
Jordan	Amman	89,556	Arabic	5,438,163	Jordan Dinar
Kazakhstan	Alma-ata	2,717,300	Kazakh	16,755,784	Tenge
Kyrgzstan	Bishkok	198,500	Kyrgyz	4,881.743	Som
Kenya	Nairobi	582,646	Swahili	31,443,852	Kenya Shilling
Korea, North	Pyongyang	120,538	Korean	22,432,494	N. Korean Won
Korea, South	Seoul	99,268	Korean	48,673,985	S. Korean Won
Kuwait	Kuwait City	17,818	Arabic	2,171,473	Kuwaiti Dinar

International Dialing

Name	Code
ALGERIA	**213**
Algiers	2
Annaba	8
Oran	6
AFGHANISTAN	**93**
ARGENTINA	**54**
Buenos Aires	1
ARMENIA	**7**
AUSTRALIA	**61**
Adelaide	8
Brisbane	7
Canberra	6
Hobart	02
Melbourne	3
Perth	9
Sydney	2
AUSTRIA	**43**
Salzburg	662
Vienna	1
AZARBAIJAN	**994**
BAHRAIN	**973**
BANGLADESH	**880**
BALGARIA	**359**
BARBADOS	**1 809 29**
BELGIUM	**32**
Antwerp	3
Brussels	3 or 70
BERMUDA	**1 809**
BHUTAN	**975**
BOSNIA	**387**
Sarajevo	71
BRUNEI	**673**
BRAZIL	**55**
Brasilia	61
Recife	81
Rio de Janeiro	21
Sao Paulo	11
CANADA	**1**
Calgary (Alb)	403
Halifax (NS)	902
Montreal (Que)	514
Ottawa (Ont)	613
Quebec	418
Toronto (Ont)	416 or 905
Vancouver (BC)	604
Winnipeg (Man)	204
CHILE	**56**
Santiago	2
CHINA	**86**
Beijing	1
Shanghai	21
COLOMBIA	**57**
CROATIA	**389**
Zagreb	41
CUBA	**53**
Havana	7
CYPRUS	**357**
Larnaca	4
Nicosia	2
CZECH REPUBLIC	**42**
Prague	2

Name	Code
DENMARK	**45**
EGYPT	**20**
Cairo	2
FINLAND	**358**
Helsinki	9
FRNACE	**33**
GERMANY	**49**
Berlin	30
Bonn	228
Bremen	421
Cologne	221
Dusseldorf	211
Frankfurt (Main)	69
Hamburg	40
Leipzig	341
Munich	89
Stuttgart	711
GIBRALTAR	**350**
GREECE	**30**
Athens	1
Thessaloniki	31
HONG KONG	**852**
HUNGARY	**36**
Budapest	1
ICELAND	**354**
Reykjavik	1
INDIA	**91**
INDONESIA	**62**
Jakarta	21
IRAN	**98**
Abadan	631
Tehran	21
IRAQ	**964**
IRELAND	**353**
Dublin	1
ITALY	**39**
Bologna	51
Milan	2
Naples	81
Rome	6
Turin	11
Venice	41
JAMAICA	**1 809**
JAPAN	**81**
Fukuoka	92
Osaka	6
Tokyo	3
KAZAKHTSTAN	**7**
KENYA	**254**
Nairobi	2
KOREA(North)	**850**
KOREA(South)	**82**
Seoul	2
KUWAIT	**965**
LEBANON	**961**
LIBYA	**218**
LITHUANIA	**370**
LUXEMBOURG	**352**
MALAWI	**265**
Thondwe	533
MALAYSIA	**60**

Name	Code
Kuala Lumpur	3
MALTA	**356**
MARITIUS	**230**
MEXICO	**52**
Acapulco	74
Guadalajara	36
Mexico City	5
MOROCCO	**212**
Rabat	7
Tangier	9
THE NETHERLANDS	**31**
Amsterdam	20
Rotterdam	10
The Hague	70
NEPAL	**977**
NEW ZELAND	**64**
Auckland	9
Christchurch	3
Wellington	4
NIGERIA	**234**
Lagos	1
NORWAY	**47**
Oslo	22
OMAN	**968**
PAKISTN	**92**
Faisalabad	41
Islamabad	51
Karachi	21
Lahore	42
Peshawar	91
Quetta	81
PANAMA	**507**
PHILIPPINES	**63**
Manila	2
POLAND	**48**
Warsaw	22
PORTUGAL	**351**
Lisbon	1
QATAR	**974**
RWANDA	**250**
ROMANIA	**40**
Bucharest	0
RUSSIA	**7**
Moscow	095
St Petersburg	812
SAUDI ARABIA	**966**
Dhahran	3
Jeddah	2
Riyadh	1
SERBIA	**38**
Belgrade	11
SEYCHELLES	**248**
SINGAPORE	**65**
SLOVENIA	**386**
SOUTH AFRICA	**27**
Cape Town	21
Durban	31
Johannesburg	11
Pretoria	12
SPAIN	**34**
Barcelona	3

Name	Code
Las Palmas	28
Madrid	1
Seville	5
SRI LANKA	**94**
Colombo	1
SUDAN	**249**
SWEDEN	**46**
Stockholm	8
SWITZERLAND	**41**
Basle	61
Bern	31
Geneva	22
Zurich	1
SYRIA	963
TAIWAN	**886**
Taiper	2
TAJIKSTAN	**7**
THAILAND	**66**
TRINIDAD	**1 809**
TUNISIA	**216**
Tunis	1
TURKEY	**90**
Ankara	312
Istanbol	212,216
UAE	**971**
Abu Dhabi	2
Dubai	4
UGANDA	**256,41**
UKRINE	**7**
UK	44
Belfast	1232
Birmingham	121
Bristol	1272
Edinburgh	131
Glasgow	141
Liverpool	151
Inner London	171
Outer London	181
Manchester	161
UAE	**1**
Atlanta (GA)	404
Boston	617
Chicago	312
Cleveland	216
Dallas	214
Denver	303
Detroit	313
Honolulu	808
Houston	713
Las Vegas	702
Los Angeles	213
Manhattan/Bronx	212
Miami	305
New Orleans	504
New York City	212
Philadelphia	215
Pittsburgh	412
St. Louis	314
San Francisco	415
Washington (DC)	202
ZAMBIA	**260**
Lusaka	1

measures & conversions

length

12inches=1 foot
3 feet=1yard
220 yards=1furlong
5280 feet=1SM
6076.1 feet=1 NM
10 mm=1cm
10 cm=1 dm
10 dm =1 m
10 m=1dam
1,000 m=1 km
1 inch=2.54 cm
0.3937 inch=1 cm
1SM=1.6093 km
0.6214 SM=1km
1 NM=1.8519 km
0.5400 NM=1km

area

144 $inch^2$ = $foot^2$
9 $feet^2$ =1 $yard^2$
4840 $ards^2$ = 1 $acre^2$
640 $acres^2$=1 $mile^2$
100 mm^2=1 cm^2
100 cm^2=1 dm^2
10,000 cm^2 =1 m^2
100 m^2 =1dam^2
100 dam^2 =1 ha^2
10,000 dam^2 =1 km^2
1 $inch^2$ =64516 cm^2
0.155 $inch^2$ = 1cm^2
1$acre^2$=0.4047 ha^2
2.471 $acres^2$=1 ha^2
1 SM^2 = 2.5900 km^2
0.3861 SM^2 = 1km^2

capacity

16 ounces = 1 (U.S.) Pint
20 ounces= 1 imperial pint
2.4019 cups = 1 pint
2 pints= 1 quart
4 quarts (GB)= 1 gallon
1.2009 (U.S) gallon=
1 imperial (GB) gallon
10 ml= 1cl
100 cl= 1l
100 l= 1 hl
1 (U.S.) Quart=0.9465 l
1.0567 (U.S.) Quart= 1l
1 (U.S.) Gallon= 1 13.7854 l
0.2642 (U.S.) Gallon= 1 l
1 (GB) gallon= 4.5460 l
0.2200 (GB) gallon=1 l

weight

437.5 grains= 1 ounce
480 grains= 1 troy(fine) ounce
16 drams= 1 ounce
16 ounces= I pound
14 pounds=1 stone
112 pounds= 1 long hundred weight
2000 pounds= 1 ton

volume

1,1728 $inches^3$=1 $foot^3$
27 $feet^3$= 1 $yard^3$
1000 mm^3=1cm^3
1000 cm^3=1 dm^3
1,000 dm^3= 1 m^3
1 $inch^3$=16.387 cm^3
0.0610 $inch^3$= 1 cm^3
1 $yard^3$=0.7646 m^3
1.3080 $yards^3$=1 m^3

pm 1-55
26-12-2018
16892-8

temperature

F	-40	-31	-22	-13	-4	5	14	23	32	41	50	59	68	77	86	95	104
C	-40	-35	-30	-25	-20	-15	-10	-5	0	5	10	15	20	25	30	35	40

speed

mph	20	30	40	50	60	70	80	90	100
kmph	32	48	64	80	96	112	128	144	160